شاہ فیصل رحمہ اللہ

ایک روشن ستارہ

تالیف
ابوریحان علامہ ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمہ اللہ

ترتیب
حافظ محمد شہباز عالم فاروقی

CamScanner

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری

الحیدری میڈیا سیل

CamScanner

شاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ
ایک روشن ستارہ

CamScanner

جملہ حقوق طبع بحق مرتب محفوظ ہیں

اشاعت دوم

۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء

ناشر

راہِ حق ویلفیئر فاؤنڈیشن، ساہیوال

ادارہ اشاعت المعارف فیصل آباد

اسٹاکسٹ

مکتبہ الشہباز، مارشل ڈویلپرز

ناظم ٹاؤن ملتان جی ٹی روڈ ساہیوال

0300-8534562, 0321-6919656

شاہ فیصل رحمہ اللہ علیہ
ایک روشن ستارہ

افادات

ابو ریحان علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (شہید)

ترتیب وتدوین

محمد شہباز عالم فاروقی
صدر: بزمِ حسان لاہور

اعتنیٰ بہ

میاں بابر صغیر
صدر: راہِ حق ویلفیئر فاؤنڈیشن، ساہیوال

راہِ حق

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم
صل علی محمد وعلی آل محمد

کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم

انک حمید مجید

اللھم
بارک علی محمد وعلی آل محمد

کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم

انک حمید مجید

CamScanner

سعودی عرب کا قومی نشان

سعودی عرب کا پرچم

CamScanner

مملکت سعودیہ کا قومی دن

۲۳ ستمبر ۱۹۳۲ء، ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ کو
سعودی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ جب
سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے نجد و حجاز کے
تمام علاقوں پر فتح و نصرت کا پرچم لہرایا اور
عرب کے اس خطے کا نام "المملکۃ
العربیہ السعودیہ" آل سعود کے نام پر رکھا گیا۔
اس دن پورے سعودی عرب میں اہم
تقریبات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

CS CamScanner

شرعی احکام

کے بارے میں تاریخی اعلان

آج کے بعد جو شخص اپنی دکان یا مکان مقفل کرے گا اسے سزا دی جائے گی جس کے بعد مکان اور دکان سے کوئی چیز چوری ہوگی اسے سعودی حکومت معاوضہ دے گی اور مزید یہ کہ جس قبیلے کے دائرہ کار میں چوری کی واردات ہوگی اس کا ذمہ دار اس قبیلے کے سردار کو قرار دیا جائے گا اور اگر اس نے چور کو نہ پکڑوایا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا......اور پوری مملکت میں آج سے شرعی قوانین و تعزیرات نافذ ہوں گی۔

منصب حکومت پر براجمان ہوتے ہی اپنے نامور فرزندوں کی معیت میں ملک عبدالعزیز کا ایک اہم اور

تاریخی اعلان

CamScanner

بسم الله الرحمن الرحيم

Royal Embassy of
Saudi Arabia
Islamabad

سفارة المملكة العربية السعودية
إسلام آباد

المكرم الشيخ / ضياء الرحمن فاروقي   حفظه الله

مكتب صحابة ١٠٥ لنك روڈ معراج ماركيت لاهور

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ...

بالاشارة الى برقية التهنئة التي رفعتموها الى مقام مولاي خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبدالعزيز ـ حفظه الله ـ بمناسبة افتتاح مجلس الشورى في المملكة العربية السعودية.

يسرني أن أبعث لكم بطيه برقية الشكر الجوابية من المقام السامي الكريم لما أبديتموه من مشاعر طيبة.

والله يحفظكم ويرعاكم ..

القائم بالاعمال بالنيابة

هاني امين جندي

الرقم: ٩٢/١١٠/٥/١/٨٧٢ التاريخ: ٢٠/٨/١٤١٤هـ الموافق: ______ ١٩م المرفقات: مرفق

شاہ فہد بن عبدالعزیز کا خط

CamScanner

المكرم ضياء الرحمن فاروقـــــي   لاهور

تلقينا برقيتكم المتضمنة مشاعركم الطيبة بمناسبة افتتاح
مجلس الشورى في المملكة العربية السعودية وإننا لنشكركم ونقدر
ما أبديتموه سائلين المولى سبحانه أن يأخذ بأيدينا لما فيه خير
الإسلام وصالح المسلمين إنه سميع مجيب.

خادم الحرمين الشريفيـــن
فهد بن عبدالعزيز آل سعود
ملك المملكة العربية السعودية

سعودی سفارت خانہ کی طرف سے
شاہ فہد بن عبدالعزیز کا خط

التاريخ: ١٤١٠/٦/٢٧هـ

المكرم ضياء الرحمن فاروقي

شاكرين لكم تهنئتكم وتمنياتكم الطيبة بمناسبة اليوم الوطني للمملكة العربية السعودية ونسأل الله سبحانه وتعالى أن يوفقنا لما فيه خير أمتنا وعزها وإعلاء شأن الإسلام والمسلمين إنه سميع مجيب ...

خادم الحرمين الشريفين
فهد بن عبدالعزيز آل سعود
ملك المملكة العربية السعودية

سعودی سفارت خانہ کی طرف سے
شاہ فہد بن عبدالعزیز کا خط

Muslim World League
Secretariat General
Makkah al Mukarramah

رابطة العالم الإسلامي
الأمانة العامة - مكة المكرمة
إدارة المؤتمرات

الرقم: [illegible] / التاريخ: / / المرفقات:

الموضوع: خطاب شكر

سعادة الأستاذ/أبو ريحان ضياء الرحمن الفاروقي المحترم
مكة المكرمة - العزيزية - قصر النسيم غرفة ٤٠١

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ..

نشير إلى برقيتكم المتعلقة بقرار هيئة كبار العلماء في المملكة العربية السعودية حول ما جاء في مذكرة الأمم المتحدة المقدمة لمؤتمر السكان والتنمية المنعقد في القاهرة.

نشكركم على غيرتكم الإسلامية - والمولى نسأل أن يعز الإسلام وينصر المسلمين.

والله يحفظكم ... ...

مدير عام إدارة المؤتمرات

م/ف ٣-٦-٥

يحيى أحمد مطهر

مسلم ورلڈ لیگ یحیی احمد مطہر کی طرف سے خط

محمد أفضل شيما

بسم الله الرحمن الرحيم

رابطة العالم الإسلامي — Muslim World League
إسلام آباد - باكستان — Islamabad - Pakistan

الرقم: Ref:
التاريخ: Date:
المرفقات: Encl:

(عاجل وهام)

فضيلة الشيخ حفظه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

انطلاقاً من شعور الامانة العامة لرابطة العالم الاسلامي بمسئوليتها تجاه الامة الاسلامية والدفاع عن المسلمين وقضاياهم فاننا نود أن نلفت انتباهكم الكريم إلى أن الوثيقة المقدمة من الامم المتحدة لمؤتمر " السكان والتنمية " الذي سيعقد في ٥ سبتمبر ١٩٩٤م فى القاهرة قد تضمن أموراً لها حساسيتها ، وتعد خروجا عن الشرائع والتراث والتقاليد وتحللاً من كل الضوابط الاخلاقية مثل اباحة الاجهاض وحرية الجنس وغيرها من الامور التي تتنافى مع تعاليم الاديان السماوية وتناقض الاخلاق الكريمة وذلك حسبما اشارت اليه وثائق المؤتمر المذكور مما جعل البعض يطلق عليه مؤتمر ابادة البشر وهو ما سبق أن تنبهت له عدة جهات تمثل ديانات مختلفة واعترضوا على تلك الامور المخالفة لتعاليم الدين . ونرفق لكم صوراً عن الدراسات والتعليقات التي صدرت بهذا الخصوص .

نرجو منكم التكرم الاطلاع والمساعدة في كشف و إحباط هذه المخططات التي ستؤدي إذا ما أقرت لاسمح الله الى التحلل الكامل من الدين والاخلاق ونشر الاباحية فى العالم وخاصة دول العالم الثالث والجماعات المؤمنة بالدين والاخلاق .

والله يحفظكم ويرعاكم ... وفقنا الله وياكم لما يحبه ويرضاه

المدير بالنيابة

[signature]

القاضي المتقاعد محمد أفضل شيما

CamScanner

آل سعود

آل سعود کا شجرۂ نسب آنحضرت ﷺ کے ننھیال کے ایک فرد اور تاریخ عرب کے مشہور شاعر بکر بن وائل سے جا ملتا ہے۔

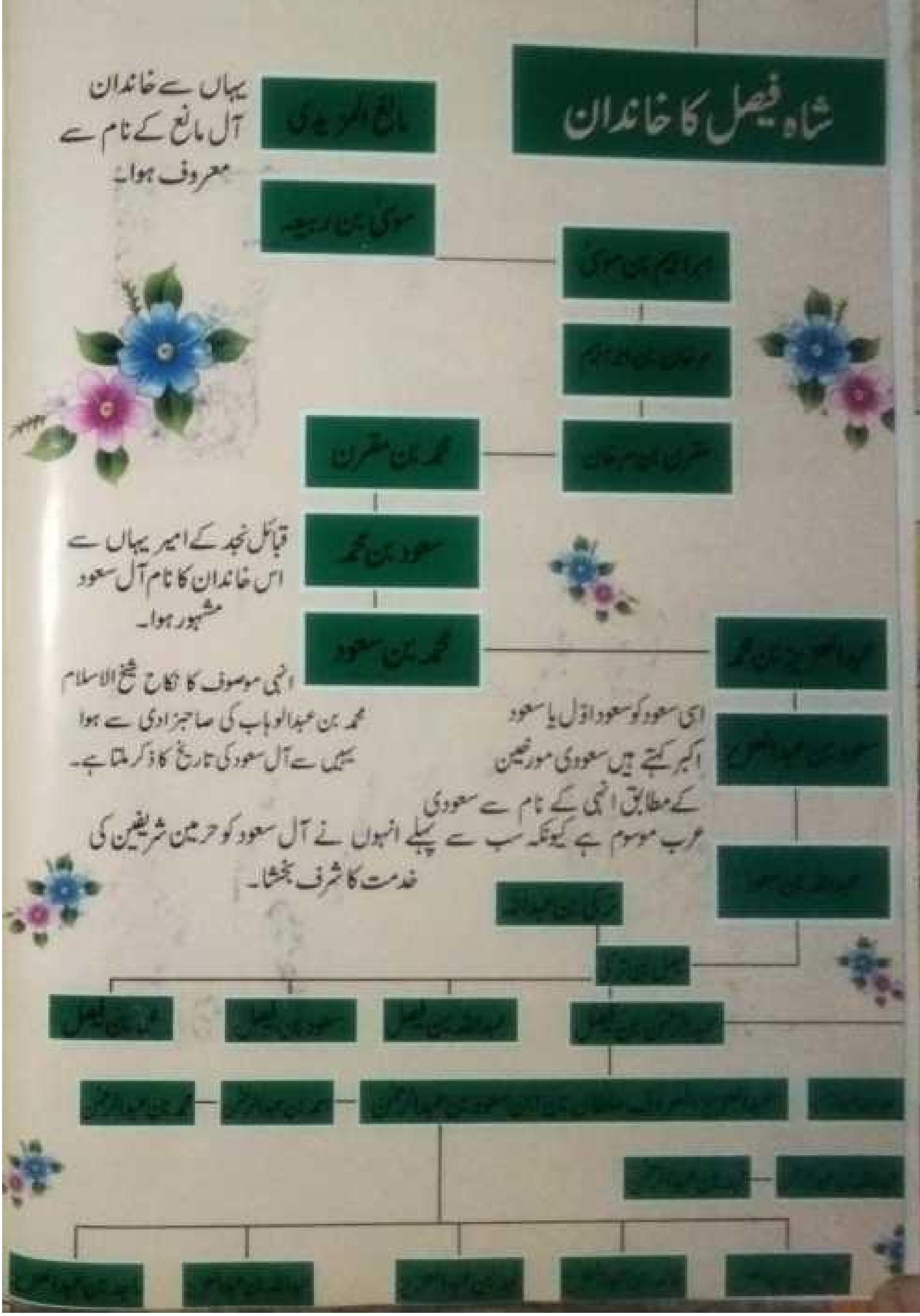

شاہ فیصل بن عبدالعزیز
ترکی بن فیصل
خالد بن فیصل
بندر بن فیصل
سعد بن فیصل
سعود بن فیصل
وزیر خارجہ
سعودی عرب
عبدالرحمن
بن فیصل
محمد بن فیصل

شاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ

کے حالاتِ زندگی پر سرسری نظر

۲۳ صفر ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۰۵ء ولادت

۱۳۳۸ھ ۱۹۱۹ء میں آپ کے والد کے ہمراہ برطانیہ گئے۔

۲۵ محرم ۱۳۴۵ھ ۹ فروری ۱۹۲۶ء حجاز کے گورنر مقرر ہوئے

۱۳۴۲ھ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء مجلس شوریٰ کے صدر اور بادشاہ کے نائب وزیر خارجہ بنا دیے گئے۔

۱۳۷۳ھ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۳ء مجلس وزراء کے نائب

۱۳۷۳ھ ۱۶ اگست ۱۹۵۴ء کو آپ وزیر اعظم مقرر ہوئے

۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء بانڈونگ کانفرنس میں شرکت کی

۱۳۷۹ھ مارچ ۱۹۶۰ء سعودی عرب کی تاریخ میں تمام امور کے نگران

۱۳۸۳ھ ۱۹۶۲ء میں امور مملکت کے تمام امور سونپ دیے گئے

۱۹۶۵ء میں ایران اور متعدد ممالک کے دورے کیے

۱۹۶۸ء میں نیویارک اقوام متحدہ میں شریک ہوئے۔

۱۹۱۸ء ۱۳۳۶ھ عمر ۱۳ سال ایک سیاسی مہم میں مغرب کی روانگی

۱۳۴۰ھ ۱۹۲۲ء نجدی لشکر کے سالار مقرر ہوئے

۱۳۴۲ھ ۱۱۳ اگست ۱۹۲۶ء سوئٹزرلینڈ اور فرانس گئے۔

۱۳۵۱ھ ۱۹ جنوری ۱۹۳۲ء سلطنت کے مجلس اعلیٰ کے صدر بنے

۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء یمن پر حملہ کرنے والی فوجوں کے سالار مقرر ہوئے

۱۳۷۲ھ نومبر ۱۹۵۳ء ابن سعود والد کے انتقال پر سعود بادشاہ اور آپ ولی عہد بنے۔

۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء کو وزیر خارجہ، داخلہ، مالیات اور دفاع کے حکمران

۱۹۶۳ء مسئلہ فلسطین کیلئے اقوام متحدہ میں حکومتی وفد کی قیادت کی

۱۳۸۳ھ نومبر ۱۹۶۳ء کو متحدہ دوسری عرب سربراہی کانفرنس میں آپ سے متفقہ طور پر علماء، مسلمین اور بادشاہ آپ کے ہاتھ پر بیعت لی گئی۔

۲۵ مارچ ۱۹۷۵ کو شہادت

فیصل کی مثال

اس مہر تابندہ کی ہے، جس کی کرنیں مصیبت زدہ انسانیت کے ماتھے پر پڑیں اور ان کی نوازش ہائے پیہم سے عافیت کا کنول کھل گیا۔ امن کا سورج طلوع اور غموں کی خزاں لد گئی۔

مراکش کے یوسف بن تاشفین، مصر کے صلاح الدین، ترکستان کے ملک شاہ، افغانستان کے محمود غزنوی کا لباس پہن کر چودھویں صدی میں سرزمین عرب سے فیصل نمودار ہوا۔

شاہ فیصل کی طرف سے پاکستان کو دیا جانے والا خوبصورت تحفہ

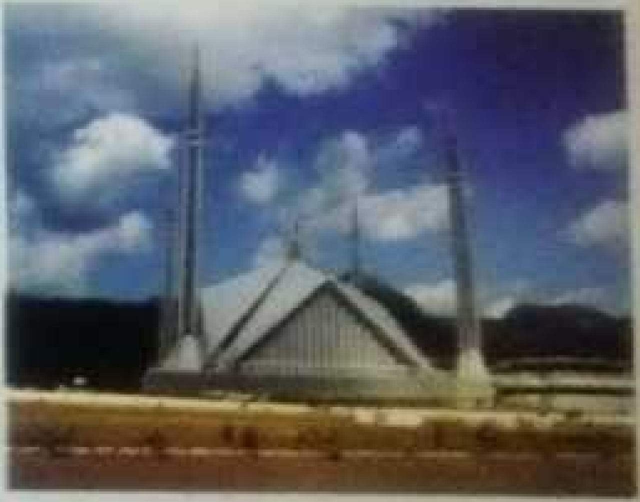

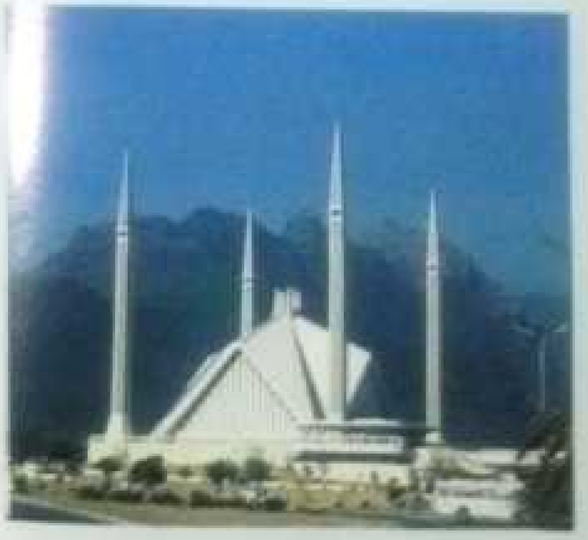

CamScanner

حافظ محمد شہباز عالم کی دیگر مطبوعات

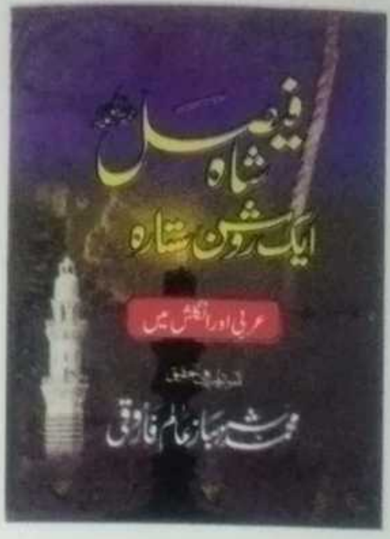

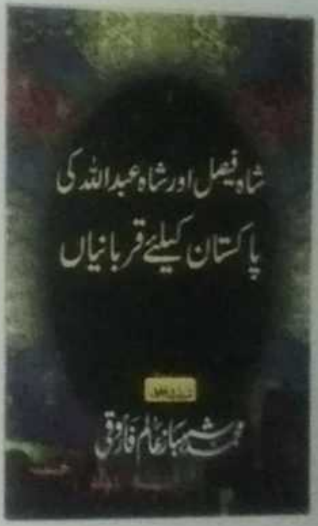

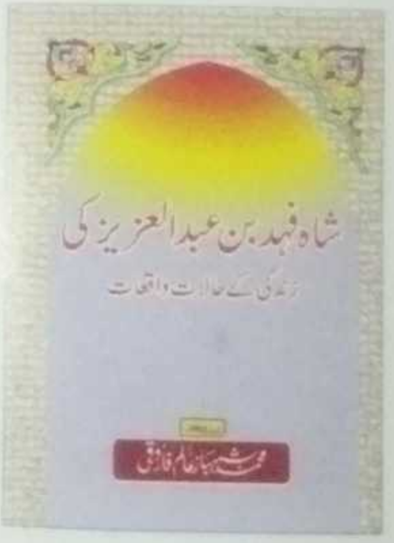

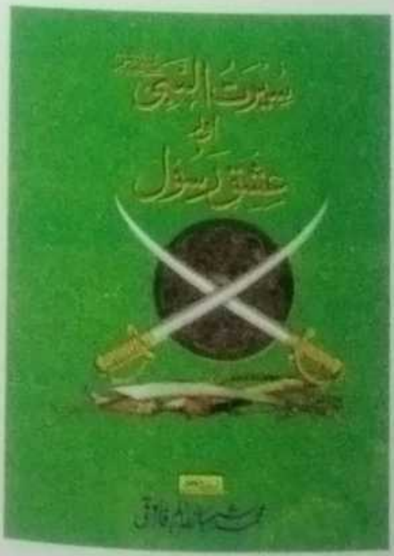

CamScanner

آئینہ کتاب

نمبر	عنوان	صفحہ
1	عرض ناشر	1
	تقریظات	
2	فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد مکی معلم مسجد الحرام مکہ مکرمہ	4
3	محمد مصطفیٰ عقیل (قونصلر سعودی سفارت خانہ اسلام آباد)	6
4	چوہدری صغیر انجم (سینئر وائس چیئرمین قائمہ کمیٹی پنجاب)	7
5	علامہ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری (صدر اہلحدیث فاؤنڈیشن پاکستان)	8
6	**تاثرات**	
7	فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد العزیز بن باز (مفتی اعظم سعودی عرب)	10
8	فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل	10
9	فضیلۃ الشیخ عبد العزیز (امام حرم نبوی مدینہ منورہ)	11
10	حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (مہتمم دار العلوم دیوبند بھارت)	11
11	سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ (عالم اسلام کے عظیم سکالر سید ابوالحسن علی ندوی)	12
12	حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ (ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام پاکستان)	13
13	فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ بن حمید رحمہ اللہ	14
14	سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ (بانی جماعت اسلامی پاکستان)	15
15	شاہ فیصل کے بارے میں اپنوں اور غیروں کی رائے	16

16	یاسر عرفات، سربراہ تنظیم آزادی فلسطین	17
17	ظاہر شاہ افغانستان	17
18	محمد انور سادات صدر مصر	18
19	شہنشاہ ایران محمد رضا پہلوی	18
20	احمد زین۔ معروف سکالر	19
21	جمال گرسل ترکیہ کے سربراہ	19
22	امریکی صدر رچلڈ فورڈ	20
23	اخبارات و رسائل	21
24	شاہ فیصل کے بادشاہ منتخب ہونے کے بعد پیغامات	22
25	تاریخ عرب	30
26	عروض	31
27	عرب مستعربہ	32
28	بنو بکر	32
29	عدنان	33
30	شاہ فیصل کا سعودی عرب	35
31	عہد فیصل میں سعودی عرب کا حدود اربعہ	37
32	ریاض	40

33	مکہ مکرمہ	40
34	مدینہ منورہ	40
35	جدہ	40
36	طائف	42
37	دمام	42
38	تاریخ اسلام اسلامی حکومتوں کے مختلف ادوار	45
39	خلفائے بنی عباس	51
40	اقوام عرب کی جدید تقسیم	55
41	فیصل بن عبدالعزیز سوانحی نقوش والد کا سلسلہ	59
42	والد کا سلسلہ نسب	59
43	تاریخ ومحل ولادت	59
44	تربیت	60
45	فیصل کا دینی شعور	61
46	فیصل کی اولاد	63
47	امیر عبداللہ بن فیصل (سابق وزیر داخلہ)	63
48	سعود بن فیصل (وزیر خارجہ سعودی عربیہ)	65
49	خالد بن فیصل (گورنر عسیر)	65

CamScanner

50	محمد بن فیصل	66
51	سعد بن فیصل	66
52	عبدالرحمن ابن الفیصل	66
53	بندر بن فیصل	66
54	ترکی بن فیصل	67
55	فیصل کے اوصاف وکمالات	68
56	رحم دلی	68
57	دیگر زبانوں پر عبور	70
58	مہمان نوازی	71
59	فیصل بن ترکی	74
60	فیصل کی وجاہت	76
61	فیصل کے نجی امور	78
62	فیصل کے لیل ونہار	82
63	سلطان عبدالعزیز ابن سعود اور فیصل کی سیاسی تربیت	85
64	فیصل وزیر خارجہ	86
65	فیصل کی ولی عہد	91
66	فیصل کا تاریخ ساز کارنامہ	93

67	فیصل ایک بادشاہ ایک فرمارواں	93
68	فیصل کا طرز حکومت	96
69	شاہ فیصل کا دستور مملکت	107
70	عدالتی نظام اور تعمراتی نظام	112
71	حکومتی شعبہ جات	118
72	فیصل خادم الحرمین شریفین	120
73	توسیعات مکہ مکرمہ	120
74	توسیعات فیصل	121
75	صفا مروہ کی توسیع	122
76	توسیع مطاف	122
77	حرم شریف کی قدیم عمارت	123
78	مکہ لائبریری	124
79	توسیعات مسجد نبوی ﷺ مدینہ منورہ	124
80	توسیعات ابن سعود	126
81	شاہ فیصل کے عہد ساز تاریخی مقامات	128
82	عالم اسلام کا غمگسار حکمران	136
83	فیصل اور مسئلہ ختم نبوت	140

84	فیصل کی خارجہ پالیسی	144
85	فیصل کی تعلیمی اصطلاحات	146
86	مدارس یا سکول	149
87	بیرون ممالک میں طلباء کی تعلیم	151
88	انجینئرنگ کالج	153
89	تیل اور دیگر معدنیات کی یونیورسٹی	154
90	مدینہ یونیورسٹی	156
91	مملکت سعودیہ کے تعلیمی اخراجات	158
92	معاشی اور اقتصادی اصطلاحات	159
93	فیصل ایک ماہر اقتصادیات	160
94	مستحق افراد کی امداد کیلئے حکومتی مراکز	167
95	سعودی عرب کے ذرائع آمدو خرچ کے کوائف	168
96	سعودی عرب میں بنکاری	172
97	زراعت	174
98	ایک بدو اور شاہ فیصل مرحوم کی گفتگو	184
99	بڑی بڑی رقوم امداد کے طور پر دی گئیں	187
100	منصوبہ بندی	188

CamScanner

101	شہری ترقیات اور داخلی اصطلاحات	191
102	شہری ترقیات	193
103	بندرگاہیں	194
104	سماجی اور معاشرتی ادارے	195
105	بلدیاتی اداروں کا قیام	197
106	صحافتی ترقی	198
107	ایک بات	199
108	ایک جائزہ	200
109	ناپ تول کا جدید نظام	203
110	سعودی محکمہ دفاع مسلح افواج عساکر اسلام	205
111	اسلحہ اور فوجی ساز وسامان	207
112	فیصل کا اسلامی جذبہ	209
113	پاکستان اور اسلامی سربراہی کانفرس	216
114	فیصل کے غیر ملکی دورے	218
115	فیصل یورپ کے دوسرے ممالک میں	220
116	فیصل عرب ممالک میں	221
117	فیصل عالم اسلام کے اتحاد کا سب سے بڑا علمبردار	227

118	اسلامی اتحاد کیلئے شاہ فیصل کی کاوش کے چند نمونے	231
119	شاہ فیصل اور عالم اسلام	234
120	عرب قومیت کا بھوت	235
121	عرب سوشلزم	237
122	اسرائیل کے توسیعی منصوبے	238
123	اسلامی تحریکوں پر مظالم	241
124	فیصل کی آمد	242
125	مخالفت کا طوفان	243
126	کوششوں کے نتائج	244
127	اسلام کی اشاعت	246
128	مختصر جائزہ	247
129	فیصل مرحوم اور جنگ اکتوبر	251
130	دنیا عالم تحیر میں	255
131	فیصل مرحوم اور جنگ کی دھمکی	258
132	امریکی مفادات کی تفصیل	259
133	فیصل اور مسئلہ فلسطین	262
134	آزادی فلسطین کے بارے میں فیصل کا مخصوص نظریہ	263

135	فلسطین کی مختصر تاریخ بیت المقدس کا آئینہ	264
136	یہودیوں کے متعلق فیصل کا مشہور اعلان	265
137	بیت المقدس کے متعلق تین اہم تقریر	267
138	آٹھویں صدی ہجری سے بیت المقدس عربوں کا ہے فیصل	273
139	مسجد صخرہ	274
140	مسجد اقصیٰ	275
141	مسئلہ فلسطین کی اہمیت	276
142	عالم اسلام کا سب سے بڑا ناسور اسرائیل	278
143	سپر پاور اللہ کی ذات ہے	284
144	1967ء کی مصر اسرائیل جنگ میں فیصل کا کردار	287
145	شاہ فیصل اور تیل کا ہتھیار	291
146	خاندان فیصل کا اجمالی تعارف	303
147	محمد بن سعود	307
148	شیخ الاسلام سے اسلامی تعلیمات کے فروغ کا معاہدہ	308
149	امیر عبدالعزیز بن محمد	310
150	آل سعود کی جانب سے پہلی مرتبہ مکہ میں داخلہ	312
151	امیر سعود بن عبدالعزیز المعروف سعود کبیر	314

152	امام عبدالرحمٰن بن فیصل	318
153	امیر عبدالرحمٰن کی کارگزاری کا پس منظر	318
154	ریاض کی امارات اور معزولی	319
155	کویت کی پناہ گزینی	321
156	سلطان عبدالعزیز ابن سعود	322
157	ولادت ۔ تعلیم ۔ کویت روانگی	322
158	ابن سعود کے اوصاف و کمالات	324
159	ابن سعود کی حیرت انگیز شجاعت	326
160	تحمل و وسعت ظرفی	328
161	سلطان ابن سعود کی تاریخ ساز شخصیت	330
162	عبدالعزیز ابن سعود اور تعداد ازواج	332
163	شاہ عبدالعزیز ابن سعود کے معمولات	335
164	سلطان ابن سعود اور شرک و بدعات کا استیصال	338
165	سلطان عبدالعزیز ابن سعود کی وفات	340
166	ملک عبدالعزیز کی تقاریر کے چند اقتباسات	341
167	تحریک اخوان کا قیام اور ابن سعود	344
168	تحریک اخوان کے جنگجو سپاہ	349

CamScanner

169	فتح ریاض	353
170	انتہائی کٹھن آزمائش کی منزل	355
171	دوبارہ روانگی	356
172	فتح ریاض میں شریک ہونے والے سعودی مجاہدین	358
173	عبدالرحمٰن کی کویت سے واپسی	359
174	عبدالعزیز نے جوابی تقریر میں اعلان کیا	360
175	آل رشید کے ساتھ پہلا معرکہ اور ابن سعود کی فتح	362
176	قصیم کے علاقے بریدہ اور عنیزہ پر ابن سعود کا قبضہ	362
177	ترکی اور سعودی حکمرانوں کا معاہدہ	365
178	فتح تربہ	367
179	پہلی جنگ عظیم اور سلطان ابن سعود	368
180	شریف کے عہد میں حج پر پابندی اور ابن سعود	369
181	نجد اور حجاز کی حدود کا تعین	370
182	فتح طائف	371
183	ولایت مکہ	375
184	مکہ پر حکومت اور سلطان ابن سعود	377
185	سلطان ابن سعود کا مکہ میں داخلہ	378

CS CamScanner

186	فتح حجاز کے بعد امن و ایمان کی صورت حال	384
187	محکمہ عدالت و شریعت	389
188	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر	391
189	جدید سڑکیں	394
190	زمزم	397
191	سایہ کا انتظام	398
192	شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب تمیمی رحمہ اللہ	399
193	شیخ الاسلام کی ولادت نسب نامہ	402
194	والد گرامی، خاندان، تربیت ونشوونما	403
195	علم کی راہ میں	404
196	مذہبی لحاظ سے خطۂ عرب کی حالت	406
197	دعوت وتبلیغ	409
198	نجد کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے فرمان حقیقی کا مفہوم	410
199	شیخ الاسلام کے افکار وتعلیمات	412
200	توحید	414
201	شیخ الاسلام کی تعلیمات کی روشنی میں یہ سب امور حرام اور باطل ہیں	417
202	انبیاء واولیاء سے توسل کے متعلق شیخ کا موقف	418

CamScanner

203	مسئلہ شفاعت	419
204	عمومی تعلیمات	419
205	شیخ الاسلام کا فقہی مسلک	420
206	فرقہ بندی	422
207	غرباء و مساکین سے بے اتفاقی	424
208	غلط لٹریچر کی اشاعت	428
209	مشرکین کے عام نظریات	429
210	دعوت شیخ کی عالمگیر اشاعت	433
211	شیخ الاسلام اور امیر محمد بن سعود میں فرق	434
212	شیخ الاسلام کی تعلیمات کے فروغ کی چند مثالیں	436
213	اسلامی دعوت کے تین علمبردار	440
214	شیخ الاسلام کی تالیفات	441
215	دنیائے عالم میں شیخ کی دعوت کے خلاف اٹھنے والی چند تحریکیں	444
216	جواہر پارے مسلمانوں کی کامیابی کس طرح ممکن ہے	451
217	دورہ ایران کے موقع پر خطاب۔ سوڈان کی ایک دعوت پر خطاب	452
218	۲۳ مارچ ۱۹۶۶ پاکستان میں خطاب	452
219	ہسپانیہ، امریکہ کا دورہ ۱۹۶۶ میں خطاب	453

CamScanner

220	شاہ فیصل نے صدر جانسن کی تقریر کے جواب میں خطاب کیا	454
221	مملکت سعودی کا حقیقی مقصد	454
222	ربیع الثانی ۱۹۶۶اگست جمہوریہ صومالیہ کا دورہ	454
223	حبیب پور قبیلہ کے خطاب کے جواب میں	455
224	سعودی قوم ہر وقت جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیار ہے	456
225	۲۳ رجب ۱۳۸۶ مدینہ منورہ کی ایک تقریب میں خطاب	456
226	دل کا درد	457
227	عالم اسلام کی دو مقتدر شخصیات ناصر اور فیصل	458
228	شاہ فیصل کی شہادت اور اس کا پس منظر	460
229	فیصل کے خطابات	464
230	ریاض میں مزدوروں کے ایک تعمیری موقعہ پر	467
231	بیعت خلافت کے موقع پر اہم خطاب	469
232	جامع ملک عبدالعزیز جدہ کے اساتذہ کی طرف سے خطاب	471
233	ریاض کے معزز شہریوں کی ایک دعوت میں شاہ فیصل کا بیان	471
234	مصر مانروائی کے بعد مکہ مکرمہ کے معززین سے خطاب	472
235	فیصل احساء کی طرف استقبال کے موقع پر مختصر خطاب	473
236	احساء سے دمام جاتے وقت ایک عظیم ہجوم سے خطاب	475

CamScanner

237	ظہران پٹرولیم کالج کے افتتاح پر تقریر	477
238	مدینہ منورہ میں ایک خطاب	479
239	مدینہ یونیورسٹی کے طلباء سے ایک خطاب	480
240	فیصل کے تاریخی اقوال	482
241	مدینہ یونیورسٹی میں ایک تاریخی بیان	484
242	دعائیہ کلمات حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم	486
243	یادداشت و تاثرات	488

انتساب

اُن لوگوں کے نام

جنہوں نے حرمین الشریفین

کی خدمت کی ہے

CS CamScanner

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد!

تاریخ اسلام میں ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں مسلمانان عالم کا جھومر بن کر روشن ستاروں کی طرح جگمگاتے ہوئے وجود میں آئیں جنہیں اللہ جل جلالہ نے اعلیٰ صلاحیتوں، عقبری صفات اور عمدہ محاسن سے نوازہ جس کی بناء پر انہوں نے اسلام کے لیے ناقابل فراموش، اعلیٰ خدمات اور زریں کارنامے تاریخِ اسلام کے صفحات پر رقم کیے۔ جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے مشعل راہ ہونگے۔

ان ہستیوں میں ایک بطلِ حریت، اخوت اسلامی کا علمبردار شاہ فیصل بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی سرزمین مقدس سعودی عرب پر منصۂ شہود میں آئی۔ جس نے اپنی بے مثال قیادت وسیادت، اعلیٰ کردار، جذبہ دینی غیرت وحمیت اور جذبۂ حب الوطنی سے سرشار عرب میں سید القوم خادمھم فی السفر کی عملی تصویر بن کر اسلامی اقتدار و روایات کو سربلند کیا جس کی پاداش میں اپنی جان کا نظرانہ پیش کر کے شہادت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز المرام ہوئے۔

شاہ فیصل بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خاندانِ سعود اور عالم اسلام کا ایک چمکتا دمکتا روشن ستارہ تھا۔ جس نے اپنی فرمانروائی کے دوران سرزمین مقدس میں اپنی رعایا اور مسلمانانِ عالم کو عالمگیر اسلامی تعلیمات پر کاربند رہنے کی جہد مسلسل میں برسرپیکار رہے۔

اس سے قبل بطلِ حریت شاہ فیصل کی حیات وخدمات پر علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی

شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شہرہ آفاق کتاب فیصل ایک روشن ستارہ" تالیف کی جس میں مرد مجاہد کی سیرت و کردار، کارناموں اور بے مثال خدمات جو عرب اور عالمِ اسلام کے مسلمانوں نے سرانجام دیں ان کا تذکرہ بڑے دلچسپ انداز میں تفصیلاً کیا ہے۔ اس کتاب میں ہر مسلمان حکمران اور عوام کے لیے یکساں مفید رہنمائی موجود ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے یہ کتاب ناپید ہو گئی تھی۔ اس لحاظ سے اس کتاب کے دوبارہ شائع کرانے کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی۔ جس کو جدید اضافہ کے ساتھ منظرِ عام پر لایا جائے۔ تا کہ اس مردِ مومن کی حیات کے روشن اور پوشیدہ پہلو کو اجاگر کیا جائے۔ تا کہ اس سے ہر خاص و عام آگاہی و واقفیت حاصل کر سکے۔

اس کتاب میں علمبردار اسلام شاہ فیصل اور ان کے خاندان کی دینی، ملی اور مسلمانان عالم کے لیے دی گئی قربانیوں خدمات کو اچھوتے انداز اور جدید طرز پر مرتب کر کے تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ تا کہ ان کے کارہائے نمایاں نکھر کر سامنے آئیں۔ اس کتاب کے شائع کرانے کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے۔ کہ اسلام کے اس نامور مبعوث کی شخصیت و کردار سے جو لوگ ناواقف و نابلد ہے۔ انہیں تحیر آمیز معلومات کا ذخیرہ مہیا کیا جائے۔ اور ان کارناموں اور خدمات جو اسلام اور اہل اسلام کے لیے سرانجام دیں سامنے آ جائے۔ شاہ فیصل جیسی عبقری ہستی کی خدمات اور کارناموں کو بھلا دینا یا معلوم رکھنا مسلمانان عالم کے محسن سے بے وفائی ہو گی۔ اس مردِ مومن کی زندگی کے درخشاں پہلو اس لحاظ سے بھی قابل رشک اور قابل تقلید ہیں۔ وہ ایک عادل منصف حکمران فرمانروا، پارسا، مجاہد مفکر، متقی، پرہیز گار، قرآن و سنت کا داعی، اتحاد اسلام کا علمبردار، مہم جو، حرمین شریفین کا چوکیدار و محافظ، شجیع و بہادر، غیرت و جرأت مند، خوددار، سنجیدہ فطرت طبیعت موحد مسلمان تھا۔ اس کتاب میں اس مرد مجاہد کی خدمات کارناموں میں حرمین شریفین کی توسیع و محافظت حجاج کرام کی میزبانی، سہولیات انتظام و انصرام اور اسلام کا عملی نفاذ قابل افتخار ہیں اس کے علاوہ مسلمانان عالم کی یکجہتی و یگانگت اور اتحاد و اتفاق کے لیے لازوال قربانیاں قابل تقلید و قابل رشک ہیں اس پر عزم و جواں حوصلہ مردِ حق نے پاکستان کے استحکام و سالمیت کے لیے روابط و مراسم کو مضبوط

مستحکم بنیادوں پر قائم کیے اور ہر آڑے وقت میں پاکستان سے تعاون کا ہاتھ بڑھایا جو پاکستانی عوام کے لیے ایک ڈھارس سہارا اور آس وامید کی کرن بن کر سامنے آئے۔

کتاب کے شائع کرنے کا ایک اور مقصد اس مرد جلیل اور اسکے خاندان اور اسلام کی سربلندی وتنفید وتبلیغ کی کوششوں ودیگر خدمات پر خراج تحسین پیش کرنا اور سرہانہ ہے۔اس کتاب کے لیے بندہ نے پورے پاکستان کا سفر کیا تاکہ جلد ہی آپ کے سامنے اس کتاب کو عربی اور انگلش میں پیش کیا جاسکے اور بندہ کے ساتھ بزرگوں نے شفقت والا معاملہ فرمایا ہے اس کتاب کی اشاعت کے لیے میرے قابل صد احترام رفقاء نے ہر طرح سے خصوصی تعاون کیا۔میں مشکور مولانا ریحان محمود ضیاء اور مولانا عثمان فاروق ضیاء (صاجزادہ ضیاء الرحمن فاروقی شہیدؒ) اور طاہر محمود انجینئر صاحب کا جن کے مشورے سے یہ کتاب منزل مقصود تک پہنچی اور بالخصوص میاں بابر صغیر صاحب (صدر راہ حق ویلفیئر فاؤنڈیشن ساہیوال ڈویژن) ہیں جو اپنی مصروفیات کے باوجود رہنمائی فرماتے رہے۔اس پر میں ان سب کا بے حد احسان مند اور شکر گزار رہوں۔اللہ تعالی سب کو دنیا وآخرت کی کامرانیوں کامیابیوں سرفرازیوں سے ہمکنار کرے اور اجر عظیم عطا فرمائے۔اور میرے لیے اور عوام کے لیے ذریعہ نجات اور رہنمائی بنائے۔

آمین یارب العالمین

بندہ ناچیز

محمد شہباز عالم فاروقی

صدر: بزم حسان لاہور

صدر: تنظیم عقیدہ حیات النبی ﷺ پنجاب

جنرل سیکرٹری: راہ حق ویلفیئر فاؤنڈیشن ساہیوال

افتتاحیہ تقریظ

از فضیلۃ الشیخ حضرت محمد مکی معلم مسجد الحرام مکۃ مکرمۃ

اس کتاب میں شاہ فیصل کو چودھوی صدی ہجری میں عالم اسلام کے اتحاد کا سب سے بڑا علمبردار ثابت کر کے پندرھویں صدی میں مسلمانوں کو اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونیکی دعوت دی گئی ہے۔

عالمِ اسلام کے ایشیائی ممالک میں خاص طور پر سعودی تاریخ سے نہ صرف یہ کہ ناواقفیت پائی جاتی ہے بلکہ سلطان ابن سعود اور شاہ فیصل شہید اور شاہ فہد کی نسبت مسلمانوں میں بہت سی غلط فہمیاں بھی پھیلائی گئی ہیں۔

سعودی عرب کے بارے میں تہذیب وتمدن سے لے کر فرمانرواؤں کے نظامِ حکومت تک ہر جگہ اسلامی قوانین کو مرکزیت واہمیت حاصل ہے اس بارے میں کسی شخص کی دو رائیں نہیں ہوسکتیں بلاشبہ شاہ فیصل نے اپنے دور حکمرانی میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے عہد میں قرون اولیٰ کے زندہ جاوید انسانوں کی یادگار تھے آپ کے نامور والد تاریخ ساز شخصیت کے مالک تھے عالمِ اسلام کے جملہ مسلمانوں کی نئی نسل کو سعودی حکمرانوں کے تعارف کی جتنی آج ضرورت ہے اس سے پہلے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

شاہ مرحوم نے سعودی عرب کو جہاں جدید ترقی کا محور قرار دیا وہاں اسلام کی مرکزیت کو بھی نمایاں اہمیت بخشی، فیصل مرحوم کی زندگی کا سب سے بڑا انقلابی کام ان کا اتحاد اسلامی کا نعرہ تھا جس پر سامراجی قوتیں دانت پیس کر رہ گئیں۔

زیر نظر کتاب بلاشبہ ایشیائی تاریخ کی سب سے منفرد جامع اور مستند دستاویز ہے میری معلومات کے مطابق اسقدر کاوش اور بے شمار عنوانات کسی پہلی تاریخ میں سامنے نہیں

آئے۔ سعودی وزارت اطلاعات کو چاہئے کہ اس کتاب کو عربی، انگریزی، فرانسیسی اور اردو زبانوں میں ہر قوم کے سامنے پیش کرے۔

یہ بات بھی خوش آئندہ ہے کہ مولف موصوف شاہ خالد رحمہ اللہ اور شاہ فہد رحمۃ اللہ کی کارگزاری پر بھی ایک جامع ذخیرہ مرتب کر رہے ہیں پاکستان کے معروف ادیب علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کی محنت قابل ستائش ہے۔ کسی بھی لائبریری میں اس کتاب کے نہ ہونے کو بہت بڑی محرومی قرار دیا جا سکتا ہے۔

CamScanner

تقریظ

محترم جناب مصطفیٰ اعقیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلاۃ والسلام وعلی اشرف المرسلین سیدنا محمد
وعلی الہ واصحابہ اجمعین

امابعد!

میں نے اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا ہے جو مفید تاریخ معلومات سے لبریز ہے خاص طور پر اسکے حسنِ تالیف اور اندازِ تحریر سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ جس سے نہ صرف لوگوں کی معلومات میں اضافہ ہوگا بلکہ تاریخی حقائق کو ایک نئے انداز سے دیکھنے کا موقعہ ملے گا میں دعا کرتا ہوں کہ یہ محنت وکاوش جس خلوص وجذبہ سے کی گئی ہے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو اور امید کرتا ہوں کہ یہ مفید تحریر اس نہج پر مزید تالیف وتصنیف کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

مجھے خوشی ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایسے ذہن موجود ہیں جنکی تحریروں کے ذریعہ قارئین کی معلومات میں وسعت اور گہرائی آسکتی ہے او امت مسلمہ کو بہتر طور پر روشناس کرانے میں معاون ومددگار ثابت ہوسکتی ہے۔

مصطفیٰ اعقیل
کاونسلر
سعودی سفارت خانہ اسلام آباد

تقریظ

محترم جناب چوہدری صغیر انجم صاحب

(سینئر وائس چیئرمین بین المذاہب امن کمیٹی پنجاب)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

اما بعد!

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اور کرم ہے کہ اُس ذات پاک نے ہر دور میں اپنے خاص بندوں کو دین حق کی اشاعت اور سربلندی کے لیے چنا ہے انھی چنی ہوئی ہستیوں میں سے ایک نیک ہستی جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین کی خدمت وحفاظت کے رتبہ جلیلہ پر فائز فرمایا اور انہیں حکمت و دانائی، بصیرت وفراست و بسالت کی خوبیوں سے سرفراز اور عالم السام کی قیادت و سیادت کے لیے چنا میری مراد شاہ فیصل رحمہ اللہ ہیں جنھوں نے اپنے دورِ حکومت میں جو کارہائے سرانجام دیئے ان کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے عہد نمایاں میں قرون اولیٰ کے زندہ جاوید انسانوں کی یادگار تھے۔

زیر نظر کتاب شاہ فیصل ایک روشن ستارہ بلاشبہ ایشیاء کی تاریخ کی سب سے منفرد جامع اور مستند دستاویز ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قیامت تک شاہ فیصل جیسے انسان آلِ سعود میں پیدا فرماتا رہے (آمین) اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حافظ شہباز عالم فاروقی کو انھوں نے اس کتاب کو احسن انداز سے ترتیب دیا اور اور کتاب کو منظرِ عام پر لانے کی سعی کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور تمام اُمت مسلمین کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔

والسلام

چوہدری صغیر انجم

چیئرمین راہِ حق ویلفیئر فاؤنڈیشن ساہیوال ڈویژن

تقریظ

سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

(امیر متحدہ جمعیت اہل حدیث پاکستان)

آل سعود نے اسلام کی نشر و اشاعت کے ضمن میں جو کارھائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔اور ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور باہمی اتحاد و اتفاق کے فروغ کے لیے جو مسلسل جدوجہد کی ہے۔اور عالمی برادری کے ساتھ حسن سلوک، احترام، انسانیت اور مساوات کا بول بالا کرنے کے لیے جو مساعی جمیلہ کی ہیں ان کی بناء پر یہ بابرکت خاندان جہاں مبارکباد کا مستحق ہے وہاں لائق صد ستائش ہے۔

یہ عظیم المرتبت خاندان مرکز اسلام حرمین شریفین کی شاندار خدمت انجام دے رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ ضیوف الرحمٰن کی بے مثال مہمان نوازی کی جارہی ہے۔ان کاوشوں کی وجہ سے وہ ہر دل عزیز مسلمانوں کی آنکھوں کا ستارا اور عالمی برادری کے ماتھے کا جھومر ہیں۔

ہر وہ شخص جو فطرت مسلمیہ اور پختہ شعور کا حامل ہے وہ اس خاندان کے ساتھ محبت وعقیدت رکھنے پر مجبور ہے۔اور اپنے اپنے انداز سے اُن کے ساتھ اپنی والہانہ محبت کا اظہار کرنے کا خواہش مند نظر آتا ہے۔

زیر نظر تالیف اسی سلسلہ مبارکہ کی ایک اہم کڑی ہے جس کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نامور عالم دین، اور دینی رہنما برادر گرامی قدر حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید (رحمہ اللہ) نے ترتیب دیا تھا۔اور شہید اسلام عزت مآب جلالۃ الملک فیصل بن عبدالعزیز آل سعود (رحمہ اللہ) کی سحر انگیز شخصیت کے بعض پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔(جزاہ اللہ احسن الجزاء)

شہباز عالم فاروقی نے اٹھایا ہے۔ جو طباعت کا نفیس ذوق رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس کارِ خیر میں شریک ہونے کا اجر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

کتبہ

سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

امیر حمزہ، جمعیت اہل حدیث پاکستان

صدر الہدیٰ فاؤنڈیشن پاکستان

تاثرات

فضیلۃ الشیخ محمد بن عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ

(مفتی اعظم سعودی عرب)

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحی اور دینی تحریک سے مرحوم فیصل کو گہرا لگاؤ تھا وہ اپنے اندر ایک تڑپنے والا دل اور خدا کے سامنے رونے والی آنکھیں رکھتے تھے۔ ان کے مزاج کی سادگی حیرت انگیز تھی وہ ہمیشہ اس بات سے ڈرتے رہے خدا کے سامنے مجھے مملکت کے کسی معاملے میں شرمسار نہ ہونا پڑے۔ ان کے اعلیٰ کردار اور بے مثال اطوار کی تابندہ مثالیں ہمیشہ یاد رہیں گی، میں نے انھیں انتہائی قریب سے دیکھا، وہ خدا ترس، نیک دل، رعایا پرور اسلامی وحدت کے بہت بڑے نقیب تھے (اخبار ملت)

تاثرات

فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل

امام مسجد الحرام، مکہ مکرمہ

فیصل کی وفات سے ہم سب خود کو تنہا محسوس کر رہے ہیں، ان کی وفات نہ مٹنے والا غم دے گئی ہے۔ خدا نے ان سے دین کا بہت بڑا کام لیا، وہ صحیح معنوں میں عالم اسلام کے غمگسار اور رہنما تھے۔

تاثرات

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز

امام حرم نبوی، مدینہ منورہ

فیصل نے حرمین کی بے انتہا خدمت کی، وہ چاہتے تھے کہ پوری دنیا کے اس روحانی مرکز سے اسلامی طاقت کا غازہ پھوٹے عالم اسلام کے مسائل پر اتنی گہری دلچسپی لینے والا ہم نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا، ان کی زندگی بے انتہا سادہ اور درویشانہ تھی۔

تاثرات

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند (بھارت)

شاہ فیصل ایسے وقت میں ہم سے جدا ہوئے کہ پورے عالم اسلام کو ان کی شدید ضرورت تھی، مرحوم قرآن وسنت کے علوم سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے اتحاد اسلامی کے نعرے سے تمام غیر مسلم طاقتیں خوف زدہ ہو گئیں، مرحوم ایک سادہ اور فقر نش حکمران تھے، ان کے لیل ونہار میں ہر جگہ اسلام کی شیفتگی اور عقائد توحید کی پختگی نظر آتی ہے۔

مرحوم نے سعودی عرب میں جدید ترقیات کے ساتھ ساتھ دینی درس گاہوں اور تربیت گاہوں کا جال بچھا دیا۔

تاثرات

سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

عالم اسلام کے عظیم سکالر سید ابوالحسن علی ندوی جنھیں متعدد بار
شاہ فیصل ؒ کے قریب رہنے کا موقعہ ملا

انھوں نے بڑے عزم وحزم اور حکمت کے ساتھ اس وقت زمام اقتدار اپنے ہاتھ لی جب ملک کو سخت خطرہ اور ایسے دشمنوں سے سامنا تھا جو کسی اوچھی حرکت سے بھی باز نہیں آتے تھے اور اپنے کسی مسلمان بھائی سے رشتہ وپیوند کا خیال نہیڈ کرتے مگر شاہ موصوف نے تھوڑی ہی مدت میں ان مشکلات پر قابو پالیا اور مخالف منصوبوں اور مجرمانہ سازشوں کو ناکام بنا کر عوام کا اعتماد حاصل کرلیا اور دنیا نے انھیں خادم الحرمین اسلامی اتحاد کے علم بردار اور جملہ اسلامی مسائل کے پرجوش اور صاحب ہوش حامی وداعی کی شکل میں دیکھا اور اپنی تائید اور شاہانہ سرپرستی اور جذباتی تعلق سے رابطہ عالم اسلامی کو ایک متحرک اور فعال عالمی ادارہ بنادیا۔

ان باتوں کی وجہ سے مشرق ومغرب کے مسلمان انھیں اس اسلامی قائد اور مسلمان بادشاہ کی نظر سے دیکھنے لگے، جو مقامات مقدسہ کے بارے میں غیرت مند اور دنیا کی اسلامی تنظیمات اور اداروں کا سچا خیر خواہ ہے۔

تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام پاکستان

شاہ فیصل نے سیاست کی مذہب نا آشنائی و بیگانگی کے اس دور میں نہ صرف مذہب کی اذان ایوان سیاست میں دی بلکہ اسے مسلم سیاست کا امام بنادیا۔انھوں نے اس وقت جب کہ سیاست کی مذہب سے دوری بلکہ سیاست کی مذہب کشی کا سب سے زیادہ سرگرم اور بلند آہنگ مرکز خود خطہ عرب بنا ہوا تھا۔اسلامیت کو پیچھے ڈال کر بلکہ طوق وسلاسل میں جکڑ کر عرب قومیت کو عربوں کا کلمہ علیا اور واحد رشتہ ارتباط ومحور حیات وممات بنانے کی دہ مجنونانہ کوشش کی جارہی تھی کہ اس کے سیاق میں اسلام کا نام لینا کسی صاحب اقتدار کے لئے بھی اپنی عزت وآبرو کو داؤ پر لگانے سے کم نہ تھا عین اس دور میں فیصل مرحوم نے صاف صاف اسلامی وحدت کی صدا دے کر اپنی تحریک تضامن الاسلامی (عالمی اسلامی اتحاد) کا آغاز کیا اور طعنہ زنی وتمسخر کی تمام گرد کی مضبوط ارادے اور عزیمت سے سہا۔پھر وہ وقت آیا کہ عرب قومیت کی اسلام دشمنی کا وبال ۱۹۶۷ء کی ہزیمت کی شکل میں قصور وار اور بے قصور سب عربوں کے سر پر آیا اور مسلمانوں کا قبلہ اول بیت المقدس بھی یہودیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ادھر عرب قومیت واشتراکیت جیسے بتوں کی کارسازی خود ان پر دھتیوں اور پرستاروں کی نظر میں بھی بہت کچھ مشکوک ہوگئی تو اسلام اور اس کے نام لیواؤں کو بھی اس بازی کو پلٹنے اور اسرائیل اور اس کے حامیوں سے نپٹنے کی صلاح ومشورت اور تدبیر وعمل میں شریک ہونے کی راہ ملی اور ان کے میر کارواں شاہ فیصل کی اب کچھ قدر ان لوگوں پر کھلی جو انھیں بے قدر کردینے پر ہی تلے ہوئے تھے شاہ فیصل سچے ایمان اور مضبوط عقیدے کا توشہ لے کر جدھر گئے فتح ونصرت ان کے قدم چومتی رہی۔

تاثرات

فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ بن حمید رحمۃ اللہ علیہ

چیف جسٹس سپریم کورٹ سعودی عرب (قاضی القضاۃ الاعلیٰ) فیصل نے عالم اسلام میں اسلام جذبے کی جو روح پھونکی ہے اس کی مثال قرون اولیٰ کے بعد کسی حکمران میں نہیں ملتی۔ ملک عبدالعزیز نے جس اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی اسے اسلامی جذبہ اور محمدی اقدار سے منور کرنے کے لئے فیصل نے انتھک جدوجہد کی۔ ان کی وفات سے عالم اسلام یتیم ہو گیا، ان کے کارنامے نئی نسل کے لئے مشعل راہ ہیں۔

تاثرات

سید ابوالاعلیٰ مودودی

بانی جماعت اسلامی پاکستان

شاہ فیصل کی جدائی پر ہر شخص اشکبار ہے، مرحوم نہ صرف عالم عرب کی سیاست کے مقتدا تھے بلکہ آخری سالوں میں انھیں پوری دنیائے اسلام کے رہبر وقائد ہونے کا شرف مل چکا تھا انھوں نے ہمیشہ طاغوتی طاقتوں سے مسلمانوں کو خبردار کئے رکھا۔

حرمین شریفین کی خدمت کے ناطے مرحوم اسلامی دنیا کے امام تصور کیے جانے لگے تھے اور اپنے عہد میں اسلامی اتحاد کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ ان کی سیاست نے بین الاقوامی طور پر گہرے نقوش چھوڑے۔ ان کا سب سے بڑا کمال انتہائی خاموشی اور سادگی کے ساتھ اسلامی اقدار کے فروغ اور باطل قوتوں سے برسرپیکار رہنا ہے۔

شاہ فیصل نے اپنے نامور والد کی روایات کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ عالمگیر سطح پر ایک دنیا سے اپنے تدبر وصلاحیت اور آل سعود کی اسلام دوستی کا لوہا بھی منوالیا............ یقیناً فیصل اس دور کے بڑے انسان تھے۔

CamScanner

شاہ فیصل

کے بارے میں اپنوں اور
غیروں کی رائے تجربات ومشاہدات

معروف شخصیات

تاثرات

یاسر عرفات۔ سربراہ تنظیم آزادی فلسطین

ہم یتیم ہو گئے، چاروں طرف اندھیرا چھا گیا، اسلام کو نہ ٹوٹنے والی تلوار موت کے ہاتھوں سے بے بس ہو گئی۔ بیت المقدس کی آزادی کے لیے دنیا بھر میں سب سے زیادہ کوشاں رہنے والا فیصل پوری دنیا کو غم جدائی دے گیا۔

ایک مبصر کے مطابق فیصل کے جنازے میں یاسر بلک بلک کر بچوں کی طرح رو رہا تھا

☆☆☆☆☆

تاثرات

ظاہر شاہ افغانستان

فیصل عالم عرب کا درخشاں ستارہ تھا۔ زید بن سلطان متحدہ عرب امارات ان کی زندگی میں اس بات کا تصور تک نہ ہو سکتا تھا اس شخص سے اسلام اور مسلمانوں کو کس قدر فائدہ پہنچے گا۔

ظاہر شاہ افغانستان

تاثرات

محمد انور سادات صدر مصر

فیصل عرب کاز کے انتھک مجاہد تھے۔ انور سادات صدر مصر

میانہ روی اور استحکام بخشنے والی قوت ختم ہو گئی ہے حبیب بورقیبہ صدر تونس اسلام کا بطل جلیل اپنے بہی خواہوں کو یتیم کر گیا۔ صدر سواہرتو انڈونیشیا فیصل کی شہادت کے پس منظر میں استعماریت کا خون آلود خنجر چھپا ہوا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو پاکستان فیصل ذوالفقار علی بھٹو جیسا دور اندیش حکمران اب کہاں، صلح پسندی، متانت اور وقار ان کے چہرے سے جھلکتا رہتا تھا۔

تاثرات

شہنشاہ ایران محمد رضا پہلوی

صحرائے عرب کو جدید تمدن سے آشکار کرنے والا چل بسا۔ فیصل کے بہیمانہ قتل کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ سربراہان مملکت کے اس طرح کے قتل کے ایسے واقعات ایک سنگین اور دنیا بھر کے لیے قابل توجہ ہیں۔ شہنشاہ ایران محمد رضا پہلوی

CamScanner

تاثرات

احمد زین۔ معروف سکالر

میں نے جب آپ کو نماز کی حالت میں دیکھا آپ کے چہرے پر حقیقی خضوع کے آثار نظر آئے اور میں نے آپ کو طواف کرتے دیکھا تو آپ کا چہرہ نور ایمان کی روشنی سے تمتما رہا تھا............ میں نے آپ میں زہد و تواضع میں آخرت کے احساس کا مشاہدہ کیا اور یہ حالت اس وقت بھی قائم رہی جب آپ لاکھوں میں کھیل رہے تھے اور دنیا کے دولت مند ترین انسانوں سے بھی زیادہ دولت کے مالک تھے۔ اس وقت بھی آپ کی تواضع اور خوش اخلاقی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی آپ کے طرز زندگی میں کوئی انقلاب آیا۔

تاثرات

جمال گرسل ترکیہ کے سربراہ

فیصل کی شخصیت پر عالم اسلام کو بجا طور پر فخر ہے۔ اسمٰعیل الازہری صدر سوڈان

فیصل زعیم الاسلام ہے۔ ترکیہ کے سربراہ جمال گرسل

فیصل عرب کی تیز دھار تلوار کا نام ہے۔ فرانسیسی صدر آنجہانی چارلس ڈیگال

فرائیکی ڈیگال

تاثرات

امریکی صدر رچرلڈ فورڈ

امریکی صدر جانسن ۱۴ جنوری ۱۹۶۷ء کو سابق امریکی صدر روز ویلٹ اور سلطان ابن سعود کے درمیان ہونے والے کے ایک معاہدے کے سلسلے میں نئے حالات کے پیش نظر مذاکرات کے لیے آئے۔ شاہ فیصل نے ایئر پورٹ پر استقبال کیا جہاز سے اترتے ہی امریکی صدر نے بے تکلف لہجے میں کہا۔

"میں آپ کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتا اور نہ ہی میں تیل کے معاملے میں کوئی بات کرنے کی نیت سے آیا ہوں"

اس قوت تیل کے بطور ہتھیار استعمال کرنے کی وجہ سے عالمی طاقتیں فیصل سے خوفزدہ ہو گئی تھیں۔

فیصل مسلم (عرب وغیر عرب حقوق) کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ اسرائیلی جارحیت کو کسی طور پر ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ انھوں نے بیت المقدس کی آزادی کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ امریکی صدر رچرڈ فورڈ۔

ہنری کسنجر۔ سابق وزیر خارجہ امریکہ۔

میں فیصل کو ایک حیرت انگیز شخصیت سے جانتا ہوں۔

تاثرات

اخبارات ورسائل

پہلے دنیا کی تمام بڑی بڑی شاہراہیں روم کی طرف جاتی تھیں اور آج ان کا رُخ ریاض کی طرف ہے (۱۹۷۳ ہفت روزہ نیوز ویک امریکہ)

اے فیصل، ہمارے آنسو یقیناً خشک ہو جائیں گے لیکن ہمارے دل ہمیشہ تیری یاد میں گریہ کناں رہیں گے، آپ نے زندگی کو ایمان کے زیور سے آراستہ کیا، جو آپ کا طرہ امتیاز رہا ہے (روزنامہ عکاظ سعودی عرب)

کسی بھی انسان کی نظریں آپ کے چہرے کے پیچھے چھپے ہوئے خیالات تک نہیں جاسکتیں، آپ کے چہرے پر ہی ملنے والے کی نگاہیں مرکوز ہو جاتی ہیں۔ وہ چہرہ کتابی ہے جس کو ایک خوبصورت خاص کی داڑھی مزین کیے ہوئے ہے اس داڑھی پر بڑھاپے کے آثار نمایاں ہیں اور آپ کی داڑھی کے بال کس قدر گھنگریالے ہیں، بالکل سیدھے نہیں۔ آپ کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ سجی ہوئی ہے جب کہ آپ کی چمکدار آنکھیں دور افق میں کسی چیز کی تلاش میں ٹکٹکی لگائے ہوئی ہیں (فرانسیسی صحافی اریک رولو" کے ریمارکس)

امریکی صحافی جارڈن جیکل از ریڈر ڈائجسٹ

سعودی عرب کے شہنشاہ جو نوجوانی میں ایک صحراء سپہ سالار رہے ہیں اور جنگی قائد کی حیثیت سے مشہور رہے، اپنی مملکت کا ہر وہ پیچیدہ مسئلہ جس میں ان کے وزراء اور حکام ناکام ہو جاتے ہیں وہ یک وتنہا اسے سلجھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

(امریکی صحافی جارڈن جیکل از ریڈر ڈائجسٹ)

CamScanner

شاہ فیصل کے بادشاہ منتخب ہونے کے بعد دنیا کے گوشے گوشے سے موصول ہونے والے پیغامات تہنیت

شاہ فیصل کے فرمانروا سعودی عرب منتخب ہونے پر پوری دنیا میں خوشی اور مسرت کا شادیانہ بجنے لگا، اسلامی اور غیر اسلامی تمام ممالک یک طرف سے سعودی مجلس شوریٰ کے اس فیصلے کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہ تھا جس کی طرف سے شاہ فیصل کے نام پیغام تہنیت اور نیک تمناؤں کا اظہار نہ کیا گیا ہو، کئی حکومتوں کی طرف سے شاہ فیصل کو مبارک باد دینے کے لیے باقاعدہ وفود سعودی عرب پہنچے۔ بیسیوں رہنماؤں نے مراسلات کے ذریعے پیغامات ہدیہ عقیدہ نذر کیا۔

شاہ حسین بن طلال والی اردن:

"اردن کی شاہی حکومت سعودی عرب کی مسند حکومت پر آپ ایسے یکتائے روزگار، ماہر اور تجربہ کار ڈپلومیٹ کے متمکن ہونے پر مبارک باد پیش کرتی ہے۔"

خدا آپ کا حامی وناصر ہو۔

شاہ ادریس سنوسیی فرمانروا مملکت لیبیا:

اس وقت میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب آپ کے اقتدار سنبھالنے کا اعلان ہوا۔ میں دل کی گہرائیوں سے آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں، میں امید کرتا ہوں کہ آپ کے دور حکومت میں دونوں ملکوں کے تعلقات مزید خوشگوار ہوں گے۔

امام محمد البدر شاہ یمن:

سعودی عرب کے اقتدار پر آپ کے براجمان ہونے پر میں آپ کو ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہوں امید کرتا ہوں کہ آپ کی قیادت میں یہ ملک بہت زیادہ ترقی کرے گا۔

CamScanner

شاہ حسن ثانی والی مراکش (مغرب):

میں اور میرے رفقاء آپ کے اس عظیم منصب کے سنبھالنے پر نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں دعا ہے اس مقدس ملک کی خدمت کے لیے آپ کی صلاحیتوں کو اجاگر کرے۔

محمد رضا شاہ پہلوی شاہ ایران:

دل کی گہرائیوں سے مبارک باد۔

امید ہے آپ کی قیادت سے ایران اور سعودی عرب کے تعلقات مزید مستحکم ہوں گے۔

امیر عبداللہ السالم والی کویت:

میں اپنے بھائی کو سعودی عرب کے اقتدار پر متمکن ہونے پر زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہوں میں خدا سے دعا گو ہوں کہ وہ اسلام کی خدمت اور ملک وقوم کی ترقی کے لیے آپ کا حامی وناصر ہو، میں امید کرتا ہوں ہمارے باہمی تعلقات اسلامی اخوت و محبت کی بنیاد پر استوار رہیں گے۔

ظاہر احمد شاہ، افغانستان:

میری اور والد محترم کی جانب سے آپ کو مبارک باد پیش کی جاتی ہے امید ہے آپ کی قیادت مستقبل میں اسلامی اتحاد کی پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

شہنشاہ جاپان:

میرے لیے اس سے بڑی خوشی اور مسرت کی بات کوئی نہیں کہ آپ عرب کے ایک عظیم خطہ کی مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

شاہ یونان قسطنطینی:

میں آپ اور آپ کی مملکت کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں، مجھے امید

ہے کہ سعودی عرب آپ کی قیادت میں ترقی کے میدان میں جدید دنیا کا چیلنج قبول کرے گا۔

شاہ بلجیم، بودوان:

میری طرف سے عقیدہ و محبت کے ساتھ ہدیہ تہنیت قبول فرمائیں۔

شیخ عیسیٰ خلیفہ و حاکم، بحرین:

میں اپنی اور خاندان اور بحرین کی تمام رعایا کی طرف سے دل کی گہرائیوں کے ساتھ محبت و خلوص سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

علاوہ ازیں درج ذیل رؤساء مملکت کی طرف سے مبارکباد اور ہدیہ تہنیت کے ایک ہی قسم کے مضامین شاہی سیکرٹریٹ کو موصول ہوئے۔

☆ الشیخ راشد بن سعید المکتوم	حاکم دبئی
☆ الشیخ صقر بن سلطان القاسمی	حاکم شارجہ
☆ الشیخ شخبوط بن سلطان	حاکم ابوظہبی
☆ الشیخ احمد آل ثانی	حاکم قطر
☆ الشیخ فضل عبدالکریم	حاکم لحج
☆ الشیخ عوض بن صالح القعیطی	والی دولۃ القعیطیہ (المکلا)
☆ محترم رادا کرشنان	صدر بھارت (ہند)
☆ محترم لندن جانسن	صدر امریکہ
☆ محترم فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں	صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان
☆ محترم جناب ہارنیش موبکہ	صدر جمہوریہ متحدہ المانیا
☆ محترم جناب انستان مکویان	صدر سوویت یونین (روس)
☆ محترم جناب دولتر اولبرخت	صدر جمہوریہ المانیہ (مقراطیہ)

☆محترم جناب شارل دی غول	صدر جمہوریہ فرانس
☆محترم جناب نشانغ کائیٹی فیک	صدر عوامی جمہوریہ چین
☆محترم جناب ڈاکٹر ادولف شارف	صدر جمہوریہ المانیا
☆محترم جناب لودفیج فون موس	صدر جمہوریہ متحدہ السویسری
☆محترم جناب جمال عبدالناصر	صدر متحدہ عربیہ (مصر)
☆محترم جناب احمد بن باللہ	صدر الجزائر مقراطیہ
☆محمد عارف	صدر جمہوریہ عراق
☆محترم جناب ابراہیم عبود	صدر جمہوریہ سوڈان
☆محترم جناب شارل حلو	صدر جمہوریہ لبنان
☆محترم جناب الحافظ محمد امین	صدر جمہوریہ شام
☆محترم جناب حبیب بورقیبہ	صدر جمہوریہ تونس
☆محترم جناب آدم عبداللہ عثمان	صدر جمہوریہ صومالیہ
☆رئیس مجلس الاعلیٰ	متحدہ جنوب عربی
☆جناب دیوری ہامانی	صدر جمہوریہ نائیجریا
☆جناب محترم احمد سیکوطورے	صدر جمہوریہ کینیا
☆جناب محترم مختار دادہ	صدر جمہوریہ ماریطانیہ
☆جناب محترم حسن علی منصور	وزیر اعظم ایران
☆محترم جناب عصمت انونو	وزیر اعظم ترکیہ
☆محترم جناب احمد شقیری	سربراہ تنظیم آزادی فلسطین
☆محترم جناب شکری القوتلی	
☆محترم جناب ناظم القدسی	

☆محترم جناب ڈاکٹر محمد یوسف	وزیر اعظم وزیر خارجہ افغانستان
☆جناب المسٹر دیفید روکفلر	نیویارک
☆محترم جناب شیخ الاسلام الحاج اسماعیل بن یحیٰ	تھائی لینڈ
☆محترم جناب جناب شیخ الاسلام الحاج سلیمان کامورا	یوگوسلاویہ
☆محترم جناب سید اسعد مدنی	صدر جمیعت علماء ہند (انڈیا)
☆محترم جناب عباس آرام	وزیر خارجہ ایران
☆محترم جناب سوباندریو	نائب رئیس جمہوریہ انڈونیشیا
☆محترم جناب محمود منتصر	دفتر حکومت لیبیا
☆پیغام امراء یمن	
☆سیف الاسلام محمد بن حسن	سربراہ تنظیم الشرقیہ یمن
☆سیف الاسلام عبداللہ بن حسن	قائد تنظیم خولان الطیال
☆سیف الاسلام احمد بن الحسین	قائد تنظیم آل عمار
☆سیف الاسلام محمد بن الحسن	قائد تنظیم بھم وارحب
☆محترم جناب سید علی میر غنی	
☆محترم جناب سید زین بن ہارون	وزیر اعظم عدن

اظہار تہنیت کے لیے وفود کی آمد:

دنیا کے بیشتر ممالک نے صرف پیغامات پر اکتفا ہی نہیں کیا بلکہ وہ خود یا ان کی طرف سے سرکاری وفود فرط عقیدت کے ساتھ سعودی عرب پہنچے اور اپنے قلوب کو شاہ فیصل کے در دولت سے طمانیت بہم پہنچائی۔

اس سلسلے میں مصر کے صدر جمال عبد الناصر نے ایک سرکاری وفد سعودی عرب روانہ کیا جس کی قیادت مصر کے نائب صدر سید ذکریا محی الدین نے کی، اس وفد میں وزیر

انصاف وحسن صبری الخول ڈائریکٹر سیکرٹریٹ جمہوریہ، مصطفیٰ صادق سربراہ پولیس جمہوریہ و عبدالفتاح سربراہ دفتر نائب صدر جمہوریہ، ڈاکٹر محمد صفوی اور مصری صحافیوں کی جماعت شامل تھی۔ یہ لوگ 6 نومبر 1964ء کو ریاض پہنچے۔ وفد کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا، سربراہ وفد نے شاہ کو جمال ناصر کا خصوصی پیغام پہنچایا۔ 5 نومبر 1964ء کو شیخ آل احمد ثانی سربراہ حکومت قطر ایک وفد لے کر سعودی عرب گئے۔

6 نومبر 1964ء کو لبنان کے وزیراعظم و وزیر دفاع الحاج حسین العوینی وزیر خارجہ اور مملکت کے دوسرے ارکان کے ساتھ ریاض پہنچے۔

12 فروری 1965ء کو ملکہ برطانیہ کے شوہر پیغام تہنیت لے کر ایک اعلیٰ سطحی وفد کے ساتھ ریاض آئے۔

شیخ عبداللہ السالم حاکم کویت شیخ یوسف صبا، خالد عبد اللطیف، عبد الرحمٰن البحرہانی القدوس عبد الصمد شباب اور بدر الناصر الربیع کے ساتھ شاہ کے لیے مبارک باد کا پیغام لے کر ریاض پہنچے۔

شارجہ کے حاکم صقر بن سلطان قاسمی شیخ عبداللہ القاسمی، خالد بن خالد قاسمی اور ابراہیم بن محمد کے ہمراہ آئے۔

ابوظہبی سے شیخ زید بن سلطان نائف بن سعید بن شخبوط اور شیخ مبارک بن شیخ محمد ابن عمر کے ساتھ ریاض آئے۔

نام حکومت	شرکائے وفد
دبئی	شیخ راشد بن سعید مکتوم۔
عراق من جانب عبد السلام عارف سربراہ	سید عبدالمجید سعید وزیر تربعہ۔
تنظیم آزادی فلسطین	استاد احمد شقیری رئیس۔
اردن (شاہ حسین)	سید لہجت تلھونی وزیراعظم شریف حسین بن ناصر جالس المجالی سردار محمد سالم۔

حضرت موت (سلطان کثیری)	سید اسعد عطاس۔
بحرین	شیخ خلیفہ بن سلیمان، حمد بن عیسیٰ بن عبد خافر بن محمد، سلطان ابن عمرو، حسین بن علی البحاجی، علی بن سالم، عبداللہ بن عیسیٰ بن سبت وراشد بن حمد و حسن النعیم۔
شام	ڈاکٹر بدر الدین الاتاسی نائب وزیر اعظم حسان مریود وزیر خارجہ، صادق بردسید محمد سعدون سیکرٹری وزیر اعظم۔
وفد فلسطین	مفتی امین الحسینی مفتی اعظم۔
وفد علماء لبنان	صائب سلام سابق وزیر اعظم، مختار العلایلی و حسین الحسینی حسن خالد، علی العیسلی، عبداللہ المامون البکار، رضا فرعات محمد خلیل الزین عبدالرحمٰن علایا ایمون ادہ زعیم لبنان۔
وفد مغرب مراکش	سید ادریس محمدی سربراہ شاہی دیوان احمد برکاش، وزیر اوقاف عبداللطیف عراقی، سید الجنیدی، عبدالوہاب عراقی، زین العابدین البسیتی (بمع پیغام شاہ حسن ثانی)۔
وفد شاہ ایران	غلام رضا پہلوی، ڈاکٹر حسن مشائخ فریدنی، شیخ عباس مسعودی نائب سربراہ مجلس شیوخ ایرانی، نادر الکوتی، استاد بدیع الزمان جامع تہران۔

وفد پاکستان (صدر ایوب خان)	محمد شعیب وزیر خزانہ، شہاب الدین محمد یوسف سیکرٹری وزارت صنعت۔
وفد سودانیہ	شعب سودانی، سید مبارک زروق وزیر خزانہ۔
(سوڈان سے چار وفد ریاض گئے)	سید عبدالکریم میرغنی وزیر تجارت۔
وفد ماریطانیہ (مختار دادہ)	محمد بن محمد صالح (وزیر داخلہ والنصاف) خالد بن عبنانی سیاسی مشیر، محمد بن ابومدین (نمائندہ علماء) محمد لقمان۔
وفد کینیا	الحاج محمود فوفا قامابادی وزیر تجارت و خارجہ، شریف یوسف نبھان، سید احمد کا مارا، بابا ڈائریکٹر تجارت خارجی۔
وفد تیونس	منجی سلیم، موسیٰ اویسی، شیخ شازلی، صلاح الدین عبداللہ (الوزیر)
وفد ترکیہ	جمال گرسل، ابراہیم صفوہ وزیر (وغیرہ)
وفد کوریا	سید والی آتش شوی، سفیر کوریا (مقام ترکیہ)
وفد چین	شان دی کو (نائب دوم سربراہ)

تاریخِ عرب

وجہ تسمیہ:

اہلِ لغت کے نزدیک عرب اور اعراب کے معنیٰ فصاحت اور زبان آوری کے ہیں چونکہ اہلِ عرب اپنی زبان آوری کے سامنے تمام دُنیا کے نُطق کو ہیچ خیال کرتے تھے اور بلاغت و بیان میں وہ اپنے تئیں فوقیت رکھتے تھے اس لیے انہوں نے دنیا کی اور تمام قوموں کو ژولیدہ بیان کہہ کر پکارا۔ بعض تاریخ والوں کے نزدیک عرب کے معنیٰ سامی زبانوں میں دشت اور صحرا کے ہیں اور چونکہ عرب کا بڑا حصہ دشت و صحرا ہے اس لیے تمام صحرا کو عرب کہنے لگے۔[1]

جُغرافیہ:

عرب کی با قاعدہ پیائش اور جدید اٹلس کے مطابق اس قدر یقین ہے کہ وہ جرمن اور فرانس سے چار گُناہ زیادہ وسیع ہے، جس قطعۂ زمین کو عرب کہا جاتا ہے وہ بحرِ احمر، بحرِ ہند، خلیج عمان اور دریائے فرات سے اس طرح گِھرا ہوا ہے کہ ایک جزیرہ نما معلوم ہوتا ہے۔ اس کی سب سے اُونچی چوٹی آٹھ ہزار فٹ بلند ہے۔ طبعی لحاظ سے اس جزیرہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ تہامہ: وہ حصہ جو قلزم کے سواحل سے کوہِ سرات تک پھیلا ہوا ہے۔

۲۔ نجد: وہ ریگستانی علاقہ جو کوہستان سراۃ کے مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ یہ علاقہ یمن سے شروع ہو کر سماوا اور عراق تک پہنچتا ہے۔

۳۔ حجاز: سراۃ کے کوہستانی علاقہ کا نام ہے جو یمن سے شام تک چلا گیا ہے اور جس کا عرض تقریباً سو میل ہے۔

۴۔ یمن: وہ قطعہ جو نجد کے جنوب سے بحرِ ہند کے ساحل تک اور مشرق میں حضرموت

---

[1] سیرۃ النبی جلد نمبر ۱ ص ۱۰۴ علامہ شبلی نعمانیؒ)

اور عمان تک پھیلا ہوا ہے۔

۵۔ عُروض: بلادِ یمامہ اور بحرین کو کہا جاتا ہے[۱]۔

عرب میں بارش کم ہوتی ہے وہاں کی زمین بیشتر ریگستانی ہے۔ پہاڑ بہت کم ہیں، جہاں جہاں پہاڑ ہیں اِن پر روئیدگی نہیں ہے۔ انہیں پہاڑوں سے کئی مقامات پر چشمے نکلتے ہیں ان چشموں کی بدولت ملک میں کہیں سر سبزی نظر آتی ہے۔ شادابی کے ایسے مقامات پر لوگ آباد ہو گئے ہیں ورنہ سرزمینِ عرب کا زیادہ تر حصہ بے آب وگیاہ اور غیر آباد ہے۔

پہاڑوں سے نکلنے والے چشمے بھی ریگستانوں سے نکل کر فنا ہو جاتے ہیں، قدیم عرب کے بادیہ نشین اکثر ایک جگہ نہیں رہ سکتے تھے، پانی اور چراگاہوں کی تلاش میں جا بجا سفر کرتے رہتے تھے اس دائمی سفر نے ان کو جفاکش اور چست وچالاک بنا دیا تھا۔

ملک عرب کے باشندے حضرت نُوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد سے ہیں اسلیے لسانی اور قومی اعتبار سے اہلِ عرب سامی کہلاتے ہیں۔ موّرخین نے انہیں تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ عرب بائدہ:

وہ قدیم عرب کے باشندے جو پہلے اس ملک میں آباد تھے اور پھر مٹ گئے ان کے متعدد قبیلے تھے عاد، ثمود، عمالقہ، جدیس، امیم، جرہم اور حضر موت وغیرہ

اِن لوگوں نے عراق سے لیکر شام اور مصر تک سلطنتیں قائم کی تھیں، تاریخوں میں ان کے مفصل حالات نہیں ملتے، مگر اب بابل، مصر، یمن اور عراق کے آثارِ قدیمہ سے ان کے حالات کا انکشاف ہوا ہے۔

۲۔ عرب عاربہ:

قحطان جو یمن کے باشندے تھے۔

---

[۱] خلافت کا عُروج وزوال ص ۵

۳۔عرب مستعربہ:

عدنان یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد جو حجاز میں آکر آباد ہوئی، ان آخرالذکر دو طبقوں کے مختصر حالات مُلاحظہ ہوں۔

(الف) قحطان:

ان کا اصلی گہوارہ یمن ہے ان کے مشہور قبیلے حمیر، کہلان اور ازد ہیں، حمیر کی تین مشہور شاخیں ہیں، قضاعہ۔ سکاسک اور زید جمہود

کہلان کی سات شاخیں درج ذیل ہیں

(۱) ہمدان۔(۲) انمار۔(۳) طے۔(۴) مدحج۔(۵) لخم۔جذام اور کندہ

ازد کی بھی بہت سی شاخیں ہیں، ملوک تبابعہ انہی قبیلوں سے ہوئے۔ جمہود مورخین کے مُطابق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور گروہِ انصار، قرآن میں بار بار جس کا ذکر ہے اسی قبیلے سے ہے، انہیں کے سابقہ شہر سبا کی ملکہ حضرۃ بلقیس تھیں۔

ازد کی شاخ ثعلبہ اپنے قبیلے کے ساتھ مدینہ مُنورہ پہنچی یہاں کے دو مشہور قبیلوں اوس اور خزرج کا نسب اسی خاندان سے جاملتا ہے۔

قبیلہ ازد کا ایک شخص حارثہ بن عمر جو خزاعہ کے نام سے مشہور ہوا، مکہ پہنچا اس نے مکہ پر قبضہ کر کے بنی جرہم کو وہاں سے نکال دیا، اسی قبیلہ کا دُوسرا آدمی نصر تہامہ گیا یہاں پر اس کی اولاد آج بھی تاریخ کی زبان میں ازدِ شنوءہ کے نام سے پُکاری جاتی ہے۔ عمر وازدی کا لڑکا عمران عمان گیا یہاں اس کی اولاد ازدِ عمان کے نام سے مشہور ہوئی۔

کہلان میں سے لخم کا قبیلہ عراق میں جابسا، انہی میں بنی طے کے لوگوں نے مدینہ کے شمال میں سکونت اختیار کی، قضاعہ کی ایک شاخ بنی کلب نجد کے شمالی حصہ میں آباد ہوئی۔

بنو بکر:

عرب کے مشہور شاعر بکر بن وائل کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ اس کا سلسلۂ نسب آنحضرت ﷺ کے ننھیال سے جاملتا ہے۔

انہی کی اولاد آگے چل کر آلِ مانعی المریدی اور بالآخر یہی خاندان آلِ سعود کے نام سے مشہور ہوا۔

حضروی و بدوی:

بلحاظ سکونت شروع سے اہلِ عرب کی دو قسمیں ہیں، شہری اور بدوی بادیہ نشین یعنی کھلے آسمان تلے چرمی اور اُونی خیمے لگا کر جنگلوں میں رہائش پذیر ہیں ان کی غذا بالعموم اونٹ کا گوشت اور دودھ، ان کی طبیعت میں سادگی مزاج میں تندی اور گفتگو میں سختی ہوتی ہے۔ دُوسرا طبقہ شہروں میں رہتا ہے ان کا رہن سہن بھی سادگی سے عبارت تھا۔ خاص شہروں میں مکہ اور رومتہ الجندل اس زمانے میں معروف تھے۔

عدنان:

یہ مکہ کے اصلی باشندے تھے، ان کے بیٹے کا نام معد اور پوتے کا نام نزار تھا۔ عدنان کے مشہور قبیلے ایاد، ربیعہ اور مُضر شہرت میں ایک دوسرے کے حریف تھے، بکر اور تغلب ربیعہ کی دو شاخیں تھیں، مُضر دو شعبوں میں تقسیم ہو گیے۔ (۱) قلیس عیلان (۲) یاس، اول الذکر سے بنی سلیم بنی ہوازن، اور بنی عطفان ہوئے، ادھر یاس کے مشہور قبیلے تمیم، ھذیل، اسد اور کنانہ کے نام سے مشہور ہوئے، کنانہ سے فہر بن مالک ہوئے جن کو قُریش بھی کہتے ہیں، اور اُن کی اولاد میں درج ذیل قبائل نے تاریخ میں نام پایا۔ بنی جمح، بنی سہم، بنی مخزوم، بنی عدی، بنی زہرہ، بنی عبدالدار، بنی عبدِ مناف وغیرہ[1]

اسلام کے پہلے خلیفہ حضرۃ ابوبکر صدیق بنی تمیم اور حضرت عُمر بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے، عبدِ مناف کے چار بیٹے تھے، عبدشمس، نوفل، مُطلب، ہاشم، آخر الذکر کی اولاد میں ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ اور خلفائے عباس ہوئے جب کہ عبدشمس کے بیٹے اُمیہ کی اولاد سے بنی اُمیہ یعنی حضرۃ عثمان، حضرۃ امیر معاویہ، حضرت عُمر بن

سعودی مورخین کا بیان ہے کہ امیر عبدالرحمٰن نے کویت کو سیاسی پناہ طلب کی تو

[1] تاریخ طبری

ابتداً امیر کویت متامل ہُوا۔ اس وقت آپ نے مضافات کی ایک بستی میں اہل وعیال کے ہمراہ دو ماہ کے تلخ ایام گزارے، یہاں ہر دم دشمن کے شب خُون کا خطرہ سوار رہتا چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کے ہمراہ اس دُور اُفتادہ علاقے کی عزلت نشینی یقیناً آزمائش وابتلا کی کٹھن منزل تھی، علاقے کی شوریدگی اور وسائل قلت یقیناً ایک عظیم درس اپنے اندر پنہاں رکھتی ہے اجداد کی ان کُلفتوں اور مُصیبتوں کے ان تھپیڑوں کو نئی سعودی نسل کیونکر فراموش کر سکتی ہے۔

تاریخ نگاروں کا کہنا ہے کہ ان تلخ ایام میں امیر کی مصروفیات، خدا کے ذکر اور توجہ الی اللہ کے سوا کچھ نہ تھیں۔ موصوف خطۂ عرب پر محض جہانگیری وسطوت کے لیے اقتدار کی مالا کے متلاشی نہ تھے بلکہ وہ سرزمین عرب کے تمام حصوں پر ایسی اسلامی شریعت کا نفاذ چاہتے تھے جس کا اعلان (۱۳۰۰) تیرہ سو سال قبل آنحضرت نے کیا تھا ان کے مطابق حرمین شریفین میں بعض ایسی رسوم کا آغاز ہو چکا تھا جن کا تعلق کسی طرح بھی رسول اللہ کی تعلیمات سے نہ تھا وہ صحابہ کرام اور اسلام کی برگزیدہ ہستیوں کے مزاروں پر ہونے والی سجدہ ریزیوں اور شرک وبدعت کی حرکات سے سخت نالاں رہتے تھے، یہی ایک تڑپ ان کے جسم و جان میں سما گئی تھی جن کے تحت وہ آل سعود کی حکومت کے قیام کے لیے بے تاب رہتے تھے۔

شاہ فیصل کا سعودی عرب

جغرافیہ، بلاد مملکت، آبادی:

سعودی عرب کا موجودہ خطہ اسلامی تاریخ میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے اس سرزمین کو جہاں مرکز انوار الٰہیہ ہونے کا شرف حاصل ہے وہاں اس کے ایک حصے کو مہبط وحی اور دیار رسول ہونے کا اعزاز حاصل ہے دنیائے عالم کے ایک ارب مسلمان اسی مملکت کے ایک شہر مکہ کی طرف منہ کر کے قرب الٰہی کا شرف پاتے ہیں۔

بلاشبہ آنحضرت ﷺ کے مبارک عہد سے قبل اس علاقے میں عصیان وکفران کا طوفان موجزن تھا۔ آپ ﷺ نے بعثت کے پہلے 13 سال مکہ میں گزارے اور 114 آدمیوں نے آنحضرت کی دعوت پر لبیک کہا، قرآن کی زبان میں یہی لوگ والسابقون الاولون کہلائے آنحضرت ﷺ کی معیت میں مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد انہیں مہاجرین کا لقب دیا گیا۔ مدینہ منورہ میں دس سال تک آنحضرت اقتدار کی مسند پر متمکن رہے، آپ نے اس عرصے میں 27 معرکتہ الآراء جنگوں کی قیادت کی۔ اسلامی سیاست کے اس اولین دور میں آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ سے لے کر مکہ سمیت بڑے بڑے علاقوں پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد 30 سال تک خلافت راشدہ اور اس کے بعد 20 سال تک اس کا تتمہ (ملوکیت عادلہ) اور اس کے متصل عمر رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز کے عدل وانصاف کا سنہرا دور چشم فلک نے اسی خطہ پر مشاہدہ کیا۔ اسلامی سیاست کے متعدد ادوار اس حیثیت سے گزرے کہ سلطنتوں کی سلطنتیں ایک طویل عرصے تک نبرد آزما بھی رہیں اس کا دارالخلافہ کبھی کوفہ و بغداد اور کبھی مکہ وطائف کی بستیوں میں منتقل ہوتا رہا۔ ایک دور ایسا آیا کہ یہ سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گئی۔ انتہائی قلیل آبادی کے بیشتر علاقے خودمختاری کے نعروں میں طویل عرصہ تک گم رہے۔ لاکھوں مربع زمین پر قائم ہونے والی اسلامی مملکت

تاریخ کے متعدد حادثات سے گزر کر نشیب وفراز کی منزلیں طے کرتی ہوئی نجد وریاض کے ایک اسلام دوست گھرانے میں پہنچی جنہوں نے کمال جرأت وشجاعت اور اسلام سے اپنے خاندانی لگاؤ کے مطابق اس میں حد درجہ محنت اور کاوش مسلسل کے بعد نجد وحجاز سے آگے بڑھ کر عظمت رفتہ بحال کرنے کے لیے عرب کے چھوٹے چھوٹے خطوں کو ملا کر از سر نو اسلام کی حکمرانی کو عظمت وجلالت اور ہیبت اور ہیبت وشوکت سے بہرہ مند کر دیا۔ اور عرب کے اس خطے کا نام شاہ عبدالعزیز نے مملکت سعودیہ عربیہ رکھ دیا۔

ذیل میں آنحضرت ﷺ سے لے کر شاہ فیصل کے دور حکومت تک مملکت اسلامی کے جغرافیائی خدوخال کی نشاندہی کی گئی ہے یقیناً تاریخ کے ان دریچوں سے مستقبل کے نقوش سمجھنے میں مدد ملے گی۔

عہد نبوی (624ء تا 632ء)

حدود اربعہ 12 لاکھ مربع میل رقبہ بشمول نجد وحجاز یمن وغیرہ۔

عہد ابوبکر صدیق (632ء تا 634ء)

حدود اربعہ 13 لاکھ مربع میل بشمول رقبہ عراق، شام، نوبی یمن، نجد وحجاز وغیرہ۔

عہد عمر فاروق (634ء تا 644ء)

حدود اربعہ 25 لاکھ مربع میل بشمول ایران، شام، عراق، مصر، نجد وحجاز، طرابلس وغیرہ۔

عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ (644ء تا 656ء)

حدود اربعہ 44 لاکھ مربع میل رقبہ بشمول نجد وحجاز، ایران، عراق، مصر، شام، جنوبی ومشرقی افریقہ، جزائر بحر روم۔

عہد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (656ء تا 661ء)

حدود اربعہ 25 لاکھ مربع میل بشمول مغربی ومشرقی افریقہ اور جزائر بحر روم

وغیرہ۔

عہد حسن بن علی رضی اللہ عنہ (661ء تا 662ء)

حدود اربعہ 25 لاکھ مربع میل بشمول مغربی و مشرقی افریقہ اور جزائر بحر روم وغیرہ۔

عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (662ء تا 681ء)

حدود اربعہ 64 لاکھ مربع میل۔

عہد عمر بن عبدالعزیز:

آپ کے دور میں افغانستان، کردستان، ترکستان، خراسان اور اسپین تک حدود مملکت اسلامی پھیل گئی تھیں۔

مندرجہ بالا ادوار میں نظام سلطنت قرآن و حدیث کے تحت ہی قائم رہا۔ یہ وہ سعید بخت حکمران تھے۔ جنہیں حکومت کے ساتھ حرمین شریفین کی خدمت کا شرف بھی حاصل رہا۔ ورنہ ہندوستان، عراق، شام، اسپین اور دیگر اسلامی مفتوحات میں بیسیوں فرمانرواؤں نے اپنے اپنے آئین کو قرآن وسنت کے مطابق ہی رکھا تھا۔

عصر حاضر میں سب سے بڑی اور روشن مثال سعودی عربیہ کی ہے جہاں کا نظام حکومت قرآن وسنت کی اساس پر قائم ہے۔ اور اس حکومت کے سربراہ کو حرمین شریفین کی خدمت کی سعادت بھی حاصل ہے۔

عہد سلطان عبدالعزیز سلطان ابن سعود:

موصوف کے دور حکومت کی تفصیلات گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہے۔

عہد فیصل میں سعودی عرب کا حدود اربعہ:

قریباً دس لاکھ مربع میل یعنی دو لاکھ چالیس ہزار کلومیٹر[1]

---

[1] شاہراہ مکہ۔

مشرق میں خلیج عرب مغرب میں، بحر احمر شمالی میں عراق وشام جنوب میں، بحر ہند، یمن، حضر موت اور عمان وغیرہ نجد کا علاقہ اندرون ملک کے زیادہ تر حصہ پر محیط ہے اس کے پہلو میں حجاز اور اس پر، بحر احمر کے ساتھ مغرب میں واقع ہیں اور الاحساء خلیج عرب پر مشرق میں واقع ہے۔[1]

آبادی اور رقبہ:

شاہ فیصل کے دور حکومت میں سعودی عرب کی آبادی اسی لاکھ کے قریب تھی اس کا دارالخلافہ ریاض ہے۔ اس کا کل رقبہ فرانس، برطانیہ، سوڈان، ہالینڈ، ڈنمارک[2]، جرمنی، سوئٹزرلینڈ کے مجموعی رقبہ سے زیادہ ہے۔[3]

آب وہوا:

سعودی عرب کی آب وہوا بھی مخصوص اور امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ مثلاً میدانی علاقوں کی آب وہوا صحرائی ہے یعنی سخت گرمی اور رطوبت، بارش بہت کم ہوتی ہے۔ مکہ وجدہ وغیرہ پہاڑی علاقوں کی آب وہوا معتدل ہے مگر تھوڑی سی سردی بھی ہوتی ہے۔ جیسے (طائف وغیرہ) گرمی کے موسم میں معمولی بارش ہوتی ہے۔ اندرونی علاقوں میں درمیانی گرمی ہوتی ہے۔ اور کچھ سردی بھی ہوتی ہے لیکن بارش باقاعدہ نہیں ہوتی۔

تعارف بلاد مملکت:

صوبہ جات:

۱) وسطی صوبہ: (نجد) اس کے بڑے شہر ریاض وغیرہ بریدہ، عنیزہ، اور حائیل ہیں۔ آخر الذکر زراعت اور افزائش نسل کے لیے مشہور ہے۔

۲) مغربی صوبہ (حجاز) اس کے بڑے شہروں میں جدہ ہے علاوہ ازیں مکہ اور مدینہ بھی اسی صوبہ کے مشہور شہر ہیں۔

---

[1] از سعودی وزارت اطلاعات (خبرنامہ)۔ [2] شاہراہ مکہ ص 217۔

[3] اخبار العرب لاہور ستمبر 1974ء۔

۳) مشرقی صوبہ (الاحساء) اس صوبہ کا اہم شہر دمام ہے۔ جو بندرگاہ اور صنعتی مرکز ہے۔ دوسرا شہر الخمر ہے جو تجارتی مراکز اور پرسکون رہائش کے لیے پسندیدہ ہے۔ ایک شہر دہران ہے جہاں مشرقی علاقوں میں آمدورفت کی ضروریات پوری کرنے کے لیے سب سے بڑا بین الاقوامی ایئر پورٹ ہے اس کے علاوہ القطیف اور الحضوف کے علاقے بھی اس صوبے میں داخل ہیں۔

۴) شمالی صوبہ: تاریخی اہمیت کے اس بڑے شہروں میں تبوک اور الجوف ہیں۔ الجوف نوادرات میں بہت مشہور ہے۔

۵) جنوبی صوبہ: (اسیر) اس کے اہم شہروں میں ابہا ایک خوبصورت اور سیاحوں کے لیے دلکشی رکھنے والا شہر ہے یہاں 6 ہزار نو سوفٹ کی بلندی پر ایک بڑی جھیل ہے جس کے کنارے یہ شہر آباد ہے۔ علاوہ ازیں خمیس معیشت کا شہر اور دو ہفتہ وار منڈی کے لیے مشہور ہے۔[1]

کیلنڈر اور عام تعطیلات:

اسلامی قمری سال شمس یا جغرافیائی سال (عیسوی سن) سے دس یا گیارہ دن چھوٹا ہے قمری سال کی وجہ سے موسم سال کے مختلف حصوں میں بدلتا رہتا ہے اس طرح تقریباً 17 برس بعد موسم دوبارہ سال کے اسی حصہ میں آجاتا ہے اسلامی قمری سال کا آغاز 62ء میں رسول اللہ ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔ سعودی عرب میں اسلامی ہجری یعنی یہی سن رائج ہے یہاں عیدالفطر کے موقع پر ایک ہفتہ اور عیدالاضحیٰ پر دس سرکاری تعطیلات ہوتی ہیں۔ ہفتہ بھر میں جمعہ اور جمعرات کو سرکاری دفاتر بند رہتے ہیں۔ سرکاری و نجی اداروں میں رمضان کے کچھ ایام اور شوال کا بیشتر حصہ چھٹیوں میں گزرتا ہے۔

سعودی وزارت اطلاعات کے مطابق ہم شہروں اور مخصوص بندرگاہوں کے کوائف درج ذیل ہیں۔

[1] شاہ خالد کا سعودی عرب

1- ریاض:

یہ شہر ملک کا دارالخلافہ ہے اس کی آبادی اندازاً ایک ملین یعنی دس لاکھ کے قریب۔ یہاں امتیازی حیثیت کی حامل ریاض یونیورسٹی ہے اور تین ملٹری اکیڈمیاں ہیں[1]۔ ریاض میں سیمنٹ پلاسٹک کا سامان، المونیم، گندھک کے کارخانے موجود ہیں۔

2- مکہ مکرمہ:

اس شہر کی تفصیلات پیچھے بیان کی جا چکی ہیں یہ شہر خانہ کعبہ کی وجہ سے محترم، مقدس اور معروف ہے۔ لاکھوں شیدایان اسلام موسم حج میں اطراف و جوانب سے ارکان حج ادا کرنے کے لیے آتے ہیں۔ یہ عالم اسلام کا مقدس ترین شہر ہے۔ اس کی آبادی 25 لاکھ کے قریب ہے اطراف میں منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے مقدس مقامات ہیں۔

3- مدینہ منورہ:

مکہ مکرمہ کے بعد عالم اسلام کا سب سے مقدس اور محترم شہر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آخری یادگار یعنی روضہ مبارک ﷺ اور مسجد نبوی ﷺ یہیں واقع ہیں نیز دیگر صحابہ کرام کے مزارات بھی یہاں پر ہیں۔ اس شہر کی آبادی 2½ لاکھ کے قریب ہے۔

4- جدہ:

یہ شہر ملک کی مشہور بندرگاہ ہے نہایت صاف ستھرا شہر ہے تجارتی اعتبار سے نہایت اہم ہے اور اندرون ملک جانے کی کنجی ہے اس کی آبادی 5 لاکھ کے قریب ہے یہاں سیمنٹ، فولاد، صابن اور چمڑے کے کارخانے ہیں[2]۔ اس شہر میں ٹیلی ویژن اور ریڈیو اسٹیشن موجود ہے۔ راقم الحروف حالیہ دورہ سعودی عرب میں ٹیلی ویژن سنٹر میں گیا تو وزیر اطلاعات مسٹر عبد یمانی کی سربراہی میں کام کرنے والے اس ادارہ کی حالیہ ترقی دیکھ کر انتہائی متاثر ہوا۔

---

[1] Saudi Arabia- The History Of The Kingdom. N.D, N.P. Not- Series.

[2] شاہ خالد کا سعودی عرب ص 47۔

ذخائر تلاش کرنے کا ٹھیکہ دیا۔ 16 اکتوبر 1938ء (کذا 1938ء) کو بھی معلوم ہوا کہ راس تنورا کے مقام پر تیل کے وسیع ذخائر موجود ہیں ابن سعود نفس نفیس وہاں گئے۔ مئی 1939ء میں تیل کی نکاسی کا کام شروع ہو گیا بعد میں اس کمپنی نے آرامکو (Aramco) یعنی عرب امریکن آئل کمپنی کا نام اختیار کیا اور باقاعدہ معاہدہ کے تحت تیل برآمد کرنا شروع کر دیا۔[1]

فضل قریشی صاحب نے صحیفہ اہل حدیث سعودی عرب نمبر میں بیان کیا ہے کہ تیل کی بدولت ایک غریب قبائلی معاشرہ باوقار اور متمول ملکوں کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ ایک اندازہ کے مطابق سعودی عرب کے تیل کے ذخائر دنیا بھر میں کویت کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں اور تیل ہی سعودی عرب کی سب سے بڑی قدرتی دولت کا ذریعہ ہے۔[2]

سعودی عرب میں اس وقت ''آرامکو'' کے علاوہ دیگر بیرونی کمپنیاں بھی کام کر رہی ہیں جن میں پال گیٹی آئل کمپنی (Paul Getty Oil Company) اور (۲) جاپان اونڈ عربین آئل کمپنی (The Japanes Owned Araban Oil Company) یعنی A.O.C بھی شامل ہیں۔ موجودہ اطلاعات کے مطابق سعودی عرب نے 1974ء میں تیل کی کمپنیوں کے زیادہ تر حصص کو خود خرید کر ملک کے تیل کے وسائل کو قومی ملکیت میں لے لیا ہے۔[3]

حکومت سعودی عربیہ نے جی پی ایم او یعنی جنرل پٹرول اینڈ مائننگ آرگنائزیشن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جو ملک میں تیل کی پیداوار۔ دیگر فیکٹریز کی نگرانی، پیداوار پر بڑی تیز رفتاری سے عمل درآمد جاری ہے۔ ان منصوبوں کی تکمیل کے بعد یہاں کے صحراؤں میں ہری بھری فصلیں اور کھیتیاں لہلہانے لگیں گی اور یہ صحرا سر سبز و شاداب نظر آنے لگے گا۔

---

[1] ہفت روزہ ''اداکار'' فیصل اعظم نمبر ج 1۔ ش 24۔ 20 تا 26 اپریل 1975ء ص 14۔ کالم 3 لاہور۔

[2] صحیفہ اہل حدیث۔ سعودی عرب نمبر از فضل قریشی صفحہ 9-98۔

[3] الارشاد و جدید۔ ترجمان جمعیت اہل حدیث کراچی ج 23 ش 15-16 اگست 1975ء از مقبول احمد۔

معدنی دولت:

سعودی عرب کو جو خداداد دولت ملی ہے اس میں سب سے اہم تیل کی دریافت ہے۔ مزید برآں یہاں سونا، چاندی، سفر، تانبا، کروم، اسبسٹوز اور لوہا وغیرہ بھی پائے جاتے ہیں۔ سعودی عرب کی وزارت اطلاعات کا بیان ہے۔

''سعودی عرب کی زمین قدرتی ذخائر مثلاً تیل، سونا اور بہت سی دیگر معدنیات (دھاتوں) سے مالا مال ہے حکومت نے کان کنی (معدنی دولت) کی حفاظت کا قانون نافذ کیا ہے۔ تاکہ اس قدرتی دولت کا باقاعدگی کے ساتھ انتظام و انصرام کیا جا سکے۔ تیل کے کنوئیں الحساء کے علاقے میں واقع ہیں اور تیل کی صفائی کا اہتمام راس تنورا میں ہوتا ہے۔''

''سعودی عربیہ میں تیل کی دریافت فی الواقع اس کی اقتصادی اور توسیعی منصوبوں میں بیک وقت مددگار اور منفعت بخش ہوئی 1934ء میں پہلی بار تیل کے ذخائر کا پتہ چلا۔ اور سعودی عربیہ کے مشرقی کنارے پر الحساء کے مقام پر 1935ء میں تیل برآمد کیا گیا۔[1]

ہفت روزہ ''اداکار'' کی اطلاع کے مطابق سعودی عرب میں تیل کے ذخائر کی تلاش جولائی 1933ء میں شروع ہوئی۔ ابن سعود نے فورنیا کی اسٹنڈرڈ آئیل کمپنی کو تیل کے۔

5- طائف:

یہ ایک پہاڑی مقام ہے جو سطح سمندر سے 5100 فٹ بلندی پر واقع ہے یہ شہر عزوان کی چوٹی پر ہے۔ اور بہت پر فضا اور خوبصورت ہے اس کی آب و ہوا گرمیوں میں سیر و تفریح کے لیے موزوں ہے۔ یہ وہی شہر ہے جہاں رسول خدا کو تبلیغ کے دوران کفار نے شدید زخمی کیا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے ان لوگوں کے لیے دعائے اصلاح ہی فرمائی۔

6- دمام:

یہ شہر خلیج عرب پر واقع ہے اور پٹرول کی پیداوار کا اہم مرکز اور معروف مقام ہے۔

---

[1] Saudi Arabia The History Of The Kingdom N.P, N.D.S.P 129 Saudi Arabia Eastern Border in 1939. 1

7- ظہران یا ظھران:

یہ شہر پٹرول حاصل کرنے کے لیے مرکزی جگہ ہے یہاں سے پٹرول استخراج کیا جاتا ہے۔اور یہ شہر دمام کا ائیر پورٹ بھی ہے۔

8-ینبوع(YunBa):

یہ شہر بحر احمر کی بندر گاہ ہے۔

9- جیتران:

یہ شہر سعودی عرب کی جنوبی بندر گاہ ہے۔

10- ابہاء:

یہ شہر ملک کے جنوب میں واقع ہے اور سطح سمندر سے نو ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ٹھنڈا شہر ہے۔

11- نجران:

یہ شہر زرعی اعتبار سے جنوبی علاقہ کا بڑا اہم اور مشہور مقام ہے۔

12- بریدہ:

یہ شہر نجد کے وسط میں واقع ہے۔اس کی آب وہوا معتدل ہے۔زرعی اعتبار سے یہ خطہ بہت زرخیز ہے۔اس کی آبادی تقریباً ڈیڑھ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔

13- عنیزہ:

یہ نجد کا مشہور شہر ہے۔اور زرعی اعتبار سے کافی زرخیز ہے۔

14- حائل:

یہ شہر آجاء اور سلمٰی پہاڑوں میں واقع ہے اور تاریخی اعتبار سے بڑا معروف شہر ہے۔

15- الحفوف:

یہ شہر الحساء کا پرانا دارالخلافہ ہے اور کھجوروں کی پیداوار کے لیے بہت مشہور ہے

اس کی آبادی تقریباً دو لاکھ ہے۔[1]

زرعی پیداوار:

سعودی عرب کا زیادہ تر علاقہ ریگستان ہے۔ تاہم اس میں نخلستان بھی پائے جاتے ہیں کھجور اور پھل یہاں کی خاص پیداوار ہے۔ لیکن گندم، جو اور چاول وغیرہ بھی پیدا ہوتے ہیں دیگر پیداوار میں جو دولت حاصل کی جاتی ہے اس میں جانوروں کو خاص اہمیت حاصل ہے ان جانوروں میں اونٹ، گھوڑے، خچر اور بھیڑ بکریاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں[2]۔ پانی کی کمی کی وجہ سے زرعی ترقی کی رفتار سست ہے۔ اب تک کل رقبہ کا صرف تیرہ فیصد (13%) حصہ زیر کاشت ہے۔ تاہم حکومت کو زراعت کی اہمیت کا پورا احساس ہے اور نئے منصوبوں اور تقسیم کے کنٹرول کا کام انجام دے رہا ہے وزارت اطلاعات کے بیان کے مطابق جی پی ایم او مختلف امور کی نگرانی کرتا ہے۔

صنعت وحرفت، جنرل پٹرولیم اور معدنی پیداوار کی تنظیم نے پٹرول اور اس سے متعلق جو چیزیں تیار کی ہیں۔ ان میں خاص طور سے کیمیائی کھاد، صفائی کرنے والا سامان، مختلف چیزوں کو ملا کر ریشے تیار کرنا مثلاً نیلون، ٹریکٹروں، مصنوعی، زہر، رنگ وروغن، بہت سی ادویات اور ادویات سازی کے سامان وغیرہ شامل ہیں۔[3]

مزید برآں، سعودی عرب کے شہروں دمام، ابوحیدریا، البقائی، الفضلی، السفینہ، الگوہر، خرسانیاں، خارس اور مانیفا یعنی مزید نو دس مقامات پر تیل کے ذخائر کی بڑی مقدار معلوم ہو چکی ہے۔ تاہم کویت اور سعودی عربیہ کے درمیان بہت سے مقامات پر ابھی تیل کے نامعلوم ذخائر موجود ہیں۔[4]

---

1. The Kingdom of Saudi Arabia. Ministry of Information Jedda. N.D.N. Series. P.P.14.17.
2. Sudia Arabia- The History of the Kingdom N.P.N.D and
صحیفہ اہل حدیث، سعودی نمبر۔ ص 99۔   3. صحیفہ اہل حدیث سعودی عرب نمبر۔
4. ادا کار فیصل نمبر لاہور۔

تاریخ اسلام

اسلامی حکومتوں کے مختلف ادوار

ظلمت شب نے ۵۷۱ء برس کا طول کھینچا، زمین کا سینہ آتش خرابات سے دھک رہا تھا، انسانیت، وطنیت، صیوانیت کا قلادہ پہن کر ناچ رہی تھی، اضمحلال وافتراق، کے مہیب سائے چارسو چھائے ہوئے تھے۔ عرب کی شجاعت نفس پرستی، ظلم وعدوان، نخوت وعجب، اور استکبار وانانیت کی بھینٹ چڑھ گئی تھی۔ شرک وتوھمات کے سیاہ بادل گناہ و معصیت کی گھٹا برسا رہے تھے، معمولی معمولی باتوں پر برسوں لڑائی رہتی تھی، پتھر کی مورتیوں کے سامنے انسانیت کا تقدس ہار گیا تھا، بڑے چھوٹے کی تمیز اور عدل وانصاف کی کوئی کرن اکناف عالم کے کسی گوشے میں نظر نہ آتی تھی دفعتہً سرزمین عرب پر شرافت وحدانیت کا مہر منیر طلوع ہوا اس نے فاران کی چوٹی سے انسانیت کے حقیقی منشور کا اعلان کردیا، آدمیت کی فلاح اور ابدی عافیت کی ضمانت پیش کی گئی، جبل ابوبیس سے ازلی روشنی کا مینارہ بلند ہوا، ابتدا اباء اجداد کی قدیم روایات آڑے آئیں۔ پتھروں نے انسانیت کے سب سے بڑے محسن کا استقبال کیا خون کے فوارے پھوٹے، اذیتیں آئیں، آزمائش وابتلاء کا سماں بندھ گیا، عواقب ومصائب کا دہانہ کھلا، کانٹے بچھائے گئے، گالیاں اور سب وشتم ہوتا رہا.........مگر ایک خدا کا پیغام دینے والے آخری رسول ﷺ کی جہد مسلسل اور کاوش وسعی کا جہاز تلاطم خیز موجوں اور ہلاکت آز ما بھنور میں بھی کہیں رُک نہ سکا۔

آنحضرت ﷺ اعلانِ نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ میں رہے، مؤرخین کا کہنا ہے کہ دماغ کے اس امتحان میں کُل ۱۱۴۔آدمی گلشنِ رسالت کی زینت بنے۔

خدا کے حکم کے بعد آپ ﷺ ۵۳ سال کی عمر میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ

تشریف لے گئے، یہاں دس سال تک آپ ﷺ کے دل کا امتحان ہوتا رہا، بلاشبہ آپ مکہ اور مدینہ کے دونوں امتحانوں میں کامیاب رہے۔ مدینہ آکر آپ ﷺ نے اسلام کے سیاسی اور اجتماعی نصب العین کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔

اس اثناء میں ۲۷ غزوات پیش آئے، ان میں ۹ معرکۃ آلاراء لڑائیاں ہوئیں، اسلام حجاز سے نکل کر یمن اور اطراف کے کئی علاقوں تک پہنچ گیا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سریر آرائے سلطنت ہوئے، آپ کے سوا دو سالہ عہدِ خلافت میں شام، ایران اور شمالی عراق کے بعض حصوں پر اسلامی حکمران مقرر ہوئے، اس طرح ۱۱ لاکھ مربع میل کا رقبہ اسلام کے سایۂ عاطفت میں جگہ پا گیا۔

خلیفہ اول کی وفات کے بعد حضرۃ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دس سال چھ ماہ دس دن تک خلافت کی مسند کو رونق بخشی، آپ کے عہد میں ۳۶۰۰ علاقے فتح ہوئے[1] ان میں ایران، عراق، شام اور جزائرِ عرب کی تمام ریاستیں، بیت المقدس، مصر و طرابلس اور ایشائے کوچک کے کوئی ممالک شامل ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۱۳ھ سے ۲۳ھ مطابق ۶۳۴ء تا ۶۴۵ء اسلام کے آفاقی پیغام کو خطۂ عرب سے نکال کر دنیا کی بڑی بڑی قوموں تک پہنچا دیا، اس طرح ۲۳ لاکھ مربع میل تک اسلامی مملکت کی حدود وسیع ہو گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں ایک عجمی سازش کے تحت ابولو مجوسی کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا آنحضرت ﷺ کے انتہائی جانثار اور آپ ﷺ کے داماد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسلامی خلافت کے تاجدارِ ثالث کے طور پر نمایاں ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ۱۲ دن کم ۱۲ سال حکومت کر کے ۴۳ لاکھ مربع میل کے وسیع و عریض خطے تک اسلام کی روشنی پھیلا دی اس طرح عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں قبرص، خراسان، اسکندریہ اور افغانستان کے کئی علاقے اسلام کے زیرِ نگین آگئے۔

[1] از الفاروق علامہ شبلی

اسلام حکومتوں کے عہد ساز اور اولوالعزم فرمانرواؤں کے اخلاق حسنہ اور بلند کردار نے جب چار سُو دین محمد ﷺ کی کرنیں روشن کردیں تو عیسائیت و یہودیت سرپیٹ کر رہ گئی۔

حضرۃ عثمان ؓ مصر کے بلوائیوں اور اسلام کے خلاف در پردہ چلنے والی منافقین اور صحابہ ؓ دشمنی کی گہری سازش کے تحت شہادت کے ساکت سمندر میں ڈال دیے گئے۔

حضرۃ عثمان کے بعد آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی، قابل اعتماد رفیق اور داماد حضرت علی ؓ کو ان کی جگہ منتخب کیا گیا۔ آپ ؓ کے دور میں اگرچہ اسلامی سلطنت کی حدود میں وسعت نہ پیدا ہوسکی، اور بعض باہمی مناقشوں کے باعث کئی علاقوں سے اسلامی خلافت کی عملداری میں رکاوٹ پڑ گئی، تاہم حضرت علی ؓ نے انتہائی سکون اور عافیت کے ساتھ خلیفۂ راشد کے طور پر ساڑھے پانچ سال تک مرکز خلافت کوفہ سے اسلامی حکومت کو خون ناب بخشا، آپ ؓ بھی مذکورہ عجمی اور صحابہ ؓ دشمنی کی ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت شہید کر دیئے گئے۔

حضرت علی ؓ کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت حسن ؓ خلیفہ بنے ان کی نامزدگی حضرت علی ؓ کی جانب سے عمل میں آئی تھی۔ چھ ماہ بعد موصوف نے آنحضرت ﷺ کے برادرِ نسبتی اور اسلام کے عظیم مدبر اور مفکر صحابی رسول حضرت امیر معاویہ ؓ کے دستِ اقدس پر بیعت کی تو ایک عظیم خلافت کا نقشہ دنیا نے دیکھا۔

۶۴ لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا گیا، ۱۹ سال تک امیر معاویہ ؓ نے حیرت انگیز اسلامی خدمات کے ذریعے دنیائے کفر کو ورطۂ حیرت میں ڈالے رکھا "نپولین" کا قول مسلمانوں نے نصف صدی میں نصف دنیا پر قبضہ کر لیا تھا، اسی تابندہ اور درخشندہ عہد کی عکاسی کرتا ہے۔

حضرۃ امیر معاویہ ؓ کی حکومت کے بعد آج تک دنیا میں کوئی ایسی عظیم اور ہمہ گیر اسلام کے خزانہ عامرہ سے مستفید ہونے والی حکومت قائم نہیں ہوئی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مؤرخین نے دنیا کے مدبر ترین حکمرانوں میں شامل کیا ہے ان کے عہد میں تمام افریقی علاقے روڈس، ارواڈ، قسطنطنیہ اور مشرقی افغانستان کے علاقے بھی اسلامی قلمرو میں شامل ہو گئے، مسعودی نے اپنی تاریخ میں حضرۃ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روزانہ کی مصروفیات کی اس طرح تصویر کشی کی ہے۔

"صبح کی نماز کے بعد وہ کوتوالِ شہر سے شہر کے حالات سنتے، فوراً بعد ان کے وزیر اور مشیر امور سلطنت پر بحث کرتے، چاشت کے وقت حکومت کے متعلقہ صوبوں کے متعلق رسل وسائل ملاحظہ فرماتے، دوپہر کی نماز (ظہر) کی امامت کے فرائض خود سرانجام دیتے، اس کے بعد مسجد میں علماء اور ریاست کے اصحاب رائے افراد سے ملاقات کرتے، بعد ازاں لوگوں کی شکایات سنتے، محل واپس آ کر کھانا تناول فرماتے، فراغت کے بعد تھوڑا سا آرام کرتے، پھر وزیروں مشیروں سے حکومت کے معاملات پر بات چیت جاری رہتی، نماز عصر اور مغرب کے بعد کھانا اور اس کے بعد ارکانِ دولت سے ملاقات[1]"

فیاضی اور حلم آپ رضی اللہ عنہ کی وہ خصوصیات تھیں جن پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کا سر بھی اُن کے سامنے جھک گیا، انہوں نے بحری فوج، محکمہ ڈاک، رفاہِ عام کے ادارے، صوبائی نظام، اور کئی ایسے اُمور کی بنیاد ڈالی کہ اس سے پہلے کی حکومتوں میں اس کا عام رواج نہ تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ۶۸۸ھ سے ۶۹۵ء اور آخر ۷۰۵ء تک حضرت عبداللہ بن زبیر، مروان بن حکم، اور عبدالملک بن مروان کی قابلِ ذکر حکومتیں قائم ہوئیں۔

عربی کو دفتری زبان بنانا اور اسلامی سکے جاری کرنا خلیفہ عبدالملک کے شاہکار کارناموں میں شامل ہے۔

۷۰۵ء سے ۷۱۲ء سے ولید بن عبدالملک خطۂ عرب کا حکمران بنا، اس کے دور میں کئی تاریخ ساز واقعات ظہور پذیر ہوئے، ولید کے حکم پر حجاج بن یوسف نے سند پر راجہ،

[1] تاریخ مسعودی بحوالہ خلافت کا عروج وزوال،

داہر کی حکومت کے خاتمے، ایک معصوم لڑکی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے، اور اسلام کا پیغام دیار ہند تک پہنچانے کے لیے محمد بن قاسم کو ۱۲ ہزار کا لشکر دیکر روانہ کیا، ابن قاسم راجہ داہر کے پرخچے اُڑاتا ہوا ۷۱۱ء میں ملتان پہنچا، سندھ کی فتوحات کے اختتام پر ولید حکومت ختم ہو چکی تھی، اور اسلامی خلافت کی مسند پر سلیمان متمکن تھا۔ سلیمان نے اسپین اور اندلس پر گاتھ خاندان کے ظلم و جابر حکمرانوں کا خاتمہ کرنے کے لیے موسیٰ بن نصیر کو تیاری کا حکم دیا، اس نے ابتداً ۱۵۰۰ سپاہ کا دستہ روانہ کیا ازاں بعد ۹۲ھ اواخر ۷۱۲ء کو طارق بن زیاد کو سات ہزار کا لشکر دیکر اُندلس پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا، طارق کی فوجیں جبل الطارق پر اتریں، طارق نے فوجوں کو کشتیاں جلانے کا حکم دیا۔ واپسی سے بے خبر ہو کر اسلامی سپوت دل چیر کو لڑنے گاتھ جاگیردار تدمیر کو شکستِ فاش دی۔

اسپین کا راڈرک ایک لاکھ کی فوج کے ساتھ مقابلے پر اترا، طارق نے موسیٰ سے کمک طلب کی ۵۰۰۰ ہزار کا لشکر مزید امداد کے لیے پہنچ گیا، وادی مکہ میں طارق کے بارہ ۱۲ ہزار سپاہیوں نے دشمن کو ناک چنے چبوائے [1]۔ راڈرک دریا میں ڈوب کر مرگیا، شکست خوردہ فوج اسجہ میں جمع ہوئی طارق نے شب خون مارا اور دشمن کو آدھ مُوا کر دیا۔ اسی دوران طلیطلہ، قرطبہ اور تدمیر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا، یہاں سے طارق کو ملوکِ اسپین کے تاج اور طلیطلہ سے پچاس میل کے فاصلے سے ایک سونے کی میز ملی جو حضرۃ سلیمانؑ سے منسوب تھی [2]۔

اندلس کی فتح کے بعد مسلمانوں نے فرانس پر حملہ کیا اس کے بعد قسطنطنیہ میں معرکہ آرائی ہوئی تمام کامرانیوں کے بعد مسلمانوں نے طرطوس اور اناطولیہ فتح کیا اس کے بعد موسیٰ بن نصیر نے جزیرہ بحیرۂ روم اور جزیرہ صیقلہ پر اسلامی پرچم گاڑ دیے۔ سلیمان کے بعد ۹۹ھ / ۷۱۷ء سے ۱۰۱ھ / ۷۱۹ء تک خطۂ عرب پر حضرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسا عادل، خلافت راشدہ کا سچا علمبردار مسند خلافت پر براجمان ہوا۔ آپ نے سب سے پہلے اسلامی خلافت میں ہونے والی جملہ خرابیوں کا استیصال کیا انہوں نے قبیح

[1] تاریخ الامت ج [2] تاریخ اندلس

معنوں میں خلافت علی منہاج النبوۃ کی بنیاد رکھی، ان کے عہد میں میں ارکانِ اسلام کی پابندی، شراب نوشی کی ممانعت، اخلاق کی اصلاح، بدعات کا خاتمہ اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قابل قدر کام ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز کے مبارک و مقدس عہد کے بعد خاندان بنی امیہ کی باہمی چپقلش اور اسلامی اقدار سے دوری کے باعث انحطاط کا وہ دور شروع ہوا جسے بادشاہت اور ملوکیت کا نام دیکر مورخین نے عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعض جلیل القدر ستاروں پہ بھی ہرزہ سرائی سے گریز نہیں کیا۔

عہد بنی امیہ کے آخری دور کے خلفاء کا اجمالی نقشہ ملاحظہ ہو[1]

(۱) یزید بن عبدالملک ۱۰۱ھ/۷۱۹ء تا ۱۰۵ھ/۷۲۳ء

[1] از خلافت کا عروج و زوال

خلفائے بنی عباس

(۱) ابوالعباس عبداللہ بن محمد ۱۳۲ھ/۷۴۹ء تا ۱۳۶ھ/۷۵۶ء

ابوالعباس ۱۲ ربیع الاول کے روز بنی امیہ کے آخری فرمانروا کے خون سے ہولی کھیل کر خلافت پر متمکن ہوا اور دارالخلافہ شام سے عراق پہنچ گیا۔

(۲) ابوجعفر عبداللہ بن منصور ۱۳۶ھ/۷۵۶ء تا ۱۵۸ھ/۷۷۴ء

(۳) محمد بن منصور مہدی ۱۵۸ھ/۷۷۵ء تا ۱۶۹ھ/۷۸۵ء

(۴) موسیٰ بن مہدی بن ہادی ۱۶۹ھ/۷۸۶ء تا ۱۷۰ھ/۷۸۶ء

(۵) ہارون رشید بن مہدی ۱۷۰ھ/۷۸۶ء تا ۱۹۳ھ/۸۰۹ء

(۶) امین و مامون ۱۹۳ھ/۸۰۹ تا ۱۹۸ھ/۸۱۳ء

(۷) عبداللہ بن ہارون ۱۹۸ھ/۸۱۳ تا ۲۱۸ھ/۸۲۳ء

(۸) معتصم باللہ واثق باللہ ۲۱۸ھ/۸۳۳ تا ۲۲۷ھ/۸۴۱ء

(۹) ابوجعفر ہارون واثق باللہ ۲۲۷ھ/۸۴۱ء تا ۲۳۲ھ/۸۴۴ء

(۱۰) جعفر بن معتصم علی اللہ ۲۳۲ھ/۸۴۴ء تا ۲۴۶ھ/۸۲۱ء

متوکل کے بعد اسلامی تختِ خلافت پر وہ یہ امراء متمکن ہو سکتے تھے جن کو ترکی سردار تخت پر بٹھاتے تھے، امتعین باللہ (۱۸۲۲ء تا ۱۸۶۶ء) کو ترکی امیروں کے مظالم سے تنگ آ کر سامرا سے فرار ہو کر بغداد جانا پڑا، وہاں بھی اس کو اس وقت تک پناہ نہ مل سکی جب تک اس نے تخت و تاج کو خیر باد نہ کہہ دیا۔ آئندہ دو صدی تک بنی عباس کی تاریخ ایسے مناظر پیش کرتی رہی کہ خلیفہ جب تخت پر آتا تو کوئی قصیدہ گو نہ ہوتا اور جب قبر میں جاتا تو کوئی فاتحہ خواں نہ ملتا تھا۔

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے غرق کیوں نہ دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

الغرض انار کی اور طوائف الملوکی کا یہ گھمبیر کھیل صرف اسلامی اقدار سے رُوگردانی اور تخت اقتدار پر عیش وعشرت کے طاؤس نچانے کے سبب تھا۔

اس انتشار کے نتیجے میں ۸۶۹ء میں مشرقی افریقہ کے حبشیوں نے علی بن محمد کی قیادت میں خروج کر دیا، ۸۷۰ء سے ۸۸۳ء تک پچاس ہزار مسلمان کا خون بہہ گیا انہوں نے بصرہ واسطہ، اہواز اور ابلہ کو تاخت وتاراج کر ڈالا، خلافت عباسیہ کے ہاتھ سے مصر کا صوبہ نکل گیا اور ابن طولون نے خود مختار ریاست قائم کر لی۔

۸۹۲ء میں معتضد کا دور شروع ہوا اس نے ۹۰۲ء تک دار الخلافہ بغداد کی مسند پر حکومت کی ۲۹۲ھ/۹۰۹ء میں امام جعفر کے بیٹے اسمٰعیل کے ماننے والوں نے مصر میں فاطمی حکومت قائم کر لی اس کی قیادت ابو عبداللہ حسین کر رہے تھے۔ (یہی لوگ بعد فرقہ اسمٰعیلیہ کے نام سے مشہور ہوئے)

بنی عباس کی مردہ لاش پر جن خود مختار ریاستوں کے گدھ مسلط ہوئے ملاحظہ ہوں

۱۔ شمالی افریقہ میں بغاوت کے بعد علوی حکومت کے نام ایک گروہ بر سر اقتدار آ گیا۔

۲۔ مصر کا مغربی حصہ اور شام محمد بن طغج کے زیر نگین چلا گیا۔

۳۔ ماوراء النہر پر سامانی حکومت قائم ہو گئی۔

۴۔ موصل اور ربیعہ پر ہمدانی خاندان کی عملداری عمل میں آئی۔

۵۔ طبرستان اور جرجان پر ویلمی فرمانروا قابض ہو گئے۔

۶۔ فارس اور خوزستان کا ایک حصہ ابو عبیدہ بردی اور عماد الدولہ کی قلمرو میں شامل ہو گیا۔

۷۔ کرمان ابو علی اور عراق رکن الدولہ کی سلطانی میں چلا گیا۔

۸۔ یمن اور بحرین قرامطہ کے زیر اثر آ گئے۔

اس چپقلش اور آویزش کے نتیجے میں اسلامی حکومت کے طور پر ۹۵۶ء میں

خاندان سلجوقیہ بغداد پر حکمران ہوا اس کے فرمانروا طغرل نے نہایت برق رفتاری سے اسلامی ممالک کو ایک جگہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ ۱۰۰۱ء میں ملک شاہ بغداد پر حکمران ہوا اس کی سلطنت اتنی وسیع ہو گئی کہ اس کی لمبائی کاشغر سے، بیت المقدس اور چوڑائی قسطنطیہ سے بحر اوقیانوس تک پھیل گئی۔

اس حکومت کو مشہور ایرانی وزیر نظام الملک طوسی کی علم دوستی اور مشاور میسر تھی، ناصر خسرو اور عمر خیام اسی کے عہد میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

بعد میں خود نظام الملک نے بغداد میں بڑے بڑے مدرسے قائم کیے، کسی زمانے میں مشہور اسلامی فلسفی انہیں مدارس کے مدرس اعلیٰ تھے۔

نظام فرقہ باطنیہ کے ایک شخص کے ہاتھوں شہید ہوا۔ اس کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی خاندان سلجوقی میں خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں۔

مصر میں نور الدین زنگی کی حکومت ختم ہوئی تو ۱۱۵۰ء سے ۱۱۷۱ء تک صلاح الدین ایوبی نے صلیبی لڑائیوں کے ذریعے عیسائیوں کے پے در پے شکستیں دیں۔ ۱۱۷۵ء میں مصر، مغربی عرب، فلسطین اور شام ایوبی قبضے میں آ گئے تھے۔

O

منگولوں کا حملہ اسلامی تاریخ میں ایک عظیم حادثہ کی حیثیت رکھتا ہے، ۱۲۵۸ء میں بغداد کے ایک وزیر ابن علقمی کی غداری کے باعث ہلاکو خان نے بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ ۱۰ فروری کو منگول فوج شہر میں داخل ہوئی، چھوٹے چھوٹے بچے گھوڑوں کے سموں تلے کچل دیے گئے۔ تین دن تک بغداد کی گلیوں میں خون بہتا رہا۔ سارا شہر لاشوں کا سمندر نظر آتا تھا، بڑے بڑے دینی کتب خانے جلا دیئے گئے، علوم و معارف کے تہذیبی ورثے اور مسلمانوں کی علمی قوت کو چند ہی منٹوں میں خاک کا ڈھیر کر دیا گیا۔

منگولوں کا پہلا حملہ ۱۲۲۷ء میں ستر ہزار کے لشکر سے ایک لاکھ کی آبادی بلخ اور بخارا پر ہوا ہزاروں علماء اور عوام ذبح کر دیے گئے تھے اس طرح منگولوں نے چین سے لیکر بحیرہ روم تک تمام سلطنتوں کو زیروزبر کر ڈالا۔

ایشائے کوچک کی سلجوقی حکمرانی کئی سالوں کی معرکہ آرائی اور انقلابات کے مدو جزر کے بعد ۱۳۰۰ء میں عثمانی ترکوں کے قبضے میں آگئی۔

عثمانی ترکوں نے ۱۵۲۹ء میں یورپ میں دنیا تک فتوحات کر کے دولت عثمانیہ کی بنیاد رکھی جو ترکی حکومت کے نام سے برس ہا برس تک اسلامی خلافت کی تاجدار بنی رہی۔

مندرجہ بالا امور سے واضح ہو چکا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور خلفائے اسلام کے مقدس زمانوں میں ۴۰ سے ۶۵ لاکھ مربع میل کے علاقوں تک پھیل جانے والی اسلامی ریاستیں کسی طرح ٹکڑوں ٹکڑوں بٹ گئیں اور وہ کون سی وجوہات تھیں کہ ایک بار نصف دنیا اسلام کے سایہ عاطفت میں مسرت وانبساط کے شادیانے بجانے لگی اور ان کے جانشین جب رفتہ رفتہ اسلام کی شاہراہ سے ہٹتے چلے گئے تو کس طرح کفر کے بہی خواہ انہیں روندنے کے لیے اکناف عالم سے پل پڑے۔

اقوامِ عرب کی جدید تقسیم

جغرافیائے عرب کی قدیم و جدید دونوں تاریخوں میں نمایاں فرق ہے جدید اصطلاح میں مشرق سے مراد مشرقِ وسطیٰ اور مغرب سے مراد مغربی ممالک بالخصوص یورپی مقبوضات ہیں[1] مشرقِ وسطیٰ میں متعدد عرب ممالک کو بھی شامل کیا جاتا ہے، ساتویں صدی عیسوی میں اس کا رقبہ بہت وسیع و عریض تھا، ہندو پاک، افغانستان، روس کا جنوبی حصہ، ایران، ترکی، عراق، شام، اردن، لبنان، موجودہ اسرائیل، بن غازی، لیبیا، سوڈان، فرانسیسی مقبوضہ افریقہ، اریٹیریا، حبشہ، صنعا یمن، عدن، مسقط، قطر، بحرین، کویت، عرب امارات وغیرہ شامل تھے، اس وقت ایران میں ساسانیوں کی حکومت تھی اور بعض علاقے بازنطینی سلطنت کے قبضے میں تھے، یروشلم بنی غسان کے زیرِ اثر تھا، 634ء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد عرب سلطنت حجاز و عرب سے آگے بڑھی اور پھر اس میں بتدریج خراسان، بصرہ، دمشق، قسطاط اور مصر وغیرہ شامل ہوتے رہے، 750ء میں انبو امیہ کے زوال کے وقت دریائے سندھ کے مشرق و مغرب کا کچھ علاقہ بخارا اور سمرقند عرب سلطنت کے زیرِ فرمان تھے پھر اس کا دائرہ اثر اسپین تک وسیع ہو گیا۔

دسویں صدی عیسوی میں مصر کی فاطمی حکومت اور سامانی، جوہنی، ہمدانی حکومتیں قائم ہوئیں، اور اس کے بعد آہستہ آہستہ غزنی، نیشاپور، تاشقند، سمرقند، رے، اصفہان، شیراز، جندشاپور سامرا، الپو، بغداد، دمشق، قاہرہ، طلیطلہ، قرطبہ، سوتے، اور غرناطہ جیسے کئی شہروں نے اسلامی تہذیب کے نام سے شہرت حاصل کی۔ یہ علاقے بنو امیہ، بنو عباس، فاطمی، طلولی، ہمدانی، سلجوقی، غزنوی، ایوبی، مغل، ترکمان، ملوک تیموری، صفوی اور عثمانی سلاطین کے ہاتھوں عروج پر پہنچے۔

---

[1] ذریعہ الامعرکہ مذہب و سائنس۔

منگولوں کا حملہ:

جیسا کہ پچھلے باب میں اختصار کے ساتھ آپ نے دیکھا کہ مشرق وسطیٰ کی تاریخ میں منگولوں کا حملہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جو شہر اس میں تباہ ہوئے۔ ان میں لاہور، پشاور، غزنی، بلخ، ہرات، قم، بغداد، قزوین، بروسا اور دمشق بڑی بے دردی سے برباد کیے گئے، پھر مملوکوں نے حمص اور عین جالوت کے مقام پر انہیں شکست دی۔

اس کے بعد جب عثمانی سلطنت کا عروج ہوا تو پورے مشرق وسطیٰ اور مصر تک اس کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

1914ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد تمام عرب ممالک یورپی سامراج کے زیر اثر تھے۔ سلطنت نجد و حجاز ترکی اور عراق کی حالت یہ تھی کہ اگرچہ ممالک باقاعدہ طور پر غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے نہ تھے۔ اس کے باوجود انہیں سیاسی طور پر آزاد قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔

مغربی اقوام کے دجل و فریب کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کئی ایسے ممالک بھی تھے جہاں مسلمان اکثریت میں تھے، اور وہاں اقلیتوں کی حکومت تھی۔

یورپ جب عربوں کو آزادی دینے پر مجبور ہوا اس نے جاتے جاتے مسلمانوں کو پر شکوہ حکومتوں کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا تا کہ آئے دن مسلمان باہمی چپقلش اور لڑائی میں سرگرم رہیں۔

سامراج قوتوں نے ہمدردی اور انسانی حقوق کی پاسداری کے عنوان پر ہر جگہ مداخلت کے راستے نکالے تا کہ عربوں میں غیر اسلامی تہذیب و ثقافت کا بیج بو کر ان کی نسلوں کو اپنے مذہب سے برگشتہ کیا جا سکے۔

چنانچہ اہم جغرافیائی محل وقوع اور پٹرولیم کے وافر مقدار میں دستیاب ہونے کی وجہ سے مغربی طاقتوں نے ان علاقوں پر اپنی گرفت مضبوط کرنی شروع کی۔

البتہ 1939ء میں دوسری جنگ عظیم کے بعد افق مشرق کی سیاست کا نقشہ بدل گیا۔ دولت کی فراوانی، جذبہ قومیت اور بدلے ہوئے سیاسی حالات نے مشرق وسطیٰ بالخصوص عرب ممالک کو اس قابل بنا دیا۔ کہ ان پر بیرونی دباؤ کم ہو گیا۔

1948ء میں سامراجی قوتوں نے اپنے مفادات کے لیے جب اسرائیلی ریاست کو جنم دیا تو عرب ممالک کو بالعموم اور فلسطینی عوام کے لیے بالخصوص سنگین مسائل پیدا ہوگئے۔ برطانیہ کا تسلط ختم ہونے کے بعد سات لاکھ عربوں کو فلسطین چھوڑنا پڑا۔

14 ویں صدی ہجری کے آخری نصف حصے میں درج ذیل عرب ریاستیں برطانوی سامراج کے تسلط سے آزاد ہوئیں۔ آزادی کی تاریخ اور ریاستوں کا حدودِاربعہ ملاحظہ ہو۔

نام ملک	جس سال آزاد ہوا	حدود اربعہ (مربع میل)
شام	1946ء	71498
مصر	1953ء	386872
مراکش	1956ء	171953
سوڈان	1958ء	967491 رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک
الجزائر	1962ء	919951
قطر	1971ء	
اردن	1957ء	37296
تیونس	1955ء	63379
لیبیا	1951ء	679536
یمن	1969ء	77220
بحرین	1971ء	231
متحدہ عرب امارات	1971ء	
کویت	1961ء	
لبنان	1946ء	

اومان	1950ء	

علاوہ ازیں سعودی عرب قریباً دس، ترکیہ تین اور عراق پونے دو لاکھ مربع میل زمین پر آباد ہیں۔

اس طرح قریباً 50 لاکھ مربع میل کے رقبہ پر بیس (20) کروڑ عرب آج ایک عظیم قوت ہیں۔ عربوں کی یہ قوت باہمی اتحاد و ارتباط اور اسلام کے عظیم رشتہ ہی کی بدولت ہے ورنہ تاریخ کا آئینہ شاید ہے کہ عہد حاضر میں بھی جو عرب ملک اسلام کے سچے اصولوں سے منحرف ہوتا ہے وہ وحدت ملت کے وفاق سے ٹوٹ پڑتا ہے۔

70 کروڑ دوسرے غیر عرب مسلمان بھی کلمہ طیبہ کی بنیاد پر عربوں کے شانہ بشانہ ہیں۔

اس طرح فاران کی چوٹیوں سے دنیا کے سب سے بڑے محسن حضرت محمد ﷺ نے جب اعلان رسالت فرمایا تو سوائے چند قدسی نفوس کے کوئی انسان آپ کا ہمنوا نہ تھا اور آج وہی خطہ عرب آنحضرت ﷺ کی غلامی اور آپ کے حلقہ کے قریب ہونے کے باعث افتخار و اعزاز کا تاجدار ہے۔

بلاشبہ اسلام ہی کی تعلیمات نے پوری دنیا میں عدل گستری کے جواہر پارے عام کیے۔

فیصل بن عبدالعزیز

سوانحی نقوش

والد کا سلسلہ نسب

طرفہ بنت الشیخ عبداللہ بن عبد اللطیف بن
عبدالرحمن بن حسن بن شیخ الاسلام ﷫.
محمد بن عبدالوہاب[1]

تاریخ و محل ولادت:

خطہ عرب ایک عجیب و غریب کش مکش میں مبتلا تھا، عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن ابن سعود اپنی نوزائیدہ اور مختصری ریاست کے خدوخال سنوارنے میں مصروف تھے، نجد و ریاض کے قبائل کے جتھے کے جتھے آئے دن وفاداریوں کے پیمان باندھتے، اس وقت معرکہ آرائی کا غوغا چار سو چھایا ہوا تھا دس قبیلے حمایت کرتے تو دس ہی مخالفین کی صفوں میں جا گھستے شیر دل عبدالعزیز لرزا دینے والی مہمات کے اندھیروں سے نکل کر فتح و ظفر کے سپیدۂ سحر کا منتظر تھا طلوع ہونے والا ہر دن کا آفتاب آل سعود کی شوکت و حشمت کی نوید سناتا، ریاستوں کی ریاستیں ابن سعود ﷫ کے مینہ عدل کی نزہت سے فرحت زا ہو رہی تھیں بالآخر وہ ساعتِ ہمایوں آ پہنچی جب کہ ریگستانِ عرب سے نا ہنجار قلوب کو خدائی پیغام یک طرف بلانے اور نامور باپ کے عزائم کو تکمیل کی روشنی سے ہم آغوش کرنے والا ہونہار فرزند ریاض کے ایک قدیم خاندانی محل میں ۱۴ صفر المظفر ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو پیدا ہوا۔[2] یہی بچہ فیصل کے نام سے شہرت کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکا اور آنے والی نسلیں

[1] از ہنوبیتان ص ۸، محمد بن عبدالوہاب ص ۵۶
[2] صقر الجزیرہ، ہنوبیتان وغیرہ۔ بعض مورخین نے ولادت کی تاریخ نومبر ۱۹۰۶ء بتائی ہے

آج تک اس کے کارناموں کو نہ صرف وقعت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہیں بلکہ عالمِ اسلام کا ہر فرزند اس کی خداترسی اور تدبر سے اپنے مستقبل کی راہیں متعین کر رہا ہے۔ والدہ کا نام طرفہ تھا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا نقشہ سے ظاہر ہے کہ موصوف کا نسب پانچویں پشت میں خطۂ عرب کے پیشوا محمد بن عبدالوہاب سے جاملتا ہے۔

فیصل کی عُمر پانچ ماہ تھی کہ والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، اس وقت آپ کے والد حجاز عرب کی بڑی بڑی مہموں میں مصروف تھے، فیصل کی ولادت پر خاندان کے کسی فرد کو یہ تصور بھی نہ تھا کہ خاندانِ سعود میں آنکھیں کھولنے والا یہ بچہ سلطنتِ نجد و حجاز کی تعمیر و ترقی میں ایسا بے مثال کردار ادا کرے گا کہ دنیا کی بڑی بڑی قومیں اسی صحرا کی ریزہ چین بن کر رہ جائیں گی۔ اور دنیائے اسلام کو قیادت و سیادت کا وہ شعور عطا کرے گا جس پر مغربی یورپ و سوویت قوم انگشت بدنداں ہو کر فرزندانِ اسلام سے خائف ہو جائے گی۔ اس کی صورت و سیرت دنیائے اسلام کے کروڑوں قلوب پر حکمرانی کرے گی۔

تربیت:

فیصل کی تربیت میں سب سے زیادہ حصہ آپ کے والد کا رہا۔ معمول کے مطابق عبدالعزیز اپنے بچوں کو طلوع آفتاب سے پہلے جگا دیتے نمازِ فجر سے فارغ ہوتے ہی یہ لوگ ننگے پاؤں پتھریلی چٹانوں پر دوڑ لگاتے، گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سواری کی مشق کرتے والد کی ہدایت کے مطابق بھوک سے تھوڑا کم کھاتے۔ فیصل نے اسی تربیتی کورس کو نہایت ذوق و شوق سے پُورا کیا بلکہ اس کے نتیجے میں وہ بقول اقبال مردِ کوہستانی اور بندۂ صحرائی کی ساری خصوصیات سے متصف ہو گئے اور فطرت کے مقاصد کی تکمیل کا وہ مردِ مجاہد عصرِ حاضر میں اسلام کا سب سے بڑا نگہدار اور حرمین شریفین کا بے مثال پاسبان بن گیا۔

والدہ کی وفات کے بعد والد کی اکثر غیر حاضری کے باعث فیصل کی نانی صاحبہ اور اس دور کے بہت بڑے عالم اور نانا مرحوم الشیخ عبداللہ بن عبداللطیف نے نواسے کی تربیت کی ریاض کے خاندانی قصر میں پہلے سے ان کے دو بڑے بھائی ترکی اور سعود موجود تھے، نانا موصوف نے ابتدائی تعلیم کے طور پر فیصل کو قرآن کی تعلیم دی۔

قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ علم وادب اور شعر گوئی بھی آپ کی تعلیم کا ایک جزو بن گئی ایک فرانسیسی مورخ بنویشان کے مطابق فیصل نے عمر کی ابتدائی منزلوں میں دو بڑے بھائیوں سے نیزہ بازی اور دیگر کئی جنگی فنون پر مہارت حاصل کی، اور اس طرح دس سال کی عمر تک فیصل حافظِ قرآن اور عربی ادب کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جنگجو اور تجربہ کار سپاہی بن چکا تھا۔

ازاں بعد ۱۲ سال کی عمر تک فیصل نے اپنے نانا سے علم حدیث اور تفسیر کی چند کتابیں پڑھیں فیصل نے اسی دور میں ملکی حالات کا بغور مطالعہ کیا اور اسی وقت قابل فرزند نے اسلامی افکار کی اشاعت اور خطۂ عرب میں محمدی تعلیمات پھیلانے اور شرک وبدعت کے جراثیم ختم کرنے کی ٹھان لی۔ بنویشان کے مطابق فیصل نے ۱۹۱۸ء میں مکتبِ علم سے فراغت[1] پائی۔

فیصل کا دینی شعور:

فیصل نے خطۂ عرب کے ایسے گھرانے میں پرورش پائی تھی جس کا اوڑھنا بچھونا توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعت کا خاتمہ تھا یہی وجہ تھی کہ فیصل کی ابتدائی اور آخری تعلیم کے تمام گوشے اسلامی تعلیمات سے منور نظر آتے ہیں۔ اس کا سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کرنا آلِ سعود کی دینی محبت اور اسلامی ذہنیت کا غماز ہے۔

فیصل نے حفظِ قرآن کے بعد احادیثِ رسول سے فیض پایا وہ حیاتِ انسانی کے ہر دکھ کا مداوا اسلام کو سمجھتے ان کے نزدیک خرابات کے ہر زہر کا تریاق رسول اللہ کی تعلیمات میں مُضمر تھا، آغازِ عمر سے صبحِ شہادت تک فیصل ایک اسلام کا مبلغ، دین کا غم گسار اور مسلمانانِ عالم کا حقیقی سرپرست نظر آتا ہے۔ اس نے حرمین شریفین کی حیرت انگیز توسیعات اور قضیہ فلسطین سے لے کر اریٹیا، قبرص اور کشمیر تک کے مظلوم مسلمانوں کے معاملات میں مداخلت کر کے کروڑوں روپے کی امداد دے کر خود کو سچا خادمِ رسول ﷺ اور امام المسلمین بنا کر دکھا دیا۔

1. فیصل نے بنویشان مطبوعہ بیروت

فیصل کو قریب سے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ وہ دین کے معاملے میں بڑا حساس تھا اسے قرآن وسنت کی اشاعت سے خاص دلچسپی تھی اور وہ اسلام پر کوئی نکتہ چینی دیکھتا تو تڑپ اُٹھتا، پانچ وقت مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرتا ماہ رمضان کا احترام اور عبادت اس کا طرۂ امتیاز بن گئی تھی۔

فیصل کی ضرب المثل سادگی فقط اسلامی تقاضوں ہی کی آئینہ دار تھی ورنہ وہ ایک عظیم دولت مند مملکت کا فرمانروا ہونے کے ناطے جاہ وحشمت اور دولت وثروت کے دریا بہا سکتا تھا۔ زرق برق اور نگاہوں کو خیرہ کردینے والی چمک دمک سے اپنا دربار آراستہ کر سکتا تھا مگر اس نے ۱۳ سال تک بادشاہی کے روپ میں فقیری کی اور ابتدائی عمر سے آخر عمر تک شرافت و حیاء متانت ووقار اور خدا ترسی کی سینکڑوں تابندہ مثالیں رقم کیں۔

فیصل نے زندگی بھر کبھی نماز قضا نہ کی وہ ہر معاملے میں اسلامی احکام کو بنیادی حیثیت دیتے تھے۔ حیات شہید کے ہر پہلو میں ذہنی لگاؤ اور محبت ہر دوسری چیز سے زیادہ نمایاں ہے۔

فیصل کی اولاد

فیصل اپنی اولاد سے بے حد محبت کرتے تھے۔ انہوں نے عہد حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق اپنے تمام بچوں کو جدید تعلیم دلائی۔ سائنسی و انگریزی تعلیم کے باوجود فیصل کی تمام اولاد اسلامی علوم و معارف سے بھی بہرہ ور ہوئی۔ آپ کی اسلام دوستی' حب الوطنی کا اثر اولاد پر پڑا۔ اولاد کی تربیت و تعلیم کے متعلق موصوف بہت حساس تھے۔ یقیناً انہوں نے نہ صرف اپنے خاندان کے نوجوانوں کی اعلیٰ تعلیم کا خاطر خواہ انتظام کیا بلکہ ہر ممکن طریقے سے اپنے بچوں کو شعور مزاج کی ایسی رعنائی سے بہرہ ور کیا کہ ایک ایسا انسان جو دولت و شرافت کے بحر بے کنار میں غوطہ زن ہو اور دینوی تنعم میں کوئی کمی نہ رکھتا ہوٴ اس کے متعلق تعلیم کے ایسے اہتمام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

فیصل کے اس فکر کا نتیجہ ہے کہ آج سعوی عرب میں حصول تعلیم کے سلسلہ میں دیگر تمام امور سے زیادہ مراعات دی جاتی ہیں۔ سعودی طالب علم دنیا کی کسی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنا چاہے اس کے تمام اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے۔ اس طرح فیصل کے آٹھ لڑکوں میں تین امریکہ' تین برطانیہ کے مختلف مقامات سے سائنسی' ثقافتی' زرعی اور عالمی سیاست کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کر کے عوام و وطن کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

امیر عبداللہ بن فیصل (سابق وزیر داخلہ)

الولد سر لابیہ کے عین مطابق امیر عبداللہ صورت اور سیرت میں اپنے نامور والد سے سب سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں' راقم اپنے دورہ سعودی عرب میں جب رمضان المبارک کی ایک شام ان سے ملاقات کے لئے قصر امیر میں پہنچا تو فیصل کی سی ایک پروقار اور وجیہہ صورت دیکھ کر استعجاب میں پڑ گیا۔ مجھے امیر موصوف کے ساتھ گزارے جانے

والے لمحات میں وہ لمحہ سب سے زیادہ پسند آیا جس لمحے افطاری کا سامان چن دیا گیا۔ عرب کی چند کھجوریں تقریباً دو سو سے زیادہ افراد کے سامنے رکھ دی گئیں۔ حلم و بردباری، نرم گوئی، متین لہجہ، شوکت وحشمت سے بھری ہوئی سادہ مزاج اور پروقار شخصیت تاریخ کے ایک طالب علم کو دربار شاہی کے ان تمام تصورات سے بہت دور لے گئی جن کے افسانوں سے عہد قدیم کی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ امیر موصوف چند کھجوریں اور آب زم زم سے فرحت پانے کے فوراً بعد سامنے والی مسجد میں باجماعت نماز کے لئے گئے۔

گفتگو کے دوران کئی موقعوں پر جب وہ کئی احادیث پڑھتے تو میں ششدر رہ جاتا۔ عبداللہ بن فیصل سعودی عرب کی ایک بہت بڑی تاجر شخصیت کا نام ہے۔ آپ اقتصادی اور معاشی معاملات میں گہری نظر رکھتے ہیں۔ دینوی امور میں دلچسپی کے باوجود امیر عبداللہ عربی کے صاحب طرز ادیب اور شاعر بھی ہیں۔

تدبر و تفکر اور دانائی امیر موصوف کا طرہ امتیاز ہے۔ آپ 1920ء میں ریاض میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سعودی عرب کی کئی درسگاہوں میں پائی۔ آپ ایک عرصہ تک سعودی عرب کے وزیر داخلہ رہے۔ آج بھی حکومت کے کئی معاملات کی نگرانی آپ کے ذمہ ہے۔ آپ فیصل کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا شمار سعودی عرب کی ممتاز شخصیات میں ہوتا ہے۔ امور مملکت کے علاوہ سماجی کاموں میں دلچسپی لینا آپ کی فطرت ثانیہ ہے۔

آپ سعودی عرب کے ایک ممتاز ادارہ موسسہ الخیریہ فیصلیہ کے بانی ہیں۔ یہ ادارہ مختلف دینی اداروں اور دنیا کے بیشتر علاقوں میں اسلام کی خدمت سرانجام دینے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ کروڑوں ڈالر تک پہنچتا ہے۔ صرف 1980ء کو کم بیش 50 لاکھ روپے سے دنیا کے مختلف اداروں کی مالی تعاون سے امداد کی گئی۔

یہی ادارہ ہر سال اسلام پر محنت سے کام کرنے والی دنیا کی کسی بھی اہم شخصیت کو

فیصل ایوارڈ عطاء کرتی ہے۔ پاکستان کے معروف رہنما سید ابوالاعلیٰ مودودی اور عالم اسلام کی ایک عبقری شخصیت مولانا ابوالحسن ندوی کو دیئے جانے والے ایوارڈ اسی ادارہ کے کارناموں میں شامل ہیں۔ آپ ایک عرصہ تک اپنے والد کے نائب بھی رہے۔

سعود بن فیصل (وزیر خارجہ سعودی عربیہ)

اس وقت فیصل کے قابل فخر صاحبزادوں میں سعود کا نام شہرت کے آسمان پر چمک رہا ہے۔ موصوف کی علمی قابلیت' گہرے تدبر اور عالمی سیاسی معلومات مسلم ہیں۔ اس وقت آپ دنیا کے بہترین وزرائے خارجہ میں سے ایک ہیں۔ یہ بات کس قدر مباحات کی علامت ہے کہ آج جبکہ افق عالم پر سعودی عرب کا ستارہ اقتصادی اور معاشی طور طراوج ثریا پر پہنچا ہے اور چاردانگ عالم کی نظریں مرکز دین وشریعت اور مظلوم دوستی کی نسبت سے سعودی عرب پر لگی ہوئی ہیں' ایسے وقت کامیابی کی شاہراہ پر گامزن رہ کر خارجی امور مملکت کو بخوبی انجام دینا سعود کا ایک شاہکار کارنامہ ہے۔

شرافت' نرم خوئی اور اسلام دوستی میں سعود فیصل مرحوم کی تصویر ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی۔ اسلامی علوم ومعارف سے شروع سے سعود کو دلچسپی رہی۔ بعدازاں آپ امریکہ چلے گئے اور کیلیفورنیا کی یونیورسٹی سے عالمی سیاست اور عالمی اقتصادیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ 1945ء میں تعلیم مکمل کر کے وطن لوٹے۔ واپسی کے بعد پانچ سال تک سعود پٹرول کی وزارت کے وکیل رہے اور 1970ء میں آپ اپنے وزیر کے نائب مقرر ہوئے۔ 1975ء میں سعود وزیر خارجہ مقرر ہوئے۔ پاکستان میں اسلامی وزرائے خارجہ کی موتمر کے قیام میں سعود کا کردار مثالی رہا۔

خالد بن فیصل (گورنر عسیر)

خالد فیصل کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ ابتدائی تعلیم کے بعد امریکہ کی برنستون یونیورسٹی گئے اور آخری تعلیم کے لئے لندن کی آکسفورڈ یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ موصوف نے کئی موضوعات پر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ مغربی ممالک

میں ایک عرصہ گزارنے کے باوجود آپ کا اسلامی ذہن نمایاں ہے۔ نظم والفرام میں آپ کو خاص مہارت حاصل ہے۔ اس وقت آپ علاقہ عسیر کے گورنر ہیں۔

محمد بن فیصل:

محمد کو اللہ نے متعدد کمالات سے نوازا ہے۔ موصوف علم و ہنر میں بہت بلند مقام پر فائز ہیں۔ برنستون یونیورسٹی سے اقتصادیات کی ڈگری حاصل کر کے محمد کیلیفورنیا یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ یہاں آپ نے زراعت میں پی ایچ ڈی کا امتحان پاس کیا۔ واپسی کے بعد کئی سال تک موصوف موستہ السعودی میں کام کرتے رہے۔ آج کل وزارت زراعت کے وکیل اور سعودی مملکت میں پانیوں کے امور کے نگران ہیں۔

سعد بن فیصل:

سعد پہلے پہل الہان سکول (برنستن) امریکہ میں داخل ہوئے بعد ازاں 1966ء میں کیمبرج یونیورسٹی انگلینڈ سے آخری تعلیم حاصل کی۔ وطن واپسی کے بعد آپ ایک عرصہ تک وزارت پٹرول کے وکیل رہے۔

عبدالرحمٰن ابن الفیصل:

نائب سربراہ نیشنل گارڈ سعودی عرب عبدالرحمٰن الہان سکول امریکہ سے فراغت کے بعد فوجی ٹریننگ کالج برطانیہ میں داخل ہوئے۔ 1963ء میں فراغت کے بعد وطن واپس آئے تو آپ کو سعودی فوجی نیشنل گارڈ کے ایک دستے کی قیادت سونپی گئی۔ آپ نے اپنی بے پناہ صلاحیت سے فوجی نظم و ضبط اور عسکری امور میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی۔

بندر بن فیصل:

ابتدائی تعلیم برنستن کے الہان سکول سے حاصل کرنے کے بعد اور کیلیفورنیا یونیورسٹی میں داخل ہوئے آخری تعلیم کے لئے آپ برطانیہ کی کرمویل یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ سعودی فضائیہ کے سربراہ ہیں۔

ترکی بن فیصل:

فیصل کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ترکی نے ابتدائی تعلیم پرنستون امریکہ کے الہان سکول میں پائی' بعدازاں موصوف لورانس آئیڈیمی جرمنی گئے۔ اس کے بعد نیویارک اور واشنگٹن کی اعلیٰ یونیورسٹیوں سے متعدد ڈگریاں حاصل کیں۔

اس وقت ترکی بن فیصل سعودی عرب کے شعبہ استخبارات میں سی آئی ڈی کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ موصوف کی کارکردگی انتہائی اعلیٰ اور قابل تعریف ہے۔

فیصل کے اوصاف وکمالات

سادگی:

فیصل گوناں گوں کمالات کے حامل تھے آپ کی وجاہت بلا رعب ہر وقت نمایاں رہتا موصوف کا امتیازی وصف عاجزی، بے تکلفی اور سادگی تھی، ان کی ذاتی زندگی درویشانہ تھی وہ مثالی پاکیزگی کی علامت تھے، عیش وعشرت کی زندگی سے انہیں سخت نفرت تھی کھربوں دولت کے مالک فیصل نے جب زمام اقتدار سنبھالی تو اپنے لئے اسی دفتر کو پسند کیا جسے وہ وزیر خارجہ کی حیثیت سے استعمال کرتے تھے یہ دفتر ایک چھوٹے سے کمرے پر مشتمل تھا۔ اسی طرح بادشاہ بننے کے بعد بھی اس سادہ سے مکان میں مقیم رہے جو اس عظیم ذمہ داری کے قبول کرنے سے پہلے ان کے تصرف میں تھا۔

انہوں نے کبھی اس محل کو استعمال نہ کیا جوان کے بھائی سعود نے چھ کروڑ ریال کی لاگت سے تعمیر کروایا تھا یہ قدیم وجدید فن کا نہایت حسین امتزاج تھا، محل کا بیشتر حصہ برق سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا جسے دیکھ کر چشم خیرہ ہو جائے۔ شاہ فیصل نے اس کو سرکاری مہمان خانہ بنادیا۔

ایک مرتبہ ان کی خواب گاہ سے ملحق غسل خانے میں بیش قیمت سامانِ آرائش لگایا گیا شاہ نے اسے یہ کہہ کر اٹھوا دیا کہ ہم سادہ لوگ ہیں ہمیں سادہ چیزیں چاہییں۔ آج کے عہد میں جمہوریت وملوکیت کا وہ کون سا علمبردار ہے جس نے بادشاہی کے نام پر اس قسم کی فقیری کر کے قرونِ اُولیٰ کے درویش اور سادہ مزاج خلفائے اسلام کی تاریخ زندہ کی یہاں شہنشاہیت کے ایک ایک قومی دن پر اربوں ڈالر خرچ کر کے نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی چمک دمک اور نئی نسل کے مزاج کو وارفتہ کر دینے والی زیبائش سے رعایا کی سادہ زندگی کا منہ چڑایا جاتا ہے۔

آہ کہ آنے والی اس صدی میں فیصل کی صورت کوئی درویش انسان اسلام کی افق

سیاست پر نمودار ہوا اور اپنے بے مثالی کردار اور اعلیٰ درجہ کی انسان دوستی کی نیو استوار کرے۔

شاہ فیصل نے غرور و تمکنت سے ہمیشہ پناہ مانگی جدید لباس سے نفرت کی وہ اسلامی صورت و سیرت کی عزت کی علامت خیال کرتے انہوں نے کسی بین الاقوامی اجتماع میں بھی انگریزی لباس زیب تن نہ کیا وہ اسلامی تہذیب کو اعلیٰ روایت سمجھتے تھے انہیں اپنے کسی کام میں احساس کمتری نہ تھا، وہ ایشیائی اقوام کی طرح انگریزی سامراج کی ذہنی غلامی یا اس کی پُھدھیا دینے والی کسی سائنسی تکنیک سے مطعامرعوب نہ ہوتے۔ الغرض شاہ کو عربی معاشرے کی سادگی از حد پسند تھی۔

رعایا پروری کا خاص امتیاز:

بادشاہی میں فرد واحد سیاہ وسفید کا مالک ہوتا ہے۔ محاسبے اور تنقید سے بالاتر۔ اس کی ذات اختیارات واقتدار کا سر چشمہ خیال کی جاتی ہے۔ اس کا ہر لفظ قانون کا درجہ رکھتا ہے۔ ریاست کے پورے نظام اور معاشرے کا انحصار بادشاہ کی صلاحیت اور سیرت و کردار پر ہوتا ہے۔ بادشاہ اگر نیک ہے تو رعیت کے لئے رحم وشفیق ہوگا۔ اور رفاہی کام انجام دے گا ورنہ عذاب خداوندی بن کر ان کا جینا بھی اجیرن کردے گا۔ سعودی عرب میں مطلق العنان بادشاہت ہونے کے باوجود شاہ فیصل نے بادشاہت کا قدیم تصور اور مزاج بدل دیا۔ انہوں نے فرمانروا ہوتے ہوئے بھی خود کو عوام کا خادم سمجھا، وہ جب بھی عوام سے خطاب کرتے تو آپ کی حکومت کا لفظ استعمال کرتے حالانکہ بادشاہت میری حکومت اور مابدولت کے لہجے میں بات کرتی ہے۔

اکتوبر ۶۷ء کا ذکر ہے شاہ جدہ میں مقیم تھے۔ کسی تقریب کے سلسلے میں آپ کو کہیں جانا تھا کاروں کے قافلے میں آپ کی کار بھی شامل تھی۔ لیکن سڑک پر ٹریفک حسب معمول رواں دواں تھا۔ کوئی خاص انتظامات نہ کئے گئے اچانک سڑک پر کھڑے ہوئے ایک شخص نے ایک پرانے ماڈل کی کار کو اشارہ کیا۔ کار فوراً رک گئی۔ کار میں ڈرائیور والی سیٹ پر شاہ تشریف فرما تھا وہ شخص آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جس میں معاشرتی بہبود کے محکمے کے سُرخ فیتے کا ذکر تھا کہ کس طرح وہ محکمہ اس کی بیوہ بہن اور اس کے چار

بچوں کو وظیفہ دینے میں لیت و لعل سے کام لے رہا ہے۔شاہ نے درخواست کا بغور مطالعہ کیا اور موقع پر ہی اس شخص کی بیوہ بہن کیلئے پانچ سو ریال ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔

یہ درویش صفت بادشاہ زندگی بھر صرف ایک کار اپنے تصرف میں لایا جب کہ ان کی فہم و فراست کے باعث ایک عرب بدو بھی اتنا مالدار ہو چکا تھا کہ وہ ہر سال اپنی رولز رائس اور کیڈلک تبدیل کرتا ہے۔خود شاہ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ وہ ہمیشہ ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر فروکش ہوتے۔

رحم دلی:

شاہ تمام اختیارات کے مالک ہونے کے باوجود جابر سلطان نہ تھے بلکہ رحم دلی اور نیکی کی جیتی جاگتی تصویر تھے حکومت کرنے کے لئے جس بے لاگ سوجھ بوجھ اور محاسبہ نفس کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کما حقہ بہرہ ور تھے۔شاہ حلیم الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ بہت کم گو تھے وہ بڑی بڑی کانفرنسوں میں جاتے ،لیکن ان میں کم سے کم بولتے بقول الطاف حسن قریشی ان کے لہجے میں عزیمت کا ٹھہراؤ، اخوت کا رچاؤ اور فصاحت کا بہاؤ تھا، شیر و شکر تھے۔انہوں نے جو کچھ کیا اس کا اگر بغور مطالعہ اور تجزیہ کیا جائے تو اس سے دو اہم پہلو منظر عام پر آتے ہیں۔

اوّلاً: ملکی ترقی ،استحکام اور عوام کی فلاح و بہبود۔

ثانیاً: عالم اسلام کا اتحاد اور اس کی سرفرازی

شاہ فیصل یہ پسند فرماتے تھے کہ انہیں جلالۃ الملک کی بجائے فیصل یا برادر کہا جائے وہ کہا کرتے تھے جلالۃ الملک صرف خدا کے لئے مخصوص ہے۔وہ اپنے آپ کو معصوم عن الخطاء نہ سمجھتے ایک مرتبہ رائل ہائی نس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”میں اپنی خامیوں سے پوری طرح سے آگاہ ہوں اور اس شخص کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جو میری غلطیوں کی نشان دہی کرتا ہے۔میں اس شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں جو اشاروں کنایوں کی بجائے برملا میرا قصور یا فروگزاشت مجھے بتلائے۔

میں حلفیہ کہتا ہوں وہ لمحہ میرے لئے بڑا بابرکت ہوتا ہے جب کوئی شخص میرے

پاس آ کر کہتا ہے آپ غلطی پر یا قصور وار ہیں میں تحت الشعور میں اپنی خامیوں سے آگاہ ہوں، لیکن پھر بھی آپ کی زبان سے ایک لفظ ایسا نہیں نکلتا جس میں میری غلطی کی نشاندہی کی گئی ہو میں پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ یہاں آپ کے خیالات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کتنے مشابہ ہیں جنہوں نے خلیفہ بننے کے فوراً بعد حاضرین کو مخاطب فرمایا تھا۔

> لوگو! مجھے تمہارا حاکم مقرر کیا گیا ہے، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اس لئے تم سے کہتا ہوں کہ اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں برائی کی طرف جھک جاؤں تو مجھ سے باز پرس میں تامل نہ کرو۔

دیگر زبانوں پر عبور:

شاہ بڑی روانی سے انگریزی، فرانسیسی اور ترکی زبانیں بولتے تھے لیکن سرکاری معاملات میں ہمیشہ عربی کو ترجیح دیتے۔ غیر ملکیوں سے گفتگو ترجمان کی وساطت سے کرتے انہیں اپنی ذات کا پروپیگنڈا سخت ناپسند تھا کہتے ہیں فیصل بادشاہ بنے، تو ایک ہمسایہ ملک دے شعراء بوریا بستر باندھ کر ریاض پہنچ گئے بڑی مشکل سے باریابی ہوئی پہلے شاعر نے دربار میں قصیدہ سنایا اور شاہ کی مدح میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ قصیدہ ختم کر چکا، تو اس نے دیکھا اہل دربار کی نظریں شاہ پر لگی ہوئی ہیں، شاہ شاعر کا دل توڑنا نہیں چاہتے تھے، لیکن ان کے چہرے پر کرختگی کے آثار نمایاں تھے۔ شاہ نے شعراء کو عشائیہ پر مدعو کیا اور ضیافت کے بعد خاندانی شاعر کو طلب کیا جس نے ان کے حکم پر قصیدہ گو مہمان شاعر کی شان میں ایک قصیدہ پڑھ دیا۔ پھر شاہ نے ایک مختصر لیکن جامع تقریر میں شاعری کے بجائے محنت اور رجوع الی القرآن کی دعوت دی اور یہ آیت پڑھی "اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ۔ (بے شک یہ (قرآن) ایک بزرگ پیغمبر ﷺ کا لایا ہوا کلام ہے کسی شاعر کا کلام نہیں۔ تم بہت کم ایمان لاتے ہو)

دوسرے دن شاہ نے شعراء کو آمد و رفت کا کرایہ دے کر رخصت کر دیا یہ خبر عام

ہوئی، تو شعراء کے بندھے ہوئے بستر کھل گئے۔

خوش اخلاقی اور وسعتِ ظرفی:

آپ بہت وسیع الظرف تھے اور خوب غور و فکر اور تدبر کے بعد بات کرتے تھے مگر کبھی غصہ اور غضب اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے بلکہ یہاں تک مشہور تھا کہ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ غصہ کیسے آجاتا تھا۔ ان کے ساتھ رہنے والوں نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہ دیکھا بہت سے واقعات ایسے رونما ہوتے تھے کہ جن سے ہر آدمی بھڑک اٹھتا ہے مگر آپ کی طبیعات میں کبھی ہیجان پیدا نہیں ہوا۔ ہمیشہ خوش رہتے، ان اوصاف حمیدہ نے آپ کو کینے اور انتقام وغیرہ کی آلائشوں سے پاک کر دیا تھا۔ آپ اپنے بڑے سے بڑے دشمن کے معاملے میں بھی نرمی سے کام لیتے۔

ان کے لئے سب سے بڑے دکھ اور رنج کی بات یہ ہوتی کہ دنیا کے کسی حصے میں مسلمانوں پر کوئی آفت ٹوٹ پڑے یا کہیں ظلم و تعدی کی خبر انہیں پہنچے۔ اسلام کے معاملے میں بے حد حساس تھے دینی شعائر کی نسبت وہ کسی رو رعایت کے قائل نہ تھے۔

کم گوئی اور فیاضی:

شاہ فیصل طبعاً کم گو تھے وہ بڑی بڑی بین الاقوامی مجالس میں شریک ہوتے لیکن ان مجالس میں شرکاء سے کم سے کم بولتے۔ ان کا مشہور مقالہ تھا۔ قدرت نے انسان کو دو کان اور ایک زبان دی ہے۔

جس کا منشا یہ ہے کہ بولنا کم اور سننا زیادہ چاہیے۔ اور اس حدیث کا منشا بھی یہی ہے۔ من سکت نجاء جو خاموش رہا اس نے خلاصی پائی۔ ان کی گفتگو (خیر الکلام ما قال ودل (بہتر کلام وہ ہے جو مختصر اور جامع ہے) کی آئینہ دار ہوتی، مومنانہ فراست ہمیشہ ان کے چہرے سے جھلکتی رہتی تھی، سخاوت میں وہ حاتم طائی تھے۔ فیاضی ان کی طبیعت ثانیہ تھی۔

شاہ فیصل کا عہد ان مغربیت اشخاص کے لئے ایک نمونہ ہے جن کی فکری سانچے مغرب میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ اور وہ شاطران مغرب کے اس پروپیگنڈے سے مسحور کہ اس

دور میں مذہب کے ساتھ منسلک رہنے سے ترقی ممکن نہیں۔ مگر فیصل نے مذہبی اقدار کا نہ صرف یہ کہ تحفظ کیا بلکہ اس کا علمبردار بن کر عقائد سے لے کر اعمال و احکام تک میں ہر موقع پر مذہب و سیاست کی طاقت کے ذریعے کامیاب حکمرانی کی بنیاد رکھی۔

وہ جب بولتے تو ان کے الفاظ میں زبردست ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ وہ دھیمی آواز سے متوازن گفتگو کرتے تھے جذبات سے مغلوب تو ہر بشر ہو جاتا ہے مگر وہ جذبات پر تدبیر سے غلبہ حاصل کرتے تھے اور یہی بہادر انسان کی علامت ہے۔

خلافت راشدہ کے خاتمہ کے بعد دنیائے اسلام میں چند ہی شخصیتیں ایسی گزری ہیں جو حکومت میں ہوں اور جن کو مسلمانوں نے اپنا ہیرو سمجھا ہو اور اس کی آواز پر بھی لبیک کہی ہو۔ ایسی شخصیتوں میں فیصل آخری شخصیت ہیں۔ فیصل کی سو خوبیوں میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ صادق القول اور سچے مومن تھے اور مسلمانوں کے لئے وہ کچھ طلب کرتے تھے جو خدا اور اس کے رسول نے طلب کی ہے۔ شاہ فیصل اس حدیث شریف کی سچی تصویر تھے۔

ترجمہ:

> تمہارے بہترین سردار وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں اور جن کو تم دعا دو اور وہ تمہیں دعا دیں اور تمہارے بدترین سردار وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں اور جن پر تم لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔

مہمان نوازی:

ان کے دستر خوان پر سینکڑوں افراد کھانا کھاتے آپ ہر آنے والے کا استقبال کرتے بسا اوقات دور سے مہمان کو دیکھ کر شاہ فیصل اٹھ کھڑے ہوتے۔ رواج کے مطابق ماتھے کو بوسہ دیتے خیریت دریافت کرتے اور آمد کا سبب پوچھتے۔ ان کے یہاں ہر قدم پر مسرت و انبساط کا سماں رہتا کسی مہمان کے ساتھ تو تلخ کلامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اپنوں سے کبھی نہ لڑے۔ ہر آنے والے کو قہوہ اور اس کے ساتھ ہی کھانا پیش کرتے۔ کئی مرتبہ آنے والوں میں مختلف ھدایا تقسیم کرتے، علماء کی خدمت بارہا کرتے رہتے۔

فیصل بن تُرکی

۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء.................۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء

مصر میں ابراہیم پاشا کی قید میں ۱۸ سال تک مقید رہنے کے بعد جب فیصل اپنے والد کے پاس پہنچا تو اس وقت وہ تدبر و فراست اور دور اندیشی میں یکتائے روزگار تھا، وہ فیاضی رعایا پروری، اعلیٰ اخلاق اور علم و فضل کا مہر مُنیر تھا، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ نے مُلاحظہ کیا کہ اس نے مصر سے واپس آکر اپنے والد کی بیشتر مہموں میں کامیاب کارگزاری کا مظاہرہ کیا، یہ سب کچھ موصوف کے بے مثل استقلال اور اس کی درخشندہ تاریخ کا روشن باب تھا۔

والد کی وفات کے بعد فیصل نے نجد، احساء اور قطیف میں مختصر سی حکومت قائم کی، جونہی مصر حکمران محمد علی نے آلِ سعود کے دوبارہ اثر و نفوذ کا اندازہ کیا اس نے خورشید پاشا کو مقابلہ کے لیے روانہ کیا ایک کمزور اور محدود حکومت جس کے پاس ملکی انتظام و انصرام کے لیے قابلِ قدر صلاحیت نہ تھی اس اچانک چڑھائی سے لرزہ براندام ہوگئی ۱۲۵۸ھ ماہِ رمضان میں خرج کے قریب دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوگئی، فیصل کی سپاہ رمضان کی سخت گرمی اور وسائل کی شدید قلت کے باعث نڈھال ہوگئی، ۲۳ رمضان کو فیصل بن ترکی نے خود کو مصری افواج کے سپُرد کر دیا۔ خورشید نے والئی نجد، اس کے دو بیٹوں محمد اور عبداللہ کے ہمراہ گرفتار کر کے مصر بھیج دیا اور دوبارہ نجد کی ریاست آلِ سعود کے تسلط سے آزاد ہوگئی۔

فیصل کی ہزیمت کے بعد اس کے خاندان کے افراد خالد بن مسعود عبداللہ بن شنیان ایک مدت تک بیشتر معرکوں اور شبخونوں کے باعث مصری حکومت کے لیے دردِ سر بنے رہے، بالآخر سلطنت نجد و حجاز مصری حکومت کے زیرنگین آگئی، صقر الجزیرہ کے مُطابق اسی اثناء میں فیصل مصری قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا، سعودی مؤرخین کا بیان

ہے کہ مصر سے فرار ہونے میں عباس پاشا کی شخصیت نے مدد بہم پہنچائی[1] جونہی فیصل نجد پہنچا اس کا بکھرا ہوا گروہ دفعتہً ایک لیٹ فارم جمع ہونا شروع ہو گیا اطراف و اکناف میں چھپنے والی تمام افواج آئے دن اپنے ہتھیاروں سمیت نجد کے اس بے تاج بادشاہ کے ظلِ سیادت میں جگہ پانے لگیں۔

سعودی تاریخ نگاروں کا کہنا ہے کہ فیصل نے منتشر افواج کو مجتمع کر کے عظمتِ رفتہ کے حصول کے لیے ایسی برق رفتاری کا مظاہرہ کیا کہ پہلے ہی شبخون میں ریاض اور پھر قطیف، احساء عارض، قصیم، جبیل، وادی دواسر، عیسر اور حجاز کے کئی علاقوں پر آلِ سعود کی شوکت کا پرچم لہرانے لگا، فیصل نے سلطنت بحرین، عمان اور مسقط کے اُمراء کو ان کے تحفظ اور ان کی حکومتوں کے استحکام کا یقین دلا کر اپنے ساتھ ملا لیا[2]۔ صقر الجزیرہ کے مُطابق ۱۸۴۲ء ۱۲۵۸ھ سے لیکر ۱۸۶۵ء/۱۲۸۲ھ تک مذکورہ بالا ریاستوں کا خود مختار حکمران رہا، فیصل نے اپنے دورِ حکومت میں ملکی ترقی اور قبائل کی اصلاحات کیں، دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے مُطابق فیصل بن تُرکی ۲ دسمبر ۱۸۶۵ء ۱۳ رجب ۱۲۸۲ء کو دُنیا سے رُخصت ہُوا۔

فیصل کی وفات کے بعد

فیصل کے بعد آلِ سعود کے اقتدار کی روشنی مانند پڑ گئی ایک عالی نظر حُکمران کے چلے جانے کے بعد سعودیوں کا تانا بانا بکھر گیا، فیصل کے بعد اس کا بڑا لڑکا سعود جو ولی عہد تھا اپنے بھائیوں اور خاندان کے تنازعہ کے باعث صرف خرج کا حکمران قرار پایا اس طرح محمد بن فیصل شمالی عرب، عبداللہ اور عبدالرحمٰن ریاض کے حاکم مقرر ہوئے بہت تھوڑے عرصے بعد تقسیم شدہ نجد کی یہ حکومت مخالفوں اور حریفوں کی غوغا آرائی کی نذر ہو گئی قبائلِ بغاوت پر اُتر آئے، صقر کی روایت کے مطابق سعود نے اپنے بھائیوں کی ریاست ریاض پر ہلہ بول دیا ۱۸۷۱ء میں سلطنتِ ترکیہ نے چڑھائی کر کے رہا سہا تسلط بھی ختم کر دیا، عبداللہ نے حکومت سے دستبردار ہو ریاض میں عام سکونت اختیار کر لی، عبدالرحمٰن نے جلا وطن ہو کر کویت میں پناہ لیے لی۔

[1] صقر الجزیرہ ص ۲۰۱ [2] صقر الجزیرہ ص ۲۰۲

فیصل کی وجاہت

آئینہ، سراپا:

احمد الحسنی کا خوبصورت قلم یوں نقشہ باندھتا ہے۔

بالکل سیدھا اور نمایاں طور پر نکلتا ہوا قد، بدن اکہرا بلکہ قدرے دبلا پن نمایاں، سیاہ بڑی اور چمکدار آنکھیں بھنویں خاصی گھنی، پیشانی چوڑی، ناک کی نوک نوکیلی، آگے جھکی ہوئی، ناک کا بانسہ اٹھا ہوا۔ ہونٹ پتلے اور دہانہ چھوٹا، رنگ بہت صاف، چہرے پر تبسم کھیلتا ہوا، آواز قدرے بھاری، اس قد وقامت پر کندھوں سے پاؤں تک پڑا ہوا حباب کی طرح ہلکا پھلکا اور جالی نما بنائی کا لمبا، سعودی اصطلاح میں مشلحہ جس کا رنگ رات دن کے اعتبار سے سیاہ اور ہلکا کریم یا سفید، جاڑوں میں دبیز اونی، کندھوں سے پسلیوں کے نیچے تک دونوں کھلے گریبانوں پر زرکشی کی چوڑی پٹی اور پٹی سے لٹکتی ہوئی سنہرے ڈوروں میں سنہری موٹی گھنڈیاں، سر پر ہمیشہ لمبا رومال، سعودی اصطلاح میں غترہ (اہل نجد ہمیشہ سرخ چیک رومال استعمال کرتے ہیں) جس کے دو کونے آگے سینے پر پڑے ہوئے غترہ پر سنہرا اور سیاہ رنگ کا عقال جو عام سعودی افراد کے عقال سے مختلف ہوتا عموماً لمبی نوکیلی ٹو والا تسموں کے بغیر جوتا۔ جس کے اندر موکاسن کی طرح آسانی سے اتارنے پہننے کے لیے الاسٹک لگے

چال ڈھال میں متانت کی تصویر، نہ عجلت کا انداز اور نہ سستی کا۔ نہ تیز قدمی نہ سست روی۔

سعودی اور عام عرب روایات کے مطابق ہر آنے والے سے کرسی سے پوری طرح اٹھ کر مصافحہ کرتے اور ہر رخصت چاہنے والے کو اسی انداز سے رخصت کرتے۔

دوران گفتگو متانت و سنجیدگی کی تصویر، ہر لفظ کی ادائیگی پوری، گفتگو کی رفتار نہ بہت سست نہ بہت تیز۔

گفتگو اور تقریروں کے دوران اسلوب گفتار کے اتار چڑھاؤ کو بار بار بدلنے کے قائل نہ تھے۔ اس لیے ان کی گفتگو میں ایک ریگستانی ندی کے بہاؤ کا ٹھہراؤ اور تسلسل تھا جس کی سطح کے نیچے اونچی نیچی چٹانوں کی غیر موجودگی سے نہ کبھی تند و تیز لہریں اٹھیں، نہ کسی اچانک گہرائی سے پانی کی روانی میں بے وجہ ٹھہراؤ پیدا ہوتا۔

دوران گفتگو التضامن الاسلامی وحدت عالم اسلام، اخوت اسلامیہ اور دینی تعلیمات کا ذکر بار بار اور بڑے درد سے ہوتا اور کوئی ملاقات یا خطاب اس ذکر سے خالی نہ ہوتا۔

گفتگو اور تقریر کی زبان ہمیشہ فصیح اور معیاری عربی، جس میں کہیں کہیں بے تکلفی ہیں عام ملاقاتوں کے دوران مقامی بولی کے ایک دو لفظ مزہ دے جاتے۔

خطابت عام کے دوران کبھی مسودہ یا مختصر تحریروں سے مدد نہیں لی۔ ہمیشہ برجستہ تقریر البتہ لمبی تقریروں کے عادی نہ تھے۔ بات وضاحت سے کرتے، لیکن بے سبب خطابت کا سا انداز پیدا کر کے ہم قافیہ جملوں اور فقروں کو بھرمار سے یکسر گریزاں رہتے۔

CamScanner

فیصل کے نجی امور

فیصل کی نجی زندگی بھی آئینہ کی مانند شفاف ہے۔ موصوف بچپن ہی سے پورے خاندان میں ہر دلعزیز تھے۔ آپ بچپن ہی سے امور سلطنت میں دخیل ہو گئے تھے مرحوم کی گھریلو زندگی کے شام وسحر بے حد سادہ تھے۔ آپ کے تمام اطوار اسلامی اقدار اور عرب قبائل کے رسم ورواج کے مطابق تھے۔

آپ کی شادی شاہ عبدالعزیز کی پسند پر ایک معزز عرب خاندان اور احمد ثنیان کی لڑکی عفت سے ہوئی موصوف عبداللہ ثنیاں کے پوتے تھے جو سعود کبیر (موسس المملکۃ السعودیہ العربیہ) کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی خوش دامن ترک خاندان سے تھیں اور آپ کی ملکہ عفت کی تربیت بھی استنبول (ترکی) میں ہوئی تھی۔ ملکہ عفت کے والد کے انتقال کے بعد ان کی والدہ واپس عرب آ گئیں۔

ملکہ سے اللہ تعالیٰ نے شاہ فیصل کو پانچ بیٹے محمد، مسعود، عبدالرحمٰن، بندر، ترکی عطا کیے۔ آپ کے بیٹے عبداللہ، خالد اور سعد دوسری بیوی سے ہیں، ان کے علاوہ آپ کی آٹھ صاحبزادیاں بھی ہیں۔[1]

بہر حال آپ کا خاندان عرب شیوخ کے مقابلے میں مختصر تھا۔

شاہ فیصل کی زوجہ عفت انتہائی مدبر اور پاکباز خاتون تھیں ان کی اعلیٰ صلاحیتوں نے فیصل کی زندگی پر نہایت اعلیٰ اثر ڈالا۔ آپ کی اولاد کی جدید تعلیم اور دوسرے شہزادوں کی نسبت زیادہ قابلیت میں ملکہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ شاہ ملکہ عفت کو بہت چاہتے تھے آپ ان کی عزت بھی کرتے، شاہ اپنے بیٹے اور بیٹیوں پر بہت مہربان تھے اور ان سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔

آپ کے صاحبزادے اکثر آپ سے بے تکلفی سے بات کیا کرتے تھے وہ اکثر

---

[1] فیصل اور امانت تاریخ (عربی) حامد مطاوع ص 29

ملکی اور غیر ملکی مسائل پر فیصل سے بحث و مباحثہ میں حصہ لیا کرتے تھے شاہ نوجوانوں کی رائے کی بھی قدر کرتے تھے اور ہر اچھے مشورے کو قبول کیا کرتے تھے، بعض اوقات بحث طول پکڑ جاتی یا پیچیدہ ہو جاتی تو ملکہ مداخلت کر کے مسئلے کو حل کیا کرتی تھی۔

عموماً رات کو سونے سے قبل تمام لڑکے لڑکیاں شاہ کے گرد جمع ہو جاتے اور گھریلو اور دوسرے معاملات پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ بعض اوقات خاندان کے دوسرے افراد بھی اس مجلس میں شریک ہوتے، شاہ فیصل اکثر ایسی مجالس کے لیے وقت نکالا کرتے تھے وہ عموماً دوپہر کا کھانا سب کے ساتھ کھاتے اور خاص مسائل پر گفتگو کرتے، بعد نماز مغرب بھی نجی معاملات کے لیے تھوڑا سا وقت یاد کرتے تھے۔

شاہ فیصل اپنی بڑی بہن سے بے حد محبت کرتے تھے ان کی خدمت میں تقریباً روزانہ حاضر ہوتے اپنے چچاؤں کو بھی محبت سے نوازتے، بزرگوں کی نیازمندی کے خلوص دل سے قائل تھے۔

آپ نوجوانوں کے مسائل پر خصوصی توجہ دیتے تھے وہ ان کو اپنے بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے انہوں نے بارہا مجالس میں گفتگو کے دوران نوجوانوں کے معاملات میں نہایت محبت اور شفقت کا اظہار کیا اور ان کی تعلیم و تربیت اور صحت کا معقول انتظام کیا۔

کھانا:

آپ کا کھانا سادہ اور بے تکلف ہوتا، آپ مرغن غذاؤں سے پرہیز کرتے کھانا کھاتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے کہ بقدر ضرورت کھانا کھایا جائے۔ اتنی مقدار کہ جو تن و جان کی بقاء کے لیے کافی ہو۔ کھانے میں ابلے ہوئے چاول اور ایک آدھ قسم کا گوشت دسترخوان پر ہوتا تھا، آپ کئی سال سے معدے میں زخم (گیسٹرگ، السر) کے مریض تھے لیکن مرض کے باوجود آپ کی مصروفیات میں کوئی خلل واقع نہ ہوتا تھا۔ اور تمام امور کو آپ حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دیتے تھے۔

دن میں کئی مرتبہ چھوٹے سے مجلس میں قہوہ ضرور نوش فرماتے۔

لباس:

بادشاہ وقت کا لباس سادہ اور عرب کا روایتی لباس ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ لمبا سوتی مشلحہ پہنتے جو عرب عام طور پر زیب تن کرتے ہیں۔

اور آج کل شاید ہی کوئی اتنا کم قیمتی لباس پہنتا ہو جیسا کہ آپ پہنتے تھے آپ کی مجلس میں ایک شخص اپنی ذات کی امداد کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے اسے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اگر میرا لباس تمہارے لباس سے قیمتی ہو تو میں ہر طرح تمہاری امداد کے لیے تیار ہوں ورنہ تم مجھ سے زیادہ حیثیت رکھتے ہو۔

اسفار:

آپ اندرون اور بیرون ملک ضرورت اور موقع کے مطابق سفر کیا کرتے تھے۔ حسب حالات ہوائی جہاز، کار اور بحری جہازوں سے سفر کرتے تھے اندرون ملک سفر کے دوران عوام سے ملاقاتیں بھی کرتے ان کی جائز شکایات کا فوری ازالہ کراتے، کوئی شخص، کسی جگہ اور کہیں بھی انہیں روک سکتا تھا۔ اور مخاطب کر کے کہتا "یا فیصل اَنا مظلوم" فیصل یہ صدا سنتے اور فوراً رک جاتے اور مظلوم کی دادرسی کرنے کے بعد قافلہ آگے بڑھاتے۔

ساتھ ہی ساتھ ملک میں تعمیر و ترقی کی رفتار کا جائزہ بھی بہ چشم خود کر لیتے تھے۔ اور اس سلسلے میں کسی کوتاہی یا سست روی یا کمزوری کا سراغ ملتا تو رفع کر لیتے تھے۔

عبادات:

شاہ فیصل کا معمول تھا کہ اوقات نماز میں مسجد جاتے، مسجد محل اور دفتر میں بھی تھی اور عموماً نماز کے وقت جہاں بھی نماز کا وقت ہو نماز ادا کرتے۔ ریاض میں جمعہ کی نماز شہر کی کسی بھی مسجد میں ادا کرتے۔ مسجد کا انتخاب موقع پر ہی کرتے تھے اور کبھی کسی محلہ اور کبھی کسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرتے، کوئی خاص مسجد مقرر نہ تھی۔

آپ ہمیشہ اللہ کے لیے دوسرے بندوں کے ساتھ مل کر ہی نماز جمعہ ادا کیا کرتے کوئی خاص اہتمام اور انتظام نہ ہوتا تھا۔

CamScanner

الغرض فیصل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور مسعود میں اسلام کے عہد عتیق اور خلفائے کبار کے دور کی تازگی کو برقرار رکھا۔

22 فروری 74ء کی اسلامی سربراہی کانفرنس بادشاہی مسجد میں جمعہ کے موقع پر دعا کے دوران جب شاہ کی آنکھیں ڈبڈبائیں تو پاکستان کے قلوب قرون اولیٰ کی تاریخ کو پلٹنے لگے، ٹیلی ویژن پر کروڑوں افراد نے مرحوم کو دربار الٰہی میں روتے ہوئے دیکھا، اس موقع سے سعودی فرمانروا کی للہیت، خدا ترسی اور اعلیٰ عزیمت آشکار ہو جاتی ہے فیصل کا تعلق مع اللہ یقیناً اس عہد کے مسلم حکمرانوں کے لیے درس پند و موعظت ہے۔

عرب قبائل سے تعلق:

فیصل اپنی فوجی مہارت اور بہادری میں بے مثل تھے۔ آپ بدوی شاعری کے دلدادہ تھے وہ عرب قبائل سے گہرے تعلقات وابستہ رکھے ہوئے تھے ان کے تمام رسم ورواج سے آشنا تھے بدوؤں کی جماعتوں کی جماعتیں مختلف مسائل کے حل لیے آپ کے پاس حاضر ہوتیں آپ ان کے مسائل کی طرف خاص توجہ دیتے۔

فیصل کے لیل ونہار

فیصل رات کے آخری حصے میں بیدار ہو جاتے، تہجد کی نماز ہمیشہ پڑھتے اس کے بعد تلاوت قرآن سے جسم و جان کو فرحت بخشتے، صبح کی اذان بلند ہوتی تو محل کی مسجد میں جاتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے فراغت کے بعد اپنے دفتر میں آجاتے اور ملکی معاملات پر غور وخوض کرتے۔

بعض اوقات حکومت کے خاص کارندے اور آپ سے ملنے والے صبح کی نماز کے بعد فوراً آجاتے اور ان سے گفتگو میں مصروف ہو جاتے، اشراق تک یہی حالت رہتی، اس کے بعد مجلس برخاست ہو جاتی اور آپ قصر الحکم میں چلے جاتے جہاں آپ کا دفتر ہے وہ زائرین اور غرض مندوں سے بھرا ہوتا تھا۔ جس میں ملکی اور غیر ملکی سب مہمان جمع ہو جاتے تھے پھر آپ ہر ایک سے ملتے تھے اور ان کے معاملات اور سوالات کو غور سے سنتے اور احسن طریقے سے جواب دیتے، کئی کاموں کے لیے اسی وقت آرڈر جاری کرتے ہر کسی کے مطالبات پورے کرنے کی پوری کوشش کرتے ظہر کی اذان تک یہی حالت رہتی اس کے بعد جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے اور محل میں واپس آجاتے، محل میں مہمان اور ملاقات کرنے والے جتنے بھی لوگ آئے ہوئے ہوتے ان کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے، اس کے بعد الگ بیٹھ جاتے اور ملکی معاملات پر غور کرتے۔

مغرب کی اذان تک یہی مشغلہ رہتا۔ مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے پھر محل کے باہر کی جانب ایک بڑے ہال میں بیٹھ جاتے اور مہمانوں کے استقبال کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

عام طور پر ملنے والوں کی تعداد تین سے پانچ سو تک ہو جاتی تھی جس میں نجد، میسر، تہامہ، الحجاز اور الخلیج العربی کے لوگوں کے علاوہ بیرون ملکوں کے لوگ بھی ہوتے تھے۔ جن میں مسلمان اور غیر مسلم ہوتے تھے جو اپنی اپنی اغراض کے لیے ریاض آتے تھے۔

یہ بڑا کمرہ پچاس آدمیوں کے بیٹھنے کے لیے کافی ہوتا تھا اور لوگ صفوں میں بچھے ہوئے صوفوں پر بیٹھ جاتے اور سامنے درمیان میں شاہ فیصل بیٹھتے تھے جن کے سامنے ٹیلی فون رکھا ہوتا تھا ملنے والے افراد وفد کی صورت میں پچاس پچاس اندر داخل ہوتے تھے آپ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے وہ ایک ایک کر کے شاہ کو سلام کرتے، کوئی ہاتھ ملاتا تھا کوئی ہاتھ کو بوسہ دیتا تھا کوئی پیشانی اور کوئی کندھے کو بوسہ دیتا تھا۔ لوگ اپنے اپنے قبیلے اور ملک کی روایات کے مطابق سلام کرتے تھے پھر بیٹھ جاتے، شاہ قہوے کا حکم دیتے سب کو قہوہ پیش کیا جاتا اور جب جانے لگتے تو شاہ فیصل ان کے لیے پھر کھڑے ہو جاتے اس وقت بعض لوگ اپنی شکایات پیش کرتے شاہ ان کی شکایت کو سنتے اور کسی قسم کی ڈانٹ ڈپٹ کرتے نہ ہی کسی قسم کا ملال ظاہر کرتے پھر اس کے بعد دوسرا اور تیسرا اور آخر تک وفد ملنے والے بادشاہ کے پاس آتے رہتے پھر سب کو شاہ الوداع کرتے، اور یہ سلسلہ وعمل ہر شام جاری رہتا۔ سوائے ان خاص ایام کے جب کہ بعض خاص اجلاس ہوں یا آپ بیرون ملک دوروں پر ہوں علماء کے لیے مخصوص دن ہوتا تھا شاہ ان سے ملتے، مشورے کرتے ملکی حالات پر تبصرے ہوتے تھے۔ اور علماء کے مسائل کو سن کر ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

شاہ فیصل مرحوم کے دفتر میں آپ کے نام جتنے بھی خط پہنچتے تھے رئیس دیوان ان کا خلاصہ کر کے آپ کے سامنے پیش کرتا تھا۔ ہر رات کم از کم آپ پچاس خطوط کا جواب لکھنے کی کوشش کرتے کہ سب کی خواہش کے مطابق عمل ہو۔

بادشاہ کے دفتر میں پہنچا ہوا خط کبھی ردی کی ٹوکری میں نہیں جاتا تھا جیسا کہ آج کل بعض امراء و رؤسا کے یہاں عام رواج ہے اس دور میں تو بادشاہی نظام پر ناک بھوں چڑھانے والے بعض افراد کو خطوط لکھ کر چھ چھ ماہ تک جواب ندارد............ افسوس انسانی حقوق کے ان علمبرداروں کو اس بات کا علم نہیں کہ خط کا جواب دینا نہ صرف یہ کہ آپ کے پاس پہنچے ہوئے خط کا حق ہے بلکہ انسان دوستی اور بلند اخلاقی کا عظیم شاہکار ہے۔ جس کی مثال خطہ عرب کے ایک درویش اور فقیر منش بادشاہ کے دولت کدے سے مل سکتی ہے۔

یقیناً شاہ فیصل نے بادشاہی کے روپ میں ایسی جمہوریت کی بنیاد رکھی جس کا

تصور بڑے بڑے حقوق انسانی کے علمبرداروں کے یہاں عنقا ہے آپ کا دروازہ دن رات کے آنے جانے والوں کے لیے کھلا رہتا۔

بیروت کے سوانح نگار نے شاہ کے ایام شہود کا جائزہ لینے کے بعد اپنے تبصرے میں خوبصورت بات یہ لکھی ہے کہ یہ فیصل شہید تھے جن کی شخصیت خلفائے راشدین کی سیرت کو ہمارے ذہنوں کے قریب تر کر دیتی ہے۔[1]

بسا اوقات رات کا کافی حصہ گزر جاتا اور فیصل علماء سے مشاورت اور ملکی امور سے متعلق گفتگو میں مصروف ہوتے آپ 18-18 گھنٹے روزانہ کام کرنے کے عادی تھے۔ شاہ مرحوم نے جوانی سے لے کر یوم شہادت تک حکومتی امور کی بجا آوری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ کئی مرتبہ دن رات میں آرام کا تصور تک نہ ہوتا آپ امور مملکت اور عالم اسلام کے مختلف مسائل پر ایسے مگن ہو جاتے کہ دیکھنے والا ششدر رہ جاتا۔

انہوں نے اپنے جسم اور روح کو اسلام اور ملک کی ترقی کے لیے وقف کر رکھا تھا یقیناً فیصل کی ذات اس قابل ہے کہ اسے مشعل راہ بنایا جائے بالخصوص اس دور کے حکمرانوں کے لیے شاہ کا کردار نشان راہ انہوں نے اپنے ہم وطنوں کے لیے اسی بات پر زور دیا۔

کام۔ ہر قدم پر کام............اور کام ہی کام

اسی خاطر آپ فارغ البالی اور گداگری سے شدید نفرت کرتے تھے انہوں نے نئی نسل کے ذہنوں میں قومی خدمت اور اسلامی جذبہ کی ایسی چنگاری سلگائی ہے۔ جس کی بدولت آج کا سعودی عرب ترقی و خوش حالی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

میں تمام دنیا کے مسلمانوں سے کہوں گا کہ اسلامی شریعت اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ (فیصل مرحوم)

---

[1] الفیصل العظیم (عربی) ص ۱۱۹ امین سعید مطبوعہ بیروت

سلطان عبدالعزیز ابن سعود اور فیصل کی سیاسی

تربیت

جدید سعودی عرب کے بانی شاہ عبدالعزیز کی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے عہد میں اپنی تمام اولاد میں سب میں زیادہ فیصل کی طرف توجہ دی، انہوں نے ۱۹۲۵ء میں جب سعود کو نجد کا گورنر بنایا تو اسی وقت فیصل کو حجاز کی اہم اور باوقعت ریاست کا گورنر مقرر کیا۔

صقر الجزیرہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ ''عہد طفولیت میں فیصل اپنے والد کے حکم پر ننگے پاؤں پتھریلی چٹانوں پر دوڑتے رہتے، گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر مشق کرتے اور والد کی خاص ہدایت پر بھوک سے تھوڑا کم کھاتے''

اس مجاہدہ اور ریاضت نے فیصل کے اندر مرد کوہستانی اور بندہ صحرائی کے وہ تمام اوصاف اس طرح جمع کر دیے کہ فطرت کے مقاصد کی نگہبانی کے لیے وہ مردِ مجاہد عصر حاضر میں اسلام کا سب سے بڑا پاسبان اور محافظ بن گیا۔

سلطان ابن سعود نے عسیم کی طرف جب فیصل کو دس ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا تو آپ کی عمر ۱۶ برس تھی اس مہم میں آپ کے جنگی جوہر کھلے آپ نے بغاوت کچل دی اور اس علاقے کے مقام پر قبضہ کر لیا۔

اس کے نتیجے میں سلطان نے آپ کو عسیر کے علاقے کا کمانڈر انچیف بنا دیا آپ نے بے مثال جرأت اور خداداد حکمتِ عملی سے قبائل کے آتشی مزاج کو ٹھنڈا کیا یہ فیصل کی پہلی کامیابی تھی۔

ابن سعود کو اللہ تعالیٰ نے عقابی نگاہوں وودیعت کی تھیں انہوں نے ۱۹۲۳ء میں ہی بھانپ لیا تھا کہ شریف حسین کا آفتاب ڈوب رہا تھا برطانیہ نے بھی ابن سعود کے بڑھے

ہوئے اقتدار کے مقابلے میں شریف حسین کو نچوڑی ہوئی ہڈی سے زیادہ اہمیت نہ دی موقع پاتے ہی ابنِ سعود نے شریف حسین پر آخری ضرب لگانے کی ٹھانی اس مہم میں بھی سلطان نے فیصل کو منتخب کیا۔

۷ ستمبر کو طائف میں معمولی سی لڑائی ہوئی طائف فتح کرنے کے بعد اب سعودی فوجوں کا رُخ مکہ کی طرف تھا ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں لڑے بغیر مکہ پر سعودی پرچم لہرانے لگا۔ ابنِ سعود اور فیصل احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو گئے مسجد حرام میں شکرانے کے نفل پڑھے۔ ۱۰ ماہ کے محاصرے کے بعد ۱۹۲۵ء/ ۵ دسمبر کو مدینہ فتح ہوا۔ فیصل حجاز کے پہلے حکمران بنے۔

یمن سے سرحدی تنازعہ نے جب جنگی صورت اختیار کی تو ولی عہد سعود کی کمان میں جو فوج بھیجی گئی اس کے ایک کمانڈر فیصل بھی تھے اس جنگ میں انہوں نے اپنی فوجی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

فیصل کی اس مہم کے متعلق ایک انگریز مصنف ڈاکٹر جارج فیرالا نے فیصل کے ایک قریبی ساتھی سے گفتگو کی، اس نے بتایا۔

"گرمی کی شدت اور مسلسل مارچ کرتے رہنے سے ہمارا حال بہت ہی بُرا ہو چکا تھا جب بھی دن یا رات کے وقت کسی جگہ پڑاؤ ڈالا جاتا ہم میں سے ہر شخص آرام کرنے لیٹ جاتا اور جلد ہی خوابِ خرگوش بھی کھو جاتا سوائے ایک شخص کے اور وہ فیصل تھے وہ ادھر اُدھر گشت کرتے رہتے سپاہیوں، سامانِ حرب، گارڈز اور بیرونی چوکیوں کا معائنہ کرتے یا فوج کے آگے آگے سکاؤٹوں کے ساتھ چلتے معلوم نہیں ان میں اتنی قوت کیسے اور کہاں سے آئی تھی[1]

۱۹۲۶ء میں حج کے موقع پر ابن سعود نے موتمرِ عالم اسلامی کے انعقاد کا اہتمام کیا اس کانفرنس میں دُنیا کے مختلف حصوں کے مسلمانوں نے شرکت کی، مکہ کو مسلمانوں کا مرکز تسلیم کیا گیا، اس کانفرنس کے جملہ انتظامات کی نگرانی امیر فیصل کے سپرد تھی انہوں نے اپنا فرض اس طرح سرانجام دیا تو مندوبین عش عش کر اُٹھے۔

---

[1] فیصل پاسبانِ حرم ص ۴۰

فیصل کا کہنا تھا کہ میں نے اُمور جہاں بانی میں اپنے والد کی تقلید کی۔

وائسرائے اور وزیر خارجہ بننے کے بعد فیصل کی صلاحیتیں روز بروز جلا پکڑتی گئیں اور کم عمری کے باوجود آپ کو عالمی اطوار اور انتظامی میں دسترس حاصل ہو گئی۔

ڈاکٹر جارج فیرالا کا کہنا ہے۔

"فیصل نے اوائل عمر میں ہی اچھی خاصی ترقی کر لی تھی انہوں نے عرب دستور کے مطابق عمر کے اس حصے میں ذمہ داری قبول کر لی جب ہم غرب کے لوگ ابھی کھیل میں مصروف ہوتے ہیں۔

۱۹۳۱ء میں مملکت کے معاشی حالات دگرگوں ہو گئے آمدنی محدود تھی اُدھر حکومت کے اخراجات میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا فوج پر بھاری اخراجات اٹھتے۔ موٹر کاروں کی خریداری تیزی سے جاری تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سلطان سخی اور مہمان نواز تھے نتیجۃً خزانہ خالی ہو گیا۔ برطانیہ اور اٹلی نے قرضہ کی درخواستیں مسترد کر دیں۔ سلطان نے معاشی پریشانی کے باعث ۱۴ ماہ ریاض کا رُخ ہی نہ کیا۔ بالآخر انہوں نے معاشی صورت حال کو بہتر بنانے کی ساری ذمہ داری فیصل کو سونپی آپ ۲۹ جون ۱۹۳۱ء کو ریاض چلے گئے اور فیصل نے بکمال قابلیت اس ذمہ داری کو قبول کر کے پُورا کیا۔

فیصل ایک طرف خود اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے اور دوسری طرف انہیں قابل ترین افراد کی خدمات حاصل تھیں، ۱۹۳۱ء کے موسمِ گرما میں ابن سعود نے فیصل کو یورپ بھیجا ان کے دورے کے دو مقاصد تھے۔

۱۔ عرب کی چلچلاتی دھوپ اور مسلسل محنت شاقہ سے نوجوان فیصل کی صحت پر جو اثر پڑا تھا ان کے لیے تبدیلی آب و ہوا ضروری تھی۔

۲۔ وزیر خارجہ کو پیرس اور لندن میں مختلف النوع سیاسی مسائل پر گفتگو کرنا تھی۔ مزید برآں وہ اٹلی، فرانس، روس اور ترکی کی حکومتوں کے مشرقی مسائل کے متعلق تاثرات اور رجحانات کا اندازہ کرنا چاہتے تھے۔

سلطان ابن سعود کو اپنے قابل بیٹے پر فخر تھا۔ انہوں نے فیصل کے کندھوں پر بیک

وقت کئی ذمہ داریاں ڈالیں وہ مجاہدات وریاضت، تدبر وفراست، تعمن فطری اور دُور اندیشی کے ذریعے اپنے فرزند کو سعودی عرب کی نوزائیدہ مملکت کے لیے ترقی کا زینہ بنا رہے تھے۔

ابنِ سعود نے قریب قریب اپنے تمام سیاسی دوروں اور مہموں میں فیصل کو نمایاں اہمیت دی وہ اپنے ہونہار فرزند کے تدین وصلاح پر شاداں وفرحاں تھے۔ اقوام متحدہ کی اہم ترین بین الاقوامی کمیٹی میں سلطان نے کئی مرتبہ فیصل کو نمائندہ بنا کر بھیجا اسی طرح وہ دُور دراز دنیا کے گوشے میں سعودی نمائندہ کی حیثیت سے گئے اور سعودی اُمور خارجہ وداخلہ کی تمام ضروری کاروائی آخری ایام تک فیصل کی نگرانی میں رہی۔

فیصل......وزیر خارجہ

1927ء (1340ھ) میں ایک شاہی فرمان کے ذریعہ مملکت کی وزارت خارجہ کا قلمدان بھی فیصل کے سپرد ہوگیا۔ یہ ذمہ داری 1960ء میں آپ کے سپرد رہی۔ تو گویا سعودی مملکت کے تمام معاہدات اقتصادی ثقافتی مذاکرات ومعاملات میں سب سے زیادہ دخل مرحوم فیصل کا رہا، اس سے بڑا مدبر کون ہوگا جس نے بین الاقوامی مسائل پر اتنا طویل عرصہ سوچ و بچار کی ہو، اسی خاطر اقوام متحدہ کی تاسیس 1946ء کے سال ہی سے سعودی عرب اس میں شریک ہوا اور اس طرح بین الاقوامی افق پر عرب کا یہ خطہ شروع سے درخشاں رہا۔

فیصل کی خارجہ پالیسی درج ذیل اصولوں پر مبنی تھی۔

1- انسانی حقوق کی پاسداری

2- اسلامی امور کی مرکزیت

3- مشرق ومغرب عرب ممالک سے منصفانہ اصولوں پر معاہدات

4- اسلامی اور عرب ممالک کے ساتھ اسلامی اخوت کے رشتے

5- اسلام کے خلاف نبرد آزما ہر طاقت سے ٹکر (اسرائیل وغیرہ)

مارچ 1927ء کو لندن کا ایک وفد جدہ آیا۔ اس وقت فیصل اپنے والد کے نائب تھے لندنی وفد 26 دسمبر 1915ء کے معاہدہ جدہ کی توثیق کے لیے آیا تھا۔ یہ معاہدہ سر جلبرٹ کلئین برطانوی لیڈر اور............شاہ فیصل کے درمیان طے پایا۔

جس کے مندرجات درج ذیل ہیں۔

1- برطانوی حکومت نجد و حجاز و ملحقات پر قائم ہونے والی سعودی حکومت تسلیم کرتی ہے۔

2- یہ معاہدہ دونوں ملکوں کے درمیان باہمی تعلقات کے فروغ اور اقتصادی وثقافتی اور ایک دوسرے کے ممالک میں ضروریات اور اشیاء کے تبادلے میں ممد وتعاون

ہوگا۔

-3 تمام برطانوی مسلمانوں کے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سعودی حکومت تمام سہولتیں بہم پہنچائے گی۔

-4 نجد وحجاز کے تمام علاقوں میں سعودی حکومت برطانوی باشندوں کے تحفظ کی ذمہ دار ہوگی۔

-5 سعودی حکومت برطانوی باشندوں میں کسی کے فوت ہونے کی صورت میں اسے اس کی منزل تک پہنچانے کا انتظام کرے گی، اگر کوئی برطانوی سعودی قوانین کی خلاف ورزی کرے گا۔ اسے سعودی قوانین کے مطابق سزا دی جائے گی۔

-6 برطانوی حکومت سعودی باشندوں کی شہریت کو تسلیم کرتی ہے، اسی طرح سعودی حکومت بھی برطانوی قوانین اور اس کے عوام کی شہریت کو تسلیم کرتی ہے۔

-7 برطانیہ اور سعودی عرب باہمی تجارت کے فروغ میں ایک دوسرے سے تعاون کرے گی۔

-8 اس معاہدے کی تمام شقوں پر فوری عمل درآمد ہوگا۔ آج سے سات سال تک یہ معاہدہ کارآمد ہوگا۔ اس معاہدے کی مدت کے اختتام کے 6 ماہ بعد تک بھی دونوں فریقین میں کسی کو کسی قسم کے اعلان کا حق نہ ہوگا۔ اس کے بعد کسی ایک کو اسے رد کرنے کا حق ہوگا۔

-9 یہ معاہدہ 1915ء سے شمار ہوگا اور اس کا اطلاق حکومت نجد سے ہوگا کیونکہ اس وقت حجاز پر سعودی حکومت نہیں تھی۔

-10 یہ معاہدہ انگریزی اور عربی زبانوں میں مرتب ہوگا، اختلاف کی صورت میں انگریزی زبان کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

اس معاہدہ کا نام معاہدہ جدہ ہوگا، یہ معاہدہ 20 مارچ 1927ء، 28 ذی القعدہ 1345ھ کو طے پایا۔

فیصل کی ولی عہدی

امیر فیصل، وزیر اعظم، وزیر خارجہ، وزیر داخلہ، وزیر دفاع:

فیصل ابتدائے عمر سے اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث پورے خاندان میں اعلیٰ درجہ کے منتظم، ذمہ دار فرد کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ 1953ء میں جب آپ کے والد (ملک عبدالعزیز) کا انتقال ہوا، اور سعود بن عبدالعزیز بادشاہ مملکت قرار پائے تو 9 نومبر 53ھ کو آپ کے ہاتھ پر بطور ولی عہد بیعت لی گئی، وزارت خارجہ کا عہدہ بدستور آپ کے پاس رہا، امور مملکت میں فیصل کی گہری نظر ہی کے باعث 15 اگست 1954ء کو آپ مجلس وزراء کے سربراہ یعنی مملکت سعودیہ کے وزیر اعظم بنائے گئے۔

سلطان عبدالعزیز نے لکھوایا:

"لما عهدناه فيكم من كفاءة و اخلاص و ثقتنا الغاليه، عيناكم رئيسا لمجلس اموزارئتنا، كى تحصيل الانسجام فى سير الاعمال و ليفسح المجال امام نشاطكم و مواقبكم فى العمل لمصلحة ورفاصيه شعبنا."

"بالآخر 18 ذی الحجہ 1383ھ مطابق 1953ء کو فیصل کی ماتحتی میں درج ذیل محکمے قائم ہوئے۔

1- امیر عبداللہ الفیصل	وزیر داخلہ
2- امیر فہد بن سعود	وزیر دفاع فضائیہ
3- امیر سلطان بن عبدالعزیز	وزیر مواصلات
4- امیر فہد بن عبدالعزیز	وزیر معارف
5- الشیخ محمد سرور الصبان	وزیر مالیات وتجارت
6- ڈاکٹر ارشاد فرعون	وزیر صحت

CS CamScanner

7- الشیخ خالد سدیدی وزیر وزارت زراعت

شاہ سعود کے اسراف مالی نے بحران پیدا کر دیا تھا، معیشت تباہ ہو چکی تھی، کہا جاتا ہے کہ شاہی خزانے میں صرف 317 ریال رہ گئے تھے[1]، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ سعودی عرب نے فرانس اور برطانیہ کا معاشی مقاطعہ کر رکھا تھا جس سے سعودی معیشت زبوں حالی سے دو چار ہو گئی تھی ملک میں تعلیم یافتہ طبقہ بھی جنم لے چکا تھا جو ملک میں اصلاحات کا خواہش مند تھا، چنانچہ 1957ء میں ایک شاہی فرمان کے ذریعے خزانہ، دفاع اور امور داخلہ کے تمام اختیارات آپ کے سپرد کر دیئے گئے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ایک سال میں بجٹ میں توازن پیدا ہو گیا، اہم سرکاری قرضے ادا کر دیئے گئے کرنسی میں استحکام پیدا ہو گیا، دفاع مملکت کے لیے خصوصی تربیتی گارڈز ترتیب دی گئی، امور داخلہ کے تمام شعبوں میں آئے دن ترقی کا کنول کھلتا گیا۔

امیر فیصل کے وزیر اعظم بنتے ہی عیاش افراد کا قافیہ تنگ ہونے لگا یہ لوگ اپنے تئیں قانون سے بالا دست گردانتے اور قومی خزانے پر سفید ہاتھی بن کر بیٹھے تھے، شاہ کے گرد خوشامدیوں کا طقہ تنگ ہوتا گیا، ان لوگوں میں شہزادے بھی تھے اور عام مصاحب بھی۔

امیر کے خلاف سازشیں ہونے لگیں، اس طرح کشیدگی نے سر اٹھایا، دسمبر 1960ء میں کابینہ میں بحران پیدا ہوا۔ اچانک یہ مطالبہ پیش کیا گیا کہ آئین کی تشکیل کی جائے جو ایک نمائندہ مجلس تیار کرے وزیر اعظم کے نزدیک یہ مطالبہ قبل از وقت تھا، جہاں تک بجٹ کا تعلق تھا ان پر لازم تھا کہ وہ آمدنی اور اخراجات کی تفصیلات شاہ سعود کو پہنچایا کریں، لیکن وہ ایسا نہ کرتے کیونکہ قانون ساز ارکان خزانے کے امور میں کسی حساب اور اصول وضابطے سے متفق ہی نہ تھے تاکہ شاہ سعود دوبارہ قومی خزانہ دونوں ہاتھوں سے لٹانا شروع کر دیں نتیجتاً جنوری 1961ء میں امیر فیصل نے استعفیٰ دے دیا، جسے شاہ نے فوراً منظور کر لیا، نئی کابینہ بنی اور شاہ خود وزیر اعظم بن گئے کابینہ کی اہم ترین شخصیت تیس سالہ امیر طلال تھے، جنہیں وزارت خزانہ دی گئی کابینہ میں شہزادوں کے علاوہ مغربی درس گاہوں کے

[1] فیصل پاسبان حرم ص 53۔

تعلیم یافتہ شہری بھی لے گئے، خاندان کے بااثر افراد نے شاہ سعود نے امیر فیصل کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی تا کہ آل سعود میں یگانگت قائم رہے، مارچ 1962ء میں امیر فیصل دوبارہ وزیراعظم بنادیئے گئے۔[1]

اب وزیراعظم زیادہ بااختیار تھے۔انہوں نے حکم ان خاندان کے اخراجات کم کرنے اور فلاح و بہبود کے کام انجام دینے کی انتھک کوشش کی، فیصل نے اپنے گیارہ سالہ ولی عہدی کے دور میں غیر ملکی کاریگروں اور تعلیم کے لیے بیرونی ممالک سے آنے والوں کے ایسی پالیسی وضع کی جس سے نہ سعودی باشندوں کے حقوق سلب ہوں اور نہ ایسا معاشرتی اثر پڑے جو سعودی روایات کے خلاف ہو۔

1955ء میں امیر نے کئی ایسے فلسطینیوں اور شامیوں کو سعودی عرب سے نکال دیا جو آرامکو میں ملازم تھے اور ٹریڈ یونین بنانے کی خاطر امن عامہ میں خلل ڈال رہے تھے۔

فیصل کا تاریخ ساز کارنامہ

امیر فیصل نے یہ کوشش کی کہ سعودی باشندے صنعتی ہنر سیکھیں، انجینئر اور ڈاکٹر بن کر قوم کی خدمت کریں تا کہ بیرونی ممالک پر انحصار کم ہو لوگوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلوائیں اس زمانے میں بڑے بڑے سکول آرامکو کے زیر اہتمام چل رہے تھے۔اس کے علاوہ تعلیم کی سہولتوں کے لیے امریکی یونیورسٹی آف بیروت سے سکالر منگوائے گئے، مواصلات وابلاغ کے ذرائع عام کیے گئے، جدہ میں امریکی میکی کارپوریشن نے طاقتور ریڈیو اسٹیشن قائم کیا، ٹیلی فون کے ذریعے ملک کے مختلف شہروں کو ملایا گیا، ہسپتال قائم کیے گئے۔

فیصل نے وزارت عظمیٰ کے قیام میں اپنی زندگی کا اہم کارنامہ سرانجام دیا اور ایک معاصر کے مطابق انہوں نے غلامی کو عرب میں غیر قانونی قرار دے کر اس لعنت کو ختم کر دیا۔یہ فرمان 6 نومبر 1962ء کو جاری کیا گیا، ایک اندازے کے مطابق تیس ہزار غلام آزاد کیے گئے[2] 26 دسمبر 1962ء نیویارک ٹائمز نے انکشاف کیا کہ حکومت نے ان کے

[1] فیصل پاسبان حرم ص 54۔ [2] فیصل پاسبان حرم ص 55۔

مالکوں کو بائیس لاکھ ڈالر ادا کیے۔

فیصل کا یہ تاریخ ساز فیصلہ بلاشبہ اسلام کی ان روشن تعلیمات کا عکاس ہے جن کا درس 14 سو سال بیشتر اسی خطہ پاک پر جلوہ افروز ہونے والے انسانیت کے نجات دہندہ آخر الزمان رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا۔

اسلام نے بیسوں جگہ غلامی کی حوصلہ شکنی کی اور غلام آزاد کرنے والوں کو جنت سے لے کر رسول خدا کی ابدی رفاقت تک کی خوشخبری سنائی۔

اس موقع پر مستشرقین یورپ کا یہ اعتراض اپنی اہمیت کھو جاتا ہے کہ اسلام غلامی کا نظام ہے۔ جب شارع اسلام کا ایک فرزند جاہلیت کی اس رسم بد کے خلاف آرڈیننس جاری کر کے اسلام کی انسان دوستی کو آشکار کرتا ہے۔

24 مارچ 1964ء کو آپ مصر میں تھے کہ ملک کی مجلس اعلیٰ کا اجلاس ہوا۔ اور فیصلہ ہوا کہ شاہ سعود کی حکمت عملی کی وجہ سے ملک تباہی کے کنارے آپہنچا ہے اس لیے انہیں سبکدوش کر کے امیر فیصل کو فرمانروا بنا دیا جائے اس مجلس میں سعودی خاندان کے بڑے اور جید علماء بھی شامل تھے۔

مصر سے واپسی کے بعد فیصل کو پتہ چلا انہیں اس فیصلے سے اختلاف تھا[1]

مجلس نے پورے ملک کے علماء اور آل سعود کے تمام بزرگوں کا اجلاس طلب کر لیا، جو 25 اکتوبر 1964ء کو شہزادہ خالد (جو بعد میں بادشاہ بنے اور 13 جون 1982ء کو جن کا انتقال ہوا) کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا[2]۔ دوسرا اجلاس 29 اکتوبر کو مفتی اعظم محمد بن ابراہیم الشیخ کے مکان پر اور تیسرا صحرا ہوٹل میں ہوا۔ جس میں ایک سو شہزادوں اور 65 علماء نے شرکت کی۔

30 اکتوبر سعودی مجلس شوریٰ نے قصر الناصریہ میں اپنے فیصلہ سے آگاہ کرتے ہوئے کہا آپ کے ہاتھ ہم نے اسلامی شعائر کی حفاظت اور ملکی تعمیر و ترقی کے لیے کی تھی ہم دیکھتے ہیں کہ آپ حکومت کے معاملات میں ہر قدم پر ناکام رہے ہیں، لہٰذا تین صورتوں

[1] فیصل پاسبان حرم ص 55۔ [2] فیصل (عربی) منیر عجلانی ص ۸۸

میں کسی ایک کو قبول کرنا ہوگا۔

1- آپ خود مملکت کی فرمانروائی سے عہدے سے مستعفی ہو جائیں۔

2- آپ کو مجلس شوریٰ متفقہ طور پر معزول کردے۔

3- آپ کی حکومت پر فوج قابض ہو جائے۔

شاہ سعود نے 3 دن کی مہلت طلب کی۔ بالآخر 2 نومبر 1964ء کو سعود مستعفی ہو گئے، بالآخر اور متفقہ طور پر فیصل کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ اعلان اولاً عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد ریاض میں ہوا (از فیصل کی کتاب ص 88) فیصل یہ اعلان سن کر گہری سوچ میں ڈوب گئے اور ارکان مجلس سے کہا مجھے عشاء تک سوچنے کی مہلت دی جائے جس کے بعد علماء اور مشائخ کی ایک جماعت عشاء تک فیصل کو قائل کرتی رہی۔ (از بنو میشان ص 89)

ملک عبدالعزیز نے 10 ربیع الاول 1343ھ کو ریاض پر قبضہ کر کے اسلامی حدود و احکام کے نفاذ کا اعلان کر دیا تھا۔

25 جمادی الاول 1343ھ 8 جنوری 1926ء میں حجاز پر قبضہ کیا اور اہل حجاز نے اسی تاریخ کو شاہ کی بیعت کی۔

ملک عبدالعزیز حجاز کی مہم اور فتح کی طرف تشریف لے گئے تو فیصل شاہ کے نائب قرار پائے تھے اس وقت آپ کی عمر 20 سال تھی۔ فیصل نے نیابت کی ذمہ داری نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دی۔ مملکت ریاض تمام رعایا فیصل کی ذہانت و تدبر، معاملہ فہمی کا ہمیشہ دم بھرتی رہی۔ فیصل حجاز اور جدہ کے تمام علاقوں میں بھی ملک کے نائب قرار پائے تھے۔ نیابت کے ساتھ ہی فیصل تمام ماتحت وزارتوں کے بھی نگران مقرر ہوئے، غیر ملکی وفود اور ریاست کے بین الاقوامی مسائل اس وقت بھی فیصل ہی کے پاس طے ہوتے۔

فیصل، ایک بادشاہ، ایک فرمانروا

جدید سعودی عرب کا تاجدار اعظم:

بادشاہ کے لفظ سے آج ہر کوئی الرجک ہے کیونکہ اس سے آمریت، ڈکٹیٹرشپ اور مطلق العنانی کے سوتے پھوٹتے ہیں لیکن اسلام کا مزاج ہی جداگانہ ہے وہ نہ تو ابراہیم لنکن کی مغرب جمہوریت کا دلدادہ ہے نہ قدیم بادشاہت وشہنشاہت کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اسے ہر وہ طرز حکومت عزیز ہے جس میں خدائی حکومت اور قرآنی شعائر کی پاسبانی ہو اس کی مقررہ حدود و قیود کی خلاف ورزی نہ ہو، انصاف وعدل کا مینہ برسے اور خالق ومخلوق کے درمیان فطری تفاوت کا خیال رکھا گیا ہو...... آیئے ایک بادشاہ کی حیثیت سے شاہ فیصل کا جائزہ لیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے حیرت انگیز ترقیاتی کارناموں سے واقفیت حاصل کریں۔

سعودی عرب دنیا کا واحد ملک ہے جس میں حکمران کا انتخاب اسلامی شریعت کے مطابق علماء اور دانشوروں اور خاندان کے برگزیدہ افراد کی مشاورت سے عمل میں آتا ہے انتخاب کے بعد مملکت کے تمام محکموں کے ارکان اور عام رعایا علیحدہ علیحدہ نئے بادشاہ کے ہاتھ پر قرآن وسنت کے نفاذ اور ملکی تعمیر وترقی کے لیے بیعت کرتے ہیں۔ اس طرح اگر حکمران اسلامی اصولوں سے منحرف ہو جائے تو رعایا کی طرف سے بادشاہ کا حق حکمرانی ساقط ہو جاتا ہے۔

فیصل نے بادشاہت کے روپ میں ایک ایسی جمہوریت کی بنیاد رکھی جس کا تصور جمہوریت کے علمبرداروں اور آزادی رائے کے کئی نام لیواؤں کے یہاں بھی نظر نہیں آتا۔ یقیناً عالم اسلام کے اس درویش بادشاہ کی سادگی فروتنی اور تواضع دیکھ کر وائٹ ہاؤس اور دارالعوام کی زرق برق خیرہ ہو جاتی ہے۔

27 جمادی الثانی 1384ھ بروز سوموار[1] 2 نومبر 1964ء کو سعودی علماء اعلیٰ علمی مشاورتی کونسل کے شرعی فتاویٰ کے بعد ولی عہد فیصل بن عبدالعزیز کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا، فیصلہ میں لکھا گیا کہ شاہ سعود کی معزولی کے بعد ولی عہد امیر فیصل مملکہ سعودیہ عربیہ کے فرمانروا ہوں گے۔ فیصل کے لیے اس منصب کا انتخاب قرآن وسنت کے احکام کی روشنی میں مملکت کے اعلیٰ مفاد کے تحت عمل میں لایا گیا ہے۔

شاہی دستاویز کے مطابق سعودی عرب کے مستقبل کا یہ فیصلہ دراصل اس قرارداد کی روشنی میں کیا گیا تھا جسے اس اعلان سے ایک روز قبل سعودی کونسل نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا۔ اعلان کے ساتھ علماء اور شوریٰ کی ایک کثیر جماعت کی طرف متوجہ ہو کر نماز عصر کے بعد جامع مسجد ریاض میں فیصل نے کہا:

"تمام تعریفیں خدا کے لیے ہیں۔ جس نے حجاز کے لیے محمد رسول اللہ کو ہادی بنا کر بھیجا، میں اپنی طرف سے قرآن وسنت کی اتباع کا یقین دلاتا ہوں، مجھے امید ہے کہ میں ایک خادم کی حیثیت سے اسلام اور ملک کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا، میں خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں، کیونکہ اسی کی نصرت سے میں مملکت سعودیہ کے دینی اور دنیوی شعبوں کی ترقیات کا باعث بن سکتا ہوں، مجھے اس بات سے کوئی خوشی نہیں ہے کہ میں مملکت کا فرمانروا بن گیا ہوں بلکہ ذمہ داریوں کا بوجھ میری گردن پر اس طور ڈالا گیا ہے کہ مجھے ایک لمحہ بھر بھی کبھی اس کی خواہش نہیں رہی۔

مگر میں اس وقت کیا کر سکتا تھا۔ جب بادل نخواستہ مجھے سعودی علماء اور شرعی فتویٰ کی روشن پہ بار گراں اٹھانا پڑا۔

میں ہر قدم پر بارگاہ ایزدی سے مدد کا طلب گار ہوں گا، میں کوشش کروں گا کہ ملک کی تعمیر نو اور اسلامی شعائر کے تحفظ کے لیے جہاں تک ممکن ہو، اپنی جان تک کھپا دوں۔

میرے ہم وطنو!...... اگر ہمارے قلوب خوف خداوندی سے لبریز ہو جائیں اور ہمیں اس کی بے پناہ عنایتوں کا یقین ہو جائے تو ہمارے اندر تقویٰ کی روح لوٹ سکتی

1۔ الفیصل العظیم ص 87۔

ہے،اسلام میں سب سے بڑی دولت بلاشبہ تقویٰ ہے۔

ہماری مملکت کے موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ داخلی اور خارجی نظام میں زبردست تبدیلیاں پیدا کی جائیں۔پیش آمدہ خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے خدا سے نصرت طلبی کے ساتھ ساتھ اقتصادی معاشی اور تکنیکی شعبوں میں ملک اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جائے،ہمارا ملک خدا کے فضل سے دنیا کے بیشتر ممالک کی نسبت بے شمار وسائل کا حامل ہے۔

ہمیں یہ شرف حاصل ہے کہ ہر وقت دنیائے اسلام کی نیک تمنائیں ہمارے ساتھ ہیں ہمیں خدا کے گھر اور رسول اللہ کے دیار کی خدمت کا موقع بے شک ایک اعلیٰ فخر ومباحات کی چیز ہے۔

ہمیں حرمین کی خدمت اور اس کی توسیع کے لیے خزانوں کے منہ کھول دینے میں کبھی تامل نہیں ہوا۔ہمارے نامور والد نے دنیا کے افق پر جس منفرد اور یکتا اسلامی مملکت سعودیہ کی بنیاد رکھی ہے میں انشاء اللہ اس کے تقاضوں کو آخر دم تک پورا کر کے رہوں گا،یہ سب کچھ اللہ کی توفیق اور اعانت خاص ہی کی بدولت ممکن ہو سکے گا،ہمیں اپنی پالیسیوں میں اسلامی ممالک سے اخوت کا تعلق اور استعماریت کی چالبازیوں کی طرف خاص طور پر توجہ دینا ہوگی۔

ہم پوری دنیا میں اسلام کے دامن و آشتی کو قائم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے،میں کوشش کروں گا کہ آپ کی توقعات پر پورا اتر سکوں [1]۔

شاہ فیصل کے اس پہلے خطبے کے ساتھ ہی علماء اور سعودی کونسل کے تمام ارکان نے نئے بادشاہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔

اس طرح کئی روز تک ملک بھر سے اصحاب علم وفضل کے قافلے فیصل کے در دولت پر حاضر ہو کر اس کے تدین وصلاح اور حکمرانی کے عجیب النوع تجربات کا اعتراف کرتے رہے۔

1۔ الفیصل العظیم والفیصل ص 91۔

ایک سعودی تاریخ نگار کے مطابق فیصل کے بادشاہ بننے ک بعد سعودی عرب کا کوئی فرد ایسا نہ تھا جس نے کسی نہ کسی طرح اس عظیم انسان کی تعریف وتوصیف میں کوئی جملہ نہ کہا ہو۔ ہر شخص موصوف کے اعلیٰ اخلاق، رعایا پروری، فیاضی طبع، جود وسخا، گہرے تجربات اسلام دوستی اور دور اندیشی پر رطب اللسان ہوا۔

ریاض میں شاہ فیصل کی بیعت کے لیے جب عام اعلان ہوا تو سارا شہر خوشی اور مسرت سے شادیانے بجانے لگا، تمام گلیاں اور بازار جشن عید کا منظر بن گئے اور انبساط اور طمانیت کا حسن ہر شخص کی پیشانی سے جھلک رہا تھا، قصر شاہی کی طرف جوق در جوق ریاض اور اس کے اطراف کے باشندے خراماں چلے آتے تھے۔

اہالیان ریاض کی یہ بیعت اتوار 21 نومبر 1964ء کو منعقد ہوئی [1]

شاہ فیصل نے اس موقعہ پر اپنے خطبہ میں فرمایا:

"میں آپ کی بے پناہ محبت کا مشکور ہوں، میں آپ کا بادشاہ نہیں بلکہ بھائی اور خادم ہوں آپ میرے لیے دعا کرتے رہیں، تاکہ میں چھوٹے اور بڑے ہر ایک کے درمیان عدل سے کام لیتا رہوں۔"

مجھے امید ہے کہ آپ میری اس ذمہ داری میں میرا ہاتھ بٹائیں گے، میری حکومت آپ کے تعاون محبت اور اخلاص کی ہمیشہ مشکور رہے گی۔

میرے بھائیو! اس حکومت کا ہر فرد آپ کا خادم ہے اگر ہم لوگ آپ کی خدمت میں پورے اترے تو یوں سمجھئے کہ ہم اسلام کے اصول پر چل رہے ہیں، ورنہ عامۃ الناس کے مفاد کے خلاف قائم ہونے والی کوئی حکومت اسلامی نہیں ہو سکتی۔

میرے بھائیو! تخت صرف خدا کا ہے، انسان جس کے لیے آپ ایسے ایسے القاب استعمال کرتے ہیں، میرے لیے یہی فخر ہے کہ وہ تخت والے خدا کا بندہ بن جائے۔

سعود بن عبد العزیز نے درج ذیل خط کے ذریعے بیعت کا اعلان کیا:

"من سعود بن عبد العزیز بن عبد الرحمن آل سعود والی جناب

---

[1] الفیصل العظیم ص 99۔

الاخ جلالة الملک فیصل بن عبد العزیز سلمه الله بعد السلام علیکم ورحمته الله وبرکاته.
بناءً علی ما اقرته الاسرة والعلماء تبنصیبکم مسلکاً علی البلاد فانناثیا یعکم علی کتاب الله وسنة رسوله ملکاً علی البلاد در اجیاً لکم التوفیق وللشعب السعودی الرفاهیه والازدهاد والتقدم والسلام." [1] (سعودی)

سعود کے بیٹوں کی بیعت:

اس کے ساتھ ہی سعود علاج کے لیے ملک سے رخصت ہو گئے، سعود کی بیعت کے 21 دن بعد 23 نومبر 1964ء کو سعود کے فرزندوں نے اپنے چچا کے ہاتھ پر بیعت کی، اس طرح امیر عبدالرحمٰن بن سعود اور اس کے اگلے روز اس کے بھائی امیر محمد اور اس کے بعد درج ذیل امراء نے فیصل کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس کے اعلیٰ کمالات کا اعتراف کیا۔

☆امیر عبداللہ	☆امیر بنور
☆امیر خالد	☆امیر تام
☆امیر کامل	☆امیر ناجی
☆امیر سلطان	☆امیر منصور
☆امیر نائف	☆امیر ممدوح
☆امیر عبدالعزیز	☆امیر احمد

فیصل اپنے محل میں آنے والوں سے نہایت خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

سعودی فوج کی بیعت:

اوائل رجب 1384ھ مطابق 1964ء کو سعودی فوج کے امیر اور وزیر

---

[1] الفیصل العظیم ص 94 امین سعید مطبوعہ بیروت۔

دفاع بن عبدالعزیز نے اپنے شعبے کے نامور اصحاب عبداللہ المطلق، احمد شمیری، محمد مطلق، رشید البلاغ کے ہمراہ فیصل کے ہاتھ پر بیعت کی۔

بروز بدھ یکم دسمبر 1964ء کو سعودی حفاظتی فوج کے دستے سے سوالأ سموالامیر عبداللہ بن عبدالعزیز امیر الحرس الوطنی کی قیادت میں شاہ فیصل کی بیعت کی۔

3 دسمبر کو مدارس عربیہ اور کالجوں کے طلبہ نے الشیخ حسن بن عبداللہ آل الشیخ وزیر العارف کی قیادت میں شاہ کے ہاتھ پر بیعت کی، طلبہ کے اس وفد نے ایک سپاس ناموں کے ذریعے فیصل کی سابقہ خدمات کے ساتھ ساتھ تعلیمی مسائل اور مدارس کی ضروریات کا ذکر کیا، جس کے جواب میں فیصل نے تعلیمی معیار کی تدریجی ترقی اور بنیادی ضروریات کے مہیا کرنے کا فوری حکم صادر کیا۔

بیعت ریاض کے بعد دوسرا اجتماع مکہ مکرمہ میں ہوا، بیعت کے اس اجتماع کی اجازت شاہی فرمان کے ذریعے اس شرط پر دی گئی کہ روشنیوں کی فضول خرچیوں اور خواہ مخواہ کے اخراجات سے اجتناب کیا جائے۔

7 نومبر 1964ء بروز ہفتہ شاہ فیصل مکہ پہنچے، اس وقت اجتماع کا منظر دیدنی تھا، اہل عرب اپنے محبوب قائد کو ایک نظر دیکھنے اور اپنے مستقبل کو اس کے سچے افکار کی نذر کردینے کے لیے جمع تھے، اہلیان شہر کے علاوہ عرب بدوؤں کے قافلے دور افتادہ بستیوں کے دیہاتی قبیلے، عقیدہ و محبت کے سمندر میں غرق ہو کر جذبات کے تلاطم میں غوطہ زن تھے، شاہ فیصل نے مکہ پہنچتے ہی خانہ خدا میں حاضری دی، نوافل ادا کیے۔ طواف و سعی سے فراغت کے بعد آپ حدیقۃ الذہرا کے استقبالیہ ہجوم کے درمیان تھے، شاہ فیصل گویا ہوئے۔

"میرے لیے آپ کے ساتھ یہ صحبت باعث سعادت ہے، میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ جذبہ اور محبت خالص اسلامی اخوت کی رو سے ہے، اس مقدس شہر کی عظمت کسی پر مخفی نہیں، میں یہاں کے لوگوں کے لیے ہر طرح سے خادم اور دعا گو ہوں۔ اس شہر کو دنیا بھر میں وہ عظمت حاصل ہے کہ مشرق و مغرب میں کوئی دوسرا خطہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، مجھے امور سلطنت کے لیے آپ کا تعاون از حد ضروری ہے۔

شاہ نے مزید کہا:

اس وقت سعودی افواج سے لے کر عوام تک ہر فرد کو سخت محنت کرنا ہوگی، تا کہ ہم خدائی واجبات اور ملکی تقاضوں کے مطابق اپنے مستقبل کو سنوار سکیں۔"

میں بار بار یہ نہیں کہتا کہ اللہ کا فضل اگر شامل حال رہا تو یقیناً آپ کی آرزوؤں پر پورا اتروں گا۔ مجھے اپنے بہادر اور غیور ساتھیوں پر فخر ہے، کوتاہی ہر شخص سے ممکن ہے۔ معصوم صرف حضور ﷺ کی ذات تھی، مگر ہر کوتاہی کا ازالہ ضروری ہے، کمزوریوں پر غور وفکر کرنا اور آئندہ کے لیے خود کو تیار رکھنا ایک قابل فخر قوم کا شعار ہے۔

بے شک آپ لوگوں نے مجھے دین کی خدمت کے لیے منتخب کیا۔ دعا کریں کہ خدا میری راہنمائی کرے جس نے اس شہر کو عزت بخشی اور محمد ﷺ کو ہمارے لیے ہدایت و رحمت کا سرچشمہ بنا کر بھیجا، میں امید کرتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ کی تابعداری کرتے رہیں گے۔

میرے بھائیو!

بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے، کہ رنگ برنگ آراس اور نمائشوں سے آنحضرت نے منع فرمایا ہے اسی خاطر میں نے اس مجلس کے انعقاد کے لیے سادگی کا حکم دیا ہے۔ آپ کی محبت وعقیدت کا اظہار سادگی کے ساتھ بھی اس طرح ہے جس طرح تکلفات کی نیرنگیوں میں ہوتا ہے، دل کی محبت اور شعور کی الفت کسی وقت بھی آرائش و زیبائش کی محتاج نہیں رہی۔

ہم کسی طرح خدا کے احکام اور اس کے سچے رسول اللہ کی اطاعت سے سرمو فرق نہیں کر سکتے، ہمارے اوپر بہت سی ذمہ داریاں ہیں، آپ لوگوں پر اس سے زیادہ حقوق ہیں کیونکہ اس مبارک شہر کے باشندے ہیں۔ آپ کو ایمان باللہ ایمان بالرسول اور اطاعت شریعت دوسروں کے لیے مثال بننا چاہیے۔ آپ کو خوش خلقی، فیاضی، جودت طبع اور حسن سلوک میں ایک منفرد حیثیت اختیار کرنا ہوگی، کیونکہ تم جو کچھ بھی کرو گے، باہر کے لوگ اسے دین سمجھیں گے۔

میں بار بار خدا سے مدد کا طلب گار ہوں اور اس سے دین کے لیے محنت اور ملک و قوم کے لیے پوری صلاحیتوں کو صرف کر دینے کی توفیق کی دعا کرتا ہوں۔

امت مسلمہ پر یہ ذمہ داری بھی ڈالی گئی ہے کہ تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکتے رہو اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی اتباع کرتے رہو، تا کہ ہم آنے والی نسلوں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں جس طرح ہمارے اسلاف اگلوں کے لیے مثال تھے۔

میرے بھائیو!

دین مصطفوی پر زندہ رہو، قوم و ملک کے لیے زندہ رہو، خدا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ، اللہ ہمیں بھلائی کی توفیق دے گا۔ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ

اہالیان مکہ کے استقبالیہ کے بعد تیسرا بڑا اجتماع جمعرات 10 دسمبر 1964ء کو جدہ میں ہوا جس کا اہتمام محل ہوٹل جدہ میں شہریان جدہ کی طرف سے کیا گیا تھا، اس اجتماع میں شہر کے تمام علماء، رؤساء چیدہ چیدہ افراد نے شرکت کی۔

استقبالیہ کا آغاز قرآن کریم کی اس آیت سے کیا گیا۔

"واعد ولهم استطعتم من قوة ومن الرباط الخيل.

اور تیاری کرو (میدان جنگ کے لیے) جس قدر۔ الخ

اس آیت کے عالی قدر مفہوم نے پورے اجتماع میں عجیب سماں پیدا کر دیا تھا، اہل عرب دنیا کے دگرگوں حالات کے پیش نظر شاہ فیصل سے بہت سی توقعات وابستہ رکھے ہوئے تھے وہ شاہ فیصل کو اسلام سعودی عرب کی دفاعی، اقتصادی اور سیاسی ترقیات کا مہر منیر اور افق عالم پر چمکنے والا درخشاں ستارہ خیال کرتے تھے، آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ فیصل نے اپنے عہد کی قلیل سی مدت 11 سال میں سعودی عرب ایسے ملک کو تکنیکی آلات، فولادی کارخانوں، بڑی بڑی فیکٹریوں، جدید شاہراہوں سے ہم آغوش کر دیا کہ اس سے پہلے اسی خطے میں ان چیزوں کا تصور بھی ناممکن تھا۔

ہدیہ سپاس کے بعد شاہ فیصل نے ایک بلیغ خطبہ دیا جس میں ملکی مسائل اور اسلامی اقدار و شعائر کی اہمیت پر زور دیا۔ اس کے بعد کئی روز تک مختلف شعبوں کی جانب

سے شاہ کے اعزاز میں عشائیوں اور ظہرانوں کا برابر سلسلہ جاری رہا۔ جدہ کے مذکور اجتماعات کے بعد 6 مارچ 1965ء کو مدینہ المنورہ میں شاہ مرحوم کے اعزاز میں ایک عظیم الشان تقریب کا اہتمام ہوا، آپ نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی میں نوافل شکرانہ ادا کیے، روضہ رسول پر حاضری دی، نذرانہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد قباء کے ایک بڑے ہوٹل میں تشریف لے گئے جہاں سینکڑوں معززین آپ کو تہنیتی پیغام دینے کے لیے جمع تھے۔

اس موقع پر آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

"محبت اور خلوص آنحضرت ﷺ کے دین کی دعوت کی اساس ہیں، ان دونوں چیزوں کے بغیر دین اسلام کی ہمہ گیری اور وسعت کا سارا تصور ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح میں دعا گو ہوں کہ خدا یا ہمی محبت اور ہر کام میں اخلاص کی دولت سے ہمیں مالا مال کرے۔

آپ پر اس مقدس شہر کے کچھ حقوق ہیں، آپ اور لوگوں کی نسبت دین اور شریعت کے زیادہ قریب ہیں، دین اسلام کی تبلیغ اور اس کی اشاعت میں آپ کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔

اے اہل مدینہ! آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پڑوس کا شرف حاصل ہے، میں سمجھتا ہوں اس وقت یہی چیز دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ ہمیں ملک وقوم کی تعمیر اور دین اسلام کی خدمت میں ہر کسی پر سبقت لے جانا چاہیے۔"

ہمارا عقیدہ ہے خدا ایک ہے اس کا رسول آخری پیغمبر ﷺ ہے ہم اسی کے لیے محبت اور اسی کے لیے دشمنی رکھتے ہیں، جو دین کا مخالف ہے وہ ہمارا مخالف ہے جو دین کا دوست ہے وہ ہمارا دوست ہے۔

ارشاد باری ہے:

☆وما نقموا منهم الا ان یومنو باللہ العزیز الحمید☆

اس شہر کے ہر فرد، ہر تنظیم ہر جماعت پر فرض ہے، کہ دین کے معاملے میں کسی اور رعایت کا خیال نہ رکھے، آپ میں سے ہر شہری اسلام کا مبلغ ہے۔

CamScanner

میں آخر میں آپ کی بے پناہ محبت اور عقیدہ کا مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے ہر کام اپنی مرضی کے مطابق لیتا ہے۔

خطاب کے بعد شاہ فیصل مدینہ یونیورسٹی گئے، آپ نے اس وقت کے وائس چانسلر شیخ عبدالعزیز بن باز اور اساتذہ اور طلباء کی محبت کا اظہار تشکر کرتے ہوئے مملکت کی تعلیمی پالیسی اور آئندہ کے لیے تعلیمی ذرائع کو وسعت دینے کا اعلان کیا۔

شاہ فیصل نے اپنی تقریر میں کہا:

عزیز طالب علمو!

”تمہاری گردنوں پر بہت بڑی ذمہ داری پڑی ہے، تمہیں مستقبل کی زمام سنبھالنا ہے دین میں فہم وادراک اور عرفت کی جدوجہد کرتے رہو، تاکہ تم علم، فقہ اور معرفت کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر جہل و اضطراب اور غوایت وضلالت کا مقابلہ کرنے کے لیے کارزار میں اترو، دنیا کے کونے کونے میں دین کی دعوت کو عام کرو، جدید تہذیب کا چیلنج قبول کر کے اسلامی ثقافت کو فروغ دو، علم وفضل کے زیور سے آراستہ ہو کر باطل مذہب کے سامنے اسلام کا ابدی پیغام پیش کر کے محبت کرو، تمہارے سامنے مشکل گھاٹی ہے، منزل کٹھن ہے، مشکلات کا ہجوم ہے، لیکن میں امید کرتا ہوں کہ تم علم وعرفان کی مشعل کو اپنے سینوں میں فروزاں کر کے دعوت دین کا فریضہ انجام دینے کے لیے خود کو تیار کرو گے۔

ارشاد باری ہے:

ادع الی سبیل ربک باالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن. الخ

تمہاری یہ لڑائی کفار، مشرکین، مرتدین، ملحدین اور معاندین شریعت سے ہوگی، تاکہ محبت پوری ہو جائے اور حکمت وعقل اور صبر واستقلال کے ساتھ دعوت دین کا اہم مقصد پورا ہو سکے اسلام کی مشعل تمہارے ہاتھوں میں ہے۔

آنحضرت کا ارشاد ہے:

ترکستم علی مثل محجة بیضاء لا یزیغ عنها الا هالک.

مدینہ منورہ کے بعد آپ نے دھران ائیر پورٹ ہوٹل پر ایک استقبالیہ تقریب سے خطاب کیا:

یہودیوں کے بارے میں فیصل مرحوم نے فرمایا:

"یہودی مطلبی، لالچی اور بے پناہ شریر ہیں .... ابتداء میں فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں۔ یہ دین، اخلاق اور وطن کے سخت دشمن ہیں اپنی قوت اور وسائل سے افراد کو اپنی اقدار، اخلاقی قدروں، رشتہ داریوں کے بندھن اور حب الوطنی کے جذبہ سے بے نیاز کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ عہد حاضر کے سرمایہ داروں کی طرح انسانوں کو آلہ کار بنا دیتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت اسے استعمال کیا جاسکے۔ سب سے خطرناک یہ گروہ افراد کو ایسی سطح پر لے آتے ہیں کہ ان میں تعمیر وتخریب، عقلمندی اور بیوقوفی، ہدایت وگمراہی حماقت و ہوشیاری بلند اخلاقی وپستی میں کوئی امتیاز نہیں رہتا وہ حرام کاری اور فحاشی کو ظاہر اور باطنی طور پر عوام میں مقبول بنا دیتے ہیں اور دین ومذہب کو بالکل ہی بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔

فیصل کا طرز حکومت

عصر حاضر میں شاہ فیصل واحد شخصیت کے مالک تھے جنہوں نے طوائف الملوکی، انارکی اور جدت طرازی کے اس دور میں بادشاہی کے روپ میں ایک سادہ، رعایا پرور، خداترس اور عدل وانصاف کی آئینہ دار حکومت کی بنیاد رکھی۔

انہوں نے طرز حکمرانی کے باب میں ایک انوکھا اور حیرت انگیز کردار دنیا کے سامنے پیش کیا ملاحظہ ہو کہ جس مملکت کے صحراؤں نے سونا اگلنا شروع کیا اور جہاں پانیوں کی جگہ جدید دنیا کا ایندھن (تیل) نکلنے لگا اور جس کے بیت المال میں خزانوں کی تہیں لگ گئیں اور جس کی دولت سے کلیسائے یورپ نشاط افزا ہوا اور برطانوی وامریکی بینکوں میں جس کے سرمائے نے ثروت ووجاہت کی تاریخ میں ایک نیا باب باندھ دیا۔ اس مملکت کا حکمران، سربراہ، غریبوں اور حاجت مندوں کے ایک آوازے پر گاڑی روک کر فریاد سنتا اور اسی وقت اس کی بجا آوری کا آرڈر صادر کرتا ہے وہ روزانہ دور دراز کے علاقوں سے آنے والے لوگوں سے ملاقات کرتا محتاجوں اور بے کسوں کی جملہ ضروریات کی نگہداشت کرتا ہے۔

اس کے یہاں K.G.B کی خفیہ کارروائیوں اور C.I.A کے مختلف النوع ہتھکنڈوں کے باعث حرکت میں آ جانے والی مشینری ہے اور نہ ہی وہ کسی ساواک کی چنگیزیت کے بل بوتے پر حکومت کے درو بام کی حفاظت کرتا ہے، نہ ہی وہ شوکت وحشمت کے جدید دیوتاؤں کی مانند خود غرضی، خود پسندی اور غرور ونخوت کے نشے میں سرمست ہو کر اپنے خویش واقارب اور ماتحتوں کو سخت سست کہتا ہے۔

وہ انتہائی شریف النفس، اور خدا اور اس کے سچے رسول ﷺ اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی قوم کو ہر قسم کی ترقی وتعمیر اور سالمیت واستحکام سے سرفراز کر دیتا ہے۔

شاہ فیصل عام لیڈروں اور حکمرانوں کی طرح بیان بازی کے قائل نہ تھے وہ بہت کم بولتے تھے وہ کرنے بلکہ کر گزرنے کے قائل تھے۔ ان کا پر وقار چہرہ وخاموشی ایسی

ادائیں تھیں جن کی وجہ سے ان کی شخصیت ہر جگہ ممتاز نظر آتی تھی۔

شاہ فیصل نے حکمرانی کا خاکہ اپنے نامور والد سے حاصل کیا، انہوں نے نوعمری کے دور سے لے کر جوانی تک مشکلات وعواقب اور امور مملکت کی سنگلاخ گھاٹیوں میں اتر کر رعایا پروری کے اطوار خود ملاحظہ کیے ان کے یہاں نمود ونمائش اور ظاہری زیبائش و آرائش نام کو نہ تھی۔ فرمانروائی کا عہدہ سنبھالنے کے بعد حکومت اور اپنی پوزیشن واضح کرتے ہوئے ریاض کے استقبالیہ میں آپ نے کہا۔

''بھائیو! میرے ہر کام کو میرا مولیٰ دیکھ رہا ہے میں اخلاص سے آپ کا خدمت گزار ہوں، اور مجھ پر یہ ذمہ داری بھی ہے کہ میں چھوٹے بڑے میں عدل و انصاف سے کام لوں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھ پر جو حسن ظن برتا ہے وہ مجھے اس کے مطابق بنا دے اور میں اپنے اہل خاندان اور بھائیوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے والا بن جاؤں۔''[1]

حکومت اور رعایا کے بارے میں آپ نے مزید کہا:

''حکومت کا مقصد لوگوں کی خدمت کرنا ہوتا ہے اور حکومت کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنے لوگوں کی بھلائی کی متلاشی ہو۔ اس طرح رعایا کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اخلاص اور دیانت سے حکومت کی مدد کرے اور اچھے کو اچھا اور برے کو برا کہے۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ کوئی شخص اپنی اغراض کے لیے ناصح اور مصلحت عامہ کا خادم بن کر یہ باتیں کرتا پھرے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مصلح اور مفسر کے مؤقف کے خلاف دلائل و براہین سے اس کا فساد ثابت کرے۔''[2]

میرے کانوں میں بار بار یہ آواز آتی ہے کہ جلالۃ الملک عرش پر متمکن ہیں یا اس قسم کے دوسرے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

---

1. فیصل بنو یشان (عربی)۔
2. الفیصل العظیم (بیروت عربی)

بھائیو! میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں جلالت اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور عرش پر وہی ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے یہ الفاظ و صفات انسان کے لیے ہمارے دین اور مذہت میں روا نہیں میں یہ باتیں چاپلوسانہ طور پر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ مجھے اس کا پورا شعور حاصل ہے۔

جب میں جلالۃ الملک یا عرش پر متمکن ہونے کا لفظ سنتا ہوں تو میں اس سے شدید تاثر لیتا ہوں، کیونکہ میں ایک بشر ہوں اور بشر کے لیے اللہ تعالیٰ کا غلام بن کر رہنا ہی اس کے لائق ہے۔

"بھائیو! مجھ میں اور آپ میں کوئی فرق نہیں آپ نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ حسن ظن کا ثبوت دیتے ہوئے آپ نے امور مملکت کی ذمہ داری میرے ناتواں کندھوں پر ڈال دی ہے، میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ میری صحیح راہنمائی کرے گا اور مجھے اپنی وفات تک آپ کی خدمت کی توفیق دے گا[1]"

جب ہم شاہ فیصل کی ولی عہدی اور بادشاہت کے تمام سالوں کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں درج بالا تصریحات کے خلاف کوئی بات نظر نہیں آتی، انہوں نے اپنی مملکت میں غربت کو دور کر کے محتاجگی اور بے کسی کا جس طرح خاتمہ کیا عہد حاضر اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آج کل عہد قدیم کی کئی بادشاہتیں متعدد ممالک میں قائم ہیں۔ جونہی تخت شاہی ختم ہوا، کئی کئی سکینڈل رونما ہونے لگتے ہیں ہر بادشاہ کو آمر مطلق اور ڈکٹیٹر قرار دے کر حقارت کی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے کسی کے دامن پہ لاکھوں بے گناہ قیدیوں، ہزاروں بے گناہ مقتولوں اور بے شمار بے سہارا اور بینائی کھو جانے والوں کا داغ نظر آتا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں، معزول ہو جانے والے بادشاہوں کی چھان پھٹک کرتی ہیں ان کی ناجائز ذرائع سے جمع کی گئی دولت پر بے شمار حقداروں کی آوازیں گونجتی ہیں افسانے منظر عام پر آتے ہیں، کہانیاں جنم لیتی ہیں جنسی اور رومانی قصے اخبارات کی زینت

---

1. فیصل تیکلم (عربی) از مطبوعہ وزارت اطلاعات سعودی عرب۔

بنتے ہیں۔ ملک گیری اور ہوس پرستی کے بیسیوں واقعات داستانوں کی شکل میں بک سٹالوں پر پہنچائے جاتے ہیں۔

نہ صرف بادشاہت بلکہ اس دور میں تو جمہوریت و آزادی رائے کا نعرہ بلند کرنے والے متعدد عوامی حکمرانوں کی کارکردگی جب منظر عام پر آتی ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، انسانیت شرمندہ ہوتی ہے، بے حیائی کا رقص عیاں نظر آتا ہے۔ اور اس طرح عوامی حکومتوں کی انسانی دوستی کا بھرم کھل کر تاریخ کے جھروکوں پر آویزاں ہو جاتا ہے۔

فرمانروا اپنی حکومت کو بچانے کے لیے انسانی لاشوں پر تخت بچھاتے ہیں، حریت پسندوں کو زندانوں کی اوٹ میں چھپا دیتے ہیں۔ سلگنے والی کئی جانوں کو فائرنگ اسکواڈ کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اٹھنے والی ہر آواز خاموش کر دی جاتی ہے۔ سہاگ اجاڑ کر نوجوان لڑکیوں کو بیوہ کر دیا جاتا ہے۔ بوڑھوں کے سہارے چھین لیے جاتے ہیں تنقید کرنے والی ہر زبان گدی سے کھینچ لی جاتی ہے، لکھنے والے ہر قلم کی جنبش روک دی جاتی ہے قتل و غارت کا ہر طریقہ مخالفوں کے لیے روا رکھا جاتا ہے۔ ظلم کے خلاف اگر شعلہ بھڑک اٹھا تو اسے سرد کرنے کو بغاوت کے فرو کرنے کا نام دیا جاتا ہے، الغرض جنوں خیزی اور حق گوئی کے تمام راستے مسدود کر کے حکمران اقتدار کا طاؤس بجاتا ہے، عیش پرستی کو قانون کی شکل دیتا ہے طرب و نشاط کی محفل سجا کر انسانی حقوق کی ادائیگی سے منحرف ہو جاتا ہے اور خود فراموشی کی چادر اوڑھ کر محو خواب ہو جاتا ہے۔ مگر ایک ایسا شخص جو بادشاہت کا روپ دھار کر پانچ وقت اشکبار آنکھوں سے مالک حقیقی کے سامنے سر بسجود رہتا ہے۔

آہ سحر گاہی سے کبھی نہیں چوکتا ہے جسے فریادیوں کی امید کو برلانے کا شوق لگا رہتا ہے ظلم وطغیان اور تعدی اس کے کسی زاویئے سے نہیں جھلکتا۔ غریب کی ایک پکار اس کے لیے سکون حرام کر دیتی ہے، ظلم کا ادنیٰ واقعہ اس پر برق تپاں بن کر گرتا ہے وہ اپنے ہم وطنوں کا دکھ اس طرح محسوس کرتا ہے جیسے نشتر کی نوک کلیجے میں ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کی کچہری میں امیر غریب سب آ سکتے ہیں وہ خوش اخلاقی کا مینارہ بن کر ہر ایک کے سامنے استقبال کے لیے کھڑا ہے وہ خود کو خادم، بھائی اور قوم کے جملہ امور کا ذمہ دار بتاتا ہے۔ اور اپنے لیے جلالۃ

الملک تک ایسے برگزیدہ الفاظ سن کر ناراض ہو جاتا ہے۔ پھر کیونکر اس کے طرز حکومت کو یوں کہہ کر خراج تحسین نہ پیش کیا جائے۔

"شاہ فیصل نے بادشاہی کے لباس میں فقیری کر کے تاریخ کے افق پر ایک ایسی جمہورت، عوام دوستی، غریب پروری، خدا ترسی، اور انسانیت شناسی کی بنیاد رکھی جسے قرون اولٰی کے خلفائے اسلام کے ادوار کے علاوہ کسی قرن میں تلاش کرنا ممکن نہیں ہے۔ بلاشبہ مملکت سعودیہ میں ایک ایسا طرز حکومت رائج ہے جس کی بنیاد خدائی کتاب (قرآن) اور احکام رسول کی پیروی ہے یہاں کا ہر فیصلہ علماء اور دانشور اصحاب رائے کی مشاورت سے طے پاتا ہے۔ یہاں روٹی کپڑا اور مکان کی تمام تر ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے۔ اور اس طرح سے سلطنت کے ہر ایک رکن کو اپنی مملکت کے جملہ امور کا روز محشر میں حساب دینے کا قلق رہتا ہے۔"

یقیناً فیصل کے بھائی شاہ خالد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بعد مرحوم بھائی کی آرزوؤں کو حرف بحرف پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

شاہ خالد کے بعد شاہ فہد کی حالیہ کارگزاری انتہائی لائق تحسین ہے۔

شاہ فیصل کا دستور مملکت

سعودی عرب کے جمیع قوانین کی بنیاد خدا کی کتاب قرآن اور ہادی انسانی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، یہاں کا سرکاری مذہب اسلام ہے شاہ فیصل نے اپنے گیارہ سالہ دور حکومت میں ہر موقع پر قانون حکومت کی بالادستی قائم کی، شاہ نے کئی مرتبہ کہا، یہ کس طرح ممکن ہے انسانیت کے حقوق سے سب سے زیادہ قریب نظام خود ہمارے پاس ہو اور ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے آئین کی باتیں کرتے پھریں، پھر یہ تو وہ آئین ہے جسے انسانوں کے خالق نے اپنے حبیب ﷺ پر نازل کیا۔(103 فیصل بنو یشان)

اسلام کے مقابلے میں شاہ فیصل کسی دوسرے شاہی جمہوری، دیمقراطی، اشتراکی اور سرمایہ دارانہ دستور کے قطعاً قائل نہ تھے ان کا نظریہ تھا کہ اسلام ہی دنیا میں ایسا نظام ہے جو ہر دور کے تقاضوں پر پورا اتر سکتا ، اس خاطر سعودی عرب کے پرچم کا رنگ آنحضرت ﷺ کے روضہ کے مشابہ اور اس کے اوپر مسلمانوں کا سب سے بڑا شعار کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔

بلاشبہ شاہ نے جدید ترقیاتی مہموں میں کئی جگہ دوسرے ممالک کے سربراہوں سے مشاورت کی اور بعض امور میں مرحوم نے ثقافتی اور فنی تعاون بھی حاصل کیا مگر وہ کسی صورت اسلام کے اصولوں سے منحرف ہونے کو تیار نہ تھے وہ اول اور آخر مسلمان تھے ان کا طرز زندگی خالص ایک خداترس اور عاشق رسول کا تھا۔ وہ دنیوی تعیش پسندی اور ظاہری نمود و نمائش کے قائل نہ تھے ان کی حکومت کے کسی قانون میں کوئی خلاف اسلام بات نظر نہیں آتی۔ انہوں نے جدید تعلیم، جدید ترقیات جدید سائنس الغرض کئی امور میں مغربی ممالک سے امداد حاصل کی۔ مگر وہ اسلامی اصولوں اور قرآنی اقدار کو ہر موقع پر بلند رکھتے تھے۔ انہوں نے بڑے بڑے شاہوں اور فرمانرواؤں سے مذاکرات اور غیر مسلم ممالک کے دوروں میں اپنے تئیں اسلام سے دور نہ ہونے دیا۔ وہ ہر قدم پر خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر اٹھا ہوا انہوں نے اسلامی

CamScanner

دفعات کو اپنے عدالتی اور حکومتی طرز عمل کی بنیاد قرار دیا۔ شاہ فیصل کے دستور حکومت کی چند جزئیات ملاحظہ ہو۔

خدائی دستور:

ان الحکم الا اللہ. (القرآن)

حکم صرف اللہ کا ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی. (القرآن)

کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔

ان الدین عند اللہ الاسلام. (القرآن)

اللہ کا پسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔

ومن یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین. (القرآن)

جو اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کی بات کرے گا (اس کی بات) قابل قبول نہیں ہوگی۔ الخ

وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عَنہ فَانتَھوا. (القرآن)

جو تمہارا رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ۔

معاشرتی لائحہ عمل:

لا یومن احد کم حتی اکون ھواہ تبعاً لما جئت. (الحدیث)

کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنی خواہشات میرے تابع نہ کرے۔

نظام تعلیم:

طلب العلم فریضتہ علی کل مسلم و مسلمۃ.

علم (دین) حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

امر بالمعروف:

مَن رَاٰیٰ مُنکراً منکم فلیغرہ بیدہٖ. الخ

تم میں جو کسی برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ ہاتھ سے اسے روک دے۔

وعلیَ الحکومۃ الاسلامیہ للجائع خبز وللعاری ثوب یواری عورتہ. الخ

اسلامی حکومت پر فرض ہے کہ بھوکے کو روٹی کھلائے ننگے کو کپڑا دے اور بے خانماں کو مکان دے۔

زرعی قانون:

من احیاء ارضاً میتۃً فھی لہ. (الحدیث)

جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے گا۔ وہ اس کا مالک ہے۔

مزدوروں کے لیے حکم:

اُعطو الاَجرَ لاجیر قبل اَن یجف عرقہٗ. الخ (الحدیث)

مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دو۔

عدالتی نظام اور تعزیراتی نظام:

اِعدِلُو ہُوَ اَقرَبُ للتقوٰی. (القرآن)

عدل کرو یہی تقوٰی کے زیادہ قریب ہے۔

و کتبنا علیھم فیھآ ان النفس بالنفس و العین بالعین و الانف بالانف و الاذن بالاذن والسن بالسن و الجروح قصاص.

ہم نے فرض کیا ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے میں آنکھ، کان کے بدلے کان ناک کے بدلے ناک وغیرہ۔

السّارق و السّارِقۃُ فَاقطَعُو اَیدِیُھما نکالاً مَنَ اللہ. (الحدیث)

چور مرد ہو یا عورت ان دونوں کا ہاتھ کاٹنا ہی اس کی سزا ہے۔

واقیمو الصلوٰۃ	القرآن	نماز قائم کرو
واتو الزکوٰۃ	القرآن	زکوٰۃ ادا کرو
کتب علیکم الصیام	القرآن	اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے
واتمو الحجہ والعمرہ اللہ	القرآن	عمرہ اور حج کا اہتمام کرو

شاہ نے اپنے دور میں ثابت کر دکھایا کہ اگر قرآن کے نظام کو رائج کیا جائے تو بیسویں صدی میں بھی اس کی افادیت ویسی ہے جیسی چودہ سو برس قبل تھی شاہ نے خود سختی سے اسلامی تعلیمات پر عمل کیا اور زندگی عدل گستری اور اخوت کو عزیز رکھا بعض ماہرین عمرانیات کا کہنا ہے کہ دولت کی فراوانی کئی جرائم کا موجب بنتی ہے، مگر اس مفروضے کو یہاں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

سعودی عرب میں اگر سر راہ کوئی چیز گر پڑے تو اسے کوئی، اٹھانے کی جرأت نہیں کرتا۔

سات دن میں ہر مقدمہ کا فیصلہ لازمی ہے، یہاں انصاف انتہائی سستا ہے، عدالتی کارروائی کا جو ناروا اور ہتک آمیز رویہ برصغیر کے ممالک میں رائج ہے اس کا یہاں تصور تک نہیں وکیل اور وکالت ناموں کے اخراجات سے لے کر ججوں اور افسروں کو انعام دینے تک کسی قسم ہرجانہ یہاں بالکل نہیں ہوتا، انہیں قوانین کی بدولت آج پوری دنیا میں سعودی عرب، واحد ملک ہے جہاں جرائم کی شرح تمام دنیا سے کم ہے۔

اسلامی حدود کی برکات ہی کا نتیجہ ہے کہ کئی برسوں کے بعد کوئی قتل کا واقعہ رونما ہوتا ہے یہاں قتل کا بدلہ قتل مختلف شہروں میں ایک ایسی سزا نافذ ہے، جس نے پورے معاشرے کو سنگین جرائم سے محفوظ کر رکھا ہے، شراب قانوناً ممنوع ہے جس سے پیشتر خرابیوں کا نام ونشان تک پایا نہیں جاتا۔

سعودی عرب کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی ایک شخص کے دل میں سب سے نمایاں طور پر یہ احساس ابھرتا ہے کہ یہاں اس کی جان، مال اور عزت وآبرو محفوظ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شرعی قوانین کے نفاذ نے پورے سعودی عرب کو امن وامان کا گہوارہ بنا دیا ہے یہاں نہ قتل و غارت گری ہے، نہ شراب خانہ خراب کا کوئی اڈہ ہے، قحبہ خانہ ہے اور نہ آئے دن چوری اور ڈاکہ زنی کے واقعات رونما ہوتے ہیں، نہ ملاوٹ کی بیماری موجود ہے نہ کہیں سمگلروں کے اڈے ہیں۔

یہاں آنے والا ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ وہ جوابازوں، شرابیوں اور زانیوں کے بھٹ سے نکل کر نیکی اور شرافت کی زمین پر آ گیا ہے، اس جگہ ذاتی اور مالی تحفظ اتنا قوی ہے کہ گھوڑے بیچ کر سونے کا محاورہ اسی سرزمین پر سمجھ آ سکتا ہے، حج کے موقعہ پر لاکھوں انسانوں کے اژدہام میں جیب کٹ جانے کا اکادکا واقعات ہوتے رہتے ہیں، وہ گرہ کٹ سعودی عرب کے باشندے نہیں ہیں بلکہ دوسرے ممالک کے جرائم پیشہ لوگ ہوتے ہیں جو حج کے دنوں میں بھی بری عادت کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، مگر جب پکڑے جاتے ہیں تو پھر شرعی قانون کے تحت انہیں ایک ہاتھ سے محروم ہونا پڑتا ہے اور عمر بھر گرہ کٹ کے دامن پر داغ لگ جاتا ہے۔

شرعی تعزیرات کے نفاذ نے اس ملک کے باشندوں کو آئے دن کے مقدمات کی لعنت سے محفوظ کر رکھا ہے۔ یہاں کی عدالتوں میں مقدمات برائے نام ہیں۔ پھر مزے کی بات یہ ہے کہ پورے ملک میں صرف چند وکلاء ہیں ہمارے ملک میں وکیل کی مدد کے بغیر مقدمات کی کامیابی کے امکانات معدوم ہیں، کیونکہ ہمارا قانون اتنا پیچیدہ اور گنجلک ہے کہ اسے سمجھنے کے لیے کسی قانون دان ماہر کی ضرورت ہے، اس کے باوجود اکثریت عدل سے محروم رہتی ہے، اس کے برعکس شرعی قوانین فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں، شرعی عدالتوں کا طریقہ کار سادہ عام فہم اور دوٹوک ہے۔ اس لیے وہاں نہ ایسے وکیل ہیں نہ ٹاؤٹ اور چھوٹے گواہوں کی فوج ظفر موجود ہے، اس لیے عدل کا حصول نہایت آسان ہے، پھر سعودی حکمران عدالتوں کے کام میں مداخلت کے مجاز نہیں ہیں، اس امر کی وضاحت کے لیے ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے، ایک دن ایک غیر ملکی صحافی شاہ فیصل کے والد ملک عبد العزیز سے انٹرویو لے رہا تھا۔ ان کے دفتر کے باہر ایک شخص کے چیخنے چلانے کی آواز آئی وہ

ملک عبدالعزیز کا نام لے لے کر پکار رہا تھا، غالباً محافظ اسے باہر جانے کے لیے کہہ رہے تھے۔ مگر وہ سلطان سے ملاقات کرنے پر مصر تھا، ملک عبدالعزیز صحافی سے معذرت کر کے باہر آئے انہوں نے اس شخص کی بات سنی اور کچھ وقت بعد واپس آ کر انٹرویو دینا شروع کیا، ابھی وہ صحافی انٹرویو سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ کہ وہ شخص دوبارہ واپس آ گیا۔ شاہ کو اطلاع دی گئی آپ انٹرویو درمیان میں چھوڑ کر پھر باہر چلے گئے، اب صحافی نے محسوس کیا کہ چیخنے والا شخص منت سماجت کر رہا ہے، اور شاہ اظہار ناراضگی کر رہے تھے، پھر وہ واپس آ کر انٹرویو دینے لگے، صحافی نے انٹرویو سے فارغ ہو کر شاہ سے سوال کیا، کہ میرے انٹرویو کے دوران جو کچھ پیش آیا۔ اگرچہ اس کا میرے انٹرویو سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر اس صورت حال نے مجھے خلجان میں مبتلا کر دیا ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو صورت حال کی وضاحت فرمائیں تا کہ میرا تردد دور ہو سکے، ملک عبدالعزیز نے جواب دیا، پہلی بار جب یہ شخص آیا تھا۔ تو یہ شاہی خاندان کے ایک فرد پر الزام عائد کر رہا تھا۔ کہ اس نے میری لڑکی سے چھیڑ چھاڑ کی ہے میں نے اسے تحمل و بردباری سے سوچ بچار کی دعوت دی مگر وہ قانونی کارروائی کرنے پر مصر تھا، میں نے قاضی کو ٹیلی فون پر واقع کی اطلاع دی۔ اس نے ملزم کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا، اب یہ شخص دوبارہ آیا۔ کہ آپ قاضی سے کہیں کہ ملزم کو رہا کر دے اور مقدمہ خارج کر دے، میں نے اسے سمجھایا۔ مقدمہ عدالت میں چلا جائے تو میں واپس لینے کا اختیار نہیں رکھتا، اور نہ جج میرے حکم پر مقدمہ واپس کرے گا، مگر وہ شخص اصرار کرنے لگا، کہ میں جج سے لازمی سفارش کروں، اس پر میں نے ناراض ہو کر جواب دیا، "یہ قانون میرے باپ کا بنایا ہوا نہیں یہ تو اللہ اور اس کے رسول کا دیا ہوا قانون ہے جس کے سامنے اس ملک کا حکمران عبدالعزیز بھی بے بس ہے۔ سعودی عرب کے حکمرانوں کا یہی وہ مومنانہ طرز عمل ہے جس نے ملک کے اطراف و جوانب میں قانون کی بالادستی کی دھاک بٹھا رکھی ہے۔

زبان:

عربی اسلام کی مقدس زبان ہے قرآن کریم بھی اسی زبان میں آسمانوں سے نازل ہوا، یقیناً یہ زبان دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں سے ایک ہے،

یہ زبان ایشیا اور افریقہ کے 14 کروڑ سے زائد افراد کے درمیان اظہار خیال کا ذریعہ ہے، انسانی دنیا کی عظیم ادبی زبانوں میں سے ایک ہے جس میں الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، عربی سعودی عرب کی سرکاری زبان ہے، تاہم یہاں انگریزی اور دوسری کئی زبانیں بھی کثرت سے بولی جاتی ہیں۔

مذہب:

سعودی عرب کا مذہب اسلام ہے جس کا پیغام خدا کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعے 1400 سال پہلے مکہ اور مدینہ میں آپ ﷺ نے دیا قرآن و حدیث کی عصری تشریحات کے ضمن میں حکومت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بن حنبل شیخ الاسلام ابن تیمہ اور امام الدعوۃ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی تعلیمات وافکار کی خوشہ چیں ہے۔

حکومتی شعبہ جات:

سعودی عرب میں وزارتی کونسل سپریم اتھارٹی ہے بادشاہ وقت اس کا نگران ہوتا ہے، یہ کونسل حکومت کے علاقائی اداروں کو احکامات صادر کرتی ہے تمام داخلی اور بین الاقوامی اموراور بیرونی معاہدے اسی کی نگرانی میں طے پاتے ہیں۔

شاہ فیصل نے علاقوں کی اصلاح اور مملکت کے نظم ونسق کو اعلیٰ خطوط پر چلانے کے لیے درج ذیل وزارتیں قائم کیں۔

1- وزارت داخلہ
2- وزارت دفاع وہوابازی
3- وزارت امور خارجہ
4- وزارت پٹرولیم ومعدنی وسائل
5- وزارت اعلیٰ تعلیم
6- وزارت حج واوقاف
7- وزارت محنت وسماجی امور
8- وزارت تعلیم
9- وزارت منصوبہ بندی
10- وزارت انصاف
11- وزارت صحت
12- وزارت تعمیرات مکانات
13- وزارت صنعت وبجلی وآباشی

14- وزارت ڈاک وتار ٹیلی ویژن (اطلاعات ونشریات)

15- وزارت تجارت

16- وزارت بلدیات ودیہی امور

17- وزارت مواصلات

18- وزارت زراعت

19- وزارت خزانہ وقومی معیشت

فیصل......خادم الحرمین

عالم اسلام پر شاہ فیصل کا امتیاز حرمین شریفین کی خدمت اور خدا اور اس کے رسول کے دریاؤں کی توسیعات ہیں۔ بیت اللہ کی اول تعمیر جلیل القدر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھوں میں ہوئی۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں حسب سابق خانہ کعبہ طواف کی آماجگاہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیت اللہ کے ساتھ مسجد کی توسیع کا آغاز ہوا۔ اس طرح ہر عہد میں مسجد حرام کی توسیع کا آغاز ہوا۔ اس طرح ہر عہد میں مسجد حرام کی توسیع کا کام جاری رہا۔ توسیع کا یہ کام آج اس حد کو پہنچ گیا کہ اب بیک وقت بیت اللہ میں ۵ لاکھ انسان نماز ادا کر سکتے ہیں۔

توسیعات حرم مکہ مکرمہ:

توسیع عہد فاروق اعظم ۱۷ھ! مطاف کے ساتھ چند مکان خرید کر مسجد میں داخل کیے گئے۔ مسجد کے اردگرد ایک چھوٹی دیوار بنائی گئی۔ جس میں کئی دروازے لگائے گئے۔ اور ہر دروازے میں روشنی کا انتظام کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حرم میں رات کے وقت روشنی کا اہتمام ہوا، اور دنیا میں پہلی بار کسی مسجد کے لیے دیوار اور دروازے لگائے گئے۔

توسیع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عمر کے بعد ۲۶ھ میں حرم کعبہ میں مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے توسیع ثانی ہوئی۔ خلیفہ ثالث نے متعدد مکانات خرید کر مسجد میں شامل کیے اور پہلا موقع تھا کہ حرم مکہ کے اردگرد ایک گول چھت بنائی گئی۔

توسیع عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک عرصہ بعد ۶۴ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کی نئے سرے سے تعمیر کی اور اردگرد کے متعدد مکانات خرید کر مسجد حرام میں شامل کیے۔

توسیع ولید بن عبدالملک:

چوتھی توسیع اموی خلیفہ ولید کے دور میں ۹۱ھ میں ہوئی۔ ولید نے نئے سرے سے بیت اللہ کی تعمیر کی اور خانہ کعبہ کی مزید چھت بنائی، مرتبہ مصر اور شام سے لکڑی کے ستون منگوا کر چھت میں نصب کیے گئے۔

توسیع منصور:

۱۳۹ھ میں خانہ کعبہ کی پانچویں توسیع مکمل ہوئی اور اس موقع پر نئی تعمیر اور چھت کے ساتھ ساتھ عمارت میں بیل بوٹے لگائے گئے۔

توسیع مہدی ۱۶۰ھ خلیفہ عباسی مہدی بن منصور نے حج کے موقع معائنہ کے بعد مسجد کی جگہ کی تنگی کا احساس کرتے ہوئے توسیع کا آرڈر دیا۔ اس وقت چاروں طرف سے کئی مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر لیے گئے

توسیع معتضد باللہ مہدی کی توسیع ۶۰۰ھ سال تک قائم رہی، ہاں مگر وقتاً فوقتاً تعمیرات ہوتی رہیں ۲۷۳ھ میں حرم کے گرد نئے سرے میں دروازے لگائے گئے۔

توسیع مقتدر باللہ:

۲۰۹ھ میں مسجد حرام کی دوسری مرتبہ وسیع پیمانے پر توسیع کا فیصلہ کیا گیا پھر ۸۰۴ء تک کوئی اہم توسیع نہ ہوئی۔ ۹۷۹ھ کو بیت اللہ کی عمارت نہایت پرانی ہوگئی اور بعض چیزیں شکستہ ہوگئیں تو ترک حکمران سلطان سلیم عثمانی نے پوری عمارت کی نئی تعمیر کا حکم دے دیا، تعمیر کا کام نہایت جانفشانی، محنت اور نگرانی سے ہوا، دوران تعمیر سلطان کا انتقال ہوگیا، اور اس کے فرزند سلطان مراد نے منفرد لگن کے ساتھ خانہ خدا کی تعمیر کا شرف پایا، بالآخر ۹۸۴ھ کو یہ فریضہ ادا ہوا اور آج تک بیت اللہ کی یہی عمارت قائم ہے۔

توسیعات فیصل

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ، ۱۹۵۵ء میں جب شاہ فیصل سعودی عرب کے وزیر اعظم

تھے، حرم کی توسیع کا آغاز ہوا۔ اس موقع پر اساسی پتھر رکھنے پر عظیم الشان اجتماع ہوا۔ جس میں اسلامی ممالک کے حکام نے شرکت کی۔ توسیع کے اس ابتدائی مرحلہ میں عمارات کے گرانے اور نقل وحمل پر ۴۰ کروڑ ریال صرف ہوئے اور مسجد حرام کی وسعت میں ۱۳۸۲۹۱۸ مکعب کا اضافہ ہوا۔

اردگرد چہار جانب بے مثال عمارت بنائی گئی۔ زیارت بیت اللہ کا شرف پانے والے حضرات کو بخوبی علم ہے کہ سعودیوں کے تعمیر کردہ برآمدوں کی وسعت، خوبصورتی، ستونوں کی پختگی، دریا دلی سے خرچ کیا جانے والا سرمایا اور عالی شان عمارت کو دیکھ کر انسان ششدرہ جاتا ہے ہر دیکھنے والا بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ دنیا کا کوئی معبد خانہ اس قدر عظمتوں کا امین نہیں ہے نہ ہے ایسی وسیع وعریض اور بلند وبالا کوئی عمارت اس قدر نظروں کو خیرہ کردینے والی شان کی حامل ہے۔

صفا، مروہ کی توسیع:

مسجد حرام کی تعمیر وتجدید کے ساتھ ہی مسعی کی طرف توجہ دی گئی۔ صفا، مروہ کے درمیان خارجی ۱۴۰۰ اور داخلی ۳۹۵ میٹر مسافت تک ہے اس کا عرض ۲۰ میٹر تک ہے جن کی مدد سے عمر رسیدہ یا معذور افراد بیٹھ کر سعی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، یہاں شاہ فیصل کی خصوصی توجہ سے صفا مروہ میں آمدورفت کے دو راستے بنائے گئے ہیں، درمیان میں چھوٹے تانگے چلتے ہیں، ان راستوں کے عین محاذات میں اوپر کی جانب حاجیوں کی سہولت کے لیے ایک بالائی منزل بھی تعمیر کی گئی ہے۔

توسیع مطاف:

کثرت حجاج کے باعث جائے مطاف بہت تنگ تھی، خصوصاً مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس مطاف کی توسیع زمزم اور برآمدے میں واقع منبر کو مشرقی جانب منتقل کر کے مؤذنوں کے لیے اوپر بالا خانہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے مقام ابراہیمؑ پر پردہ تھا اسے ہٹا کر اب شیشے کا پردہ لگا دیا گیا ہے جس پر لوہے کا جنگلا محیط ہے۔ اب مقام ابراہیم بڑا حسین و

جمیل منظر پیش کرتا ہے، اب آسانی کے ساتھ حجاج کرام اس کے مشاہدہ اور زیارت سے مشرف ہوتے ہیں، شیشے کا پردہ رکھنے کی رسم شاہ فیصل نے اعلیٰ حکام اور عالم اسلام یک ممتاز علمی اور دینی شخصیات کی موجودگی میں بڑے ادب واحترام سے ادا کی، اسی طرح توسیع مطاف کا کام اختتام پذیر ہوا۔

"عہد فیصل میں توسیعات حرم کعبہ کے سلسلے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ عمارات حرم کی بعض دیواروں، ستونوں اور فرش پر حسین وجمیل سنگ مرمر لگادیا گیا ہے اور باقی دیواروں اور ستونوں پر عمدہ قسم کا پتھر استعمال کیا گیا ہے، مسجد الحرام اور مطاف وغیرہ پر جس قدر سنگ مرمر اور اعلیٰ پتھر نصب ہے اس کا پیمائشی اندازہ ۲۴ ہزار مربع میٹر ہے (تاریخ مملکۃ سعودیہ)"

حرم کے ابواب ومینار:

شاہ فیصل کے دور میں حرم کے ابواب ومنارات میں بھی اضافہ ہوا۔حرم کے ابواب کی تعداد توسیع جدید کے بعد ۵۱ تک ہے جس میں چھوٹے بڑے سب دروازے شامل ہیں حرم کے صدر دروازے تین ہیں۔"باب ملک عبدالعزیز، باب العمرہ، باب السلام، ہر صدر دروازے پر دو دو مینار ہیں۔جن پر نظر پڑھتے عجیب ہر قسم کی جلالت اور ہیبت دماغ ودل کو ناقابل بیان کیف سے معمور کردیتی ہے۔

حرم شریف کی قدیم عمارات:

تعمیرات جدید میں یہ بات خاص طور پر ملحوظ رکھی گئی ہے کہ ترکوں کے عہد کی سابقہ عمارات کو آثار قدیمہ کے طور پر جوں کا توں رکھا گیا ہے۔شاہ فیصل کی ہدایات کے مطابق قدیم عمارات کے نشان کو واضح کیا گیا۔

حرم کے میدان:

دن بدن حجاج کے وفود اور ان کی گاڑیوں کی کثیر تعداد باعث کشادہ اور وسیع میدانوں کی ضرورت محسوس کی گئی۔اس خاطر پہاڑوں اور پلوں پر کئی سڑکوں کا جال بچھایا

گیا، شہر سے باہر کئی میدانوں کو حجاج کی ٹریفک کے لیے قابل استعمال بنایا گیا، مکہ ایک ایسی وادی ہے جسے پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔

مکہ لائبریری:

جلالۃ الملک شاہ فیصل مرحوم نے اعلان کیا تھا کہ حرم شریف میں ایک بہت بڑا کتب خانہ اور لائبریری بنائی جائے گی جس سے دینی تہذیب و ثقافت کی طرف رہنمائی ہو گی۔ موجودہ حکومت نے مقررہ کردہ باب عبدالعزیز کے سامنے لائبریری کی عمارت تعمیر کرادی ہے۔

قدیم عمارات کے اعتبار سے حرم کی توسیع کل ستائیس ہزار میٹر تھی۔ جدید توسیع ایک لاکھ اسی ہزار تک ہوئی شاہ فیصل کے دور میں اس طرح حرم کے قرب و جوار میں جس قدر توسیع ہوئی اس کا اندازہ ایک لاکھ ترپن ہزار تک تھا۔ ہدم و نقل اور جدید توسیع پر کل رقم ۸۰ کروڑ ریال خرچ ہوئے [1]

اس عہد میں جب کہ آج سعودی عرب سے کہیں کم تر وسائل کے باعث اس قدر خطیر رقم کا صرف حرم کعبہ پر خرچ کیا جاتا۔ فیصل مرحوم کی حق آگاہی اور حرمین کی سچی خدمت اور خدا کے گھر سے بے مثال محبت و عقیدت کی شاہکار مثال ہے۔

کہا جاتا ہے کہ فیصل نے تعمیرات کعبہ کی کمپنی کے مالک محمد بن لادن کو واشگاف طور پر کہا تھا کہ حرم کی تعمیرات کے لیے سعودی حکومت کے خزانوں کا منہ کھلا رہے گا، تاوقتیکہ اسے دنیائے عالم کی عظیم ترین، مضبوط اور خوبصورت عمارت کا امتیاز حاصل نہ ہو جائے۔ یہاں پر خرچ کی جانے والی رقم میرے اور خاندان حکومت کے لیے نہ صرف باعث سعادت بلکہ ذریعہ نجات ہے۔

توسیعات مسجد نبوی ﷺ (مدینہ منورہ)

ہجرت کے بعد عہد نبوی میں مسجد نبوی ۲۴۰۰ مربع گز تھی جس کا طول ۷۰ اور

[1] تاریخ مملکۃ السعودیہ ص ۸۲

عرض ۶۰ گز تھا غزوہ خیبر کے بعد مسلمانوں کی کثرت کے باعث اس کا رقبہ ۱۰۰۰۰ مربع ہو گیا جس کا طول وعرض ۱۰۰، ۱۰۰ گز تھا۔ اس وقت مسجد کی بنیاد میں پتھر اور کھجور کے بڑے بڑے عمود ستون استعمال کیے گئے تھے (اس طرح مسجد نبوی درج ذیل ترتیب کے ساتھ وسعت پذیر ہوئی)

توسیع عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

۱۴۰ گز لمبائی ۱۲۰ گز چوڑائی

توسیع عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

آپ نے جنوب اور شمال کی جانب وسعت دی اور ۴۹۶ میٹر مربع تک مسجد کی وسعت کی

توسیع ولید بن عبدلملک

۸۸ھ میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے تمام حجرے مسجد میں شامل کر دیئے گئے، اس طرف مسجد دو سو گز لمبائی اور آگے سے دو سو گز لمبائی اور پچھلی جانب ۱۸۰ گز لمبائی مقرر ہوئی، اس طرح ۲۳۶۹ مربع میٹر۔ اس عہد میں مسجد نبوی پہلی مرتبہ جدید خوبصورتی سے آراستہ ہوئی۔

توسیع مہدی عباسی

۱۶۱ھ میں خلیفہ مہدی نے مسجد نبوی میں شمال کی جانب ۱۰۰ گز کا اضافہ کیا چوڑائی میں ۱۸۰ بڑھائے اس طرح ۲۴۵۰ میٹر مربع مسجد کا رقبہ ہوا۔

۶۵۴ھ میں مسجد نبوی میں آگ لگ گئی، اس دور میں منصور نور الدین علی اور کئی اسلامی حکمرانوں کی کوشش سے مسجد کو بغیر توسیع کے از سر نو تعمیر کیا گیا۔ اس کے بعد نویں صدی ہجری کے آغاز میں مسجد نبوی میں معمولی توسیع ہوئی، بعد ازاں ترک حکمران سلطان عبدالمجید نے ۱۲۶۳ھ میں عمارت مسجد کا منفرد نقشہ تیار کر کے دنیا کے کونے کونے سے اعلیٰ

درجہ کے کاریگر اور ماہر منگوا کر مجموعی طور پر ۱۲۹۳ مربع میٹر پر مسجد نبوی کی عمارت کھڑی کی گئی۔

تو سیعات ابن سعود

دنیا کے گوشے گوشے سے حاجیوں کی کثرت سے آمد کے باعث ملک عبدالعزیز نے ۱۳۶۸ھ میں عالم اسلام میں مسجد نبوی کی وسعت کے لیے اعلان کیا اور اس کی تعمیر کے لیے پوری دنیا کے مسلمانوں کو حصہ لینے کا شرف بخشا اس موقع پر عالم اسلام کے تمام بڑے بڑے علماء اور اعلیٰ حکام کو مدعو کیا گیا۔ سعودی عرب کے نامور ماہر تعمیرات محمد بن لادن کو مسجد نبوی کی تعمیر کا کام سونپا گیا۔

پہلے مرحلے میں ۱۳۷۰ھ میں کام کا آغاز ہوا۔ ۱۴ اعلیٰ درجہ کے ماہر، ۴۰۰ دوسرے کاریگر اور ۱۶۰۰ مزدوروں نے دن رات کام کر کے بہت تھوڑے عرصے میں ۶۰۵۶ میٹر مربع تک مسجد نبوی کی توسیع کر کے مسجد نبوی کی قدیم عمارت کی موجودگی میں ارد گرد ایسی عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی کہ ہر دیکھنے والا آل سعود کے عشق رسول اور گہری عقیدت پر داد وتحسین دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس تعمیر میں ۷ کروڑ ریال خرچ ہوئے۔

سعودی عہد کے تعمیر کردہ دروازوں میں باب عبدالعزیز، باب عثمان بن عفان، باب المجیدی، باب عمر بن خطاب، باب الملک شامل ہیں۔

تو سیعات فیصل

مسجد نبوی کی توسیع دوسرے مرحلے میں مسجد کا کل رقبہ ۵۵۵۰ مربع میٹر ہو گیا۔ جب کہ عہد فیصل یعنی تیسرے مرحلے کے موقع پر آنے والے وقت اور حجاج کثر از دحام کا خاص طور پر خیال رکھتے ہوئے مسجد نبوی کو ۴۳ ہزار مربع میٹر پر وسعت بخشی اور یہاں کے تمام حصے عالی شان عمارت میں تبدیل کر کے دنیا کے سامنے فیصل اور خاندان سعود نے عشق مصطفٰے کی ایسی زندہ جاوید مثال رقم کی، جو قیامت تک تاریخ اسلام کی پیشانی پر جھومر بن کر

چمکتی رہے گی، مختصرا

شوال ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء کو حرم کو توسیع کے پہلے مرحلے کا آغاز ہوا۔

۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء کو بنیادوں کی کھدائی کا کام مکمل ہوا۔

۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء کو شاہ فیصل نے توسیع مسجد نبوی کے لیے سنگ بنیاد رکھنے کے لیے عالم اسلام کی ممتاز شخصیت کو مدعو کیا اور یہ رسم نہایت ادب واحترام سے خوش اسلوبی سے انجام پائی۔ جلالۃ الملک شاہ فیصل نے اپنے دور حکومت میں جس طرح مملکت کے دیگر امور پر نہایت دلچسپی سے توجہ دی۔ اسی طرح انھوں نے عوام کی سہولت اور دینی شعائر کو عام کرنے کے لیے مساجد کی تعمیر کا کام بھی وسیع پیمانے پر سرانجام دیا۔

فیصل کی مساجد کی تعمیر سے اس گہرے لگاؤ سے ان کی شیفتگی حق اور اسلام سے محبت آشکار ہو جاتی ہے فیصل کے دور میں محکمہ وزارت اوقاف نے مملکت سعودیہ کے مختلف علاقوں میں ۲۶۵ نئی مساجد تعمیر کرائی ہیں، تفصیل درج ذیل ہے

الریاض	۹۲ مساجد	الزلفی	ا مساجد
المنطقہ الشرقیہ	۲۰	المزحمیہ	۴
القیصم	۵۰	عرعہ	ا
الدوآدمی	۲۰	طرف	ا
الرشم	۹	اماحہ	ا
سدید	۵	وادی الدواسر	۵
الحدود الشمالیہ	۶	الخرج	۷
حائل	۱۸	حوطہ بنی تمیم	۳
جنوب	۲	الغطغط	ا
الاغلاج	۱۹	حریملاء	ا
الدرعیہ	ا	ملہم	ا

شاہ فیصل کے عہد ساز تاریخی اقدامات

حرمین شریفین کی خدمت اور حجاج کرام کے لیے جدید انتظامات

سعودی عرب کا سب سے بڑا کارنامہ توسیع حرمین ہے اگرچہ اس کا آغاز شاہ فیصل کے والد شاہ عبدالعزیز ہی کے دور میں ہو چکا تھا لیکن مسجد نبوی ﷺ اور مکہ معظمہ میں بیت اللہ کی توسیع کے منصوبوں پر عمل درآمد کرانے والی اعلیٰ سطح کمیٹی کے سربراہ شاہ فیصل ہی تھے۔

شاہ عبدالعزیز نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو دنیا بھر کے مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کے نام ایک خط میں مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کا ارادہ ظاہر فرمایا اور ۹ جون 1951ء سے اس منصوبے پر کام شروع کر دیا منصوبے کا آغاز اطراف کی عمارتوں کے انہدام سے ہوا جن کے مالکان کو ۳۲ کروڑ ریال کی خطیر رقم معاوضہ کے طور پر ادا کی گئی۔ عمارتوں کے انہدام اور ملبہ کی صفائی کا کام مکمل ہوتے ہی ۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو باب الرحمت کے قریب نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس تقریب میں سعودی عرب اور دنیا کے کونے کونے سے آنے والے شمع رسالت ﷺ کے ہزاروں پروانوں نے جن میں شاہ و گدا سبھی شامل تھے شرکت کی۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۵ کو ماربل کی وہ انتہائی خوبصورت، پرشکوہ اور بلند و بالا عمارت مکمل ہو گئی جو بلاشبہ فن تعمیر کا شاہکار اور اپنے حسن و جمال میں بے مثال ہے، اس منصوبے پر ۵ کروڑ ریال خرچ ہوئے، مسجد کے رقبے میں ۶۰۲۴ مربع میٹر کا اضافہ ہوا۔ اور مجموعی رقبہ ۶۳۲۶ مربع میٹر ہو گیا۔ اس کے فرش پر جو سبز و سرخ قالین بچھائے گئے ہیں صرف ان پر ایک کروڑ ۵۰ لاکھ ریال خرچ ہوئے۔

مسجد نبوی ﷺ کی نئی عمارت کے افتتاح سے ایک ماہ قبل ہی ۲۴ ستمبر ۱۹۵۵ء کو حکومت سعودی عرب نے مکہ معظمہ میں حرم کی توسیع کے منصوبہ کا اعلان کر دیا۔ شہزادہ فیصل

اس کی اعلیٰ سطح کمیٹی کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ ۲۰ نومبر ۱۹۵۵ء سے کام کا آغاز ہوا۔ ۱۵ اپریل ۱۹۵۶ء کو نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ توسیعی منصوبے کی زد میں آنے والی عمارات کے مالکان کو ۳۱ کروڑ ۳۰ لاکھ ریال معاوضہ ادا کیا گیا۔ دنیا کی یہ عظیم ترین عمارت ۱۹۶۵ء میں مکمل ہو گئی، توسیعات حرمین کا تفصیلی جائزہ اس کتاب میں اپنے مقام پر موجود ہے۔

جدہ:

حاجیوں کے جہازوں کے لیے جدہ میں ایک علیحدہ بندرگاہ تعمیر کی گئی اس کے پہلے مرحلے پر ۱۹۶۷ء میں کام شروع ہوا اور ۱۹۷۳ء میں ۱۴ کروڑ ۴۰ لاکھ ریال کی لاگت سے مکمل ہوا۔

دسمبر ۱۹۷۴ء میں دوسرے مرحلے پر کام کا آغاز ہو چکا ہے اور اس پر بھی اتنی رقم خرچ ہو گی۔ اس بندرگاہ پر بیک وقت پانچ چھ جہاز کھڑے ہو سکتے ہیں۔ پاسپورٹ اور سامان کی چیکنگ کے لیے قریب ہی ایک دو منزلہ وسیع عمارت بنائی گئی ہے جس میں حاجیوں کے لیے جملہ سہولتیں مہیا کی گئی ہیں، بندرگاہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر بحری جہازوں سے آنیوالے مسافروں کے لیے "مدینۃ الحجاج" قائم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ ایک چھوٹا سا مکمل شہر ہے۔ وسیع رقبہ پر پھیلی ہوئی دو منزلہ عمارت کے اندر حاجیوں کے قیام کے لیے پانی، بجلی، پنکھوں، وضو خانوں، بیت الخلاء اور غسل خانوں کی سہولتوں سے آراستہ بڑے بڑے ہال اور کمرے ہیں، ہر ملک کے کھانوں کے ہوٹل، بازار، مسجد، ڈاکخانہ، ڈسپنسریاں، معلموں کے دفاتر سب اسی کے اندر موجود ہیں۔

فضائی مسافروں کے لیے جدید ترین ہوائی اڈہ تعمیر کیا گیا ہے، جہاں اس سال حج کے موقع پر ہر پانچ منٹ پر ایک جہاز اترتا تھا۔ ہوائی اڈے سے متصل ہی فضائی مسافروں کے قیام کے لیے ایک علیحدہ "مدینۃ الحجاج" قائم کیا گیا ہے۔ سعودی عرب میں "مدینۃ الحجاج" کے نام سے حاجیوں کے لیے تین اقامت گاہیں بنائی گئی ہیں جن میں سے دو جدہ میں اور تیسری ینبوع میں ہے ان میں سے ہر ایک پر ۶۰ لاکھ ریال خرچ ہوئے ہیں۔

جدہ میں حاجیوں کے لیے ایک قرنطینہ بھی بنایا گیا ہے جس میں بیک وقت ۲۴ سو

حاجیوں کو رکھا جا سکتا ہے، یہ دنیا بھر میں سب سے بڑا فریظنہ ہے۔

مکہ:

مکہ مکرمہ میں حرم کی توسیع کے بعد سب سے زیادہ توجہ ان مقدس مقامات پر دی گئی جہاں ارکان حج ادا کیے جاتے ہیں، عرفات میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو کاٹ کر میدان تین گنا وسیع کر دیا گیا ہے۔ اب یہاں ۲۵، ۳۰ لاکھ حاجیوں کے لیے خیمے نصب کیے جا سکتے ہیں جبل رحمت کے گرد جہاں حاجیوں کا سب سے زیادہ ہجوم ہوتا ہے سرکلر سڑک بنادی گئی ہے منیٰ سے عرفات تک متوازی اور نہایت کشادہ سڑکیں اس طرح بنائی گئی ہیں کہ ٹریفک کا بہاؤ ایک ہی سمت میں کسی رکاوٹ کے بغیر تیزی سے جاری رکھا جا سکے تا کہ ایام حج میں مقررہ اوقات کے اندر اندر حاجیوں کی بڑی سے بڑی تعداد کو منیٰ سے عرفات اور پھر عرفات سے مزدلفہ اور منیٰ پہنچایا جا سکے۔ جبل ثور کی جانب سے عرفات اور منیٰ آنے والی سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا ہے، میدان عرفات تک بجلی پہنچادی گئی ہے اور پانی کی پائپ لائنیں بھی اس طرح بچھادی گئی ہیں کہ صبح کے موقعہ پر ہر معلم کی خیمہ گاہ پر پانی پہنچ سکے۔ عرفات کی مسجد عزہ کو تین گنا وسعت دے دی گئی ہے۔ اس کی نئی عمارت اسی سال ۵ ریال کی لاگت سے مکمل ہوئی ہے۔ اس کے قریب ہی منیٰ سے آنے والی ٹریفک کو تقسیم کرنے کے لیے ایک بڑا پل بنایا گیا ہے جو پیدل آنے والوں کی حفاظت کا کام بھی دیتا ہے منیٰ سے عرفات تک دس پُل تعمیر کیے گئے ہیں اور منیٰ عرفات و مزدلفہ میں کنکریٹ کے تین وسیع سائبان بھی بنائے گئے ہیں تا کہ پیدل چلنے والے اور بالخصوص ضعیف العمر لوگ یہاں دھوپ کی تپش سے بچنے کے لیے کچھ دیر آرام کر سکیں، ان میں سے ہر سائبان میں ۵ ہزار حاجیوں کے ٹھہرنے کی گنجائش موجود ہے۔

منیٰ میں جہاں حاجیوں کا قیام چار پانچ روز رہتا ہے تمام ضروری سہولتیں فراہم کر دی گئی ہیں۔ منیٰ سے عرفات تک دونوں جانب پہاڑوں کو کاٹ کر میدان نہایت وسیع کر دیا گیا ہے۔ اور تینوں منبروں (شیطان کے علامتی ستون) پر کنکریاں مارنے کے لیے بھی جگہ کافی کشادہ کر دی گئی ہے۔ اس سال حاجیوں کی غیر معمولی تعداد کے باعث خواتین اور معمر لوگوں کو جو پریشانیاں ہوئیں ان کے پیش نظر اب اس جگہ مزید کشادہ کیا جائے گا۔ اس سلسلے

میں متعدد تجاویز زیر غور ہیں، منیٰ میں جن جگہوں پر حاجیوں کے خیمے نصب ہوتے ہیں وہاں پانی اور بجلی کی فراہمی کے علاوہ بیت الخلاء اور غسل خانوں کے لیے فلش کی سہولت بھی مہیا کردی گئی ہے۔ مسجد حنیف کو کئی گنا وسعت دی گئی ہے، اس کی نئی عمارت زیر تکمیل ہے، مسجد کے قریب ہی ایک بڑا ہسپتال بنادیا گیا ہے، منحر کو جہاں قربانی کی جاتی ہے، بہت وسیع کردیا گیا ہے، اس کے اندر جگہ جگہ پختہ فرش بنائے گئے ہیں جن پر شیڈ ڈال دیئے گئے ہیں، اس سال کے تجربے کی روشنی میں اب منحر کو مزید توسیع اور اس کے انتظامات بہتر بنانے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے، شاہ فیصل نے مسجد حنیف کے قریب ایک بلند مقام پر رابطہ عالم اسلامی کی چار منزلہ عمارت تعمیر کرائی ہے اور اس کی مزید توسیع کے لیے ۱۳ لاکھ ریال کی منظوری دی ہے، رابطہ کے تمام ارکان اور مہمانوں نے اس سال اسی عمارت میں قیام کیا تھا، اس بلند عمارت پر لہرانے والے عالم اسلام کے پرچم مسلمانوں کے اتحاد اور ان کی قوت وشوکت کا گہرا اثر دلوں پر قائم کرتے ہیں، اور شاید اسی قسم کا نفسیاتی تاثر قائم کرنے کے لیے شاہ فیصل نے رابطے کی عمارت کے لیے اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔

ایام حج میں مکہ سے منیٰ اور عرفات تک حاجیوں کی آمدورفت کے لیے گاڑیوں کی فراہمی ٹریفک کنٹرول، حادثات کی روک تھام اعلاج معالجے کی سہولتوں اور ہر مقام پر تمام ضروریات کی تکمیل کے انتظامات دیکھ کر آدمی دنگ رہ جاتا ہے، حسن انتظام کا اندازہ اس بات سے کرلیجئے کہ اس سال تقریباً ۲۰ لاکھ آدمیوں کے متحرک شہر کو منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں وقوف وسفر کے دوران تمام ضروری چیزیں اور سہولتیں میسر رہیں، ٹریفک کو ہیلی کاپٹروں سے کنٹرول کیا گیا حادثات کے واقعات شاذ ونادر ہی ہوئے۔ کوئی گاڑی خراب ہوئی تو ہیلی کاپٹر سے وائرلیس پر ملنے والی ہدایت کے تحت پولیس نے اسے چند منٹوں میں راہ سے ہٹا کر ٹریفک بحال کردی ابتدائی طبی امداد کے لیے منیٰ سے عرفات تک تقریباً دس مراکز قائم تھے، منیٰ میں ایک بڑا ایمرجنسی ہسپتال ان کے علاوہ تھا۔

حکومت نے مکہ سے جبل ثور اور جبل نور جانے والے راستوں پر بھی پختہ سڑکیں بنا دی ہیں تاکہ زائرین کو غار ثور اور غار حرا تک پہنچنے میں سہولت ہو۔

مدینہ:

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کے دوسرے مرحلہ میں کام شروع ہو چکا ہے باب الرحمت کی طرف دائیں جانب بازار کو صاف کر کے وسیع میدان ہموار اور پختہ کر دیا گیا ہے اس میں سایہ کے لیے فی الحال چادروں کے شیڈ ڈال دیئے گئے ہیں۔ اس میدان کو مسجد علی والی شاہراہ تک وسعت دینے کے لیے درمیان کے تمام مکانوں اور دکانوں پر انہدام کے نشانات لگ چکے ہیں اور حاجیوں کی واپسی کے بعد انہدام کا کام بھی شروع ہو چکا ہے اسی طرح باب جبرائیل کی سمت بائیں جانب جنت البقیع تک اور باب عبدالعزیز کے سامنے مسجد کے عقبی حصے کو بھی کافی دور تک وسیع کر دینے کا منصوبہ ہے۔ مسجد نبوی، مسجد قبا مسجد قبلتین، مسجد شمس، مساجد خمسہ، بیر عثمان، جبل احد اور مدینہ یونیورسٹی جانے والی تمام سڑکیں از سر نو پختہ اور کشادہ کر دی گئی ہیں اور پورے شہر میں بہترین سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا ہے۔ مسجد قبا کو بھی تین گنا وسیع کر دیا گیا ہے۔ حاجیوں کو رہائش کی سہولتیں فراہم کرنے کے مقامی بلدیہ شاہ فیصل کے حکم پر متعدد جدید عمارت تعمیر کرا رہی ہے جن میں سے ہر عمارت میں تین ہزار افراد کے قیام کی گنجائش ہوگی، بری راستوں سے آنے والے حاجیوں کی سہولت کے لیے دمشق سے مدینہ تک ۵ ہزار ۵ سو میل لمبی ریلوے لائن بچھائی جا رہی ہے۔ اس منصوبے پر ۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ خرچ ہوں گے، مدینہ میں ایک شاندار ہوائی اڈہ بھی تعمیر کیا جا چکا ہے۔

ینبوع:

افریقہ سے آنے والے حاجیوں کے لیے حکومت سعودی عرب نے ۱۹۶۳ء میں ۳۳ کروڑ ۵۰ لاکھ ریال کی لاگت سے ینبوع میں ایک نئی بندرگاہ تعمیر کرائی اور ۶۰ لاکھ ریال خرچ کر کے مدینہ الحجاج بنایا، یہاں سے اردن تک ایک نئی سڑک بھی تعمیر کی گئی ہے، توسیع حرمین کے بعد حکومت سعودی عرب کا سب سے بڑا کارنامہ پورے ملک کے تمام شہروں کو ملانے والی سڑکوں کی تعمیر ہے، ان میں جدہ، جدہ مدینہ، مکہ مدینہ، طائف اور طائف سے ریاض وجیزان تک کی شاہراہیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جدہ سے مکہ تک ۸۵ کلومیٹر

سڑک نہایت کشادہ اور دورویہ ہے، اس پر چوبیس گھنٹے ٹریفک سیلاب کی صورت میں بہتی ہے جدہ اور مکہ سے مدینہ جانے والی شاہراہ میدان سے کافی بلند، کشادہ اور ہموار ہے، پہلے مکہ کے لوگوں کو جدہ ہو کر مدینہ جانا پڑتا تھا لیکن اب مکہ سے ایک علیحدہ سڑک نکالی گئی ہے جو تقریباً ۶۰ میل دور جدہ سے آنے والی شاہراہ سے مل جاتی ہے، یہ سڑک دنیا کی بہترین شاہراہوں میں شمار ہوتی ہے اور اس کا بدر سے مدینہ تک ۱۵۰ کلومیٹر کا فاصلہ تو فن تعمیر کا شاہکار ہے اسی طرح طائف شاہراہ بھی اپنی نظیر آپ ہے حال ہی میں مکمل ہوئی ہے، حکومت سعودی عرب نے اپنے تعمیری بجٹ کا بڑا حصہ شہروں کے اندر اور ان کے درمیان بنائی جانے والی سڑکوں ہی پر خرچ کیا ہے۔ جس کا سب سے زیادہ فائدہ عرب ممالک اور دنیا کے دوسرے حصوں سے آنے والے حاجیوں ہی کو پہنچا ہے۔ ان سڑکوں کی بدولت ایران، ترکی، شام، عراق، یمن اور دیگر ممالک کے لاکھوں حاجی بسوں کے ذریعے آسانی سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پہنچ جاتے ہیں۔

حکومت نے ذرائع آمد و رفت کو بہتر بنانے کے بعد صحت کے مسئلے کو ترجیح دی ہے جدہ مکہ اور مدینہ میں بڑے بڑے ہسپتالوں کے علاوہ چھوٹی بڑی سینکڑوں ڈسپنسریاں بنائی گئی ہیں، ہسپتالوں میں مکہ کا صیاد ہسپتال جو حرم کے قریب ہی واقع ہے اور الزاہر ہسپتال مشہور ہیں، مدینہ میں ملک الفیصل ہسپتال بہت وسیع اور ۴۰۰ سو بستروں پر مشتمل ہے۔

حاجیوں کے لیے صحت و صفائی، رہائش اور دیگر سہولتوں کی فراہمی پر سالانہ ۶۰ کروڑ ریال خرچ کیے جاتے ہیں، شاہ فیصل نے ان انتظامات کے لیے حج و اوقاف کی علیحدہ وزارت قائم کی جس کی اعلیٰ سطحی کمیٹی کے سربراہ موجودہ ولی عہد شہزادہ فہد ہیں۔

اسلامی سیکرٹریٹ کا قیام:

شاہ فیصل کی اسلامی سیکرٹریٹ کا قیام ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ "اسلامی سیکرٹریٹ" مسلمان ملکوں کا مشترکہ ادارہ ہے اس کا قیام ۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو مسجد اقصیٰ کی آتش زدگی کے بعد ستمبر ۱۹۶۹ء میں عمل میں لایا گیا۔

اس ادارے کا قیام شاہ فیصل کی تجویز کا رہین منت ہے ۲۲ ستمبر ۱۹۶۹ء کو مراکش کے شہر رباط میں ۲۴ اسلامی ملکوں کے سربراہوں نے اس ادارے کے قیام کو قانونی شکل دی۔ مذکورہ کانفرنس میں مشرق وسطی کی سنگین صورت حال کا جائزہ لیا گیا، کانفرنس کی ایک قرارداد کے ذریعے اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا گیا کہ بیت المقدس کو وہی مقام دیا جائے جو جون ۱۹۶۷ء سے پہلے اسے حاصل تھی، شرکائے اجلاس کے فیصلے کے مطابق سیکرٹریٹ کا باقاعدہ دفتر جدہ میں قائم کیا گیا۔

اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس اور اسلامی سربراہان مملکت کے تمام اجتماعات قریب قریب اسی سیکرٹریٹ کے زیر اہتمام منعقد ہوتے ہیں، ۱۹۷۰ء میں جدہ میں پہلی وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں رباط میں کیے گئے فیصلوں کے علاوہ طے پایا کہ اسلامی سیکرٹریٹ کے تحت اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کا اجلاس ہر سال منعقد ہوگا جب کہ سربراہان مملکت کی کانفرنس ہر تین سال بعد ہوا کرے گی۔

اسلامی سیکرٹریٹ کے زیر اہتمام وزرائے خارجہ کی دوسری کانفرنس ۲۶، ۲۸ دسمبر ۱۹۷۰ء کو کراچی میں منعقد ہوئی جس میں اسلامک نیوز ایجنسی کا قیام عمل میں آیا۔

۱۹۷۲ء ۲۸ فروری تا ۴ مارچ جدہ میں تیسری کانفرنس ہوئی، جس میں تیس ممالک نے حصہ لیا۔

اس طرح چوتھی کانفرنس لیبیا کے شہر بن غازی میں ۴ تا ۷ مارچ ۱۹۷۳ء کو ہوئی، کانفرنس میں بھارت سے پاکستان کے جنگی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا اور جہاد فنڈ کے قیام کی تجویز منظور کی گئی، اس میں ۳۵ ممالک شریک ہوئے، اور اسلامی ممالک کی سربراہی کانفرنس لاہور ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء میں منعقد ہوئی، ۳۷ ممالک اس کانفرنس میں شریک ہوئے، اس کانفرنس کے فیصلوں کے مشترکہ اعلامیہ کو "اعلان لاہور" کا نام دیا گیا۔

اس کے بعد ۲۱ تا ۲۳ جون ۱۹۷۴ء کو ملائیشیا کے شہر کوالپور، جولائی ۱۹۷۵ء کو جدہ میں ۱۲ تا ۱۵ مئی ۱۹۷۶ء کو استنبول ترکی میں، ۱۶ تا ۲۳ مئی ۱۹۷۷ء کو طرابلس لیبیا، ۲۴ اپریل

۱۹۷۸ء سینی گال کے شہر ڈاکر میں اسلامی وزرائے خارجہ کانفرنس منعقد ہوئی۔

۱۹۸۱ء ۲۵ تا ۲۸ جنوری کو چھ سال بعد مکہ میں اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مشترکہ اعلامیہ کو اعلان مکہ کا نام دیا گیا، اس کانفرنس کی صدارت سعودی عرب کے فرمانروا شاہ خالد نے کی اور اعلان مکہ میں اسرائیل کے خلاف جہاد کا اعلان کیا گیا۔

اسلامی سیکرٹریٹ کے رُکن ممالک:

پاکستان، متحدہ عرب امارات، بحرین، جمہوریہ چاڈ، گنی ایران، کویت، اردن، لبنان، لیبیا، ملائیشیا، مالی۔ ماریطانیہ، مراکش، نیجر، عمان، قطر، سعودی عرب، جمہوریہ سینی گال، سیر الیون، صومالیہ سوڈان، شام، تیونس، ترکیہ، یمن، کیمرون، بنگلہ دیش، گیمبیا، کیمرون، یوگنڈا، گنی بساؤ، جبوتی اپر وولٹا، (عرب جمہوریہ مصر) ۸۰ کے اوائل اسرائیل سے معاہدہ کے باعث مصر کی رکنیت معطل کر دی گئی (افغانستان) روسی گماشتے ببرک کارمل کی کٹھ پتلی حکومت کی رکنیت کی جگہ افغان حریت پسند مجاہدین کو اسلامی سیکرٹریٹ نے بطور مبصر نمائندہ منتخب کیا۔

اسلامی سیکرٹریٹ کی سرکاری زبانیں عربی، انگریزی اور فرانسیسی ہیں۔

اسلامی بینک:

عالم اسلام میں سب سے پہلے بلاسود اسلامی بینکنگ کا آغاز سعودی عرب نے کیا، اس عظیم کام میں شاہ فیصل نے پوری دنیا کے اس فلسفے کو غارت کر دیا کہ سود کے بغیر بنکاری ممکن نہیں۔

عالم اسلام کا غمگسار حکمران

شاہ فیصل عالم اسلام کی وہ ممتاز شخصیت تھے جنہوں نے ہر موقع پر بلا امتیاز عرب اور غیر عرب تمام مسلمانوں کی امداد کی۔ دنیا کے بیشتر ممالک میں اسلامی تنظیموں سے لے کر مستحق افراد تک اور آفات سماوی سے لے کر حادثات وصدمات تک ہر مرحلے میں شاہ نے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ آپ نے اری ٹیریا کے مظلوم مسلمانوں کی اس وقت امداد کی جب دنیا میں ان کا کوئی سہارا نہ تھا۔ آپ نے قبرص کے مسلمانوں کے معاملے میں ازخود مداخلت کر کے مسائل کو سلجھایا۔ مشرقی پاکستان میں 1965ء کی ابتداء میں جب قیامت خیز سیلاب آیا تو سب سے پہلے فیصل نے خطیر رقم بھیجی۔ آپ نے یاسر عرفات سے کہا تھا کہ آپ کے لئے سعودی عرب کا خزانہ کھلا رہے گا۔ لیبیا کی جنگ آزادی میں سعودی عرب نے اس کی بھرپور امداد کی۔ 24 ستمبر 1944ء کو یہ ملک آزادی سے ہمکنار ہوا اور ادریس وہاں کے بادشاہ بنے۔ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات نہایت خوشگوار رہے۔ یکم ستمبر 1949ء کو کرنل معمر قذافی نے شاہ ادریس کا تخت الٹ دیا تو وہ شاہ فیصل کے حریف بن گئے۔ تاہم شاہ نے لیبیا کے ساتھ خوشگوار تعلقات برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

جب الجزائر اپنی جنگ آزادی کے لئے خون کی قربانی دے رہا تھا تو سعودی عرب نے اس کی حمایت ہر سطح پر کی۔

10 ستمبر 1963ء کو احمد بن بالللہ پہلے صدر بنے' ادھر تنزانیہ میں نریرے برسراقتدار آیا تو دوبارہ ہزار عرب جو زنجبار میں آباد تھے' تہ تیغ کر دیئے گئے۔ سعودی عرب کو نہ تو یہ قتل وغارت پسند آئی اور نہ ان مسلمانوں کا یہ اقدام۔

20 ستمبر 1949ء کو چودہ عرب ملکوں کی رباط کانفرنس کے موقع پر عربوں کی قوت کے اجتماع، فلسطینیوں کی گوریلا فورس کی مدد کی۔ مقبوضہ علاقے کے لوگوں کی حمایت اور عرب پراپیگنڈے کو زیادہ موثر بنانے کے لئے شاہ فیصل نے تاریخی کردار ادا کیا۔ حقیقت یہ

ہے کہ صیہونیت واشتراکیت اور ہر قسم کے کفر کے خلاف مسلمانوں کی طاقت کا سرچشمہ فیصل ہی تھے۔ انہوں نے مسلم ممالک کو مالی امداد دی' ان کی دفاعی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھاری رقوم دیں۔

فلسطینی گوریلوں اور عرب حکومتوں کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے اور تصادم تک نوبت پہنچی تو شاہ فیصل نے اس تصادم اور خونریزی کو رکوایا اور ان کے درمیان صلح کرائی۔ امریکہ نے مسئلہ فلسطین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور مرحلہ وار حل کرنے کی کوشش کی تو شاہ فیصل واحد عرب سربراہ تھے جنہوں نے اس پالیسی کے خطرناک نتائج کو بھانپا اور شاہ' مصر اور اردن کا دورہ کر کے وہاں کی حکومت کو امریکی چال سے آگاہ کیا۔

کویت کے ساتھ فیصل کو خاص نسبت تھی' یہاں ان کے دادا اور والد نے ابتلاء کے دور میں پناہ لی تھی اور شیخ کویت نے انہیں اپنا مہمان بنایا تھا۔ جون 1961ء میں برطانوی فوجیں کویت سے رخصت ہوئیں تو عبدالکریم قاسم نے کویت پر دعویٰ جتادیا۔ ادھر روس نے سلامتی کونسل میں پچانویں دفعہ اپنا حق استعمال کر کے کویت کو اقوام متحدہ کا رکن نہ بننے دیا۔ عرب لیگ میں بھی کویت کی درخواست رکنیت کا یہی حشر ہوا۔ عرب متحدہ جمہوری کے مندوب اعلیٰ محمد حسن الزیا پاشا نے عرب کے اجلاس میں کہا کہ یہ عراق کی مرضی ہے کہ وہ کویت سے دستبردار ہوتا ہے یا نہیں۔ ہاں برطانوی افواج کے انخلاء کے بعد وہاں عرب ممالک کی افواج بھیجی جائیں تو اس بحران میں سعودی عرب نے کویت کی امداد کی اور جب کویت کی درخواست پر عرب ممالک کی فوجیں وہاں بھیجی گئیں تو چار ستمبر کو سعودی عرب' اردن اور مصر کی مشترکہ فوج وہاں متعین کی گئی۔

فلپائنی مسلمانوں کی آڑے وقت میں سب سے پہلے شاہ فیصل نے امداد کی۔ موزمبیق کے فرزندان بھی فیصل کے لغمان نعمت سے حصہ پا چکے تھے۔ ان کا دل مسلمانوں کی محبت سے لبریز تھا۔ وہ کسی مسلمان ریاست پر اقتصادی اور جنگی مصیبت کے موقع پر تڑپ جاتے۔ وہ صحیح معنوں میں غمگسار مسلم تھے۔ وہ اسلام کے سچے خلفاء اور دین کے

عہد ساز فرمانرواں جیسا دل رکھتے تھے۔

انہوں نے لندن، نیویارک، ہالینڈ اور کئی ممالک میں اسلامک سنٹر قائم کئے۔ وہ ہر دم مسلمان قوم کو عہد حاضر میں بلند مقام پر فائز دیکھنا چاہتے تھے۔

1971ء میں آپ نے نیشنلسٹ چین اور جاپان کا دورہ کیا اور اسی سال سقوط ڈھاکہ کی اندوہناک خبر نے ان کی حالت غیر کر دی، وہ دو مسلمان ملکوں کے ٹوٹ جانے پر سخت پریشان تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے ایک طویل عرصے تک بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ 1966ء میں آپ نے دس لاکھ یمنیوں کو ملک میں پناہ دی اور خود ہی ان کے تمام اخراجات کے کفیل ہوئے۔

آپ کی حیثیت عالم اسلام کے لئے ایک چھتری نما سایہ کی سی تھی۔ مرحوم نے سوشلزم، کمیونزم، عرب سوشلزم، قادیانیت اور اسی طرح کی کئی دیگر غیر اسلامی اور طبقاتی تحریکوں کو ختم کرانے کے لئے اپنی پوری قوت اور تمام وسائل کو استعمال کیا۔ صیہونی تحریک کو کمزور اور بے اثر کرنے کے لئے پوری جدوجہد کی۔ شاہ نے بعث ازم کو ختم کرایا اور ہر قسم کے غیر اسلامی نظریات، طبقات، مقامی، لسانی اور دیگر عصبیتوں کے خلاف بھرپور جہاد کیا۔

1948ء سے 1953ء تک اور 1966ء سے 1975ء تک یہودیوں کے خلاف اخوان المسلمون کی تمام کارروائیوں میں سعودی عرب نے ان کی خاطر خواہ امداد کی۔

ہزاروں عراقی جب ملک بدر ہوئے اور تین لاکھ شامی بیروت پہنچے تو شاہ فیصل مسیحا بن کر ان کی امداد کے لئے کمربستہ ہو گئے۔

شاہ فیصل نے مسلم نشریاتی اداروں کی اصلاح اور ان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا عزم کیا۔

1968ء تک افریقہ کے آزاد ممالک کی تعداد 38 ہو گئی تھی، ان میں سے 31 ممالک میں اسرائیل نے اپنے مشن قائم کر لئے تھے۔ نیز بعض ممالک میں اسرائیل نے بڑے بڑے زرعی نظام قائم کر رکھے تھے۔

اصل میں افریقہ کے اندر اسرائیل کے عسکری پراپیگنڈے کے مخفی مقامات تھے۔ افریقہ کے ساتھ براہ راست تجارت کا بھی یہی حال ہے۔ اسرائیل نے دیگر اور ہتھکنڈے بھی استعمال کیے ہوئے تھے۔ وہ یہ کہ اسرائیل نے بیت المقدس میں افریشیائی انسٹیٹیوٹ قائم کر رکھا ہے اور وہاں پر افریقی طلبہ کو مختلف علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس طرح اسرائیل نے افریقی ممالک پر اثر ورسوخ بڑھا رکھا ہے۔ عرب ممالک اسرائیل کی ان سرگرمیوں سے غافل رہے نیز عرب ممالک کے عام مسائل بھی بے حد الجھ چکے تھے۔ مسئلہ فلسطین کی اب یہ شکل تھی کہ وہ نہ تو دنیا کے 70' 80 کروڑ مسلمانوں کا مسئلہ تھا نہ ہی دس کروڑ عربوں کا بلکہ یہ مسئلہ سکڑ کر صرف عرب ممالک کے انقلابی عناصر کا مسئلہ بنا دیا گیا اور ان انقلابی عناصر کا نعرہ یہ تھا کہ وہ پہلے عرب ممالک سے رجعت پسند قوتوں کو ختم کریں گے اور پھر تل ابیب کا رخ کریں گے۔ یمن میں انقلاب کے وقت مصر نے یمن کی مدد کی اور عربوں کو عربوں کے خلاف مشتعل کیا۔ غرض یہ کہ نہ عرب عربوں کے لئے کارآمد ہوئے اور نہ ہی اسلام کی کوئی خدمت کی۔ ان حالات میں شاہ فیصل میدان میں آئے اور عالم اسلام کو متحد کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

فیصل اور مسئلہ ختم نبوت

سیکون فی امتی ثلثون کذابون دجالون کلھم. الخ

عنقریب میری امت میں تیس دجال پیدا ہوں گے ہر ایک دعویٰ نبوت کرے گا حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ (الحدیث)

میری امت میں تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے، ان میں ہر ایک خود کو سچا کہے گا، مگر میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کی صدا بھی فضائے ملکوت میں گونج رہی تھی کہ یمامہ (عرب) کی سرزمین سے ایک مدعی نبوت مسیلمہ کذاب نے جنم لیا۔ حضور کی وفات کے بعد اس نے باقاعدہ طور پر نئی شریعت اور نبوت کا اعلان کر دیا۔ بالآخر خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو 12 ہزار کا لشکر دے کر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ یمامہ کی اس لڑائی میں سات سو قرآن کے قاری شہید ہوئے۔ مسیلمہ کذاب واصل جہنم ہوا اس عہد میں اسود عینی اور طلیحہ نامی ایک عورت نے بھی دعویٰ نبوت کیا مگر وارثان رسالت نے ان کا کام بھی تمام کر دیا۔

تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ آپ پر ادیان سماوی کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ حضور خاتم الانبیاء اور آپ کی شریعت قیامت تک رہنے والی ہدایت ہے۔

13 ویں صدی کے اوائل میں ایران میں بہاؤ الدین نامی ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا اس کے ماننے والے بہائی مذہب کے پیروکار آج بھی مختلف علاقوں میں معروف بہ عمل ہیں۔

ہندوستان میں برطانوی استعمار کے 2 سو سالہ عہد غلامی کی کوکھ سے اسی قسم کے ایک فتنہ نے جنم لیا جو مدعیان نبوت کی پوری تاریخ میں اپنی نوعیت کے منفرد اور یکتائے روزگار مقاصد کے لیے پروان چڑھایا گیا۔ اس فتنہ کے سرخیل مشرقی پنجاب کے مرزا غلام

احمد قادیانی کو انگریزی حکومت نے بطور خاص مسلمانوں کے قلوب سے جذبہ جہاد کے خاتمے اور وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اولاً مجددیت و مہدیت پھر مسیحیت اور آخر میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا داعی بنا کر پیدا کیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی پوری زندگی انگریزوں کی حمایت میں وقف کر دی۔ مرزا ایک صاحب قلم کی حیثیت سے معروف تھا۔ انگریزوں کے پیہم تعاون سے آئے دن ان کے حواریوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ (1319-1901ھ) میں انہوں نے واشگاف طور پر آنحضرت کے بعد نبی ہونے کا اعلان کر دیا، ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف اٹھنے والی علماء حق کی تمام جماعتوں پر کفر کا فتوٰی عائد کر کے جہاد کے حرام ہونے کا اعلان کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں قادیانی جماعت کے عزائم کھل کر عوام کے سامنے آئے۔ ہندوستان کے دس ہزار علماء نے متفقہ طور پر مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کو کسی بھی حیثیت میں مجدد، نبی ماننے والوں پر کفر کا فتوٰی عائد کر دیا۔

مرزائیوں کے عقائد کے مطابق جہاد حرام ہے۔ مرزا قادیانی کے تمام حواریوں کے نزدیک (العیاذ باللہ) مرزا کی عورتیں امہات المومنین کے قائم مقام ہیں۔ انگریزوں کی امداد سے چلنے والی اس جماعت نے غیر ممالک میں اسلام کے نام پر سینکڑوں لوگوں کو گمراہ کیا۔ تقسیم ہند کے بعد مرزائیوں نے پاکستان میں ربوہ (جھنگ پنجاب) میں اپنا مرکز قائم کیا۔ یہ مرکز بلاشبہ عجم کا اسرائیل ہے۔ پاکستان بننے کے بعد جس شخص کو وزارت خارجہ کا قلمدان سونپا گیا، وہ اس کا دالہ وشیدا تھا۔ اس نے اسلام کے نام پر قائم ہونے والی دنیا کی اس واحد اسلامی مملکت کے ناطے پوری دنیا کے ہر ملک میں اپنی جماعت کے مراکز قائم کیے۔ مرزائی جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ کینسر کی مانند یورپ و افریقہ اور مشرق وسطٰی کی تمام ریاستوں میں پھیل گئے۔

1908ء میں مرزا قادیانی کے بعد حکیم نور دین اور اس کے بعد بشیر الدین محمود 1914ء میں اس کا خلیفہ بنا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا لڑکا مرزا ناصر اس کا جانشین قرار دیا گیا۔ ایک عرصہ سے اس جماعت کی سرگرمیاں انتہائی تشویش ناک ہیں۔ عالم اسلام کی

مقتدر شخصیات کو مرزائیت کے زہر کا اندازہ اس وقت ہوا جب اس کے خلیفہ نے اسرائیل کا خفیہ دورہ کر کے یروشلم اور تل ابیب میں اپنے مراکز قائم کیے۔

دوسری جانب قادیانیت کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے ہندوپاکستان میں امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے ایک جماعت قائم کی۔ اس جماعت کے رفقاء میں قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ، مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ، شورش کاشمیری رحمہ اللہ اور مولانا محمد حیات رحمہ اللہ فاتح قادیانی کا نام قابل ذکر ہے۔ ان کے علاوہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ، قاضی ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور پاکستان کے علماء ہیں مولانا تاج محمود نے ملک پاک کے کونے کونے میں مرزائی مبلغوں کو ناک چنے چبوائے۔

ایک عرصہ سے پاکستان کے علماء اس تشویش میں مبتلا تھے کہ مرزائیت عرب ممالک میں تیزی سے اپنے اثرات پھیلا رہی ہے۔ 1973ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر مولانا محمد یوسف بنوری کی قیادت میں ایک وفد نے ریاض میں شاہ فیصل سے ملاقات کی۔

مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ نے صورت حال واضح کرتے ہوئے فی الفور اقدام کرنے کی درخواست کی، وفد کی رائے تھی کہ فوری طور پر سعودی عرب سے قادیانیوں کے داخلے پر پابندی لگائی جائے۔

ادھر پاکستان کے ممتاز عالم مولانا منظور احمد چنیوٹی کی کوششوں سے مرزائیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور تمام عرب سے قادیانی کو نکالنے کی قرارداد رابطہ عالم اسلامی کے ایجنڈے میں شامل کر لی گئی۔ نتیجہ شاہ فیصل کے خصوصی حکم پر فی الفور سعودی عرب اور تھوڑے عرصہ بعد تمام عرب ریاستوں میں مرزائیوں کے داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس طرح فیصل کے گہرے تدبر کے مطابق عالم اسلام کے اس سنگین خطرے کی بر موقعہ نشاندہی ہوگئی اور آنے والی کئی زمین دوز سازشوں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ قادیانیت کا مسئلہ اسلام کے لیے کسی طرح بھی یہود و ہنود کے مذموم خطرات سے کم نہیں۔ جو شخص رسول اللہ کا

وفادار نہیں اس سے مسلمان قوم کو اپنی مملکت یا وطن کے لیے کسی قسم کی ہمدردی یا بھلائی کی امید رکھنا تجاہل عارفانہ ہے۔ شاہ فیصل کو مرزائیت کے گھناؤنے عزائم کی جب نشاندہی ہوئی تو انہوں نے پاکستان حکومت کو بھی ہر طرح سے مجبور کردیا کہ وہ فوری طور پر مرزائیت کو اقلیت قرار دے۔

22 فروری 1974ء کو پاکستان میں اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لیے شاہ فیصل پاکستان تشریف لائے۔ پروگرام کے مطابق لاہور کی شاہی مسجد میں خطبہ جمعہ میں فیصل نے سوشلزم کمیونزم، الحاد مغرب اور قادیانیت کے عالمگیر مسائل کو خاص طور پر پیش کرنا تھا۔ حیف کرعین موقع پر ایک مخصوص فرقہ کے توسط سے قادیانیوں نے اس وقت کی حکومت کو ٹیلی گرام دلوائے کہ شاہ فیصل (نجدی وہابی) ہیں۔ اگر انہوں نے شاہی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیا تو ہنگامے کا خطرہ ہے عالم اسلام کے غمگسار فیصل کے کان جونہی اس نام نہاد خبر کی بھنک پڑی، انہوں نے ازخود خطبہ دینے سے معذرت کردی اور اس طرح اسلام کے عظیم فرزند، عالم اسلام کے اتحاد کے عظیم داعی کو پاکیزہ خیالات کے اظہار سے محروم کردیا۔

شاہ فیصل نے مسئلہ ختم نبوت میں آخر دم تک دلچسپی لی۔ انہوں نے حکومتی سطح پر ہزاروں کی تعداد میں لٹریچر شائع کرائے۔ یقیناً ان کا یہ کارنامہ ناموس رسالت ﷺ کی محبت اور عقیدت کا شاہکار ہے۔

فیصل کی خارجہ پالیسی

نومبر 1964ء کو آپ نے مملکت سعودیہ کا بار امانت اٹھایا، آپ کی پالیسی یہ تھی کہ تمام مسلم اور پڑوسی ممالک سے خوشگوار تعلقات قائم کیے جائیں۔ عرب ممالک کے درمیان عداوت اور بعد کی جو مصنوعی دیواریں کھڑی تھیں آپ نے انہیں ایک ایک کرکے گرانا شروع کیا۔ اگست 1965ء کا معاہدہ جدہ اسی روشن باب کا دیباچہ تھا اس معاہدے کی رو سے یمن میں خانہ جنگی ختم کرانے اور عربوں میں اتحاد پیدا کرنے کا عزم کیا گیا، 1965ء میں کاسابلانکا کی عرب چوٹی کانفرنس میں آپ نے ایک قرارداد منظور کروائی کہ باہمی تعاون کے مسئلے پر عرب اور غیر عرب مسلم ممالک میں زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی پیدا کی جائے۔

مرحوم نے اردن کے ساتھ بھی سرحدی معاملات طے کرکے خیر سگالی کی بنیاد رکھی۔ امریکہ کے ساتھ شروع سے فیصل کے تعلقات خوشگوار رہے اس کی نسبت مرحوم کی پالیسی ہی کے باعث آپ کو اسلامی دنیا میں یہ کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کی گئی کہ "شاہ فیصل امریکی مفادات کے حلیف ہیں۔" بلاشبہ ایک طویل عرصہ تک شاہ نے امریکہ کے ساتھ داخلی اور خارجی امور میں باہمی تعاون کی بنیاد پر اپنی نوزائیدہ مملکت کے نوک پلک سنوارے، مگر شاہ فیصل کی اس پالیسی کو کوئی مؤرخ نہ صرف یہ کہ غلط اقدام قرار نہیں دے سکتا بلکہ تاریخ کے تجزیہ نگار کو اس صراحت کے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ عالم اسلام کے اس دور اندیش اور درویش صفت حکمران نے اسلامی اصولوں پر گامزن رہتے ہوئے اپنی قوم کی تعمیر کے لیے ترقی یافتہ اقوام سے تعلقات کی بنیاد پر اپنی مملکت کو ایک انتہائی جدید ریاست بنا دیا۔ ان کی یہ پالیسی نہ تو کفر کے سامنے سرنگوں ہونے کی غماز تھی نہ ہی ان کے معاہدات میں کوئی ایسی شرط لگائی گئی تھی کہ جس سے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی حدود توڑ کر کلیسائے یورپ کے ساتھ بغل گیری کا کوئی پیمان باندھا گیا ہو۔

بالآخر جب فیصل نے اپنے اسلامی نظریات اور بیت المقدس کی نسبت اپنے ایمانی زاویے پر زد پڑتی دیکھی تو انہوں نے تیل کو ایسے حربے کے طور پر استعمال کیا کہ دنیائے کفر پہ سناٹا چھا گیا، یروشلم کے بہی خواہوں پر لرزہ طاری ہو گیا اور مردِ مومن کی ضرب یداللٰہی کے سامنے سپر طاقتیں بھی تارِ عنکبوت بن گئیں اور وہ زعماء جنہوں نے شاہ فیصل کو امریکہ کا خوشہ چیں قرار دے کر اپنے مقاصد کی راہ ہموار کی وہ خود اسلامی شریعت سے اس طرح دور ہوئے کہ کوئی اشتراکیت کے امن میں آسودہ خواب ہو تو کوئی سرخ ریچھ کے ظلِ عاطفت کو دنیا و عقبیٰ کی کامرانی کا دیوتا گردانے لگا۔

فیصل کی تعلیمی اصلاحات

نویں صدی ہجری کے اواخر تک نجد اور اس کے گرد و پیش کا علاقہ فکری انحطاط، سیاسی زوال، اجتماعی پستی، ناخواندگی، جہلت اور دینی بگاڑ کا شکار ہو گیا تھا تا آنکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب ایک عظیم مصلح کی صورت میں افق عرب پر ظاہر ہوئے۔

مشہور مورخ ابن غنام کا کہنا ہے:۔

محمد ابن عبدالوہاب کے عہد میں لوگوں کی اکثریت کا دامن نجاستوں اور غلاظتوں سے آلودہ تھا۔ لوگ سنت مطہرہ کو بدعات قبیحہ سے خلط ملط کر کے شرک کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔ جاہلوں اور خواہشات کے بندوں نے ہدایت کی شمع فروزاں کو گل کر دیا تھا۔ انہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور افترا پردازی، بہتان تراشی اور بے ہودہ گوئی کی دلدل میں پھنس گئے۔

شیطان کے دام تزویر میں پھنس کر وہ اسلاف کی روش سے ہٹ گئے۔ اولیاء و صلحاء کی اس قدر تعظیم کرنے لگے کہ انہیں معبود گرداننے لگے۔

الغرض علم و فضل کی روشنی یکسر ناپید تھی اور ہدایت کا راستہ ضلالت و غوایت کے سنگریزوں سے اٹا پڑا تھا۔

رفتہ رفتہ شیخ الاسلام کی تعلیمات و روحانیت عام ہوئی، حکومتیں بدلتی اور بگڑتی رہیں۔ آل سعود پر انقلابات کے کئی دور بیتے، جونہی یہ لوگ مسند اقتدار پر فائز ہوتے تعلیم کے اسلامی فریضہ پر سب سے زیادہ توجہ دیتے۔ بالآخر سلطان عبدالعزیز بن سعود ایک اولوالعزم فاتح بن کر نجد و حجاز کا والی بن گیا۔ ان کے عہد میں مساجد آباد ہوئیں، ملکی تعلیم کے مراکز خدا کے گھر قرار پائے۔ تعلیمی نظام کی اساس عقیدہ توحید کو قرار دیا گیا۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات کی روشنی میں مملکت سعودیہ کا تعلیمی و تدریسی نصاب مرتب کیا

گیا۔ ہر شہر اور ہر علاقہ میں علوم اسلامیہ کی ترویج عمل میں آئی۔ سلطان ابن سعود کی وسیع تعلیمی تحریک سے حلقہ ہائے تعلیم و تدریس کا جال مملکت کے گوشے گوشے میں بچھ گیا۔ علماء و قضاۃ اور معلمین و مدرسین کی ایک کثیر جماعت نے تعلیمی نظم و نسق کا فریضہ نہایت احسن طریقے سے انجام دینا شروع کر دیا۔

افریقی' ایشیائی اور عرب ممالک پر برطانیہ کے تسلط کے خاتمہ یوں کہئے کہ انیگلو اقوام کے استیلاء کے بعد جدت طرازی کے روپ میں تعلیمی قدروں نے نیا رخ لیا اور اب انگریزی' سائنسی' تکنیکی فنون کا حصول بھی تعلیم کا ایک جزو بن گیا۔ اس وقت تک سعودی عرب کا نظام تعلیم فقط عقیدہ توحید' تعیم سنت اور تعلیمات قرآن۔ تاریخ اسلام کے چار اصولوں کو محیط تھا۔ شاہ فیصل کی ولی عہدی اور فرمانروائی کے بائیس سالہ دور میں درج بالا اصولوں کے ساتھ عصر حاضر کے جدید ترین فنون کو بھی سعودی نظام تعلیم کا ایک حصہ بنا دیا گیا۔ اس موقع پر یہ بات خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھی گئی کہ کسی طرح بھی اسلامی تعلیمات کی مرکزیت میں فرق نہ ہو اور اسلامی اصولوں کے ساتھ ساتھ نئی نسل جدید فنون کے زیور سے بھی آراستہ ہو جائے۔

بلاشبہ آج کا سعودی عرب تعلیمی شعبہ اس قدر ترقی کر چکا ہے کہ معصوم نوعمر بچوں کو سینکڑوں قرآنی آیات و احادیث ازبر یاد ہوتی ہیں' ان آیات میں عصری تقاضوں اور سماجی و معاشی مسائل کا خاص طور پر ذکر ہوتا ہے۔

راقم اپنے سعودی عرب کے دورے کے وقت یہ دیکھ کر حیران رہ گیا جب مکہ مکرمہ میں ابتدائی درجے کے چھ سالہ بچے نے والدین و ہمسایوں کے حقوق' علامات قیامت' مزدوروں اور کسانوں کے متعلق اسلامی احکامات پر مشتمل احادیث زبانی ایک ہی سانس میں سنا دیں کہ یہاں بڑے بڑے علماء سے بھی وہ احادیث کبھی سنی ہی نہیں گئی تھیں اور اس طرح اسلامی تعلیم کی مرکزیت کا انوکھا واقعہ دیکھ کر ہمارے یہاں کا نظام تعلیم اسلامی ناطے کے طور پر ایک وہم و خیال بن کر رہ گیا۔ وہ احساس کمتری جو تعلیم کے شعبے میں ہمارے

یہاں کے بڑے بڑے مفکروں اور ذمہ داروں کے ذہنوں پر چھایا ہوا ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیم کو علمی اور جدید فنونات کو اعلیٰ تعلیم سے تعبیر کر کے ہم ایک انتہائی بڑے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ سعودی عرب میں اس کا تصور تک نہیں ہے۔

سعودی نظام تعلیم میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی کتابوں کو نظام تعلیم کی اساس سمجھا جاتا ہے۔ جن لوگوں کو شیخ موصوف کی کتب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے' وہ جانتے ہیں کہ ان کی کتابیں قرآنی آیات اور احادیث کے خالص متن کے سوا ہر قسم کی تفسیر و تاویل اور خودساختہ توضیح و تشریح سے عاری ہیں۔ اسی خاطر سعودی عرب کا چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی عقائد توحید میں پختہ کار اور بدعات و رسوم سے کوسوں دور نظر آئے گا' ان کے یہاں توکل علی اللہ اور اتباع سنت نبویؐ پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

وزارت المعارف سعودی عرب کے اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ تعلیمی ضروریات پر سلطان ابن سعود کے دور میں حد درجہ زور دیا گیا اور آپ نے تعلیم کو عام کرنے کے لئے کئی اصلاحات کیں۔ آخر سلطان دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کے اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے شاہ فیصل نے انتھک جدوجہد کی۔ مدارس و مساجد سے لے کر کالجو اور یونیورسٹیوں تک تعلیمات کے نئے شعبے قائم کئے۔ انتظام و انصرام کے لئے تعلیم کے مختلف درجات مقرر کئے۔ اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ فنی' سائنسی' تکنیکی' عربی علوم کو قائم کرنے کے لئے ملک کے کئی شہروں میں کالج قائم کئے۔ جدید تعلیم کے حصول کے لئے مملکت کے سینکڑوں طلباء کو حکومتی اخراجات پر بیرون ممالک بھیجا گیا۔ غالباً سعودی عرب اس وقت دنیا کا واحد ملک ہے جس میں حصول تعلیم کے لئے نا صرف پرائمری تعلیم سے لے کر پی ایچ ڈی تک طلباء سے کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی بلکہ کتابوں تک کے اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں متعدد شعبوں میں طلباء کو ماہانہ وظائف دیئے جاتے ہیں لے

لے KINGDOM OF SAUDIARABIA MINISTRY OF INFORMATION

مدارس یا سکولز [1]

شاہ فیصل کے دور حکومت میں جو ترقی اور توسیع تعلیمی محکمہ میں ہوئی' وہ نہ صرف حیرت انگیز اور قابل رشک ہے بلکہ ہر طرح قابل اطمینان بھی ہے۔ مختصراً یہ کہ 1957ء میں ابتدائی مدارس کی تعداد 316 تھی اور 1965ء میں یہ تعداد 1417 ہو گئی۔

حکومت سعودی عربیہ نے ایک شاہی فرمان کے ذریعہ 1954ء میں ایک محکمہ وزارت تعلیمات کے نام سے قائم کیا' اس وزارت نے بڑے موثر طریقہ سے جہالت کے خلاف جدوجہد شروع کی اور تعلیم کے ہر میدان میں تیزی اور سرعت کے ساتھ ترقی کی۔ اب اس وزارت کے ماتحت مندرجہ ذیل مدارس' کالج' یونیورسٹیز' ٹیکنیکل ادارے' تجارتی مدارس اور دیگر ادارے وغیرہ بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ یہی نہیں حکومت نے اب خواتین کی تعلیم کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا ہے اور ہر شعبہ میں انہیں درس و تدریس کے مواقعات فراہم کئے ہیں' مزید برآں ایک خواتین یونیورسٹی بھی قائم کی ہے' مزید تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

1) پرائمری مدارس

ان مدارس میں تعلیم کے علاوہ ٹائپ رائٹنگ اور انگلش کی تعلیم پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

2) ثانوی مدارس

ان مدارس میں عام تعلیم کے علاوہ تعلیم بالغاں کا بھی اہتمام ہے' 1966ء میں ان مدارس کی تعداد صرف 62 تھی۔

3) صنعتی مدارس

صنعتی مدرسہ سب سے پہلے 1949ء میں قائم کیا گیا تھا اور طلبہ کی تعداد تیس تھی

[1] شاہراہ مکہ ص ۲۲۴

لیکن 1966ء میں ملک کے ہر حصہ میں صنعتی مدارس قائم کر دیے گئے اور ان
طلبہ کی تعداد 2416 ہے۔

4) مدرسین کی تعلیم کا ادارہ

طلبہ کو ٹریننگ دینے کے لئے بیرون ممالک سے اساتذہ منگوانے پڑتے تھے اس
لئے 1960ء میں ریاض میں ایک تربیتی ادارہ قائم کیا گیا جہاں اعلیٰ ثانوی تعلیم کا انتظام ہے۔

5) تجارتی یا کمرشل مدارس

پہلا تجارتی مدرسہ 1959ء میں قائم کیا گیا تھا اور اس وقت طلبہ کی تعداد 214
تھی لیکن 1966ء میں یہ تعداد 960 ہو گئی۔

6) زرعی مدارس

1960ء میں زراعت کے فروغ کے لئے اعلیٰ ثانوی مدرسہ قائم کیا گیا تھا اور
طلبہ کی تعداد 198 تھی مگر 1966ء میں یہ تعداد 844 ہو گئی۔

7) صحت یا ہیلتھ کے مدارس

حکومت سعودی عربیہ صحت وصفائی پر خصوصی توجہ منعطف کرتی ہے پورے ملک
میں اصول حفظان صحت اور صحت کے متعلق ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ نیز خصوصی
ڈسپنسریاں اور چھوٹے چھوٹے ہسپتال بھی قائم کئے گئے ہیں۔ نیز یہاں ہر مدرسہ کے طلبہ کی
دیکھ بھال اور علاج معالجہ کا معقول انتظام ہے۔

یہ بات قابل اعتناء اور باعث فخر ہے کہ طلبہ کی نہ صرف تعلیم کا مفت انتظام ہے
بلکہ درسی کتب اور دیگر ضروریات کی چیزیں بھی مفت مہیا کی جاتی ہیں۔ مزید برآں
یونیورسٹیز کے طلبہ اور دیگر اساتذہ کو ماہانہ وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔[1] غرض یہ کہ طلبہ کو

[1] kingdom of SAUDI ARABIA, MINISTRY of Information JEDDA. N.D.P.P 28.35

تربیت و تعلیم کی جانب راغب کرنے کے لئے ہمہ قسم کی سہولتیں اور آسانیاں مہیا کی جاتی ہیں تاکہ تعلیم کے عام ہونے سے جہالت کا خاتمہ ہو سکے۔

بیرون ممالک میں طلبہ کی تعلیم

اعلیٰ تعلیم، پیشہ ورانہ تعلیم اور صنعتی اور تجارتی تعلیم کے سلسلہ میں ذہین اور محنتی طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے بیرون ممالک روانہ کیا جاتا ہے اور دوران تعلیم ان کے جملہ اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے۔ فی الحال یعنی 1966ء تک مندرجہ ذیل ممالک میں سعودی عربیہ کے طلبہ اعلیٰ اور فنی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مزید برآں 1943ء میں عربی اور مذہبی (دینی) تعلیم کی درس گاہیں قائم کی گئیں اور ان اداروں میں قانون دان، جج، مذہبی امور اور عربی کے اساتذہ کی تعلیم کا بندوبست کیا جاتا ہے۔

طلبہ کی دلچسپی کے پیش نظر اور ملک کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے 1949ء میں ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام جس کا نام شرعیہ یونیورسٹی رکھا گیا۔

مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے 66-1965ء میں ابتدائی مدرسوں سے لے کر یونیورسٹیز تک کے طلباء و طالبات کی تعداد معلوم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

نمبر شمار	سکول	تعداد سکول	تعداد اساتذہ	تعداد طلبہ
1	ابتدائی سکولز برائے طلبہ	1114	3803	193140
2	ابتدائی سکولز برائے طالبات	160	......	50870
3	اعلیٰ ثانوی سکولز (طلبہ)	92	371	18730
4	اعلیٰ ثانوی سکولز (طالبات)	29	......	775

CamScanner

5	ثانوی	22	......	3838
6	تعلیمی ادارے	27	......	4606
7	اساتذہ کے ابتدائی تربیتی مدارس	31	......	7556
8	اساتذہ کے ثانوی تربیتی مدارس	4	......	331
9	خواتین کے تربیتی مدارس	13	......	713
10	اعلیٰ ثانوی صنعتی مدارس	7	......	2264
11	ثانوی صنعتی مدارس	1	......	138
12	اعلیٰ ثانوی تجارتی مدارس	4	......	758
13	اعلیٰ ثانوی زرعی مدارس	5	......	844[1]

ملک میں 8 یونیورسٹیاں اور انجینئرنگ کالج بھی ہیں۔ یونیورسٹیز کے مختلف شعبوں میں مندرجہ ذیل تعلیم ہوتی ہے۔

(ا) فیکلٹی آف آرٹس (ب) فیکلٹی آف کامرس (ج) فیکلٹی آف فارمیسی اور (د) فیکلٹی آف سائنس۔

فنون کلیہ میں بی اے ایم اے پی ایچ ڈی کی ڈگری تک کی تعلیم کا انتظام ہے اور اسی طرح کلیہ سائنس میں جنرل بی ایس سی سپیشل بی ایس سی ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی تک کی تعلیم ہوتی ہے۔[2]

فیکلٹی آف کامرس (ریاضی یونیورسٹی سے مندرجہ ذیل اسناد حاصل کی جا سکتی ہیں۔

[1] KINGDOMofSAUDIARABIAP.37

[2] ABID P-37

(1) بی اے کامرس (اکاؤنٹینسی اور بزنس ایڈمنسٹریشن)
(2) اکنامکس اور پولیٹیکل سائنس۔
(3) ایم اے کامرس
(4) پی ایچ ڈی کامرس[1]

یہ امر باعث مسرت وافتخار ہے کہ 1974ء میں طلبہ کی تعداد 5 لاکھ 70 ہزار اور طالبات کی تعداد 2 لاکھ دس ہزار تک ہوگئی ہے۔ طالبات کو تعلیم کے میدان میں شوق وذوق پیدا کرنے کا سہرا شاہ فیصل مرحوم کے سر ہے جنہوں نے اپنی بیگم عفت کے اصرار پر لڑکیوں کی تعلیم کا خاطر خواہ بندوبست کیا' اس سے قبل لڑکیاں گھروں کی چاردیواری میں رہ کر ہی تعلیم حاصل کرتی تھیں[2]

انجینئرنگ کالج

حکومت سعودی عربیہ کو اس بات کا پورا احساس اور ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ایسے ترقیاتی منصوبے تیار کرے کہ ملک میں اقتصادی خوشحالی اور ترقی کی رفتار تیز سے تیز تر ہو جائے۔ چنانچہ انجینئرنگ کالج کا قیام اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ کالج ریاض میں قائم ہوا' شروع سال میں اس کالج میں 17 طلبہ تھے لیکن 1965-66ء میں طلبہ کی تعداد بڑھ کر 152 ہوگئی۔

مزید برآں بیرون ممالک کے 32 طلبہ بھی اس کالج میں زیر تعلیم ہیں جن میں اردن کے گیارہ' شام کے تین' مصر کے پانچ' فلسطین کے آٹھ' لبنان کے تین' حضر موت کا ایک اور پاکستان کا ایک طالب علم بھی شریک ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس انجینئرنگ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا ہے' اس ادارہ کے فارغ التحصیل طلبہ ترقی یافتہ ممالک کی یونیورسٹیز میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے اہل

---

1. kingdom of SAUDI ARABIA, pp-48-9
2. فیصل پاسبان حرم (محمد صدیق قریشی مکتبہ اردو ڈائجسٹ سمن آباد لاہور

ہیں کیونکہ اس کالج کا معیار تعلیم دیگر یونیورسٹیز کے نصاب تعلیم کے مطابق یا ان کے برابر ہے۔ وزارت اطلاعات کے مطابق

انجینئرنگ یونیورسٹی کا معیار تعلیم مغربی ممالک کی درس گاہوں کے برابر ہے، اس یونیورسٹی کے فارغ التحصیل طلبہ اعلیٰ ڈگری کی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے باہر کی کسی اعلیٰ یونیورسٹی میں داخلہ کے مستحق ہیں۔

تیل اور دیگر معدنیات کی یونیورسٹی

شاہی فرمان کے مطابق اس یونیورسٹی کا قیام 1963ء میں عمل میں آیا تھا، اس یونیورسٹی کی اہمیت اور افادیت اس لئے شدت کے ساتھ محسوس کی گئی کہ ملک میں تیل کے علاوہ دیگر معدنی وسائل کی تلاش ہوئی اور یہ تلاش اب بھی جاری ہے۔ اس تلاش کے نتیجہ میں دیگر معدنیات مثلاً سونا، چاندی، تانبا، گندھک، کروم اور ایسبسٹوز وغیرہ کی دریافت ہوئی۔ ان تمام معدنیات کی پیداوار کا صحیح مصرف اور اس کے استخراج کے تمام کام کو تسلی بخش طور پر جاری رکھنے کے لئے ایک جامع یا مکمل درس گاہ کی ضرورت تھی، اس یونیورسٹی کے قیام نے اس کمی کو پورا کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس یونیورسٹی کے منصوبوں کے تحت دو نئے ادارے مستقبل قریب میں قائم کئے جانے کا امکان ہے۔ مندرجہ ذیل عبارت اس بات کی طرف نشاندہی کر رہی ہے۔

یونیورسٹی کے منصوبوں کے تحت مستقبل قریب میں دو نئے ادارے قائم ہوں گے۔

(ا) ایک اعلیٰ ادارہ جس میں بی اے کے معیار کی تعلیم ہوگی۔

(ب) دوسرے درمیانہ (انٹرمیڈیٹ) ادارہ جس میں اعلیٰ ثانوی طلبہ فارغ التحصیل ہوسکیں گے۔ اس ادارہ کے مستند طلبہ کو اسسٹنٹ انجینئر کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے گا۔

مندرجہ بالا درس گاہوں کے علاوہ سعودی عرب میں مندرجہ ذیل جامعات بھی

CS CamScanner

ہیں جن میں مستند اور تجربہ کار اساتذہ درس دیتے ہیں۔

(1) مکہ معظمہ کی شریعت یونیورسٹی

یہ یونیورسٹی 1369ھ/1949ء میں قائم کی گئی۔

(2) مکہ مکرمہ کی تعلیمی یونیورسٹی

یہ یونیورسٹی 1382ھ/1962ء میں قائم ہوئی۔

(3) ریاض کی شریعت یونیورسٹی

یہ یونیورسٹی 1373ھ/1953ء میں قائم ہوئی۔

(4) علوم عربیہ کی ریاض یونیورسٹی

یہ یونیورسٹی 1374ھ/1954ء میں قائم ہوئی۔

(5) علوم اسلامیہ کی مدینہ یونیورسٹی

یہ یونیورسٹی 1381ھ/1961ء میں قائم ہوئی۔

(6) خواتین کی یونیورسٹی

1960ء تک سعودی عربیہ میں تعلیم نسواں ممنوع تھی، اس سال تعلیم نسواں کا اجراء ہوا اور خواتین یونیورسٹی بھی قائم ہو گئی۔

(7) جدہ میں شاہ عبدالعزیز کی مقبول یونیورسٹی

اس یونیورسٹی کا قیام اگست 1965ء میں ہوا۔

(8) شاہ فیصل یونیورسٹی دمام

اس یونیورسٹی میں تجارتی، صنعتی، فنون لطیفہ، سائنس، ٹیکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

ناخواندگی کے خاتمے کے لئے اقدامات

عہد فیصل میں وزارت تعلیم نے سعودی عرب سے ناخواندگی کے خاتمے اور دوسرے ممالک میں عربی تعلیم کے فروغ کے لئے بیشتر اقدامات کئے۔

ہر چھوٹے بڑے شہر میں تعلیم بالغاں کے مراکز قائم کیے گئے۔

عربی کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم سکھانے کے لئے کئی ادارے عمل میں لائے گئے۔ ہمسایہ اور دوسرے ممالک میں عربی تعلیم کے فروغ کے لئے سہل لسان العربی کے نام سے متعدد مراکز قائم کئے۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے تعلیم کو عام کرنے کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا۔

نئی نسل میں تعلیم کے فروغ کے لئے متعدد اقدامات کئے گئے۔

دیہات اور چھوٹے شہروں کی سطح پر 1958ء میں 400 دینی سکول قائم کئے گئے۔ شاہ فیصل کی خصوصی ہدایت تھی کہ کوئی بستی یا دیہات ایسا نہ رہے جہاں تعلیمی سکول قائم نہ کیا گیا ہو۔ اس حکم کے مطابق جگہ جگہ دینی سکول قائم ہوئے۔ اس طرح چھوٹے بچوں کی درس گاہوں کے علاوہ بالغ افراد کو قرآنی اور سنت نبوی کی تعلیم کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا۔

دینی تعلیم کے ساتھ حکومت نے فنی تعلیم کو بھی لازمی قرار دیا۔

ایسی ایسی اصلاحات عمل میں لائی گئیں جس کے تحت ہر شخص کو تعلیم کی طرف رغبت دلائی گئی مثلاً کئی علاقوں کے لوگوں کو حصول تعلیم کی صورت میں وظائف دیئے گئے کئی گھرانوں کو ان کے جوانوں کی تعلیم کے باعث اعلیٰ درجہ کی مراعات سے نوازا گیا۔

نوجوانوں کو باقاعدہ ترغیب دے کر زرعی، اقتصادی، سائنسی اور فنی تعلیم کے لئے تمام اخراجات اور وظائف کے ساتھ متعدد ممالک میں بھیجا گیا۔

مدینہ یونیورسٹی

مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب کی منفرد تعلیم گاہ ہے، جس میں شاہ فیصل کی خواہشات کے مطابق بطور خاص دنیائے عالم کے لئے اسلامی سکالر اور مبلغ تیار کیے جاتے ہیں۔ یونیورسٹی کے تعلیمی کورس میں اسلامی اخلاق، عصر حاضر کے تقاضے اور اسلام، دنیائے عالم کی تاریخ، غیر مذاہب اور اسلام ایسے موضوعات قابل ذکر ہیں۔ یہاں عیسائیت، یہودیت، اشتراکیت، دہریت، قادیانیت، الحاد مغرب اور ہر قسم کے باطل مذاہب کے

استحصال کے لئے اسلام کی ہمہ گیری اور جامعیت کے موضوعات کی تعلیم دی جاتی ہے۔

یہاں سے فارغ ہونے والوں کو سعودی حکومت کے اخراجات پر دنیا کے گوشے گوشے میں مبلغ دین بنا کر روانہ کیا جا رہا ہے۔ اس یونیورسٹی کی خوبصورت عمارت میں ایک شاندار لائبریری ہے، جس میں متعدد زبانوں پر مشتمل کتابوں کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ یہاں داخلہ کے لئے انتہائی اعلیٰ قابلیت کو معیار بنایا جاتا ہے۔ تمام اسلامی ممالک میں چند علماء اور اداروں کے لئے بطور خاص چند نشستیں رکھی جاتی ہیں جہاں سے علم وفضل کے طالب نہایت ذوق وشوق سے جوار رسول پہنچ کر علمی پیاس بجھاتے ہیں۔

یہ درس گاہ اس لحاظ سے بھی امتیازی حیثیت کی حامل ہے کہ اس میں عالم اسلام کے نابغہ روزگار معلم تدریس کے فرائض سرانجام دیتے یں۔ یہاں درج ذیل ممالک کے طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اردن، شام، لبنان، امریکہ، بھارت، پاکستان، ترکی، الجزیر، مصر، انڈونیشیا، فلسطین، حضرموت، یمن، ابوظہبی، دبئی، کویت، لیبیا، مراکش، صومالیہ، ماریطانیہ، گھانا، ملایا، عمان، حبشہ، نیپال، پرتگال، ایران، قطر، دوہا، موزمبیق، اریٹریا، نائیجیریا، مالی، تشاڈ، کوریا، جیوٹی، یوگنڈا، شارجہ، جاپان، چین، سنگاپور، فلپائن، برما، انگولا اور عراق وغیرہ۔

مدینہ یونیورسٹی جو مسجد نبوی ﷺ سے پانچ کلومیٹر پر واقع ہے۔ پانچ وقت یہاں سے خصوصی بسیں مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کے لئے طلبہ کو لاتی ہیں، ابتداء اس درسگاہ میں اشیاء خوردنی میڈیکل کے علاوہ رہائش کے ساتھ طلبہ کو پانچ سو ریال تک ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا تھا۔ 1963ء میں اس کے سالانہ اخراجات کا تخمینہ چالیس لاکھ ریال تھا۔ 1975ء تک اس سے چار گنا تک اس کے اخراجات پہنچ چکے تھے۔

1964ء میں یونیورسٹی میں دیگر ممالک کے علاوہ 385 مصری طلبہ، 393 یورپین ممالک اور 29 پاکستانی طلبہ زیر تعلیم تھے۔

یونیورسٹی کے نصاب میں اصلاحی، علمی اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ بیالوجی (علم طبقات الارض) زراعت، ہندسہ، ریاضی، معیشت، فلسفہ، ادب، ریاضی پٹرولیم، کیمیا، فلسفہ

طب اور تاریخ کے جملہ علوم شامل ہیں۔

مملکتِ سعودیہ کے تعلیمی اخراجات

وزارت المعارف سعودیہ کی رپورٹ کے مطابق 1953ء میں تعلیمی اخراجات ایک کروڑ 25 لاکھ ریال تھے اور صرف سات سال یعنی 1960ء میں اس میں ستائیس کروڑ 72 لاکھ ریال کا اضافہ ہوا۔ اسی طرح شاہ فیصل کے آخری دور میں یہ اخراجات اربوں ریال تک پہنچ گئے۔ اسی طرح طالبات کی تعلیم پر 1960ء تک بارہ کروڑ اکتالیس لاکھ پندرہ ہزار چار سو اسی ریال خرچ ہوئے۔ اس وقت چالیس ہزار پانچ سو 81 طالبات مختلف سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔

الفیصل العظیم کے مطابق سعودی حکومت مختلف کالجوں میں خالص دینی تعلیم کا علیحدہ شعبہ بھی قائم کیا' جس میں 1964ء میں 2870 طلبہ زیرِ تعلیم تھے اور ہر ایک کو دو سو سے اڑھائی سو ریال تک ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔ اسی اثناء میں وزارت تعلیم نے طائف میں دار التوحید کے نام سے علوم اسلامی اور لغت عربی پر ریسرچ کرنے والوں کے لئے ایک نئی تعلیمی یونیورسٹی قائم کی۔

وزیر تعلیم شیخ حسن آل الشیخ نے 1964ء میں ایک تعلیمی کانفرنس میں اپنے خطاب کے دوران سعودی عرب کے تعلیمی اخراجات پر گفتگو کرتے ہوئے تمام شعبوں کی ترقی اور اس وقت کے جملہ اخراجات درج ذیل بتائے۔ اس میں تمام مملکت کے کالج اور یونیورسٹیوں کی تعمیری اخراجات بھی شامل ہیں۔

1962ء تک کے اخراجات	160000000 ریال
1964 تک ان میں اضافہ	69330000 ریال

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری میڈیا سیل

CS CamScanner

معاشی اور اقتصادی اصلاحات

1358ھ تک سعودی عرب کے ذرائع آمدن صرف حج کی آمدن تک محدود تھے اور یہ سالانہ ذریعہ آمدن اس قدر ناکافی تھا کہ اس سے ایک صحرائی ترقی پذیر حکومت کی ضروریات پوری نہ ہو سکتی تھیں جو اڑھائی لاکھ کلومیٹر پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس نوزائیدہ مملکت کے ہر فرد کی آرزوؤں کی تکمیل کے لئے بہترین تدابیر اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت تھی۔ خصوصاً ایسے شخص کے لئے جو حکومت کے تمام معاملات میں ذمہ دارانہ طور پر نہ صرف داخل رہا بلکہ اسے تمام امور میں مرکزی کردار کا مقام حاصل تھا۔

سعودی عرب میں 1934ء میں پہلی مرتبہ تیل کے ذخائر کا پتہ چلا اور سعودی عرب کے مشرقی کنارے پر الحساء کے مقام سے 1935ء میں تیل دریافت کیا گیا۔

تیل ہی سعودی عرب کی آمدن کا سب سے بڑا ذریعہ ہے' اسی کے باعث آج کا سعودی عرب تعمیر و ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ سعودی ذرائع آمدن پر بڑے بڑے ترقی یافتہ ممالک حیرت زدہ ہیں۔ سعودی عرب کی اقتصادی ترقیاتی کا جائزہ لینے والے بعض مسلم مبصروں کے مطابق یہ سب کچھ حضور ﷺ کی اس پیش گوئی کی صداقت کے طور پر ہیں جس میں آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے نہایت غریب اور فاقہ کش صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

قیامت سے پہلے ایک وقت ایسا آئے گا کہ عرب کی زمین سونا اگلے گی۔

علاوہ ازیں اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ بھی روحانی طور پر برکات و عنایات میں بے حد موثر ثابت ہوا ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ اگر حکومت کسی غیر ملکی کمپنی کو پانی کی تلاش کا ٹھیکہ دیتی ہے تو تھوڑے عرصے کے بعد اسے مقاصد میں ناکام ہو کر یہ لکھنا پڑتا ہے کہ پانی کی بجائے تیل ہی ہر جگہ سے نکل رہا ہے۔ اس لئے ہم مطلوبہ مقاصد پر پورے نہیں اتر سکے۔

---

1 فیصل بنویشان

فیصل ایک ماہر اقتصادیات:

اس وقت ہمارے سامنے معاہدہ قاہرہ کی تحریر پڑی ہے' جس سے فیصل مرحوم کے کردار کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے۔ جب آپ برطانوی تیل کمپنیوں کو ملکیت میں لینے کے لئے تیار ہوئے۔ یہ معاہدہ 1933ء میں ہوا' اس وقت کے برطانوی وزیر خارجہ کے متعلق اس وثیقہ میں تحریر ہے کہ اس نے حکومت برطانیہ کی طرف سے سعودی عرب کی حکومت کے سامنے تیل کی تلاش کے سلسلہ میں کچھ شرائط پیش کیں' ان کا خلاصہ یہ ہے کہ سعودی حکومت تیل کی تلاش میں دوسروں کے مقابل اسے کچھ رعایت دے اگر پٹرول مل گیا تو پھر یہ کمپنیاں اپنی شرائط پیش کریں گی۔ اس موقع پر مرحوم فیصل نے اپنے نمائندہ عبدالعزیز بن سعود کے ذریعے برطانوی حکومت سے کہا کہ ہم پٹرول کے متعلق خواب نہیں دیکھ رہے بلکہ آپ لوگ خواب میں باتیں کر رہے ہیں' ہم تیل کی تلاش میں دوسروں کے مقابل رعایت دینے والی شرائط کو مسترد کرتے ہیں پھر اسی معاہدہ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ان شرائط کو پورا کرنے میں فیصل بن عبدالعزیز کا ہاتھ ہے اور تیل کی تلاش میں برطانیہ کو رعایت نہ دینے کے سلسلہ میں اسے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

آپ نے یورپی کمپنیوں کو رعایت دینے سے انکار کیا اور سٹینڈرڈ آئل آف کیلیفورنیا کو پانی کی تلاش میں رعایت دی۔ اس وقت سے لے کر آج تک چالیس سال ہونے کو آئے فیصل مرحوم تیل کے معاملات میں خاص اہتمام کرتے رہے۔ بعد ازاں اس کمپنی نے دیگر کمپنیوں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنا نام آرامکو رکھ لیا جو آج دنیا میں ایک معروف نام ہے' اس مہذب دنیا میں آج کوئی شخص تیل کی اہمیت کا انکار نہیں کر سکتا' تمام یورپ اور جاپان کو اپنی مصنوعات کے لئے تیل درآمد کرنا پڑتا ہے۔ شرق اوسط میں چالیس سال بعد تک سعودی مملکت کو تیل میں اولیت حاصل رہے گی۔ [1]

1392ھ کے میزانیہ کے مطابق تیل کی پیداوار 2772.6 ملین بریل ہے

[1] ہفت روزہ المصور فیصل نمبر ۴۷

(بر میل ایک پیمانے کا نام ہے) اور خام پٹرول کی مقدار 134 ملین بر میل ہے۔ 1391ھ کے عالمی اندازے کے مطابق اس کی کھپت 27.2 فیصد اور شرق اوسط کے اندازے کے مطابق اس کی کھپت 39.5 فیصد اور اوپیک حکومتوں کے لحاظ سے اس کی کھپت 34 فیصد ہے۔ تاریخ فیصل مرحوم کے اس دور کو ہرگز فراموش نہیں کر سکتی۔ جب آپ نے تیل کمپنیوں سے 1387ھ میں مشارکت کے لئے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ مشارکت کے سلسلہ میں اتفاق کریں ورنہ ہمیں اپنے ملک کے تحفظ کے لئے اقدامات کرنے پڑیں گے۔ اس وقت تیل کمپنیوں میں بڑا جوش وخروش پیدا ہوا مگر آخر کار انہیں ہر بات قبول کرنا ہی پڑی' اس سے اسلامی اقتصادی فکر کا آغاز ہوا اور خلیج کی تمام حکومتوں نے ہی یہ کام سعودی حکومت کے سپرد کر دیا کہ وہ کام کرنے والی کمپنیوں سے مشارکت کے سلسلہ میں گفتگو کرے۔ آخر یہ گفتگو یوں کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

اس اقتصادی موقف نے تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک میں سعودی حکومت کو ایک قابل رشک مقام عطاء کیا۔ امریکی اور یورپی حکومتوں اور اوپیک تنظیموں میں بھی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اس طرح سعودی حکومت تیل پیدا کرنے والی حکومتوں کی پیشرو بن گئی۔

ان حقوق کے حصول کے علاوہ تیل پیدا کرنے والی تنظیموں اوپیک میں بھی فیصل نے عظیم کردار ادا کیا اور بہت سی ایسی قراردادیں پاس کروائیں جن سے تمام حکومتوں کی اقتصادی حالت میں زبردست ترقی ہوئی۔

سعودی حکومت کے تیل کا نرخ تدریجاً 2.479 ڈالر امریکی بر میل سے بڑھ کر 1392ھ میں 2.591 ڈالر ہو گیا اور 1393ھ کے اختتام تک 5.036 ڈالر تک پہنچ گیا اور حکومت کی بر آمدات میں 1392ھ کی نسبت 28.2 فیصد کا اضافہ ہوا اور 1392ھ کی نسبت ان بر آمدات کی قیمت میں 68.6 فیصد کا اضافہ ہوا۔

اقتصادی اکیڈیمیوں کا کہنا ہے کہ ہر حکومت کا میزانیہ اس کی ترقی کا آئینہ ہوتا

ہے اور تجار و محاسبین کا قول ہے کہ حکومت کا میزانیہ مختلف اقتصادی کوششوں کی صحیح تصویر ہوتا ہے اور اجتماعات اور عمرانیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ حکومت کا میزانیہ انسان کی ترقی ماپنے کا آلہ ہے۔ ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ میزانیہ سے ترقی کی صحیح صورت کا علم حاصل ہوتا ہے' اس لحاظ سے جب ہم سعودی بجٹ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 1351ھ میں سعودی حکومت کا میزانیہ گیارہ ملین ریال تھا اور 1393ھ میں یہ میزانیہ تیرہ ہزار دو سو ملین ریال ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ فیصل مرحوم اقتصادیات کے بہت بڑے ماہر تھے۔ اس کی مزید وضاحت کے لئے آپ ذیل کے نقشہ کو ملاحظہ فرمائیے۔

1936ء 1356ھ میں پٹرول کی آمد	56 ملین ڈالر
1951ء 1351ھ میں پٹرول کی آمد	110 ملین ڈالر کا اضافہ ہوا
1952ء 1372ھ میں پٹرول کی آمد	212 ملین ڈالر کا اضافہ ہوا
1961ء 1381ھ میں پٹرول کی آمد	377 ملین ڈالر کا اضافہ ہوا
1964ء 1384ھ میں پٹرول کی آمد	525 ملین ڈالر کا اضافہ ہوا
1968ء 1388ھ میں پٹرول کی آمد	934 ملین ڈالر کا اضافہ ہوا
1971ء 1391ھ میں پٹرول کی آمد	1557 ملین ڈالر کا اضافہ ہوا
1973ء 1393ھ میں پٹرول کی آمد	4216 ملین ڈالر کا اضافہ ہوا

ان اعداد و شمار سے واضح ہے کہ فیصل مرحوم نے چالیس سال مملکت کا اقتصادی ترقی کا بوجھ اٹھائے رکھا' اس کے ساتھ انہوں نے اجتماعیات کو بھی مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔[1]

معاشی ذرائع کی حوصلہ افزائی:

سعودی عرب میں غیر ملکی اور اندرونی تجارت کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

[1] فیصل نمبر ہفت روزہ المنبر صفحہ ۷۵

بالخصوص شاہ فیصل کے دور سے انتہائی اعلیٰ پیمانے پر عوام کے اشیائے خوردنی سے متعلق بھاؤ پر کڑی نگرانی ہو رہی ہے۔ حکومت تاجروں کو از خود منافع دے کر کھانے پینے کی اشیاء نہایت سستے داموں فروخت کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

شاہ فیصل نے حکومتی سطح پر مملکت میں بڑے بڑے تجارتی مراکز قائم کیے، عوام کے حصے مقرر کیے گئے۔

شہزادوں کو فارغ وظائف جاری کرنے کی بجائے شاہ مرحوم نے تمام نوجوانوں کو تجارت کی ترغیب دی، حکومتی خزانے سے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ نتیجتاً سعودی کاروبار میں آئے دن ترقی ہوتی چلی گئی۔

مملکت میں تمام غرباء، محتاجوں، بے کسوں اور فقراء کے لئے گزارا الاؤنس مقرر کیا گیا۔ دیوالیہ ہو جانے والے تاجروں کی ہر سطح پر امداد کر کے حکومت نے تجارت کے لئے نئے مواقع فراہم کیے۔

اس طور پر سعودی عرب دنیا کا واحد ملک ہے جہاں نئے مکانات، دکانوں اور نجی سطح کے کاروبار وغیرہ پر کسی قسم کا ٹیکس نہیں لیا جاتا۔

سعودی عرب میں تجارت آزاد ہے، ممنوعات شریعت کے علاوہ کسی چیز کی خرید و فروخت پر کوئی پابندی نہیں، نہ ہی سٹاکسٹوں کے لئے اشیاء کی پابندی کا بین الاضلاعی یا بین الصوبائی قانون وضع کیا گیا ہے۔

شراکت، حصص اور ٹھیکوں (مقاولات) کی بنیاد پر ہر قسم کے کام کی مکمل طور پر آزادی ہے۔ بدوؤں اور بعض دور افتادہ علاقوں کے سرکردہ افراد کے لئے حکومت کی طرف سے ہر قسم کا معاشی تعاون کیا جاتا ہے۔

بلا سود قرضوں کی سہولت عام ہے، تعمیر مکانات اور کاروبار کے لئے حکومت خاص طور پر امدادی فنڈ سے رقم مہیا کرتی ہے، جس کی ادائیگی دو سے چالیس سال تک ہو سکتی ہے۔

مملکت میں تجارت کی تعلیم کے لئے پہلے ریاض میں ایک کالج قائم تھا' شاہ فیصل کی حکومت نے دمام' جدہ اور مکہ میں بھی کامرس کالج قائم کئے۔ ریاض یونیورسٹی کے شعبہ اقتصادیات وتجارت میں 473 طلباء نے پہلے سالوں میں فراغت حاصل کر کے ملک کے مختلف اداروں میں کام شروع کیا۔

خالصتاً تجارتی امور کے لئے البنک الاہلی التجاری کے نام ایک بینک قائم کیا گیا' جس کی شاخیں ملک سے باہر بھی قائم کی گئیں الفیصل العظیم کے مطابق یہ بنک پانچ ملین ریال سے شروع ہوا اور 1977ء تک اس میں 860 ملین ریال جمع تھے۔

مالیاتی امور کے فروغ کے لئے 3 مارچ 1965ء کو موسستہ النقد السعودی کے نام سے ایک ادارہ ساٹھ ملین ریال سے قائم کیا گیا اور صرف چار سال کے بعد اس ادارہ میں ایک سو چالیس ملین ریال جمع تھے۔ 1977ء میں اس کی تعداد 2151 تک پہنچ گئی اور اس میں سونا بھی کافی مقدار میں جمع تھا۔

سعودی ریال کی آزاد حیثیت کا تعین:

1975ء کا سال سعودی عرب کی اقتصادیات اور سیاست میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اسی سال سعودی ریال نے امریکی ڈالر کے اثر ونفوذ سے آزادی حاصل کی اور اس کی آزاد حیثیت کا تعین کیا گیا۔

امریکی حکومت پٹرول کے اضافے کے ساتھ انتہائی حد تک مذاق کرتی رہی۔ امریکی ڈالر کی قیمت میں دسمبر 1971ء اور فروری 1973ء میں دو دفعہ کمی کی گئی پھر ڈالر کی قیمت میں فروری 1975ء میں اور تبدیلی آئی' جس کی وجہ امریکہ میں اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کا رجحان تھا۔

امریکہ نے پٹرول کی قیمت میں اضافے کو بنیاد بنایا اور اس سے استفادہ کرتے ہوئے ڈالر کی ساکھ مستحکم کر لی۔ تیل کی خرید وفروخت میں ڈالر ہی مرکزی اہمیت رکھتا ہے' اسی سکہ پر کاروبار ہوتا ہے۔ تیل کی قیمت میں اضافہ کا مطلب دراصل ڈالر کی قیمت میں

اضافہ ہوتا ہے۔

اسی طرح امریکہ خطہ عرب میں برآمد کرنے والی اشیاء کی قیمت میں اضافہ کرتا رہتا ہے جیسے اسلحہ اور ٹیکنالوجی کا سامان وغیرہ نیز پٹرول ہی سے تیار کی ہوئی چیزیں نہایت گراں نرخوں پر برآمد کی جاتی ہیں' یہ اضافہ بعض اوقات تین سو فیصد بڑھ جاتا ہے جیسا کہ ایک مرتبہ 1973ء میں ہوا۔

عموماً ڈالر کی قیمت کا انحصار امریکی برآمدات کے توازن پر ہوتا ہے' جس میں 52 ملین ڈالر کی کمی آ گئی۔ چنانچہ امریکی سینٹ میں منافع اور آمدنی کم ہوئی جبکہ اس کے مقابلہ میں خرچ کی رقوم بہت بڑی تھیں جن سے کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ مثلاً سو ملین ڈالر کے قریب تو دفاعی اخراجات تھے۔ بیس ملین کے قریب بیروزگاری الاؤنس چنانچہ ان تمام اخراجات کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیمتوں میں اضافہ ہو گیا' انتہائی گرانی اور ڈالر کی قیمت کم ہو گئی۔ بیروزگاری میں بھی پندرہ فیصد اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ برآمدات میں بھی کمی آ گئی۔ یہاں تک کہ امریکہ کو ڈالر کی قیمت میں کمی کرنا پڑی تا کہ اپنے پاس دنیا کے موجودہ قرضوں میں کمی کی جا سکے۔

مارچ 1975ء کے نصف اول میں سعودی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ اپنا سکہ ڈالر سے علیحدہ کر رہی ہے نیز وہ اپنا سکہ بین الاقوامی بینک میں بین الاقوامی مالیاتی نظام کے خاص حقوق (DRAW کرنے کے) سے وابستہ کر رہی ہے۔ یہ بات ایسی اقتصادی پالیسی تھی جو دوسری حکومتوں سے ممتاز تھی اور اس کی قیادت عربی خلیج کے علاقہ میں سعودی عرب کے ہاتھ میں تھی۔ اسی اثناء میں کویت حکومت نے جلد ہی کویتی دینار کو سٹرلنگ پاؤنڈ سے الگ کرنے کا اعلان جاری کر دیا۔ سعودی حکومت نے مالیاتی نظام کی طرف سے ایک بیان جاری کیا جو اس فیصلہ کی وضاحت اور تائید کر رہا تھا' اس میں کہا گیا کہ

"یعنی اس سلسلہ میں حکومت سعودی عرب نے جو اقدام کیا ہے' وہ اس معاملے میں ایک ناگزیر اور طبعی امر تھا کیونکہ پچھلے چند برسوں میں عالمی مالیاتی نظام نے کئی انقلابات

کا مشاہدہ کیا ہے' اس کا بڑا سبب دراصل امریکی ڈالر کی قیمت میں کمی ہے کیونکہ یہی ایک سکہ ہے جو عالمی اقتصادیات کی بنیاد ہے۔"

اس صورت میں ڈالر یا کسی بھی اور سکے سے سعودی ریال کو معلق رکھنا مصلحت آمیز نہ تھا کیونکہ اگر ریال کو کسی اور سکہ کے ساتھ مربوط کیا جاتا ہے تو اس صورت میں ریال اپنے متعلقہ سکے پر آنے والے تمام انقلابات سے متاثر ہوگا اور دوسرے سکے کے مساوی اسے بھی کمی و بیشی کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن ایسی صورتحال عام پبلک کے مفاد کے حق میں نہیں ہے۔ اور اس بات کو اختیار کرتے ہوئے یہ بہتر سمجھا گیا ہے کہ ڈالر کا تعلق دوسرے سکوں کے ساتھ ایسا ہو کہ وہ سکے اپنے حصوں کو DRAW کر کے اپنے حقوق کے مالک ہوں۔

قبل اس کے کہ ہم آگے بڑھیں اس بات کی وضاحت ضروری خیال کرتے ہیں کہ حصے DRAW کرنے کے حقوق سے کیا مراد ہے؟

1970ء سے پہلے ڈالر ہی مالیاتی نظام کی بنیاد تھی' یہی وہ سکہ تھا جو سونے کے مقابلے میں استعمال ہو رہا تھا تاہم 1979ء میں صدر نکسن نے کچھ نئی اقتصادی پالیسیاں وضع کیں تو یہ صورتحال تبدیل ہوگئی۔ چنانچہ اس کے بعد سے ڈالر مختلف ادوار میں منتقل ہوتا رہا اور اس کے ساتھ ساری دنیا کے سکے بھی ایک بے یقینی کی کیفیت سے دوچار رہے۔

بین الاقوامی مالیاتی نظام کے ماہرین اس معیار کو دریافت کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں جو مختلف سکوں کی قیمت مقرر کرنے والا ہو۔ یہ معیار اپنے حقوق پر مشتمل ہے جو آپ کو اپنے حصص واپس لینے DRAW کرنے کا اختیار دیتے ہیں اور اس کو معیاری فنڈ کہا جاتا ہے۔ یہ فنڈ 16 ممالک کے سکوں پر مشتمل ہے' اس فنڈ میں جو سکہ بھی موجود ہو' اس کا حصہ 1968ء سے 1972ء تک کی برآمدات کا کم از کم ایک فیصد ضرور ہونا چاہئے۔ اس صورت میں ڈالر اس فنڈ میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس کا حصہ بھی اس میں سب سے بڑا ہے یعنی 33 فیصد۔ اس کے بعد اس معیاری فنڈ میں جرمنی کے مارک کا مقام آتا ہے جس کا حصہ اس میں 12.5 فیصد ہے پھر آسٹریلیا کا سکہ چھ فیصد' اس کے بعد فرانسیسی فرانک

کے برابر ہے۔

کمپیوٹر کے ذریعہ حساب کر کے عالمی مالیاتی فنڈ کی مشینری ڈالر کے مقابلہ میں ہر سکہ کے حقوق معیاری DRAW کرنے کے حق کا تعین کرتی ہے' اس طرح ڈالر کے مقابلہ میں ریال کا بھاؤ یا مثال کے طور پر کسی بھی سکے کا بھاؤ مقرر کرنا زیادہ آسان ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس فنڈ کی صورت میں مقرر کیا ہوا کسی سکے کا بھاؤ زیادہ مستحکم اور دیرپا ہوتا ہے۔ اس نسبت سے جبکہ ریال اور ڈالر کو اس فنڈ سے باہر رکھ کر کھلے طور پر متوازن رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس اقدام سے سعودی ریال ایک درمیانے درجے پر مستحکم طور پر قائم رہے گا اور کسی بھی سکہ کی قیمت میں کسی قسم کی تبدیلی کو معیاری فنڈ میں مفوظ حقوق کے ذریعے آسانی سے برداشت کر سکے گا' اس قسم کے برآمدی بھاؤ میں استقرار کے نتیجہ میں درآمدہ اشیاء کی قیمت بھی اعتدال پر رہے گی۔

مستحق افراد کی امداد کے لئے حکومتی مراکز

حکومت کے بیت المال میں زکوٰۃ کی کل آمدہ رقوم' متحاجوں' فقراء' مساکین اور یتیموں پر خرچ کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا مقاصد کے لئے شاہ فیصل کے دور کے 26 بڑے مرکز مختلف شہروں میں قائم کئے گئے جن میں سے سات لاکھ پچیس ہزار ریال پہلے سال غرباء میں تقسیم کئے گئے۔[1]

مستحق طلباء کے لئے بیت المال سے ایک نظری رقم ادا کی گئی۔

شاہ فیصل نے چھ نومبر 1962ء کو ایک قانون کا اعلان کیا' جس کے تحت مملکت میں ہر بوڑھے' ناتواں' کمزور' یتیم' بیوہ اور غریب و بے سہارا عورتوں کے لئے ہر قسم کے اخراجات کی کفالت حکومت کی ذمہ ہوگی۔

---

[1] الفیصل العظیم ۳۳۶

چنانچہ اس اعلان کے بعد محتاجگی و بے چارگی کی تمام راہیں مسدود ہو گئیں اور مملکت کے بے سہارا لوگوں کو اسلام کے سایہ عاطفت سے زندگی کے آرام اور سکون کی دولت میسر آ گئی۔

سعودی کابینہ نے 23 جولائی 1963ء کو مذکورہ بالا اعلان کے تحت غرباء کی امداد کے مرکز کے لئے تیئیس لاکھ ریال منظور کیے تاکہ سعودی عرب سے ہر قسم کی غربت کا خاتمہ کیا جا سکے۔

ملاحظہ ہو کہ سعودی عرب میں گداگری کا پیشہ قانوناً منع ہے' یہاں کوئی شخص سوال نہیں کر سکتا۔ ہر محتاج کے لئے حکومت نے مختلف شہروں میں ماہانہ و سالانہ وظائف کے مراکز قائم کر رکھے ہیں' اس کے لئے تنظیم جمعیۃ البر ہر شہر میں مصروف عمل ہے۔ راقم نے سعودی عرب کے سفر میں مدینہ منورہ میں اس تنظیم کی خوبصورت چار منزلہ عمارت میں خود ان مساکین وفقراء کا مشاہدہ کیا۔ ماہانہ وظائف کے حصول کے لئے جن کی قطار لگی ہوئی تھی' ان محتاجوں کی تمام ضروریات کی کفالت حکومت کے ذمہ ہے۔

ریاض میں جمعیۃ البر کے مرکزی دفتر سے لاکھوں ریال ملکی اور غیر ملکی مسلم تنظیموں اور بے سہارا افراد کے لئے مخصوص کیے جاتے ہیں۔

فارغ اور خالی رہنے والے افراد کے لئے حکومت نے ملک بھر میں 66 مراکز قائم کیے ہیں جہاں ہر قسم کی خدمت کا انتظام ہے' ان مقامات پر ان پڑھ لوگوں کی تعلیم اور کام سیکھنے والوں کے لئے جملہ ضروریات کا انتظام ہوتا ہے یہاں سے کاریگر اور مزدور بھی رکھے جاتے ہیں جو ضرورت مند لوگوں کے لئے بارعایت خدمت سرانجام دیتے ہیں۔

سعودی عرب کے ذرائع آمد و خرچ کے کوائف:

یکم رجب 1394ھ 1964ء کو شاہ فیصل نے سالانہ مندرجہ ذیل میزانیہ پیش کیا' اس بجٹ سے سعودی عرب کے آمد و خرچ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے' بلاشبہ آج کے دور میں اخراجات و آمدن ان کوائف سے کہیں زیادہ ہے۔

سالانہ ذرائع آمد

بڑے بڑے اداروں کے لئے انکم ٹیکس تیل کی رائلٹی

لاکھ	کروڑ	ارب
10	87	56ریال
...	.8	15ریال
10	48	22ریال
30	.9	...
...	40	...
50	32	3ریال
کل میزان	25	98ریال

اخراجات

	ہزار	لاکھ	کروڑ	ارب
تعمیرات عامہ	46	60	12	...ریال
دفاع ہوابازی	92	32	81	8ریال
سماجی تحفظ	17	37	46	...
تعلیم	76	24	98	2ریال
انسٹیٹیوٹ کلچرز	45	24	11	...
زراعت	82	31	20	1ریال
دفاع عامہ	29	78	20	...
حجاج	48	59	2	...

غیر ملکی امداد	...	48	98	...
رعایتی قیمتوں کے لئے اشیاء کی فراہمی	...	...	80	...
کل میزان	35	29	72	15ریال
آمد	...	...	25	98ریال
خرچ	35	29	72	15ریال
بچت انداز	65	70	42	72ریال

مختصراً یہ کہ سعودی عرب نے ربع صدی سے نصف صدی کے درمیان زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی اور توسیع کے لئے حیرت انگیز طور پر کوشش کی ہے' ملک کو خوشحال بنانے اور عوام کو نعمتوں سے مالا مال کرنے میں کوء یدقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا' یہی وجہ ہے کہ ملک میں ترقی کی رفتار اور امن وامان کی کیفیت نہ صرف اطمینان بخش ہے بلکہ قابل فخر بھی ہے۔

سعودی عرب میں مہنگائی' بھوک کی بیچارگی' وسائل کی کمی کا کسی طور پر نام ونشان نہیں' یہاں کے لوگوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا اعتماد اور معاشی سکون کی تازگی پائی جاتی ہے۔

یہاں شاہ فیصل کے دور سے لے کر شاہ خالد کے دور تک حیرت انگیز طور پر سینکڑوں ترقیاتی منصوبوں پر کام ہوا۔

آج کل تعلیم اور زرعی ترقیات پر سب سے زیادہ توجہ دی جارہی ہے' ہر شہر میں کارخانوں اور ملوں کا جال پھیلا دیا گیا ہے۔

ملک کو ہر طریقے سے خودکفیل بنانے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا جارہا ہے۔

شاہ فیصل کے تجویز کردہ بیسیوں منصوبوں پر عملدرآمد کے بعد حالات نے نیا رخ لیا اور سعودی عوام معاشی استحکام اور اقتصادی نقطہ نظر سے ہر ترقیاتی یافتہ ملک سے دو قدم آگے ہے۔ مسلمانوں کو اس بات پر نہایت مسترت ہے' جس میں مبارک ومقدس سرزمین سے اسلام

کی مشعل فروزاں ہوئی تھی جہاں ایمان کی روحانی دولت کا بے پایاں خزینہ موجود ہے وہاں مادی قوت کی تمام تر شوکت و حشمت بھی بعینہ جلوہ گر ہے۔

شاہ فیصل نے ہمیشہ اسلاف کی اقدار کو اپنے دامن سے لگائے رکھا جن کی بنیاد توحید اور سنت رسول ﷺ ہے۔ سعودی عرب کے باشندوں پر زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہ عائد کیا گیا۔

ٹیلی ویژن کی افادیت کے پیش نظر اگر اس کا اجراء کیا تو اس کے ساتھ کچھ پابندیاں بھی عائد کیں کہ اس پر سیاسی اور غیر شائستہ پروگرام نہ دکھائے جائیں۔ نماز کے لئے دس منٹ کا وقفہ دیا جائے اور اس دوران ٹیلی ویژن سکرین پر صرف کلمہ طیبہ کی نمائش ہوتی رہے۔ شارع عام پر سگریٹ پینا ممنوع قرار دیا۔ ایک اور خصوصیت جس میں سعودی عرب یکتا رہا وہ ہے نماز کا قیام اور نماز نہ پڑھنے والوں کا احتساب۔

مالیاتی نظام:

شاہ فیصل نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی تو مالی حالت بہت پتلی تھی اور جب شہید ہوئے تو تمام عظیم الشان منصوبوں کے فیاضانہ مصارف کے باوجود قومی خزانے میں 23 ارب ڈالر تھے۔ 1914ء میں سعودی عرب کو تیل کی فروخت سے 28 ارب ڈالر کی آمدنی ہوئی سعودی عرب کی نگرانی سعودی عرب کی مالیاتی ایجنسی کرتی ہے۔ منصوبہ بندی معاشی حکمت عملی اور سالانہ مالی امداد کی تفصیلات یہی طے کرتی ہے اور انہیں پایہ تکمیل تک پہنچاتی ہے۔

1971ء میں ادائیگیوں کے توازن میں 80 کروڑ ڈالر فاضل تھے حالانکہ گزشتہ دس برس کی مجموعی فاضل رقم 90 کروڑ ڈالر تھی اس سال کی کل قومی پیداوار سولہ فیصد سے تجاوز کر گئی ہے اس کی ایک وجہ تیل کی پیداوار اور قیمتوں میں اضافہ تھی۔

شاہ فیصل تیل کی پیداوار پر ہی کلیتہً انحصار پسند نہ فرماتے تھے اس ضمن میں انہوں نے کہا کہ

"ہمارا قطعی نصب العین یہ ہے کہ ہم اپنی معیشت میں تنوع پیدا کریں اور تمام شہریوں کے لئے سود مند ملازمت یقینی بنائیں تاکہ وہ ملک کی معاشی ترقی میں حصہ لے سکیں۔"[1]

سعودی عرب میں بینکاری:

سعودی عرب نے جدید بینکاری میں بھی نمایاں ترقی کی ہے' مختلف بینکوں کی 65 شاخیں جابجا پھیلی ہوئی ہیں۔ بینک کاری کا تمام کاروبار سود اور ناروا منافع سے کلیتہً پاک ہے۔ مضاربت یا شراکت کی بنیاد پر رقم جمع ہوی ہے' بینکنگ کی تربیت کے لئے ٹریننگ سنٹر قائم کیا گیا ہے جہاں کمپیوٹر ایسی جدید ترین سہولتیں تک میسر ہیں۔ صنعتوں کے فروغ کے لئے صنعتی بینک اور زراعت کی ترقی کے لئے زرعی بینک قائم کئے گئے ہیں جو چھوٹے صنعتکاروں کو اور کاشتکاروں کو آسان شرائط پر بلاسود قرضے دیتے ہیں۔

صنعتی اور زرعی ترقیات:

ملک میں وسیع پیمانے پر صنعتیں قائم کرنے کا منصوبہ بھی شاہ فیصل کی حکومت نے بنایا۔ دوسرے پنج سالہ منصوبے میں چھ کروڑ ڈالر صنعتکاری کے لئے مختص کئے گئے۔ 1967ء میں جدہ میں ساٹھ لاکھ ڈالر کی لاگت سے فولاد کا کارخانہ لگایا گیا۔ علاوہ ازیں ملک میں سیمنٹ' صابن' چینی' چمڑے' کھجوروں کی پیکنگ کے ڈبے' ہلکے مشروبات اور صنعتی گیس ہی تیار ہوتی ہے۔

1969ء میں چار کروڑ پچاس لاکھ ڈالر کے سرمائے سے کھاد کا کارخانہ لگایا گیا' جب امریکہ اور یورپ کی مختلف حکومتوں سے کہا گیا کہ وہ صنعتیں لگانے میں سعودی عرب کو فنی امداد دے انہوں نے اپنے مفاد کی خاطر لیت ولعل سے کام لیا۔

اس سے پہلے سعودی عرب میں صنعت وحرفت کا کوئی رواج نہ تھا۔ شاہ فیصل کے دور میں کئی صنعتیں قائم ہوئیں' اس اثناء میں متعدد صنعتی کالج معرض وجود میں آئے۔ یہاں

[1] فیصل پاسبان حرم ص ۷۵

فنون کی تعلیم پانے والوں کو ماہانہ وظیفہ بھی دیا جار ہا ہے۔[1]

ریاض میں مرکز التدریب المنھی کے نام سے ایک کارخانہ قائم ہوا' سعودی عرب کے سب سے بڑے پراجیکٹ کو مرکز کا مقام حاصل تھا۔ شاہ فیصل نے 1380ھ میں اس کا افتتاح کیا' ابتدائی طور پر پچاس لاکھ ریال سے اس چھوٹے چھوٹے متعدد کاموں کا آغاز ہوا۔

شروع میں اس میں پندرہ اشیاء تیار کی جاتی تھیں۔

(1) محرکات الایزل (2) اشغال الخرسانتہ (3) البناء بالحجر (4) البناء بالطوب (5) زرعی آلات (6) البرادت واللحام (7) البیاص ورص البلاط (8) النقش والاہان (9) النجارہ (لکڑی) (10) الکہر باء (بجلی) (11) التوصیلات الکہر بائیہ (12) اصلاح الاودات الکہر بائیہ (13) السمکر ہ والشغال المعاون (14) الخراط والماکنات توصیلات الجاری (15) فن الطباعتہ۔

یہاں پر کام سیکھنے والے طلبہ کو 250 ریال ماہانہ وظیفہ دیا جاتا تھا۔

اقوام متحدہ کے فنی تعاون سے ایک کروڑ ریال کی لاگت سے ایک اور کارخانہ کام کرنے لگا جو تین سال میں مکمل ہوا۔

موستہ عامہ کی جانب سے جدہ کے جنوب میں پٹرول صاف کرنے کا ایک کارخانہ قائم کیا گیا۔

ریاض میں مصنع لکبریت جدہ میں چمڑے اور صابن کے کارخانے قائم کئے گئے۔

6 جولائی 1965ء کو حکومت اور انس الابطالیہ کمپنی کے درمیان معاہدہ' پلاسٹک کا ایک کارخانہ قائم کیا گیا۔

علاوہ ازیں انشاء صورمع الفلال والمطاحن

انشاء البنک الصناعی

استثمار روس الاموال الاجنبیہ ارادت

---

[1] الفیصل العظیم ۳۴۴

منہ تجیح اصحاب الاموال علی استثمار اموالہم فی المملکۃ
باہر کے ممالک سے ہلکی یا بھاری مشینری پر کسٹم ڈیوٹی بالکل معاف کردی گئی۔
صنعتی کارخانوں یا ملوں کے لئے جتنی جگہ درکار ہوتی ہے، وہ حکومت کی طرف سے مفت مہیا کی جاتی ہے۔
فیصل کی مندرجہ بالا پالیسی کے پیش نظر لوگ انڈسٹریز کے قیام میں خصوصی دلچسپی لینے لگے۔
شاہ فیصل نے 1966ء میں ایک سب سے بڑی آئرن اور سٹیل مل (فولاد کا کارخانہ) کا سنگ بنیاد رکھا، جس سے آج کل سعودی عرب صنعتی ترقی خوشحالی کے دور میں داخل ہے۔

زراعت:

سعودی عرب ایک صحرائی خطہ ہے جو 895 ہزار مربع میل پر محیط ہے، پہاڑی علاقوں کے علاوہ متعدد مقامات کاشت اور کھیتی باڑی کے لئے انتہائی مفید ہیں۔
پورا ملک نہروں اور ندیوں سے محروم ہے، جس کے تحت دور دور تک سبزہ زاروں کا تصور تک نہیں ہوتا۔ خشک اور گرم پہاڑوں کی سرزمین گوناگوں خانوں سے لبریز ہے، الحساء وادی فاطمہ، رابع اور عیسر کے بعض گوشوں کے علاوہ پانی کا کہیں تصور نہیں ہوسکتا۔
شاہ فیصل کی حکومت نے بطور خاص زراعت کی طرف توجہ دی، زرعی اصلاحات کا آغاز 1373ھ میں اس وقت ہوا جب سعودی عرب میں وزارت زراعت کا قیام عمل میں آیا۔
شاہ فیصل نے مملکت کی زمین کو سرسبز و شاداب بنانے اور زرعی ترقیات کے لئے اولاً پانی کی تلاش کا کام شروع کیا۔
آپ نے امریکہ اور ایک دوسری غیر ملکی کمپنی کو اس کا ٹھیکہ دیا، جس نے پہلی کوشش میں ساٹھ کنوئیں کھودے، جس میں 23 کنوؤں سے پانی برآمد ہوا۔

دوسرے معاہدے کے بعد 220 کنوؤں کے ذریعے درج ذیل مقامات پر پانی کے بڑے بڑے حوض بنائے گئے ہیں۔

(1) وادی حنیفہ (2) انمار (3) ابہاء (4) جیزان

اکثر جگہوں سے کھاری پانی نکالا جو زراعت کے لئے مفید نہ تھا' اس کے بعد حکومت نے مصری ماہرین کی خدمات حاصل کیں جن کی پہلی جماعت 10 مارچ 1964ء کو جدہ پہنچی۔ [1]

1968ء تک ان کی کوششوں سے خاطر خواہ کام ہوا۔

بجلی پیدا کرنے کے لئے جدہ کے قریب پانی کا ایک ڈیم بنایا گیا' جس کا آغاز 1972ء میں ہوا۔

پانیوں کے امور کے لئے شاہ فیصل کے فرزند محمد الفیصل کو نگران مقرر کیا گیا۔

زرعی ترقی کے لئے وکیل وزارت پٹرول' وکیل وزارت آبپاشی' وکیل وزارت تجارت اور امیر محمد فیصل پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے زرعی ترقیاتی کاموں کے لئے تین تجاویز پیش کیں۔

(۱) مشروع حرض وتیکون ثلاثۃ اجزاء

(۲) مرزعہ للتجارب الزراعیہ مساحتہا 100 فدان

(۳) مرکز اللتدریب الزراعین السعودیں

(۴) استصلاح حوالی عشرہ آلاف فدان لتوطین الف عائلہ بدویہ واعتمدت الوزارت 12.501.799 ریال (للہذاء المشروع)

(2) انشاء محطہ الرزاعیہ فی القطیف لابحات الرزاعیہ ولتربیہ الحیوانات وترقیہ الزراعیہ یہ معاہدہ 6 نومبر 1963ء کو حکومت اور اقوام متحدہ کے درمیان طے پایا' جس کے تحت بہت جلد عملی کام کا آغاز ہوا۔

---

[1] الفیصل العظیم

کی۔
حکومت نے مزارعین کو دل کھول کر قرضوں کی فراہمی کی۔
حکومتی زمینوں میں باقاعدہ مزارعین کے حصے مقرر کیئے گئے۔
چھوٹے چھوٹے مزارعین کے لئے زرعی آلات اور کھاد وغیرہ کی مفت سہولت۔[1]
بریدہ (القصیم)، الہفوف (الحساء) میں دوسرے درجہ کے دو زرعی سکول کھولے گئے جس میں زرعی پیداوار کے طریق کار اور اہمیت کے متعلق مضامین کا اہتمام کیا گیا۔
شاہ سعود یونیورسٹی ریاض میں ڈاکٹر عبدالعزیز رئیس الجامعہ کی نگرانی میں چار سالہ کورس کا زرعی تعلیم کا شعبہ قائم کیا گیا۔۔
شاہ فیصل کے دور تک 6,524082 دونما (ایک دونم ہزار میٹر مربع کے قائم مقام ہوتا ہے) کے برابر اراضی کاشت کے قابل ہو چکی ہے۔
زرعی پیداوار میں اس وقت کپاس 8518 دونم ہوتی ہے اور قمع 29601 دونم تک ہوتی ہے۔ علاوہ چارہ (برسیم)، جو، ذرہ، چاول، دخن کی پیداوار ہوتی ہے۔ تربوز سعودی عرب میں تمام دنیا کے اعتبار سے چوتھے نمبر پر ہوتا ہے۔

اونٹ سے بڑی توانائی کی طرف:

عرب کا بدوی معاشرہ جدید صنعتی دور سے استفادہ کرنے والا معاشرہ بن چکا ہے اور دنیا کے بڑے بڑے صنعتی ادارے سعودی عرب حکومت کی طرف توجہ دیتے رہتے ہیں تاکہ ان کے لئے کوئی خدمت انجام دے سکیں۔ چنانچہ امریکہ کی مشہور کمپنی جنرل موٹرز جو دنیا میں کاریں بنانے والی سب سے بڑی کمپنی ہے، سعودی عرب کی ضروریات کی ساری کاریں مہیا کرتی ہے۔ اسی طرح جاپانی کمپنیاں بھی سعودی عرب کے لئے بہت سی اشیاء تیار کرتی ہیں۔

[1] الفیصل العظیم

شاہ فیصل مرحوم نے صنعت کو فروغ دینے کے لئے اور اس پر لوگوں کو آمادہ کرنے کے لئے یہ ہدایات نافذ کیں۔

1) برقی توانائی کو زیادہ سے زیادہ کیا جائے:

اس سلسلہ میں حکومت بڑے بڑے برقی توانائی سے چلنے والے کارخانوں کے لئے بجلی مہیا کرتی ہے' اسی طرح ان کمپنیوں کی مالی امداد بھی کی جاتی ہے۔ طویل المیعاد قرضے دیئے جاتے ہیں جن پر کسی قسم کا نفع نہیں لیا جاتا۔ اسی طرح بجلی خرچ وغیرہ کے اخراجات بھی کم ہیں بلکہ بجلی کے نرخ یہاں پر دنیا کے ارزاں ترین نرخ ہیں۔ ایک گھنٹے تک ایک کلوواٹ بجلی استعمال کریں تو عام آدمی سے سات ہللات لئے جاتے ہیں اور صنعتی اداروں سے یہی خرچ پانچ ہللات لیا جاتا ہے۔ حکومت نے بجلی کے کارخانوں کے خسارہ کا ذمہ لیا ہوا ہے البتہ نفع ہو تو سات فیصد نفع کمپنی کا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ بجلی کی وافر سپلائی کے لئے کیا گیا ہے۔

2) ایندھن کی سپلائی:

اس سلسلہ میں مختلف قسم کے ایندھن کی قیمتیں بہت کم رکھی گئی ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے' یہ قیمتیں دنیا کی سب سے کم قیمتیں ہیں۔

3) مختلف صنعتوں کے لئے ریال مخصوص:

حکومت نے مختلف صنعتوں کے لئے 53 ہزار ملین ریال مخصوص کئے ہیں تا کہ صنعتی کارخانے قائم کئے جائیں' اسی طرح زرعی پیداوار کو ترقی دی جائے اور پالتو جانور اور مچھلیوں کے بارے میں تحقیق کر کے بہترین نتائج حاصل کئے جائیں۔

4) وزارت صنعت کا بجٹ مخصوص:

صرف وزارت صنعت کے لئے ہی 1198 ملین ریال کا بجٹ مخصوص کیا گیا ہے' وزارت صنعت کے بجٹ میں پچھلے پندرہ سال کے دوران 55 گنا اضافہ ہوا ہے۔

5) عام آمدنی کا فنڈ:

عام آمدنی کا فنڈ کی بنیاد کے طور پر اب جو رقم مخصوص کی جاتی ہے' اس کی تعداد بڑھتے بڑھتے دو ہزار ملین ریال تک جا پہنچی ہے' اس فنڈ کے ذریعے ایسے بھاری کارخانے قائم کئے جاتے ہیں جو اس مقصد کے لئے مخصوص ادارے قائم نہیں کر سکتے۔ تاہم یہ بھاری کارخانے جب کام شروع کر دیتے ہیں تو پھر حکومت ان کارخانوں کو مخصوص اداروں کے سپرد کر دیتی ہے۔

6) صنعتی ترویج کے لئے فنڈ قائم:

اسی طرح حکومت نے صنعتی ترویج کے لئے بھی ایک فنڈ قائم کیا ہوا ہے' جس کے بنیادی سرمایہ کی تعداد 500 ملین ریال ہے' اس فنڈ سے طویل المیعاد اور کم میعاد کے قرضے دیئے جاتے ہیں۔ ان پر کوئی نفع بھی نہیں لیا جاتا۔ یہ قرضے ان مخصوص اداروں کو دیئے جاتے ہیں جن کے ذمہ صنعتی مراکز کو فروغ دینا ہے۔

7) چھوٹی اور متوسط صنعتوں کا فروغ:

چھوٹی چھوٹی اور متوسط صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے حکومت نے صنعتی خطے بنا دیئے ہیں' یہ صنعتی علاقے ریاض' جدہ اور دمام میں ہیں۔ اس صنعتی خطہ کی زمین صنعتکار کی ہوتی ہے تاکہ وہ یہاں صنعتی ادارے قائم کر سکے اور ان علاقوں کے لئے جس قسم کی صنعت یہاں ہو اسی کی مناسبت سے تمام ضروری سہولیات مہیا کی جاتی ہیں جیسے وافر مقدار میں پانی کی سپلائی سڑکیں اور شاہراہیں' برقی توانائی کی سپلائی اور اسی طرح عوامی خدمت کے دوسرے ادارے یعنی ڈاکخانہ' فائر سٹیشن' پولیس' بینک' ہوٹل اور مسجدیں وغیرہ بھی ان علاقوں میں بنائی جاتی ہیں اور اس صنعتی خطہ میں ورکشاپ ہوتی ہے جو جدید ترین آلات سے آراستہ ہوتی ہے تاکہ کارخانہ کے لئے مفید کام کیا جا سکے اور آلات کی حفاظت کا انتظام ہو سکے۔

پینے کا پانی[1]

سمندری پانی کو صاف کرنے کے مراکز:

حج اور عمرہ کا فریضہ ادا کرنے والے حاجی حج کے ایام میں وادی خلیص کے پانیوں سے اپنی پیاس بجھاتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ پانی حاجیوں کی ضروریات کے لئے کافی نہ تھا چنانچہ اس سلسلہ میں سمندری پانی صاف کر کے ضروریات پوری کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اس سمندری پانی کو صاف کرنے کا یہ مرکز روزانہ پانچ ملین گیلن پانی صاف کرتا ہے اور اس کے ساتھ ایک بجلی پیدا کرنے والا سٹیشن بھی کام کر رہا ہے۔ جس کے ذریعے جدہ کے شہر کے لئے بجلی کی توانائی بہم پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے۔

پانچویں منصوبے میں حکومت سعودی عرب نے پانی صاف کرنے کے بیس مختلف مراکز کے قیام کو فوقیت دے دی ہے' جس کے تحت بحر احمر اور خلیج عربی پر پانی صاف کرنے کے بیس مراکز تیار کئے جا رہے ہیں جن میں سے ایک مرکز ضیاء میں ہے جو روزانہ 65 ہزار گیلن پانی صاف کرتا ہے اور یہ بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے۔ خلیج عربی کے کنارے جو مرکز واقع ہے' اس کا نام خبر سٹیشن ہے جو 7.5 ملین گیلن پانی روزانہ صاف کر کے مہیا کرتا ہے۔ جس کے ذریعے مشرقی علاقہ کی آبپاشی کا کام ہوتا ہے۔

ریاض میں پانی کے مراکز:

ریاض سعودی عرب کا دارالحکومت ہے' ریاض سطح سمندر سے 952 میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ مخصوص موسم میں یہاں بارش بھی ہو جاتی ہے یہاں کی سرزمین زراعت کے لئے بہت مناسب ہے۔ ریاض شہر مٹی کی ایک دیوار کے چار دیواری کے واقع ہے۔ یہ دیوار شاہ عبدالعزیز ابن سعود نے چالیس دنوں میں شہر کے دفاع کے لئے تعمیر کی تھی۔ اس وقت

[1] یہ تمام اعداد و شمار حسین طنطناوی کے ایک مقالے سے ماخوذ ہیں جو انہوں نے ۱۹۷۵ کے مابعد تحریر کیا۔

شہر کی آبادی پانچ لاکھ کے قریب ہے۔ یہاں کی آبادی میں اضافے کی شرح 10.8 فیصد ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگلے آٹھ سالوں میں یہاں آبادی دوگنی ہو جائے گی۔ اس کے لئے 2000ء تک کے لئے ایک جامع منصوبہ تیار کیا گیا ہے' اسے دارالحکومت اس لئے بنایا گیا ہے کہ یہ ملک کے عین وسط میں ہے اور جنوبی' شمالی اور مشرقی شاہراہوں کے سنگھم پر واقع ہے۔ ریاض میں 383200 کے قریب رہائشی عمارتیں اور گھر ہیں۔ 207 کے قریب مساجد ہیں۔ 5930 دکانیں اس کے علاوہ آٹھ کالج ہیں جو جامع ریاض سے ملحق ہیں۔ اس کے علاوہ تین عسکری تربیت گاہیں ہیں۔ ان کالجوں اور تربیت گاہوں سے اس دور جدید میں جزیرہ عرب کی آزادی کی تحریک اٹھی ہے۔ ہر قسم کے دباؤ سے آزاد' سیاسی' اقتصادی اور سماجی آزادی ہے۔ ان مختصر معلومات کے بعد ہم پھر اپنے متعلقہ موضوع کی طرف واپس آتے ہیں۔

ریاض کی آبادی ہر آٹھ سال کے بعد دوگنی ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاض کے اس منصوبہ میں جو 2000ء کے لئے تیار کیا جا رہا ہے' سب سے اہم اور مشکل مسئلہ پانی کا ہے کیونکہ وہاں کا زرزمین پایا جانے والا پینے کا پانی اتنی آبادی کی ضروریات قطعاً پورا نہیں کر سکتا کیونکہ ضروریات تو آبادی کے اضافے کے ساتھ مسلسل بڑھتی رہیں گی لیکن پانی تو اس طرح نہیں چل سکے گا۔

چنانچہ اس مشکل کا حل یوں تلاش کیا گیا ہے کہ حکومت سعودی عرب ایک بہت بڑا اسٹیشن قائم کر رہی ہے' اس سلسلہ میں کام کو دو مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(1) پانی کو صاف اور ٹھنڈا کرنے کا مرحلہ۔

(2) شہر میں پانی کی تقسیم کا مرحلہ۔

پہلے مرحلے کے لئے حائر کے مقام پر پانی ٹھنڈا کرنے کا ایک سٹیشن قائم کیا گیا ہے جو چار یونٹوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ہر یونٹ ایک گھنٹے میں 40500 امریکن گیلن پانی ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ریاض میں پانی صاف کرنے والے تین سٹیشن قائم

CamScanner

کیے گئے ہیں جو 43 ملین گیلن پانی ایک دن میں صاف کر سکتے ہیں۔

دوسرے مرحلے کے لئے کام شروع ہے اس سلسلہ میں ریاض شہر کے اندر ایک پانی کی ٹینکی بنائی جارہی ہے جو سطح زمین سے 61 میٹر بلند ہوگی' اس ٹینکی میں تین سے لے کر پانچ ملین گیلن پانی ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ سارے شہر کی پانی کی ضروریات کے لئے کافی ہوگا۔

پانی جمع کرنے کے لئے 14 بند:

اسی طرح شاہ فیصل مرحوم نے پانی جمع کرنے کے لئے خاص اہتمام سے بند تعمیر کروائے۔ ان بندوں کے ذریعے پانی روک کر ذخیرہ کر لینے کے کئی فوائد ہیں۔ بارشوں کے موسم میں پانی سے کم نقصان ہوتا ہے۔ اسی طرح مٹی بہہ کر سمندر میں جانے سے محفوظ رہتی ہے۔ ان بندوں کے ذریعے بہت زیادہ مقدار میں پانی روک کر ذخیرہ کر لیا جاتا ہے تا کہ اس پانی کو زراعت و آبپاشی کے لئے استعمال کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں 14 بند تعمیر کیے گئے ہیں' ان میں سے مشہور ترین بند ی وادی جیزان میں ہے۔

وادی جیزان کا بند:

جزیرہ عرب کے جنوبی علاقہ میں جہاں یہ بند تعمیر کیا گیا ہے' سال کے دو موسموں میں شدید بارشیں ہوتی ہیں یعنی موسم سرما میں۔ یہ موسلا دھار بارشیں وادی میں کاشت کی جانے والی فصلوں اور اگنے والے درختوں کے لئے ایک عظیم خطرہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ سطح زمین کے اوپر سے زرخیز مٹی کو بہا کر سمندر میں لے جاتی ہیں۔ یہ بند تقریباً 51 ملین میٹر مکعب پانی کا ذخیرہ کرتا ہے۔ یہ بند سطح زمین سے 35 کلومیٹر بلند ہے اور اس کے اخراجات 33 ملین ریال کے قریب جا پہنچتے ہیں۔ اس بند کے منصوبہ سے 80 ہزار دونم نیم زراعتی زمین کو پوری طرح زرعی رقبہ میں تبدیلی کرنا مطلوب ہے جو سال میں دو مرتبہ کاشت کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس بند کا مقصد عذتہ نیں وافر پانی مہیا کرنا ہے۔

ہماری راتیں روشن اور اراضی سرسبز ہے۔

یہ جملہ ہم نے دراصل ایک بدوی قبیلے کی بستی کے سردار سے سنا تھا جب ہماری ملاقات اس سے ہوئی تو ہم نے پوچھا کہ کیف الحال؟ (کیا حال ہے) اس نے جواب میں بڑی خوشی اور مسرت سے کہا۔

لیا لینا قمراء و اراضینا خضراء.

یعنی ہماری راتیں روشن ہیں، جس سے مراد ہے کہ بجلی کی روشنی اتنی زیادہ ہے اور ہماری زمینیں سرسبز ہیں یعنی وافر مقدار میں ہمیں پانی میسر ہے۔

وہ سرسبزی جس نے تاریخ کے ایک قدیم دور یعنی جنت عدن سے جزیرہ کے شمالی حصہ کو الوداع کہہ دیا تھا۔ حکومت سعودی کی مخلصانہ کوششیں اس سرسبزی کو دوبارہ واپس لے آئی ہیں۔ جزیرہ عرب جو خط استواء اور خط سرطان کے شمال و جنوب تک ہے اور اس جزیرہ میں جو وادیاں، میدان، پہاڑیاں اور سواحل ہیں ہر قسم کی زراعت کے لئے سازگار ہیں۔

زرعی اصلاحات کا جو منصوبہ سعودی عرب میں ترتیب دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں زرعی ماہرین اور ماہرین اراضیات کی خدمات مستعار لی گئی ہیں، یہ ماہرین اراضی اور زرعی ماہرین ترقی یافتہ ممالک سے تعلق رکھتے ہیں جو اس سلسلہ میں مختلف تحقیقات میں مصروف ہیں۔ زراعت مٹی اور زمین کی اقسام پانی کے حصول کے ذرائع چراگاہیں، جنگلات جانوروں کے مراکز اور مچھلی کے حصول کے ذرائع وغیرہ۔

یہ اقدام اہل وطن کی بہتری کے لئے ہے تاکہ ان کی معلومات میں اضافہ ہو وہ ان پر عمل کر کے زرعی پیداوار میں اضافہ ہو۔ سبزیاں اور نباتات وافر مقدار میں اگائیں۔ اسی طرح اپنی سرزمین میں شجرکاری کی طرف خصوصی توجہ دیں اور ان تحقیقات کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہواؤں کی تندی و تیزی کو کس طرح روکا جائے۔ ریت کے ٹیلوں سے بچنے کا کیا انتظام ہو۔ اسی طرح مختلف بیماریوں سے ان کی حفاظت کیسے کی جائے۔ نیز اہل وطن کو اس سلسلہ میں بھی ہدایات دی جائیں کہ وہ کون سی کھادیں استعمال کریں اور ان سے بھرپور فائدہ کس طرح سے اٹھائیں۔ اس طرح ان کو مختلف قسم کی دوائیں دی جائیں تاکہ فصلیں ہر

قسم کے نقصان سے محفوظ رہیں اور پیداوار میں اضافہ ہو۔ حکومت یہ سب سہولتیں اہل وطن کے لئے بڑی سرعت اور تندہی سے مہیا کر رہی ہے۔ حکومت کسی بھی عمل میں ترقی کے لئے عوام کی کوششوں کو بڑی عظمت دیتی ہے۔ اس کے ساتھ حکومت نہایت فراخدلی سے عوام کی مدد بھی کرتی ہے۔ جیسے چاول، گندم اور جو وغیرہ کے بیج کی شکل میں عوام کی مدد کرتی ہے۔ اسی طرح حکومت نے زرعی تقاوی بینک بھی قائم کیا ہوا ہے، یہ بینک عوام کو زرعی امداد مہیا کرتا ہے۔ پانی زمین اور تعلیم کا حصول نیز جدید ترین زرعی مشینیں اور آلات وغیرہ نیز یہ بینک گہرے کنوئیں وغیرہ کھودنے کیلئے بھی امداد مہیا کرتی ہے تا کہ وافر مقدار میں عمدہ اور شیریں پانی میسر آ سکے جو زراعت کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔

اسی طرح وزارت زراعت نے زراعت کے قابل قطعات ارض جن میں پانی بھی موجود ہے، ان لوگوں کے سپرد کرنے کا اعلان کیا ہے جو ان قطعات کو باغوں میں تبدیل کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں اور نہایت معقول پیداوار اور نفع کا وعدہ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی حکومت امداد بھی مہیا کرتی ہے اور شجر کاری اور پانی کے کنوئیں وغیرہ کھودنے کے جو لوازم ہیں، وہ بھی حکومت ہی دیتی ہے۔

حکومت نے ایک اور رنگ میں بھی کافی زرعی رجحان کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ چنانچہ زرعی مواصلات کے اہتمام کی بناء پر بھی زراعت کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے کیونکہ ان ذرائع کی بدولت ایک کسان اپنی پیداوار نہایت آسانی سے شہروں اور قصبات میں منتقل کر سکتا ہے جہاں اسے منڈیوں میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ حکومت نے اس سلسلہ میں مختلف مقامات پر تحقیقی مراکز قائم کئے ہیں جیسے قطیف، الاحساء، القصیم، بلجرشی، ابہاء، خلیص، دیراب، مدینہ منورہ وغیرہ تا کہ بہترین نسل کے گھوڑے مویشی اور دوسرے جانور حاصل کئے جا سکیں نیز کسانوں کو ان کی حفاظت اور علاج معالجہ کی تربیت بھی دی جائے۔

جب ہم وزارت زراعت و پانی کے بجٹ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ 1387ھ 1958ء میں یہ بجٹ صرف 26 ملین ریال تھا جبکہ 95-1394ھ 85-1984ء

میں یہ بجٹ بڑھ کر 1303 ملین ریال سے بھی تجاوز کر گیا ہے گویا اس بجٹ میں گزشتہ بجٹ کی نسبت تقریباً پچاس گنا زیادہ اضافہ ہوا ہے۔

خلیج عربی کے علاقہ کی منڈیاں سعودی عرب میں پیدا ہونے والے تربوز اور دوسرے پھلوں وغیرہ سے پر ہوگئی ہیں اور یہ اشیاء ان علاقوں میں نئے زیر کاشت آئے والے رقبہ کا پھل ہیں۔ القصیم' الریاض' الخرج' الحجاز' الاحساء' الجوف۔

آج تک حکوم تنے جو بجٹ تیار کیا ہے' اس میں 53 ہزار ملین ریال زرعی تحقیقات' جانوروں کے متعلق تحقیقات کے مراکز نیز مچھلیوں کے بارے میں تجربات کے لئے اور پانی کے ذرائع کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ اہل وطن کی حوصلہ افزائی اور انہیں دودھ دینے والی گائیں درآمد کریں گے۔ حکومت ان کو پچاس فیصد اخراجات خود مہیا کرے گی نیز ان کو ٹیکس اور کسٹم ڈیوٹی سے بھی معاف رکھا جائے گا۔

ایک بدو اور شاہ فیصل مرحوم کی گفتگو:

فضا میں مکمل سکوت طاری ہے۔ شاہ فیصل مرحوم کی سوار۔ نہایت خاموشی سے چل رہی ہے۔ کسی قسم کا شور و غوغا یا ہنگامہ آرائی نہیں۔ نہ حکومت کا رکعب اور نہ بادشاہی کا غرور۔ اسی وقت اچانک ایک بدو ظاہر ہوتا ہے' وہ اپنے سر کی ڈوری کو دانتوں میں دباؤ ہوئے بلند آواز میں پکارتا ہے۔

چلا رہا ہے یا فیصل' یا فیصل۔ اس پر شاہ مرحوم کی سواری روک لی جاتی ہے۔ چنانچہ شاہ فیصل مرحوم اور بدو کے درمیان اسی دیہاتی لہجہ میں گفتگو شروع کی جاتی ہے۔

اس کے بعد شاہ مرحوم کے اشارہ پر ان کا سیکرٹری آگے بڑھتا ہے۔ شاہ فیصل مرحوم اسے حکم دیتے ہیں کہ وہ اس بدو کو اسی وقت ان کے دفتر لے جائے اور فوراً اس کا مطالبہ پورا کیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی شاہ فیصل مرحوم اپنے سیکرٹری کو یہ ہدایت بھی کرتے ہیں کہ اس شخص کی ضرورت پوری کرنے کے بعد اسے میرے پاس لاؤ۔

شاہ فیصل مرحوم کے اردگرد جو لوگ جمع ہیں' انہوں نے دریافت کیا کہ اس شخص

نے کیا کہا ہے تو شاہ فیصل جواب دیتے ہیں۔اس شخص کا کہنا ہے کہ اس نے ریڈیو پر یہ اعلان سنا ہے کہ پاکستان اس وقت ایک شدید طوفان کا شکار ہو گیا ہے وہاں پر ہزاروں لوگ اس آفت کی نذر ہو گئے ہیں' چنانچہ سعودی عرب نے اس سلسلہ میں امداد کے طور پر پاکستان کو لاکھوں ریال دیئے ہیں لیکن یہ شخص شکایت کر رہا تھا کہ آپ نے سیلاب زدہ پاکستانیوں کی تو اس قدر مدد کی ہے لیکن میں جس کا خیمہ سیلاب بہا کر لے گیا ہے اور جانور بھی اس کی نذر ہو گئے ہیں' مجھے آپ کی طرف سے ایک ریال کی امداد بھی نہیں ملی۔

اس پر شاہ مرحوم نے اس بدو کو کہا کہ کیا تم نے اس مصیبت کے بارے میں کسی سے شکایت بھی کی ہے تو بدو نے کہا کہ انىى لا اشكو الا الى الله. یعنی میں نے تو اللہ کے پاس ہی شکایت کی ہے۔شاہ فیصل نے فرمایا میں بھی اللہ پر ایمان رکھتا ہوں لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ مجھے تمہاری مصیبت کا علم ہو جاتا۔

اس پر بدو نے کہا کہ الست ملگا علينا جمعياه. کیا آپ ہم سب کے بادشاہ نہیں ہیں۔اس پر شاہ فیصل مرحوم ہنس پڑے۔اسی طرح شاہ فیصل مرحوم یقین رکھتے تھے کہ غریب' لاچار' عاجز اور مریض دراصل حاکم کی ذمہ داری میں ہوتے ہیں۔حاکم کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کا خیال رکھے آپ اکثر اس حدیث مبارکہ کو دہرایا کرتے تھے۔

كلكم راع وكلكم مسول عن رعية یعنی تم میں سے ہر کوئی کچھ لوگوں کا نگران اور ذمہ دار ہوتا ہے اور ہر نگران اور حاکم سے اس کی رعیت کے بارے میں ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔

شاہ فیصل مرحوم نے 1394ھ 1964ء کے بجٹ میں اس قسم کی ضروری امداد کے لئے 463717520 ریال کی رقم مخصوص کی جبکہ 1393-94ھ 1973-74ء میں یہ بجٹ ضرورت 91720000 ریال تھا۔

1394-95ھ 1974-75ء کے بجٹ میں رفاہ عامہ کے لئے 660077000 ریال مخصوص کئے گئے۔یہ بات بھی نہایت دلچسپ ہے کہ سعودی عرب ان ممالک میں سے ایک ہے جہاں بیروزگاری کا تصور بھی نہیں ہے کیونکہ یہاں کام کرنے کے وسیع میدان

موجود ہیں۔ جہاں اہل وطن فوراً مصروف کار ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں شاہ فیصل مرحوم نے بیرونی کمپنیوں کو اس شرط پر سعودی عرب میں کام کرنے کی اجازت دی ہے کہ ان کے کارکن کم از کم 75 فیصد سعودی باشندے ہوں اور باقی لوگوں کے لئے فنی اور ٹیکنالوجی کی تربیت کا انتظام ہونا چاہئے تا کہ دوسرا عملہ بھی یہیں سے بھرتی کیا جا سکے۔

آمدنی، منصوبہ بندی اور بجٹ

عہد فیصل کے آخری سالوں میں سے ایک سال کے اعداد و شمار کا ایک جائزہ ملاحظہ ہو۔

بجٹ:

1381-82ھ 1961-62ء کے بجٹ جو 2166 ملین ریال تھا اور 1391-92ھ 1971-72ء کا جو بجٹ 10782 ملین ریال ہو گیا، کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سعودی عرب کے بجٹ میں اس دوران 497.6 فیصد اضافہ ہوا ہے، جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ 1391-92ھ 1971-72ء کا بجٹ 1381-82ھ 1961-62ء کے بجٹ سے پانچ گنا زیادہ ہو گیا ہے۔

یہ بڑھتے ہوئے اعداد و شمار یہیں ختم نہیں ہو جاتے بلکہ 1392-93ھ 1972-73ء میں سعودی عرب کا بجٹ مزید بڑھ کر 13200 ملین ریال ہو گیا۔ اس بارے میں شاہ فیصل مرحوم کیا کہتے تھے ملاحظہ ہو۔

الامل باللہ ان یکون مستقبالنا خیرا من ماضینا ان شاء اللہ.

یعنی اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ہمارا مستقبل ہمارے ماضی سے انشاء اللہ بہتر ہوگا۔

کیا یہ لاکھوں ریال سعودی عرب کی حدود میں ہی استعمال ہوتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسا نہیں، یہ باہر بھی خرچ ہوتے ہیں۔ شاہ فیصل مرحوم اس حدیث شریف پر کاربند

تھے۔ من جهز غازيا فقد غذا. جو کسی مجاہد کے لئے سامان جہاد کرتا ہے وہ بھی ایک طرح سے جہاد ہی میں شریک ہوتا ہے۔

شاہ فیصل فرماتے ہیں۔

القيام فيما يتوجب علينا شعبا و حكومته فيما يتعلق بالوقوف الى جانب اخواننا المجاهدين فى سبيل الدفاع عن الوطن و عن الحقوق المشروعته لشعوبنا و امتنا و ان تكون ان شاء الله على مستوى المئوليته المحلقاة على عواتقنا.

یعنی قوم اور ملک کی طرف سے ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اپنے ان بھائیوں کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑے ہوں جو وطن اور شریعت کے دفاع کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ یہ جنگ ان سے براہ راست متعلق ہے' اس طرح بالواسطہ طور پر پوری قوم اور امت مسلمہ بھی اس جنگ سے ضرور متعلق ہے۔ ہم انشاءاللہ اس سلسلہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوں۔

بڑی بڑی رقوم امداد کے طور پر دی گئیں:

1393-94ھ 1973-74ء اس بات پر گواہ ہے کہ 10 رمضان المبارک 1393ھ 1973ء مسلمانوں کی فتح ونصرت کی علامت بن گیا۔ حکومت سعودی عرب نے اس جہاد سے براہ راست متعلق حکومتوں کے لئے بہت بڑی بڑی رقمیں بطور امداد دی' چنانچہ ان کی مقدار 2281000000 ریال تک جا پہنچتی ہے۔

تاہم بجٹ کی رقم تمام خیالی اندازوں سے بڑھ جاتی ہے۔ جب 1394-95ھ 1974-75ء کے بجٹ کا اعلان کیا جاتا ہے تو شاہ فیصل مرحوم اپنی قوم کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوں کیونکہ بجٹ میں عظیم الشان اضافہ ہو گیا ہے۔

10 رمضان المبارک کی جنگ میں معرکہ پٹرول کی قیادت شاہ فیصل مرحوم نے نہایت جرأت اور دانشمندی سے کی۔ اس کے ساتھ ہی شاہ فیصل کی قیادت کے زمانہ میں ہی

سعودی عرب کا بجٹ بڑھ کر 98247000000 ریال تک پہنچ گیا۔

منصوبہ بندی:

شاہ فیصل مرحوم نے اپنے ماہرین کو ہدایت کی تھی کہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اقتصادی ترقی کے لئے ابتدائی کام شروع کر دیں اور متنوع قسم کی پیداوار کا پروگرام بنائیں تاکہ درآمدات پر انحصار کم سے کم ہو سکے اور سعودی اقتصادیات کو وسعت اور ہمہ گیری حاصل ہو چنانچہ سعودی مالیاتی ماہرین نے بجٹ کی مندرجہ ذیل دو اہم شقیں رکھیں۔

(1) منصوبہ بندی

(2) ادائیگی کا بجٹ

اول الذکر شق کے تحت حکومت کے رفاہی منصوبے اور معاشرتی خدمات آ جاتی ہیں اور دوسری شق دراصل حکومت کے مستقبل کی بنیاد ہے اور اس کے ذریعے دنیا کے جدید ترین منصوبوں کے مطابق ملک کے صنعتی اور زراعتی منصوبوں کی تکمیل ممکن ہے اس منصوبہ کے تحت زرعی اور صنعتی پروگرام کیلئے 53000 ملین ریال مخصوص کیے گئے۔

شاہ فیصل مرحوم نے اپنی قوم سے کہا۔

لقد عزمنا علی اقامته اقران ذریته و کما تعلمون ایها الاخوان ان عذا الحقل اوهذا الاختصاص یقتضی منا ان توجه له الجهاد او الطاقته البشریته التی یمکن ان تدیره و تشرف علیه و تقوم بالعمل فیه.

یعنی کہ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ بجلی سے کام کرنے والے کارخانے قائم کیے جائیں گے اور جیسا کہ اے بھائیو آپ جانتے ہیں کہ اس معاملے میں آلات وغیرہ کے علاوہ افرادی قوت درکار ہوتی ہے تاکہ اس کارخانہ کو چلایا جا سکے اور اس کی نگرانی کی جائے نیز اس کارخانہ میں کام کیا جائے۔

پھر شاہ مرحوم نے کہا۔

ان الحكومته ساعيته لايجاد مصانع للاستفادة من مشقات البترول و من صناعات الكيماويته البتروليته فقد تم بفضل الله الاتفاق على انشاء مصنع للاستفادة من الغاز الطبيعي لصناعته المارة التى يستفاد منها فى صناعات الاسمرة و الصناعات الاخرى.

حکومت ایسے کارخانے قائم کرنے کے لئے کوشش کر رہی ہے جن کی بدولت پٹرول سے حاصل ہونے والی اشیاء سے افدہٗ اٹھایا جا سکے نیز پٹرول کیمیاوی صنعتوں سے بھی استفادہ کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قدرتی گیسیں اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایک کارخانے کا قیام تکمیلی مراحل طے کر چکا ہے تاکہ قدرتی گیس سے زیادہ امداد حاصل کی جا سکے جو کھادوں کی صنعت میں اور بعض دوسری صنعتوں میں مفید ہوتا ہے پھر شاہ فیصل مرحوم قوم کی توجہ اس طرح مبذول کرواتے ہیں۔

ہم عنقریب ایک فولاد کا کارخانہ قائم کریں گے' اس کارخانہ کو مغربی علاقہ میں قائم کرنے کے منصوبہ کے بارے میں اتفاق رائے ہو گیا اور ان شاء اللہ اللہ کی دی ہوئی توفیق سے آئندہ سال اس کی تعمیر شروع کر دی جائے گی۔ برادران! میرا خیال ہے کہ دوسری صنعتوں کے لئے بھی اور کارخانے قائم کئے جائیں جن میں پٹرول' کیمیاوی صنعتوں کا کارخانہ ہے۔ اس کارخانہ سے ملحق ایک دیا سلائی بنانے کا کارخانہ قائم کیا جائے گا جو ایک دن میں پچیس ٹن دیا سلائی تیار کرے گا۔ اسی طرح ہمارے ملک میں روشنی پیدا کرنے والا مادہ بھی دریافت ہوا ہے جو ریاض کے قریب موجود ہے۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا۔

یعنی معدنیات کی تلاش کے لئے کھدائی کے دوران ہم نے بہت سی مختلف اقسام کی معدنیات دریافت کی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ ایک سو بیس اقسام

سے زیادہ ہیں اور تین سو مقامات پر موجود ہیں۔ ان میں سے بعض معدنیات تو بہت اہم ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی استطاعت سے عنقریب ان کو سطح زمین سے نکالنا شروع کر دیں گے کیونکہ ان میں سے بعض معدنیات تجارتی پیمانے پر دریافت کی گئی ہیں[1]

---

1. فیصل حسین طعطناوی

شہری ترقیات اور داخلی اصلاحات

تیل کی دریافت سے پہلے سعودی عرب بھی غیر ترقی یافتہ اور غریب ملکوں میں شمار ہوتا تھا۔ شاہ عبدالعزیز کے اولین دور تک ملک میں کسی قسم کی ترقیاتی مہم کا تصور بھی محض ایک خواب تھا۔ نظم مملکت سے لے کر شہری بہبود تک ہر سطح پر قدیم قوانین کے تحت بعض امراء کی زیر نگرانی کام چل رہا تھا۔ آمدورفت کے ذرائع انتہائی محدود تھے۔ 1930ء تک اونٹ، خچر اور گدھوں کے علاوہ آمدورفت کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ معاشرتی قواعد وضوابط کی کوئی ترتیب نہ تھی اور معاشی ذرائع نہایت قلیل تھے۔ اللہ کے فضل سے تیل کی پیداوار اور بے شمار دیگر قدرتی وسائل نے یار آوری کی اور فضل باری کا ایسا چھابوں مینہ برسا کہ پورا ملک خوشحالی اور اقتصادی وسماجی ترقی کی جانب چل پڑا۔

مواصلات:

شاہ عبدالعزیز نے ہر محکمہ کی ترقی میں خصوصی دلچسپی لی۔ آپ نے 1952ء میں ایک شاہی فرمان کے تحت وزارت مواصلات قائم کی تاکہ ملک میں آمدورفت کے نظام کو موثر بنایا جاسکے۔ کسی ملک کی ترقی کا سب سے بڑا سبب آمدورفت کی سہولت ہوتی ہے۔ اس لئے اندرون ملک پختہ سڑکوں اور ریلوے لائنوں کی تعمیر کا منصوبہ بنایا گیا۔

شاہراہیں:

سب سے پہلے جدہ، مکہ اور مکہ، مدینہ اور ریاض جدہ روڈ کی جدید تعمیرات کا آغاز ہوا۔ 1961ء تک 3408 کلومیٹر لمبی نئی سڑکیں اور شاہراہیں تعمیر ہوئیں، اس کے ساتھ ہی مزید تعمیرات اور زیر تکمیل منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دیگر کمپنیوں سے معاہدات اور شرائط طے ہوئیں۔ 1965-66ء کے وزارت اطلاعات کے گوشوارے کے مطابق

پینتالیس مقامات پر کئی ہزار کلومیٹر لمبی سڑکیں اور شاہراہیں تعمیر ہو چکی تھیں۔ مزید تعمیرات کا سلسلہ باقاعدہ منصوبے کے تحت جاری ہے۔

سعودی عرب میں ریل:

سعودی عرب میں صرف دمام اور ریاض کے درمیان ریل چلتی ہے' اس کے علاوہ جدہ' مکہ مدینہ جدہ روڈ پر بھی پانچ سو کلومیٹر تک لائن بچھانے کا منصوبہ ہے۔

ہوابازی یا سعودی ایئر کمپنی:

مڈل ایسٹ کی ہوائی کمپنی میں سعودی عرب کی ہوائی کمپنی سب سے بڑی ہے' اس نے اپنے نظام میں ایسی زبردست ترقی کی ہے۔ چند سال پہلے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا' شاہ فیصل کے دور ہی میں اس کمپنی نے اپنے نظام کو اندرون اور بیرون ملک ملا لیا تھا۔ 1965ء تک اس کمپنی کی سالانہ پرواز کا ریکارڈ اسی لاکھ میل تھا۔ اس کے بعد 1975ء تک سعودی ایئر لائن پوری دنیا پر چھا گئی۔ انتہائی خوبصورت کارکردگی با اخلاق عملہ اور ذمہ دارانہ طرز عمل کی بناء پر اس کمپنی کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ دنیا میں اس وقت یہی واحد ہوائی کمپنی ہے جس کی طرف سے اندرون ملک تو اور غیر ملکیوں میں بھی اسلامی شریعت کی روشنی میں شراب فراہم کرنے پر مکمل پابندی ہے۔

یقیناً شاہ مرحوم نے اپنے نظام کے ہر شعبے میں اسلام کی مرکزیت کو دنیا میں ایسے طریقے سے پیش کیا کہ انسانی خواہشات ہر طرح اسلامی فکر کے تابع نظر آتی ہیں۔

سعودی عرب میں بڑے خوبصورت بین الاقوامی ایئر پورٹ ریاض' جدہ' ذہران ہیں۔ انتظامات کے اعتبار سے ان کا شمار دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ ہوائی سٹیشنوں میں ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں تمام اہم شہروں میں فی الحال جو ڈومیسٹک ایئر پورٹ قائم کئے گئے ہیں جن سے کاروباری لوگوں کو آمد و رفت میں بہت سہولت میسر ہے۔ ان کی تعداد 23 ہے۔

سعودی عرب کے جہازوں پر تلوار اور اس کے ساتھ کلمہ طیبہ لکھا ہوتا ہے' اس

شرف میں سعودی عرب تمام اسلامی ممالک میں ممتاز ہے۔

شہری ترقیات

یورپ سے واپس آ کر پچیس دسمبر 1962ء کو امیر فیصل نے انقلابی بنیادوں پر نئی کابینہ تشکیل دی، جس کے چار ارکان شاہی خاندان سے اور باقی آٹھ عوام سے لئے گئے۔ یہ سب مختلف شعبوں میں ماہرانہ شہرت رکھتے تھے۔ اس کے چند روز بعد فیصل نے مندرجہ ذیل دس نکات پر مبنی نئے دستور العمل کا اعلان کیا۔

1) بنیادی شرعی قانون بغیر کسی تاخیر کے لاگو کیا جائے گا۔

2) بلدیاتی ادارے قائم کئے جائیں گے اور ان کے لئے قانون سازی ہوگی۔

3) عدلیہ کلیتہً آزاد ہوگی اور خودمختار بنیادوں پر اعلیٰ اختیار کی ایک عدالتی کونسل قائم ہوگی، جس میں ممتاز ماہرین قانون اور مستند علماء شامل ہوں گے۔

4) اسلام کی نشرواشاعت اور تبلیغ کے لئے وسیع تر بنیادوں پر پروگرام وضع کیا جائے گا۔

5) اصلاح اخلاق کی انجمنوں کی تنظیم نو ہوگی، معاشرتی ڈھانچے میں تبدیلی ہوگی اور صحت مند تفریحات کی سرپرستی کی جائے گی۔

6) اقتصادی، تجارتی اور معاشرتی ترقی کے لئے خاص منصوبے وضع کئے جائیں گے اور تمام وسائل عوام کی خوشحالی کے لئے وقف ہوں گے۔

7) ملک میں سڑکوں کا جال بچھایا جائے گا۔

8) پانی کے ذخائر کی دریافت اور وسعت کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔

9) مختلف اشیاء کی تیاری کے لئے کارخانے لگائے جائیں گے اور گھریلو صنعت کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

10) غلامی کی ہر صورت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے گا۔

خوشگوار امر یہ ہے کہ یہ انقلابی پروگرام محض کاغذ کی زینت نہیں بنا رہا بلکہ فیصل

کے فعال ذہن نے فوراً ہی اس پر عملدرآمد بھی شروع کر دیا اور سعودی عرب کی حالیہ تاریخ شاہد ہے کہ اس دستور العمل پر کس طرح لفظاً اور معناً عمل کرایا گیا اور اسے صف اول کی رفاہی اور فلاحی مملکت بنا دیا۔

محکمہ ٹیلی گرام اور ٹیلی فون:

شاہراہ مکہ کے مطابق 1935ء تک سعودی عرب میں رسل و رسائل میں استعمال آنے والی چیزیں اونٹ' خچر اور گدھے وغیرہ تھے لیکن موجودہ ترقی یافتہ دور میں تار برقی' فون اور وائرلیس سیٹ وغیرہ کی بڑی اہمیت و افادیت ہے۔ حکومت سعودیہ نے عصر جدید میں نقل و حمل کے استعمال میں آنے والے ذریعوں کو بروئے کار لا کر متعلقہ اشیاء کو کام میں لانے کے لئے ملک میں ڈاک خانوں اور تار گھروں کا جال بچھا دیا ہے تاکہ عوام کو نقل و حمل میں سہولت میسر آئے۔ اس کام کی ترقی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 1965ء تک 24200 ٹیلی فون لائنیں کام کر رہی تھیں اور 302 ڈاک خانے شہروں' قصبوں اور دیہاتوں میں موجود تھے اور دس ہزار لیٹر بکس نصب تھے۔ مگر آج دس لاکھ آٹھ ہزار ٹیلی فون ہیں۔ ٹیلی فون اور ٹیلکس کے 850 مراکز موجود ہیں۔ یہاں 480 ملین ریال خرچ آئے۔ ذرائع ابلاغ میں ریڈیو اور ٹیلی فون نے نمایاں ترقی ہے۔ سعودی حکومت عوام کو ممکنہ سہولت مہیا کرنے کے لئے شب و روز کوشاں ہے۔

بندرگاہیں:

شاہ فیصل کے دور میں بندرگاہوں کی دیکھ بھال اور ان کو بیرونی ممالک سے منسلک کرنے کے سلسلے میں بڑا اہم کام انجام دیا ہے۔ ملک کی بندرگاہوں سے نہ صرف مال کی آمد و رفت کا کام لیا جاتا ہے بلکہ ملک میں پیدا ہونے والا تیل بھی برآمد کیا جاتا ہے۔ ملک کی مشہور اور خاص خاص بندرگاہیں حسب ذیل ہیں۔

(1) جدہ' اس کی تعمیر تو مکمل ہو چکی ہے۔ جس کے باعث اسے دنیا کی اعلیٰ ترین بندرگاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

(2) دمام

(3) رائس تینور

(4) ینبوع

(5) جیزان

علاوہ ازیں القطیف اور الخرکی بندرگاہوں کی توسیع اور تعمیرنو کا کام مکمل ہو رہا ہے' جس کی تعمیر کا تخمینہ 1966ء میں 26 کروڑ 16 لاکھ ریال تھا۔

سماجی اور معاشرتی ادارے

مزدوروں کے مسائل کے حل کے لئے ادارہ کا قیام:

ابتدائی سالوں میں سعودی کابینہ کے ایک فیصلے کے مطابق ملکی نظام کو بہتر بنانے کے لئے مزدوروں' تاجروں' نوجوانوں اور ہر مکتب فکر کے لوگوں کو سماجی اور معاشرتی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے وسیع منصوبہ بنایا گیا۔ اس منصوبے کے تحت سب سے پہلے وزارت خزانہ کے ماتحت لیبر سیکشن قائم کیا گیا۔

1960ء میں ایک باقاعدہ وزارت لیبر اور سوشل ویلفیئرز قائم کی گئی۔ یہ وزارت ملک کے تمام حصوں میں مزدوروں' محنت کشوں کی جملہ آسائش وضروریات کا اسی طرح خیال کرتی ہے۔ جس طرح دیگر ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے۔

شاہ فیصل کی معاشرتی پالیسی آٹھ اصولوں پر مبنی تھی جن کے باعث پورے ملک کے باہمی ربط وضبط اور فلاحی کاموں کا گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔ بلاشبہ شاہ کے دور کے بعد سے آج ان اصولوں کے تحت مملکت نے ترقی کی ہے جس کی وجہ سے پورا سعودی عرب ایک وفاق اور سماجی فلاح کا مرکز نظر آتا ہے۔

1۔ سوشل ڈویلپمنٹ:

یہ ادارہ دیہی ترقی کا نگران ہے۔

CamScanner

2۔ کوآپریٹو سنٹرز

امداد باہمی کے پچاس سے زائد مراکز ہیں جو اسی مقصد کی تکمیل کرتے ہیں۔

3۔ معاشرتی ادارہ

اس ادارے کے تحت تعلیمی، مشاورتی اور تحقیقاتی مراکز کام کرتے ہیں۔

4۔ نوجوانوں کی نگہداشت

اس سنٹر کے تحت شہر اور دیہاتوں میں معاشرتی اور ثقافتی سرگرمیوں کی نگہداشت ہوتی ہے۔

5۔ سوشیالوجی کی تعلیم اور ریسرچ کا کام

یہ ادارہ تمام معاشی اور ذاتی معاملات مثلاً شادی بیاہ، رسم و رواج، مذہبی اور علاقائی رجحانات کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

6۔ معاشرتی تحفظ

یہ محکمہ دو امور پر مشتمل ہے یعنی پہلا کام معذوروں، اپاہجوں اور مجبوروں کو مستقل وظائف دینا اور بیکار لوگوں کو وقتی طور پر گزارا الاؤنس دینا۔ اس کا دوسرا کام یتیم بچوں، گمنام والدین کے بچوں اور بیواؤں کی دیکھ بھال اور معاشرتی امور کا بندوبست اور نگہداشت کرنا ہے۔

7۔ فنی تعلیم

اس ادارہ کے ذمہ تمام ملک کی فنی تعلیم کی تربیت اور نگہداشت کرنا ہے۔

8۔ لیبر قوانین

لیبر قوانین اور معاشرتی تحفظ کے سلسلے میں بین الاقوامی بیمہ کمپنی کو ترقی یافتہ شکل دے کر ایک مستقل ادارہ کا قیام۔

بلدیاتی اداروں کا قیام

18 رجب 1380ھ 1960ء کو سعودی اعلیٰ سطح کونسل کا ایک اجلاس ہوا' جس کا مقصد ملکی انتظام کی اصلاحی اور شہروں کے مختلف باہمی مسائل کے حل کے لئے ٹھوس لائحہ عمل تجویز کرنا تھا۔

اجلاس میں شہروں کی اندرونی اصلاح کے لئے تمام وزارتوں سے ایک ایک نمائندہ پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی' جس کے سربراہ خود شاہ فیصل تھے۔ اجلاس میں طے پایا کہ مذکورہ کمیٹی اپنی سفارشات کر کے دوسرے اجلاس میں پیش کرے گی۔ جس کے تحت نئے شہری نظام کو بتدریج ملک میں نافذ کر دیا جائے گا۔ مذکورہ فیصلے کے مطابق ملک کی اقتصادی ترقی اور اس کے لئے نیا لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔

شاہ فیصل کی سربراہی میں قائم ہونے والی کمیٹی نے تمام شہروں کا ایک خاکہ تیار کر کے مختلف مجالس قائم کیں۔ ہر شہر میں بجلی' پانی اور اشیائے خوردنی کی سستے داموں فراہمی کے لئے متعدد تجاویز مرتب کیں۔ 4 رجب 1383ھ 4 نومبر 1963ء کے ایک اجلاس میں درج ذیل تجاویز پیش کیں۔

1) پورے ملک کے ہر ادارے' ہر محکمے اور ہر کمیٹی کی از سر نو تشکیل ہوگی۔

2) ملک کے تمام محکموں کی کارروائی کے لئے علیحدہ ریکارڈ جمع کیا جائے گا۔

3) آثار قدیمہ کی اصلاح اور تاریخ سعودی عرب سے عامۃ الناس کو متعارف کرایا جائے گا۔

4) ملک کی تمام اصلاحات کو اخبارات اور ریڈیو کے ذریعے دنیا میں نشر کرنے کے لئے ادیبوں اور صاحب قلم اصحاب کی ایک جماعت بنائی گئی۔

5) ملک کے 54 چھوٹے بڑے شہروں میں محلہ دار ذمہ دار افراد بطور نگران مقرر کئے جائیں گے جو اپنے اپنے علاقے کے ہر قسم کے مسائل کی نگرانی کریں گے۔

6) وزارت خزانہ' وزارت مواصلات' وزارت صنعت اور تمام دوسرے شعبوں کے

افراد کو تربیت دینے کے لئے بمعہ ماہانہ گزارا الاؤنس تربیتی کورس قائم کیا جائے گا۔

7) ہر شہر اور قصبے میں بجلی اور پانی کی فراہمی کا خاص طور پر انتظام کیا جائے گا' اس کیلئے اڑھائی سو ملین ریال فوری طور پر منظور کیے گئے۔

8) نئے شہروں کو بسانے اور آباد کرنے کے لئے تعمیرات کی خاطر غیر ملکیوں کو ٹھیکہ دیا جائے گا۔

9) ہر قصبے اور ہر شہر میں دینی سکول اور ہسپتال قائم کیا جائے گا۔

10) تمام محکموں کے متعلقہ افراد کے لئے بڑے شہروں میں ایک تربیتی کورس قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا' الفیصل العظیم کے مطابق 1964ء میں اس کورس کے لئے 170 اساتذہ کی تقرری عمل میں آئی اور 771 طلباء فارغ ہوئے۔

11) ملکی ترقیات کا جدید نظام 3 اکتوبر 1963ء کو ملک میں نافذ کیا گیا' جس کے تحت چالیس شعبے ملکی ترقی میں مصروف بہ عمل ہوئے۔

صحافتی ترقی

ذوالقعد 1383ھ مارچ 1964ء کو صحافتی پیشہ کو سعودی حکومت نے قانونی شکل دی۔ اس سے پہلے ذرائع ابلاغ کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔

سعودی عرب کی صحافت کا معیار دیگر ممالک کی نسبت عجیب النوع ہے' اس میں نشر و اشاعت پر مکمل طور پر گورنمنٹ کا کنٹرول ہے۔ کسی قسم کی غیر ذمہ دارانہ خبر کی اشاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اخبارات و رسائل میں کوئی خبر وزارت اطلاعات کی منظوری کے بغیر شائع نہیں ہوتی۔ تمام بڑے بڑے شہروں سے متعدد روزنامے شائع ہوتے ہیں۔ صحافیوں کو دوسرے ممالک کی نسبت بہت زیادہ سہولتیں میسر ہیں۔ گورنمنٹ کی سطح پر ادیبوں' مورخوں اور صحافیوں کی ضروریات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ نامور اہل قلم کے وظائف مقرر کیے جاتے ہیں۔ کوئی شخص قرآنی اقدار کے خلاف لکھنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ حکومتی سطح پر

CamScanner

صحیح معنوں میں اسلامی صحافت کو فروغ حاصل ہے۔

سعودی عرب کے چند مشہور روزناموں کے نام ملاحظہ ہوں

(1) روزنامہ البلاد (2) روزنامہ الیوم (3) روزنامہ الجزیرہ (4) روزنامہ المدینہ (5) روزنامہ الندوہ (6) روزنامہ الریاض (7) روزنامہ عکاظ۔

علاوہ ازیں ایک انگریزی روزنامہ عرب نیوز بھی جدہ سے شائع ہوتا ہے۔

ایک بات

سعودی حکومت نے مستقبل میں تیل کی پیداوار کے سلسلے میں یہی سیاست استعمال کی ہے کہ پیداوار میں اضافہ کیا جائے تاکہ انسانیت اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے اور انسان اپنی زندگی کی آسائش مہیا کرنے کے علاوہ رفاہ عامہ کے سلسلہ میں بھی اس سے مستفیض ہو۔ تیل کی زیادہ پروڈکشن کے ساتھ ساتھ حکومت سعودی عرب کی توجہ اس طرف بھی ہے کہ قدرتی گیس سے بجلی پیدا کی جائے اور حکومت اپنے طور پر ہر شہر کے اندر بجلی پیدا کرنے کا ایک قومی کارخانہ قائم کرے۔ یہ منصوبہ ملک کے مشرقی علاقہ میں خطہ جبیل کے لئے ہے۔ اس سلسلہ میں ریاض تک بجلی کی ترسیل کے لئے تار بچھائی جائیں گی۔ نیز مختلف علاقوں سے قدرتی گیس کے حصول کا انتظام کیا جائے گا۔ اس وقت بھی قدرتی گیس ملک کے اندر عموماً جلانے کے لئے استعمال کی جا رہی ہے، جس کی مقدار 3 ملین مکعب یومیہ ہے۔

سعودی عرب کے ماہرین کا اندازہ ہے کہ قدرتی گیس نکالنے، جمع کرنے اور پھر تقسیم کرنے کے انتظام پر چار پانچ بلین ڈالر خرچ ہوں گے۔

حکومت سعودی عرب نے شل کمپنی کے ساتھ پٹرو کیمیاوی مصنوعات کی تیاری کے لئے ایک کارخانہ سعودی عرب میں لگانے کا معاہدہ کیا ہے، جس پر ایک بلین ڈالر کے اخراجات کا تخمینہ ہے۔

فیصل مرحوم کی سیاست کا ایک خوبصورت پہلو آپ کی مستقل مزاجی اور استقلال ہے۔ آپ کے ذریعے رونما ہونے والے انقلاب کا ہر نیا دن گزشتہ دن کے مقابلہ میں ترقی وعروج کی طرف ایک کامیاب قدم کی درخشاں مثال تھا۔

ایک جائزہ

سوئزرلینڈ کے بینک کے مطابق سعودی عرب کی حکومت دنیا کی تیسری بڑی دولت مند حکومت ہے' جس کا خزانہ چودہ بلین ڈالر پر مشتمل ہے جبکہ 1973ء میں اس خزانہ کی کل ملکیت 3886 ملین ڈالر تھے۔ یہ خبر نہایت خوش کن ہے۔

مملکت سعودی عرب میں سفر کے لئے پختہ سڑکیں موجود ہیں جن کی لمبائی پندرہ ہزار کلومیٹر ہے اور ان شاہراہوں پر دنیا کی عظیم ترین کاریں دوڑتی پھرتی ہیں۔ یہ ملک اگرچہ زیادہ تر صحرائی علاقوں پر مشتمل ہے لیکن صحرا کے برعکس اس کے سب علاقے ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی سہولتیں باآسانی دستیاب ہیں۔ یہاں پر آپ وہ سڑکیں دیکھ کر جو پہاڑوں کے اوپر سے لے جائی گئی ہیں۔ ضرور حیران رہ جائیں گے۔ مثلاً طائف کی طرف جانے والی سڑک نہایت حیرت انگیز ہے اسے دیکھ کر آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہ بل کھاتی ہوئی سڑک جس پر ان گنت موڑ اور زیروبم آتے ہیں' انسانی وسائل سے کس طرح معرض وجود میں آئی ہے۔ یہ سڑک ان پہاڑوں پر تعمیر کی گئی ہے جن کی بلندی سطح سمندر سے پانچ ہزار قدم ہے۔ یہ سڑک خطہ بہ خطہ بلند ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ملک کے گرما مقام طائف شہر تک جا پہنچتی ہے۔ گرمیوں میں حکومت کے تمام دفاتر بھی اس مقام پر منتقل ہو جاتے ہیں۔ طائف میں بڑے بڑے سبزہ زار ہیں۔ یہاں پر آپ ہر قسم کی سبزیوں اور عالمی شہرت کے پھلوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں ہاں اگر آپ 2000ء میں طائف آسکیں تب آپ یہاں ایک اور ہی دنیا کا مشاہدہ کریں گے کیونکہ حکومت سعودی عرب اس وقت تک اس شہر کو دنیا کے جدید ترین تقاضوں کے مطابق تبدیل کر چکی ہوگی۔

اگر آپ کار کے مسلسل سفر سے اکتا جائیں تو گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہاں سعودی عرب میں ہوائی سفر کی سہولتیں بھی میسر ہیں۔ اس مملکت کے اپنے ستائیس ہوائی اڈے ہیں جو اہل وطن کو دور دراز علاقوں تک سفر کرنے میں ممدومعاون ثابت ہو رہے ہیں۔ اسی طرح حکومت کے پاس ایک اپنا ہوائی بیڑہ بھی موجود ہے جو جدید ترین ہوائی جہازوں پر مشتمل ہے۔ اس ہوائی کمپنی کے ذریعے اس حکومت کا رابطہ ساری دنیا سے قائم ہے۔ اس کے علاوہ حکومت عالمی معیار کی بندرگاہیں بھی تیار کر رہی ہے جیسے جدہ بحر احمر کے ساحل پر اور دمام خلیج کے کنارے واقعہ ہے۔ ان کے علاوہ بھی متعدد بندرگاہیں ہیں جیسے ینبوع، جیزان، راس، النورہ اور جبیل۔

اگر آپ اس لمبے اور مسلسل سفر سے اکتا جائیں اور دنیا میں کسی بھی جگہ اپنے کسی دوست سے رابطہ قائم کرنا چاہیں تو مصنوعی سیاروں کے ذریعہ چند ہی لمحوں کے بعد آپ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ان ہی سیاروں کے ساتھ مربوط سعودی ٹیلی فون کے نظام کے ذریعہ آپ دنیا میں ہونے والے کسی بھی اہم واقعہ کی اطلاع فوری طور پر حاصل کر سکتے ہیں۔ حکومت سعودی عرب نے اپنے سال 95-1394ھ کے بجٹ میں ذرائع مواصلات کے منصوبہ کے لئے 455813.952.82 ریال مخصوص کئے ہیں۔

خانہ بدوشوں کو مستقل مساکن سے روشناس کرنا:

ریل گاڑی ہمیں لے کر فاصلے کو قربتوں میں تبدیل کرتی جا رہی ہے، وقتاً فوقتاً ہم گاڑی میں سے بدو لوگوں کے قافلے دیکھ رہے ہیں۔ وہ بھیڑ بکریاں اور اونٹ پالتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارا نجدی دوست ان لوگوں کی طرف اشارہ کر کے ہمیں بتاتا ہے کہ ان لوگوں کی اس خانہ بدوش زندگی کی وجہ سے ہی شاہ فیصل نے ان کو مستقل بستیوں میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا۔ میں بہت تھکن محسوس کر رہا ہوں، تاہم میں اس دوست سے دریافت کرتا ہوں کہ دوست تمہیں شاید علم ہو کہ بدو لوگ اپنی عادات و رسوم کے بڑے سخت پابند ہوتے ہیں اور ان کو چھوڑنا، نظر انداز کرنا یا تبدیل کر دینا سخت

ناپسند کرتے ہیں۔ غالباً آپ نے یسوبنت لجدل کلبی کی بیٹی کا قصہ سنا ہوا ہو جو معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان کے نکاح میں آئیں جب وہ اپنے باپ کی دیہاتی زمینوں سے جو شام کے علاقہ میں تھیں، اپنے خاوند کے محل کے ساتھ دمشق منتقل ہوئیں تو وہ اپنی آزادانہ زندگی کے مقابلے میں اس محل کی زندگی سے سخت مایوس ہوئی۔ ایک دن معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ وہ چند اشعار گا رہی تھیں۔

ترجمہ: میرا وہ گھر جو ایک کھلے خیمہ پر مشتمل ہے جہاں ہوائیں بڑی روانی سے آتی جاتی ہیں، مجھے اس پختہ اور محفوظ محل سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ مجھے کھلی چادر اور سادے کپڑے ان ریشمی اور قیمتی کپڑوں سے زیادہ اچھے لگتے ہیں۔ میرا وہ سادہ کتا جو اس گاؤں میں میرے پاس تھا، مجھے اس پیار کرنے والی بلی سے بدرجہا زیادہ پسند ہے جو مجھے محل میں میسر ہے۔ سادہ کھانا کھجوروں یا جو کے آٹے کا جو مجھے کھلی فضا میں ملتا تھا، مجھے محل میں تازہ چپاتیاں کھانے سے زیادہ پسند ہے۔

اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے آزاد کر دیا اور اسے واپس صحرائی زندگی کی نعمتوں کی طرف بھجوا دیا۔ میرا دوست یہ قصہ سن کر قہقہہ لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی وجہ سے تو شاہ فیصل مرحوم نے اس تجربہ کا پکا ارادہ کیا اور اس کے لئے سعودی عرب کے بہترین نوجوانوں کو اکٹھا کیا اور میں نے اس سے دریافت کیا کہ شاہ فیصل مرحوم کو اس تجربہ کی کامیابی کا کیونکر یقین تھا اور وہ کیوں ایسا تجربہ کرنے کے لئے بے چین تھے۔ اس پر میرے مخاطب نے کہا کہ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

1) سعودی عرب میں جدید ترقی کی بدولت ملک کے بہت سے علاقے ایک دوسرے کے بہت قریب ہو چکے ہیں، اسی قریبی رابطہ کی وجہ سے اور فوائد کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ سعودی فرد کی اوسط آمدنی میں کافی اضافہ ہوا ہے، تاہم اہل بادیہ کی اوسط آمدنی میں اس نسبت سے اضافہ نہیں ہوا جیسے باقی ملک میں ہوا ہے۔

2) جہاں ان بدو لوگوں کو بسانے کے لئے مرکز قائم کیا گیا ہے، عنقریب یہاں سے زرعی پیداوار اور جانوروں کی وافر مقدار ملک کو میسر آئے گی۔

3) خصوصاً اس علاقہ میں وادی سبحارٗ جہاں یہ مرکز قائم کیا گیا ہے' پانی وافر مقدار میں موجود ہے جو زمین کے نیچے سے آسانی سے نکالا جا سکتا ہے اور آبپاشی کے لئے قابل استعمال ہے۔

4) اس مرکز کی تیاری کے سلسلے میں سب سے بنیادی کام شروع ہوا' جس میں کنوئیں کھودنا' زمین کی پیمائش کرنا اور زمین کو زراعت کے قابل بنانا شامل ہے۔ اس مقصد کے لئے شاہ فیصل نے متعدد عالمی شہرت کی کمپنیوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اس سلسلہ میں 30 ملین ڈالر خرچ ہوئے جس میں پچاس کنوئیں کھودے گئے۔ مرکزی اور فروعی نہریں تیار کی گئیں۔ بجلی پیدا کرنے کا ایک سٹیشن بنایا گیا جس میں قدرتی گیس استعمال کی جاتی ہے جس کو اس سے پہلے جلانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

صحت عامہ

مریضوں کی سہولت کے لئے سعودی عرب میں ہسپتالوں کے قیام میں بھی کافی ترقی ہوئی۔ 1950ء میں پورے ملک میں بیس ڈاکٹر نہیں تھے' اسی طرح 1960ء تک قائم چالیس ہسپتال اور ڈسپنسریاں قائم ہوئی تھیں۔ 1973ء میں جہاں بڑے ہسپتالوں اور شفاخانوں کی تعداد 198 تک پہنچ گئی وہاں 1260 ماہر ڈاکٹر بھی کام کر رہے تھے۔

وزارت صحت کے مطابق 1970ء میں پورے ملک میں کئی بڑے بڑے ہسپتال قائم کئے گئے' اس کے ساتھ ساتھ دیہی علاقوں میں چھوٹی ڈسپنسریاں اور شفاخانے بھی بنائے گئے۔ ان اخراجات کا تخمینہ 168.2 ملین ریال لگایا گیا ہے۔ بلاشبہ فیصل کی حکومت نے دیگر محکموں کی طرح صحت کے شعبے میں بھی نمایاں ترقی کی۔

ناپ تول کا جدید نظام

13 جمادی الثانی 1383ھ کو حکومت نے جدید ناپ تول کے نظام کو ملک میں

رائج کرنے کے لئے متعلقہ محکمے سے رپورٹ طلب کی تاکہ اسے سعودی عرب کے نظام کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاسکے۔ رپورٹ اور ابتدائی مراحل طے ہونے کے بعد 1385ھ محرم میں ایک شاہی فرمان کے ذریعے پورے ملک میں ناپ تول کا جدید فرانسیسی نظام نافذ کردیا گیا، جس کے تحت کلوگرام اور لوازمات میٹر اور اس کے مندرجہ ذیل میٹر مربع اور اس کے تمام عوارض ملک کے قانون کا حصہ بن گئے۔

CamScanner

سعودی محکمہ دفاع......مسلح افواج عساکر اسلام

سعودی عرب میں محکمہ دفاع اور اسلامی فوج کی تشکیل کا آغاز سلطان عبد العزیز ابن سعود کے عہد آفرین دور میں ہوا۔ شاہ فیصل نے سعودی فوج کو جدید بنیادوں پر استوار کیا، انہوں نے فوج کے مختلف شعبے قائم کیے۔

1- قومی فوج نیشنل گارڈ (حرس وطنی) تعداد 30 سے 40 ہزار

2- حفاظتی فوج (جیش نظامی) تعداد 50 ہزار

ابتداء میں شاہ کا مؤقف تھا کہ ہماری آج کی افواج کی حیثیت بھی ہمارے دور کے ان سپہ سالاروں کی طرح ہونی چاہیے۔ جنہوں نے پرچم اسلام مشرق سے مغرب تک لہرایا اور فاتح کی حیثیت سے اسلام کا بے مثال نظام عدل و انصاف عملاً جاری کرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغ و ہدایت کے فرائض بھی سر انجام دیئے اور عرب اور دیگر مسلم اقوام کو اغیار کے حملوں کے مقابلے میں تیشہ زنی کا سبق دیتے رہے بین الاقوامی حالات کی یکسر تبدیلی کے بعد آپ نے فوج کی جدید اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ ربع صدی سے سعودی افواج دفاع کے ہر میدان میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور اپنی محنت قابلیت اور اخلاص سے بری، بحری اور فضائی میدانوں میں کامیابیاں حاصل کر رہی ہیں۔ فلسطین کے محاذ پر سعودی افواج نے جس بہادری اور جانبازی کا مظاہرہ کیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ شاہ فیصل نے سعودی فوج کو مسلح کرنے کے ساتھ جدید ہتھیاروں سے جدید تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ دی۔

آپ نے ایک نہایت زیرک و دانا اور باقدر صلاحیت کے زیور سے آراستہ بہادر اور جرأت شخص شہزادہ سلطان بن عبد العزیز کو افواج کی قیادت سپرد کی۔ انہیں وزارت دفاع اور فضائی کمپنی کا قلمدان بھی سونپا گیا۔ آپ نے مسلح افواج کی قیادت سنبھالتے ہوئے اس کی فلاح و بہبود کے لیے کام شروع کر دیا۔ انہوں نے دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے

CS CamScanner

جدید ترین اسلحہ جات کو مناسب اور صحیح ترین استعمال میں لانے کی طرف توجہ دی۔فوج کے سپریم کمانڈر خود شاہ فیصل تھے۔شہزادہ سلطان نے آپ کی راہنمائی میں انتہائی شاندار کارکردگی پیش کی۔

شاہ عبدالعزیز نے 18 جون 1951ء کو امریکہ فوجی معاہدہ کیا جس کے تحت فوجی ساز وسامان اسلحہ کی سپلائی اور سعودی افواج کی تربیت کا انتظام امریکی ماہرین کے تحت پایا۔

یہ معاہدہ پہلے پانچ سال کے لیے ہوا۔ بعد میں اس کی تجدید ہوتی رہی۔اس معاہدہ کے تحت دہران کو ہوائی مستقر بنایا گیا۔چنانچہ سعودی عرب نے تمام افواج کو تربیت دینے کے لیے متعدد درسگاہیں قائم کیں۔

1- شاہ عبدالعزیز اکیڈیمی: جانباز سپاہیوں کی تربیت گاہ
2- ادارہ برائے سنٹر (ٹرینگ سنٹر): اس ادارہ میں فنون جنگ اور اسلحہ سازی میں نئی ایجادات ہوتی ہیں۔ان سے عوام کو باخبر رکھا جاتا ہے۔
3- ثانوی مدارس برائے افواج: ان اسکولوں میں طلبہ کو اعلیٰ فوجی تعلیم مہیا کی جاتی ہے۔اور عصر جدید کی ٹیکنیک پڑھائی جاتی ہے۔
4- ادارہ برائے تعلیم السنہ: اس ادارہ میں مختلف زبانیں سکھانے کا انتظام ہے۔
5- فوجی دستوں کی تربیت کا سکول: اس سکول میں پیادہ افواج، توپ، اسلحہ، انتظامی امور بحالت جنگ اور بحالت امن سگنل، فوجوں کی تعلیم، فوجی ساز وسامان کی دیکھ بھال اور مختلف قسم کے مدارس جن میں سپاہیوں کی تعلیم وتربیت کا مکمل انتظام ہے، شامل ہیں تا کہ فوجی جوان اپنے اس عہد و پیمان کا ایفا کر سکیں۔جو انہوں نے خدا کے حضور اور سلطان وقت اور ملک کی خاطر کیا ہے۔اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآہ ہونے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا سکیں۔
6- فضائی اسکول: ان سکولوں میں فضائیہ کے جوانوں کو ہوائی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے۔

7- فضائی اکیڈیمی: اس اکیڈیمی کا قیام سعودی حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے اور یہ مشرق وسطیٰ میں سب سے بڑی فضائی اکیڈیمی ہے۔ یہ اکیڈیمی بہترین ساز وسامان اور اچھے عملے سے مزین ہے۔ نیز عصر جدید کی فضائی تعلیم وتربیت کا بڑا اہم مرکز ہے۔

8- بحریہ کے اسکول: یہ اسکول تھوڑا عرصہ قبل ہی قائم ہوئے ہیں۔ مگر تھوڑی سی مدت کے باوجود ان میں ایسے نوجوانوں کو تعلیم وتربیت دی گئی ہے۔ جو بحری حدود کی حفاظت کرنے کے اہل ہیں۔ مزید برآں جذبہ حب الوطنی اور ملک وقوم کی خدمت کے جذبہ سے بھی سرشار ہیں۔

وزارت دفاع وشہری پرواز کے ذمہ تمام مسلح افواج کے افراد کو تعلیمی سہولت مہیا کرنا ہے۔ ان کے قیام وطعام، لباس اور سفری اخراجات کی سہولتیں مہیا کرنا ہے۔ ان کے لیے تربیت کے سامان کا انتظام کرنا ہے۔ فوجی طلبہ کو ماہانہ مشاہرہ دیتی ہے۔ تاکہ دوران تعلیم ان کی ہمت افزائی ہوتی رہے۔ ان کے لواحقین مطمئن وخوش وخرم رہیں۔ مزید برآں یہ وزارت افواج کے ہر سطح کے افسران، ہوائی، بری اور بحری کو دوست ممالک میں مزید اعلیٰ فنی تعلیم کے لیے ہر سال روانہ کرتی ہے۔ تاکہ اعلیٰ تعلیم اور ٹیکنیکل مشق میں مہارت حاصل کر سکیں۔ اس طرح فوجی اور ٹیکنیکل تربیت کا معیار بلند کیا گیا۔ اور عصر جدید میں عربی افواج ترقی یافتہ ممالک کی افواج کے برابر شمار کی جاتی ہیں۔

اسلحہ اور فوجی ساز وسامان:

شاہ فیصل فوجی ضروریات اور جدید ساز وسامان مہیا کرنے میں بہ نفس نفیس دلچسپی لیتے تھے۔ چونکہ وہ خود ایک عظیم فوجی قائد تھے۔ اور فوجی امور یا فوجی تقاضوں کو ہر ضرورت کو بلا پس وپیش پورا کرتے تھے۔ تاکہ مسلح افواج وطن عزیز کی حفاظت احسن طریقہ سے کر سکیں۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل عبارت وزارت اطلاعات کے جریدے سے ماخوذ ہے۔

سعودی عرب کی افواج بڑی منظم، مضبوط اور عصر جدید کی بہترین تربیت یافتہ ہیں اور دور جدید کے سائنٹیفک اوزاروں اور ہتھیاروں سے مسلح ہے۔ سعودی افواج کی

مختلف تنظیموں یعنی بری، بحری، ہوائی میں گہرا روابط وتعاون ہے اور ہر فوج میں موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی پوری صلاحیت وقوت موجود ہے۔ وہ ہر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے جو اسے سونپی جائے۔ یا تفویض کی جائے۔ سعودی عرب کا چھاتہ بردار دستہ دنیا میں بہترین ماہر اور عسکری اعتبار سے مؤثر خیال کیا جاتا ہے اور اس دستہ سے کوئی ایک بھی ایسا جانکاہ حادثہ آج تک رونما نہیں ہوا۔ جو کہ ریکارڈ پر درج کیا گیا ہو۔ یہ بات مصدقہ ہے کہ عربوں کا حوصلہ، شجاعت اور ہمت کسی دروغ بیانی یا مبالغہ آمیزی پر مبنی نہیں ہے۔

سعودی فضائی فوج مشرق وسطیٰ میں بڑی اہمیت اور افادیت رکھتی ہے۔ اس کے پاس موجودہ زمانے کے لڑاکا ہوائی جہاز اور دیگر فوجی ساز وسامان موجود ہے۔ اور اس کی دیکھ بھال کے لیے تمام ضروری سہولتیں اور آسانیاں بھی موجود ہیں۔ اس کے ہوا باز یا پائلٹ بہت اعلیٰ معیار کے تربیت یافتہ ہیں اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کے ہوا بازوں کے معیار کے مطابق ہیں۔ بالفاظ دیگر ترقی یافتہ اقوام کے تربیت یافتہ ہوا بازوں کے برابر اور معیاری ہیں۔

فیصل مرحوم نے فرمایا:

مملکت کے امور کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد سب سے پہلے کہوں گا۔ کہ ہر شخص تقویٰ اختیار کرے اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو زندگی کی اساس بنائے کہ یہی اہل عرب کا سرمایہ افتخار ہے۔ (از فیصل ”حیکلم“)

فیصل کا مدینہ میں خطاب سے اقتباس:

”آج مسلمانوں کا ہر شخص، ہر جماعت، ہر گروہ چاہتا ہے کہ اس کی دنیا اور اس کا دین اچھا ہو جائے یہ سب چیزیں صرف قرآن اور سنت رسول ﷺ سے ہی میسر آ سکتی ہیں۔ مسلمان کا مستقبل تب روشن ہوگا۔ جب وہ صحیح معنوں میں مسلمان بن جائے۔ آپ کو چاہیے اپنے وطن کی تعمیر وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اسلام کے ساتھ وابستگی کو بنیادی حیثیت دیں۔ اس عظیم شہر میں

رہنے کے باعث ایک مثالی مسلمان بن کر زندگی گزاریں۔"

فیصل کا اسلامی جذبہ

"جہاں تک کیونسٹوں کا تعلق ہے ہمیں اس لئے نقصان پہنچاتے ہیں کہ اسلامی تحریک ایک چیزوں کو تہہ و بالا کر کے رکھ دے گی جو کمیونزم کا مدعا ہے۔ خصوصاً اللہ پر عدم یقین اور انسانوں کو بطور انسان اور عوام کی بطور عوام تباہی کمیونسٹ ہماری تحریک کی وسعت سے اسی لئے خوف کھاتے ہیں۔"

27 مارچ 1966ء کو شاہ فیصل نے حج کے موقع پر حاجیوں کے ایک نمائندہ سے خطاب کیا اور اپنے اسلامی اتحاد کے عظیم عزم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

ہم اتحاد کی تحریک سے کبھی دستبردار نہ ہوں گے۔

اپریل 1966ء میں شاہ نے پاکستان کا دورہ کیا' اس موقع پر صدر ایوب کی طرف سے دیئے گئے ایک استقبالئے میں لاہور کے شالیمار باغ میں فیصل نے اسلامی اتحاد کے موضوع پر جونہی اپنے فصیح خطاب کا آغاز کیا۔ چار سو داد و تحسین کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ فیصل کا نعرہ اتحاد یقیناً وقت کی اہم آواز تھی۔ پوری امت مسلمہ اس سے یورپی دیوتاؤں کی اور آقاؤں کی غلامی سے آزاد ہوتی تھی۔ فیصل نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ آنے والا وقت مسلمانوں کے اتحاد کی نوید لے کر آئے گا۔ مسلمان اگر متحد ہو کر اپنے مسائل کا حل تلاش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ایک بہت بڑی قوت بن کر نہ ابھر سکیں۔

فیصل کی ایمان افروز تقریر سے پورا اجتماع مسحور ہو رہا تھا۔ بار بار ہجوم کرسیوں سے اٹھتا اور ہر شخص جھوم جھوم کر مرحبا کی صدائیں بلند کر رہا تھا۔

اتحاد کی صورت صحیح معنوں میں قائم ہوتا ہے۔ جب پرانی رنجشیں دفن کر دی جائیں۔ ایک وقت تھا کہ جزیرہ نما عرب پر ترکی کا پرچم لہرایا کرتا۔ شیخ الاسلام محمد بن

عبدالوہاب کی دعوت نجد میں کامیاب ہوئی تو ترکی خلافت سے تصادم ہوا۔ایک مرتبہ اور ترک فوجوں نے پورے علاقے پر قبضہ کرلیا پھر سلطان عبدالعزیز نے دوبارہ اپنا علاقہ فتح کیا تو بھی یہ پرانا اختلاف ابھر آیا۔دوسری عرب قومیت کے نشے میں عربوں نے ترکی کے خلاف بغاوت کی اور پہلی جنگ عظیم میں اس کی شکست میں بنیادی کردار ادا کیا۔ترکی اس قوم کو بھول نہ سکے اور انہوں نے عرب مسائل میں نہ صرف کوئی دلچسپی لی بلکہ اسرائیل تک کو تسلیم کرلیا۔ایک عرصہ تک ترکی عوام حج تک سے محروم رہے۔عربی زبان پر پابندی لگادی گئی۔ترک اور عربوں کے درمیان مغربی استعمار کی پیدا کردہ خلیج کو پاٹنا ضروری تھا۔ترک اب بھی ایک موثر مسلمان قوت تھے'اسی مقصد کے تحت آپ تیس اگست 1966ء کو ترکی تشریف لے گئے۔وہاں صدر ترکی کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں آپ نے کہا کہ آج ہمیں اس چیز کی انتہائی ضرورت ہے کہ ہم اللہ پر ایمان بحال رکھیں' اپنے عقائد پر مضبوطی سے ڈٹے رہیں اور اپنے مستقبل کو سچائی اور انصاف کی سیسہ پلائی ہوئی بنیاد پر استوار کریں۔اگر یہ بات سچ ہے کہ بعض لوگوں نے بدقسمتی سے ہمارے اپنے بھائی مسلمانوں نے ہماری اس دعوت کو غلط سمجھا کہ انہیں ایک دوسرے کے قریب آنا اور تعاون کرنا چاہئے تو میں اس موقع پر اعلان کرتا ہوں کہ ہم حریص نہیں' ہمارا کوئی مفاد نہیں' ہمارے کوئی خفیہ عزائم نہیں' ہم ایک ہی چیز جانتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مسلم اقوام کے مابین مضبوط اور برادرانہ روابط ہونے چاہئیں تاکہ وہ آپس میں تعاون کرسکیں۔اپنے مسائل حل کرسکیں اور ٹھوس بنیاد پر اپنے مستقبل کی تعمیر کرسکیں۔

ترکی کے صدر نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں آپ کو زعیم السلام کے لقب سے نوازا۔

بلدیہ استنبول کے استقبالیہ میں فرمایا کہ ہمارا دین ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنی قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں اعانت کریں' اسلامی اتحاد کا مطلب کسی سے عداوت نہیں۔

4 ستمبر 1966ء کو شاہ نے مراکش کا دورہ کیا اور شاہ حسن کو ہم نوا بنایا کہ مسلمانوں

کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہونا چاہئے۔ 11 ستمبر کو شاہ کا قافلہ شیخ طورے کے ملک میں اترا۔ کوناکری میں آپ کا فقید المثال استقبال ہوا۔ گنی میں 85 فیصد مسلمان آباد ہیں۔ سونے' ہیرے' پٹرول کے وسیع ذخائر کے امکانات ہیں' یہاں اسلام پہلی صدی ہجری میں پہنچ گیا تھا۔ شاہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ گنی کے مسلمانوں کی اصل طاقت ان کے قدیم اسلامی سرمائے میں پنہاں ہے۔

15 ستمبر کو آپ مالی کے دارالحکومت بماکو میں صدر مودیبوکیتا سے گفت شنید کر رہے تھے۔ مالی میں مسلمان نوے فیصد ہیں۔ شاہ نے مالی کے جید علماء کے ایک وفد سے اسلامی اتحاد کے موضوع پر خطاب کیا اور انہیں بتایا کہ وہ کس طرح مسلمانوں کے دینی جذبات سے فائدہ اٹھا کر انہیں اللہ کی رسی پکڑ لینے کی دعوت دے سکتے ہیں۔ اگلے مرحلے میں شاہ انیس ستمبر کو تیونس صدر حبیب بورقیبہ سے اسی موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ یہ ملک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتح ہوا تھا۔ دورے کے اختتام پر مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا۔ اس میں اسلامی موقف کی حمایت کا ذکر تھا۔

13 نومبر 1966ء کو مکہ معظمہ میں جو اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی' اس کے افتتاحی اجلاس میں آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ سعودی عرب کا منشاء ہے کہ اسلامی ریاستیں اسلامی اخوت' انصاف اور حق کے اصولوں کے پیش نظر آپس میں دست تعاون بڑھائیں۔ جہاں تک سعودی عرب کا تعلق ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہم ہر ملک کے مسلمانوں کے ساتھ ہیں' اس لئے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم اپنی مقدور بھر کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان باہم شیر و شکر ہوں اور آپس میں تعاون کریں۔ انہیں اپنے وہ تمام اختلافات ختم کرنے چاہئیں جو ان کے تعلقات کے لئے مفرت رساں ہیں۔

شاہ مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے درمیان اس عالمگیر اخوت مقدس رشتوں کی تجدید کا پیغام لے کر میدان میں اترے جس نے چودہ سو برس قبل اولاد آدم علیہ السلام کو انسانیت کی نئی رفعتوں سے روشناس کیا تھا' ان کے یہ الفاظ کہ اسلام رنگ اور نسل کے فرقہ

سے بالاتر اور محبت' امن اور طاقت کا سر چشمہ ہے۔ تاریخ کے اوراق میں آپ زر سے لکھے کے قابل ہیں۔ وہ اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف ناقابل تسخیر بن کر کھڑے تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ غیر مسلم طاقتیں مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلانا چاہتی ہیں۔

نیویارک ٹائم نے 16 فروری 1975ء کی اشاعت میں لکھا کہ مغربی طاقتوں کو چاہئے کہ وہ کبھی ایک ملک کی مدد کریں' کبھی دوسرے کی اور یوں کشمکش تیز کرتے چلے جائیں۔ ان ملکوں میں ایک دوسرے کے خلاف حسد اور خوف کے جذبات بھڑکائیں اور جہاں تک ممکن ہو یہ کام آگے بڑھایا جائے۔

عرب وعجم میں اتحاد کی دعوت آخرکار جڑ پکڑنے لگی۔ کیسابلانکا میں عرب سربراہوں کی تیسری کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں شاہ نے ایک قرارداد منظور کروائی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ عرب اور غیر عرب مسلم ممالک کے درمیان زیادہ تر تعلقات وروابط قائم کرنے کے لئے باہمی تعاون کو فروغ دیا جائے جب شاہ نے یہ تجویز پیش کی تو بعض عرب ملک جز بز ہوئے۔ ان کے خیال میں اس قرارداد کا مقصد عرب ممالک میں چلنے والی قوم پرستانہ اور سوشلسٹ تحریکوں کو ختم کرنا تھا۔ تاہم اکثریت نے حمایت کی۔ شاہ نے ان سب کو قائل کر دیا کہ عرب ممالک غیر عرب مسلمان ملکوں کا تعاون حاصل کئے بغیر موثر قوت کبھی نہیں بن سکتے۔

شاہ نے اسلامی اتحاد کی تحریک شروع کی تو وہ تمام اختلافات بھول گئے جو مختلف ملکوں سے تھے' ان کے سامنے صرف ایک ہی مقصد تھا۔ اسی کے لئے وہ سینہ سپر رہے۔ انہوں نے دوسروں کی غلطیوں سے ہمیشہ چشم پوشی کی اور مفاہمت ومصالحت کے ترجمان بن کر سامنے آئے۔ ان کا عزم پہاڑوں سے بلند تھا۔ جون 1967ء میں عرب اسرائیل جنگ ہوئی تو اسرائیل نے صرف بیت المقدس پر قبضہ کر لیا بلکہ مصر کے بھی کئی علاقے چھین لئے۔ یہ زمانہ سعودی عرب اور مصر کے اختلافات کا تھا لیکن آپ نے بھی چار جون ہی کو اسرائیل کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ اسی طرح آپ نے سعودی خزانے کا منہ کھول دیا اور مصر اور

اردن کو بے حساب امداد دی۔ دونوں ملکوں کے علاقے واگزار کرنے کے لئے سفارتی و سیاسی سطح پر ان کی حمایت میں آواز بلند کی۔

21 اگست 1969ء کو یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو آگ لگا دی۔ مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے' یہیں سے آقائے دو عالم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ اس دلفگار حادثے سے مسلمان تڑپ اٹھے۔

اس سلسلے میں شاہ فیصل نے جو درد محسوس کیا' وہ انہی کا حصہ تھا۔ انہوں نے اپیل کی کہ اب وقت آن پہنچا ہے کہ مسلمان اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں ورنہ تاریخ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ صورتحال پر غور کرنے کے لئے اگست 1969ء میں قاہرہ میں عرب لیگ کا اجلاس ہوا' جس میں شاہ فیصل اور مراکش کے شاہ حسن دوئم کو اسلامی ممالک کا اجلاس طلب کرنے کا اختیار دیا گیا۔

22 ستمبر 1969ء کو یہ تخت رباط میں اسلامی سربراہوں کی کانفرنس منعقد ہوئی جو 25 ستمبر تک جاری رہا۔ کانفرنس کے پیش نظر مسجد اقصیٰ کو نذر آتش کرنے کا واقعہ بیت المقدس کی حیثیت اور اسرائیل کے چنگل سے مقبوضہ علاقوں کی واپسی ایسے مسائل پر غور و خوض کرنا تھا۔ کانفرنس میں سعودی عرب' مراکش' لبنان' ماریطانیہ' الجزائر' تیونس' لیبیا' مصر' سوڈان' صومالیہ' اردن' کویت' جمہوریہ یمن' سینی گال' گنی' نائیجیریا' ترکی' ایران' افغانستان' پاکستان' ملائیشیا' انڈونیشیا' چاڈ اور جنوبی عرب شریک ہوئے۔ عراق اور شام نے شرکت نہ کی۔ کیمرون کا نمائندہ' عرب لیگ کا سیکرٹری اور فلسطین کی تنظیم آزادی کے نمائندے بحیثیت مبصر شریک ہوئے۔ کانفرنس کے شرکاء آغاز میں دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ صرف مسجد اقصیٰ کی آتش زنی کے خلاف اور فلسطینیوں کی محدود حمایت کا حامی تھا۔ دوسرا گروہ مسلمانوں کے وسیع تر مفادات میں سوچ رہا ہے۔ اس گروہ نے تجویز کیا کہ مسلمانوں کی باقاعدہ ایک تنظیم ہو' جس کا ایک منشور ہو۔ یہ تنظیم اسلامی ممالک کو باہم متحد کرے۔ اس گروہ کی قیادت شاہ فیصل کر رہے تھے۔ اکثریت میں ہونے کی وجہ سے اس

گروہ کی رائے غالب رہی۔ کانفرنس میں اس بات کو تسلیم کیا گیا کہ اسلام دنیا بھر کے مسلمانوں کی اہم ترین بنیاد ہے اور اس روحانی' اخلاقی' معاشرتی اور معاشی اقدار پوری بنی نوع انسان کی ترقی اور فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اسلامی ممالک کے تعلقات و روابط بہتر بنانے کے لئے معاشی اور سائنس' مذہبی اور ثقافتی شعبوں میں اسلام کے سنہری اصولوں کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ تعاون بڑھایا جائے۔ شاہ فیصل نے اس کانفرنس میں جو کردار ادا کیا' وہ تاریخ کا اہم ترین حصہ بن چکا ہے۔ رباط کانفرنس میں اسلامی اتحاد کی داغ بیل ڈال دی گئی۔

اسی سال اکیس دسمبر کو رباط ہی میں عرب سربراہ جمع ہوئے' جس میں شاہ فیصل نے عرب ممالک کی طرف سے مزید امداد دینے کا اعلان کیا۔ کانفرنس کی قراردادوں کو عملی جامہ پہنانے عالمی سطح پر مشترکہ اقدامات کرنے اور ایک مستقل سیکرٹیٹ قائم کرنے کے لئے 23 مارچ 1970ء کو جدہ میں اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ دو دن کے لئے جمع ہوئے۔ اجلاس میں طے کیا گیا کہ بیت المقدس اور فلسطینیوں کی منشاء کے خلاف اگر کوئی فیصلہ کیا گیا تو مسلمان اسے مسترد کر دیں گے۔ مزید برآں جدہ میں اسلامی سیکرٹریٹ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا' جس کا کام رکن ریاستوں کے مابین رابطہ پیدا کرنا تھا۔ اس کے پہلے سیکرٹری جنرل ملائیشیا تنکو عبدالرحمٰن مقرر ہوئے۔ اسلامی سیکرٹیٹ کا قیام شاہ فیصل کے خوابوں کی تعبیر تھی۔ شاہ نے کھلے دل سے اخلاقی اور مالی امداد دی تاکہ اسلامی دولت مشترکہ معرض وجود میں آسکے۔ اب شاہ فیصل نے اتحاد بین المسلمین کی خاطر اپنے دورے کے دوسرے مرحلے کا آغاز مشرق بعید سے کیا۔

سات جون 1970ء کو ملائیشیا کے دارالحکومت کوالالمپور پہنچے اور مذاکرات کے لئے دس جون کو ملائیشیا سے پرواز کر کے انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ میں اترے اور صدر سوہارتو سے اسلامی اتحاد کے موضوع پر گفت و شنید کی۔ تیرہ تا سولہ جون تک آپ نے افغانستان کا دورہ کیا' اسی دن آپ نے الجزائر کے لئے رخت سفر باندھا جہاں صدر حواری

بومدین سے تبادلہ خیال کیا اور پھر صومالیہ کے دارالحکومت مقادیشو گئے۔ ستمبر 1970ء میں عرب ملکوں کے سربراہوں کی کانفرنس قاہرہ میں منعقد ہوئی۔ اس میں شاہ فیصل کو نمایاں حیثیت حاصل رہی۔ انہوں نے کانفرنس میں اپنے آپ کو عرب کی بجائے اسلام کا فرزند سمجھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں لفظ عرب استعمال کرتا ہوں تو اس سے میری مراد صرف عرب دنیا ہی نہیں ہوتی بلکہ میرا روئے سخن تمام دنیا کے مسلمان ہوتے ہیں کیونکہ عرب تمام اسلامی اخوت کا اٹوٹ انگ ہیں۔ شاہ کی سیاست عالم اسلام کی سیاست تھی۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو صرف ایک مسلمان سمجھا۔

اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی دوسری کانفرنس کا کراچی میں انعقاد ہوا' یہ کانفرنس 26 دسمبر سے 28 دسمبر 1970ء تین دن تک جاری رہی۔ اس کانفرنس میں 23 اسلامی ریاستوں کے وزرائے خارجہ نے شرکت کی۔ انہوں نے فلسطین کی سیاسی' اخلاقی' مالی اور ہر قسم کی امداد جکا اعادہ کیا۔ مشترکہ اجلاس میں صیہونیت کی توسیع پسندی کی زبردست مذمت کی گئی اور مقبوضہ عرب علاقوں کی آزادی کے عزم کی تجدید ہوئی۔

13 مارچ 1972ء کو جدہ میں اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی چوتھی کانفرنس منعقد ہوئی' جس میں سعودی حکومت کی تحریک ہر ایک قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی کہ دنیا میں مسلم اقلیتوں کے مسائل حل کرنے اور انہیں ضروری امداد بہم پہنچانے کے لئے مختلف مقامات پر اسلامی مراکز قائم کئے جائیں۔ شاہ اس حقیقت سے بخوبی باخبر تھے کہ مغربی طاقتیں مسلمانوں کی صفوں میں کس طرح رخنہ اندازی پیدا کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں مغربی پریس کا کردار بڑا گھناؤنا ہے۔ ستمبر 1973ء میں امریکی جریدے نے نیوز دے کر نمائندے نکولیس پیرافٹ نے جدہ میں شاہ سے انٹرویو لیا اور اس سے سوال کیا کہ ایران کی بڑھتی ہوئی فوجی قوت کی وجہ سے سعودی عرب کے ساتھ باہمی رقابت کا امکان ہو سکتا ہے؟ شاہ فیصل نے بڑے تحمل کے ساتھ جواب دیا کہ خلیج کے ساحل سے ایران یا چھوٹی عرب امارتیں لگتی ہیں' فوجی طاقت کے بل بوتے پر حقائق نہیں بدلے جا سکتے۔ فوجی طاقت اس

خطے میں خطرات پیدا کرنے کی بجائے باہمی تعاون اور اشتراک کے لئے استعمال ہونی چاہئے۔ مزید برآں ان مملکتوں اور اماراتوں کے استحکام اور تحفظ و دفاع کی ذمہ داری ان مملکتوں اور اماراتوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو خلیج فارس کے ساحل سے لگتی ہیں۔ اس لئے انہیں آپس میں پورے تعاون اور اشتراک کا عملی ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ شاہ فیصل کا خیال تھا کہ اسلامی دنیا اسلام دشمن قوتوں سے صرف ایک صورت میں مامون رہ سکتی ہے۔ نیوز ویک کے نمائندے ہی اسی انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ اسلامی کانفرنس وہ بہترین ڈھال ہے جو اسلام کے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرسکتی ہے اور اللہ اور رسول ﷺ کے نام لیوا کو دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ کرسکتی ہے۔ اس کے لئے بس ایک ہی راستہ ہے کہ عالم اسلام کے رکن ممالک ایک دوسرے سے تعاون کریں گے اور اسی طرح اپنے اتحاد کے خلاف ہر سازش کو ناکام بنادیں گے۔

پاکستان اور اسلامی سربراہی کانفرنس

22 سے 24 فروری 1974ء میں شاہ فیصل کی کوششوں سے لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی' کانفرنس کے شرکاء اس بات پر متفق ہوئے کہ مذہب واعتقاد کا رشتہ باقی تمام رشتوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ اسلام ایک زادہ اور فعال قوت ہے۔ اسلامی دنیا کی یکجہتی کسی طبقہ کے خلاف جارحیت یا رنگ و نسل کے امتیاز پر نہیں استحصال کے خلاف آزادی کی جدوجہد پر مبنی ہے۔ کانفرنس نے مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد پر زور دیا۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ دنیا کی تمام اقوام کو معاشی اور معاشرتی ترقی کے لئے ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام کی جدوجہد کی حمایت کی جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسلامی ممالک ایک دوسرے کی آزادی کا احترام کریں اور کسی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کریں اگر اختلافات سر اٹھائیں تو کسی اسلامی ملک کی خدمت حاصل کی جائے تاکہ وہ اختلافات ختم کراسکیں۔ یہ بھی زور دیا گیا کہ اسلامی اخوت' بھائی چارے اور تعاون کے فروغ کے لئے اسلامی سیکرٹیٹ کی کوششیں جاری رہیں گی۔ عرب مقبوضہ علاقے اسرائیل سے واپس

لینے کا عہد کیا گیا۔

شاہ فیصل کی ذات اسلامی اتحاد کی ضمانت تھی۔ انہوں نے ہمیشہ اسلام کے کاز کو عزیز جانا اور اپنا سب کچھ اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کر دیا۔ جدہ میں منعقدہ دوسری اسلامی کانفرنس برائے وزرائے خزانہ میں تنکو عبدالرحمٰن نے انکشاف کیا کہ اسلامی ترقیاتی بینک کے لئے سرمایہ حاصل کرنا بڑا مشکل مسئلہ بن چکا ہے۔ یادر ہے کہ اسلامی ترقیاتی بینک کے قیام کا فیصلہ 17 دسمبر 1973ء کو مکہ میں اسلامی وزرائے خزانہ کے اجلاس میں ہوا تھا۔ اس سلسلے میں وہ شاہ فیصل سے ملے اور اپنی مشکلات کا ذکر کیا۔ شاہ نے جواب دیا کہ اللہ نے ہمیں صحرا میں کسی مقصد کے تحت دولت عطاء کی ہے' وہ مقصد یقیناً یہی ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کو کوئی اپنی خبر رساں ایجنسی نہ ہونے کی وجہ سے عالم اسلام مغربی اور روسی خبر رساں ایجنسی کے رحم وکرم پر تھا جو اس کی خبریں توڑ موڑ کر پیش کرتے اور غیر مسلم علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی چیرہ دستیوں کا پتہ نہ چل سکا۔ اس ضرورت کو شاہ فیصل نے بری طرح محسوس کیا اور انہی کی فراخدلانہ امداد سے اسلامی خبر رساں ایجنسی کا قیام عمل میں آیا اور اس طرح مکہ سے ریڈیو صدائے اسلام کی آواز دنیا میں گونجنے لگی۔

عرب کی اقتصادی، معاشی اور سیاسی تعمیر و ترقی، اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے آغاز اور عالم اسلام کے اتحاد کے لئے

فیصل کے غیر ملکی دورے

فیصل برطانیہ میں:

1919ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد فتح کی خوشی میں منعقد ہونے والی لندن کانفرنس میں شرکت کے لئے ابن سعود نے ایک وفد روانہ کیا، جس کے ایک رکن فیصل تھے انہیں حکومت برطانیہ کے ساتھ مختلف مسائل اور ان کے والد کی مشرق وسطیٰ میں حیثیت کے متعلق گفت وشنید کا موقع ملا اور اس دورے میں احمد السعود بطور مشیر خاص گئے جنہیں ترکی اور فرانسیسی پر مکمل دسترس تھی۔ اس وقت فیصل صرف چودہ برس کے تھے اور بقول ہمفری بومین شرمیلے، خاموش طبع مگر دلکش طبیعت کے مالک تھے[1]

1926ء صرف بیس سال کی عمر میں جب آپ کی قیادت میں جدہ فتح ہوا تو آپ کے نامور والد ملک عبدالعزیز حکومت کے استحکام کی غرض سے فیصل کو برطانیہ بھیجے جانے والے وفد کا لیڈر بنا کر بھیجا جہاں آپ نے برطانیہ نمائندے کے ساتھ 20 مئی 1926ء کو ملاقات کی، جس کے نتیجے میں معاہدہ جدہ عمل میں آیا۔ اس معاہدے میں حکومت برطانیہ نے سعودی عرب کو اسلحہ دینا منظور کیا۔

1930ء میں آپ سعودی عرب کے پہلے وزیر خارجہ بنے اور 1932ء میں دوبارہ آپ برطانیہ گئے تاکہ دوستانہ تعلقات کو پروان چڑھایا جاسکے۔

1939ء میں آپ روزویلٹ کی دعوت پر جب امریکہ گئے تو واپسی پر لندن میں شاہ انگلستان سے علاقائی صورتحال پر بات چیت کے لئے ایک دن کے لئے لندن ٹھہرے۔

---

[1] فیصل پاسبان حرم ص ۳۸

1951ء میں مسئلہ فلسطین کے سلسلہ میں سعودی حکومت کے نمائندہ کی حیثیت سے لندن کانفرنس میں شرکت کی۔

1955ء میں فیصل بنڈوگ کانفرنس میں سعودی وفد کے قائد کی حیثیت سے شریک ہوئے۔

9 مئی 1967ء کو فیصل سعودی عرب کی طرف سے خیرسگالی کے طور پر برطانیہ گئے' اس موقع پر انہوں نے کئی ترقیاتی محکموں کا جائزہ لیا۔

فیصل امریکہ میں:

1943ء میں پہلی مرتبہ فیصل امریکی صدر مسٹر روز ویلٹ کی دعوت پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے دورے پر گئے۔

1945ء میں جب دوسری مرتبہ امریکی صدر نے ان کلمات کے ساتھ آپ کا استقبال کیا' آپ کی شان کے مطابق استقبال کی ہم طاقت نہیں رکھتے[1]

1945ء میں جب سعودی عرب اقوام متحدہ کا رکن بنا تو فیصل نے سعودی نمائندہ کے طور پر اجلاس میں تقریر کی' جس میں اسلام کی حقانیت' صداقت اور انسانی حقوق کا موضوع پر اسلام کو دنیا کا سب سے اعلیٰ مذہب قرار دیا۔ اس کے جواب میں اقوام متحدہ کے صدر نے کہا کہ امن اور انصاف کی حکومت سب دنیا میں ہونی چاہئے اور یہ باتیں بالکل اسلامی تعلیم کے مطابق ہیں جسے چار سو ملین مسلمان مانتے ہیں اور یہی وہ تعلیم ہے جسے سعودی عرب نے اپنا دستور قرار دیا ہے۔ 1963ء میں فیصل سعودی عرب کے نائب وزیر اعظم تھے آپ نے اسی سال اقوام متحدہ میں فلسطین کے مسئلہ دفاع پر منعقد ہونے والی کانفرنس میں سعودی وفد کی قیادت کی۔

21 جون 1966ء میں فیصل سعودی تعلقات کے بعض امور پر گفتگو کے لئے امریکہ گئے' اس موقع پر مسئلہ فلسطین اور سعودی عرب بعض ترقیاتی منصوبے زیر بحث آئے۔

[1] فیصل پاسبان حرم ۳۸

29 مئی 1971ء کو فیصل واشنگٹن روانہ ہوئے۔ دورے کا مقصد دونوں ملکوں کے اقتصادی تعلقات کا فروغ تھا۔

فیصل یورپ کے دوسرے ممالک میں:

فیصل اپنے وطن کی سلامتی اور استحکام کے لئے تمام دنیا کے ممالک سے یکساں تعلقات کے خواہاں تھے۔ انہوں نے کسی غیر اسلامی ملک کے سامنے اسلام کی حقانیت ثابت کرنے میں کبھی گریز نہیں کیا۔ فیصل نے فرانس کے دورے میں واضح طور پر اعلان کیا کہ دنیا میں آج جتنی بھی اخلاقی کمزوریاں ہیں' ان کا حل ہمارے پاس موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ انسانی فلاح اور کامرانی کا اصل راز دنیا کے سب سے بڑے محسن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات میں مضمر ہے۔

آپ نے 1932ء میں سوئٹزرلینڈ' فرانس' اٹلی' جرمنی اور روس کا دورہ کیا' وہ ملک کی تعمیر و ترقی اور زرعی و اقتصادی اصلاحات کا بغور مطالعہ کیا۔ انہوں نے ہر جگہ اسلام کی معاشی اور معاشرتی تعلیمات کا اپنے طور پر چرچا کیا کہ ہر دیکھنے والا شخص آپ کو اسلام کا سفیر اور قرآن کا صاحب وقار مبلغ سمجھنے لگا۔ فیصل نے دنیا کے بڑے بڑے فرمانرواؤں اور حیرت زدہ کر دینے والی نامور شخصیات کو بہت قریب سے دیکھا۔ وہ کبھی کسی شخص سے مرعوب نہ ہوتے۔ وہ اسلام کا پیغام اپنے اعتماد اور وثوق سے لوگوں کے سامنے پیش کرتے۔ جس سے انسانوں کے بنائے ہوئے سارے قوانین ایک طفل مکتب کی خامہ فرسائی معلوم ہوتی۔ اپنی پوری دنیا کے مسلم اور غیر مسلم اسلام کی علامت کے طور پر یاد رکھتے' ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کئی لوگ اسلام کی خوبیاں بیان کرنے لگتے۔

فیصل 1940ء میں اقوام متحدہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے پیرس گئے' دنیا کے مختلف ممالک کے دورے کئے ہر جگہ انسان دوستی اور مظلوم دنیا کے تعاون کے لئے انہوں نے قابل فخر کردار سرانجام دیا۔

5 مارچ 1944ء کو فیصل ہسپانیہ' 15 ستمبر کو مالی اور 18 ستمبر کو تیونس گئے۔ آپ

نے 29 مئی 1947ء کو بلجیم کا دورہ کیا۔

فیصل عرب ممالک میں

شاہ فاروق کے عہد میں سعودی عرب اور مصر کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ انقلاب مصر کے بعد بھی جنرل نجیب جب تک برسر اقتدار رہے' ان تعلقات میں کوئی کمی نہ آئی۔ لیکن جمال ناصر کے زمام اقتدار ہاتھ میں لیتے ہی حالات کا رخ بدل گیا۔ ناصر عرب ہیشلزم کی ایک نئی تفسیر کے شارح اور ساتھ ہی ساتھ سوشلزم کے داعی تھے۔ انہوں نے سعودی عرب کے متعلق ایک زبردست مخالفت کا محاذ کھول دیا۔ بایں ہمہ فیصل نے (جو اس وقت وزیر خارجہ تھے) ہمیشہ مصر کے جائز حقوق کی حمایت کی۔ جولائی 1956ء میں مصر نے نہر سویز کو قومیایا۔ فیصل نے سب سے پہلے اس اقدام کی حمایت کا اعلان کیا[1] بعد ازاں جب امریکہ نے اسوان ڈیم کی تعمیر کے لئے امداد بند کرنے کا اعلان کیا تو یہاں بھی اس کے خلاف سب سے پہلے فیصل ہی نے آواز اٹھائی اور کہا کہ اس فیصلے سے خود امریکہ ہی کو نقصان پہنچے گا اور مشرق وسطیٰ میں منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ فیصل پاسبان حرم کے مطابق تاریخ نے یہ سچ کر دکھایا کیونکہ اس کے بعد روس کو مصر کے اعصاب پر سوار ہونے کا پورا موقع مل گیا۔ نہر سویز کو قومیانے کا ردعمل یہ ہوا کہ اسرائیل نے برطانیہ اور فرانس کے ساتھ مل کر مصر پر دھاوا بول دیا' ان دنوں فیصل صاحب فراش تھے۔ اس حالت میں انہوں نے مصر کو اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔

جنوری 1957ء میں شاہ سعود امریکہ کے دورے پر گئے لیکن فیصل ساتھ نہ تھے کیونکہ وہ اس دورے کے خلاف تھے۔ جون 1957ء میں فیصل معدے کے السر کا آپریشن کرانے امریکہ گئے تو وہاں امریکی دصر آئزن ہاور سے بھی ملاقات کی اور واضح کر دیا کہ عرب کو کسی دوسرے ملک سے کوئی خطرہ نہیں۔ واپسی پر قاہرہ میں ایک ماہ قیام کیا اور ناصر سے چار ملاقاتیں کیں۔ ناصر کو شکایت تھی کہ سعودی عرب امریکہ کا حاشیہ نشین ہے۔ فیصل

---

1. بحوالہ فیصل پاسبان حرم ص ۹۰ ولندن ٹائمز فیصل نمبر

نے اس کے شکوک وشبہات دور کیے اور کہا کہ سعودی عرب عربوں کے دکھ میں برابر شریک ہے۔ امریکہ کو وہ کوئی صحیفے کا درجہ نہیں دیتا، جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ہم نے تیل تلاش کرنے کا ٹھیکہ امریکیوں کی بجائے جاپانیوں کو دیا ہے لیکن جمال ناصر اس کے بعد بھی آخر دم تک فیصل کی مخالفت کرتے رہے۔ حالات وواقعات پر گہری نظر کے بعد تاریخ کا طالب علم یقیناً اس فیصلہ پر پہنچے گا کہ ناصر کی فیصل کی مخالفت خلوص پر مبنی نہ تھی۔ اس کے ذہن پر امریکہ کی مخالفت کا ایسا حواسوار تھا کہ جس کے سبب وہ انصاف سے یہ فیصلہ بھی نہ کر سکے کہ دنیا میں کوئی شخص امریکی اور غیر اسلامی قوتوں کے مفادات کے خلاف سرد جنگ لڑ رہا ہے۔ فیصل کی پالیسی یقیناً امریکی برطانوی اور روسی استعماریت کے خلاف ایسی سرد جنگ کی حیثیت رکھتی ہے، جس سے رفتہ رفتہ اسلام کا یہ بلاک ایک تیسری طاقت کی صورت میں ابھر رہا ہے مگر ناصر کے جوش جنون نے اپنی قوم کو آج اس قابل بنا دیا ہے، وہ شرافت وتہذیب کے تمام تقاضے بالائے طاق رکھ کر یا تو روس کی ذہنی غلامی قبول کرے اور اعلیٰ الاعلان اسلامی تعلیمات سے بغاوت کر دے یا اسرائیل کے ساتھ سمجھوتہ کر کے تاریخ اسلام کے اوراق کو سیاہ کر ڈالے اور اس طرح سقوط بغداد اور سقوط ڈھاکہ کے بعد ایک تیسرا حادثہ بطور سزا آنے والی مسلمان نسلوں کو تحفہ میں دے دے۔ بلاشبہ امریکہ یا روسی کے کسی بھی بلاک کی پالیسیوں سے اتحاد واتفاق اسلامی تشخص سے بغاوت اور تاریخ اسلام کے بعد ہے، تاہم ایک نوزائیدہ مملکت سعودیہ کے فرمانروا شاہ فیصل کے کسی اقدام کو ناصر نے امریکہ کی حاشیہ نشین قرار دیا تو انہیں حرمین شریفین کے تقدس اور خدمت کے ناطے فیصل کی وضاحت قبول کر لینا چاہیے تھی اگر عالم عرب کی ان دو اہم طاقتوں کا اتحاد فروغ پا جاتا تو آج عالم اسلام کی طاقت کا وزن کچھ اور ہوتا۔

رفتہ رفتہ جب فیصل مستحکم ہو گئے اور انہوں نے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کر کے انتہائی گہرے تدبر اور حکمت عملی سے جرأت وشجاعت کی تابندہ روایت رقم کی تو وہی فیصل ناصر کی نسبت امریکہ کی آنکھوں میں ایک بے چین کر دینے والی کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا۔

ستمبر 1962ء میں یمن کی طرف سے مصر کی حمایت اور فیصل کی مخالفت میں فوجوں کی روانگی عالم اسلام کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی ایک سازش تھی جسے ناصر کے ذریعے بین الاقوامی استعمار نے پایہ تکمیل تک پہنچایا اور اسی ہزار مصری جاں بحق اور ایک لاکھ جانوں کا نقصان ہوا۔ اس طرح عالم عرب پر لرزہ طاری ہو گیا اور صلح و اتحاد کی وہ تمام راہیں مسدود ہو گئیں جن کے لئے اس عہد کے کئی اسلام کے داعی متمنی اور آرزومند تھے بالآخر نیوز ویک نے اپنی 8 اگست 1944ء کی اشاعت میں لکھا۔

اپنی پوری تاریخ میں عربوں کی صفوں میں کبھی اس طرح انتشار نہیں ہوا اور نہ انہوں نے کبھی اس بے دردی سے ایک دوسرے کو ذبح کیا۔

فیصل نے 15 ستمبر 1964ء میں انتہائی کشیدگی کے عالم میں بھی سکندریہ کی عرب سربراہ کانفرنس میں شرکت کی۔ یہاں بھی فیصل کی مخلصانہ مساعی بارآور ثابت نہ ہو سکی۔ فیصل پاسبان حرم کے مطابق یہ وہ دور تھا جب مصری ریڈیو سعودی خاندان کی خواتین کے متعلق بھی غیر شریفانہ لہجہ اختیار کر چکا تھا۔ فیصل نے کانفرنس میں دونوں ملکوں کے تعلقات کو معمول پر لانے کی کوشش کی، مصری قیادت ہوا کے گھوڑے پر سوار تھی۔ فیصل کی مخلصانہ مساعی ثمر آور ثابت نہ ہو سکیں۔

1967ء میں عرب اسرائیل جنگ جس میں امریکہ نے اسرائیل کی حمایت میں جان جوکھوں میں ڈال دی اور تمام جدید آلات عربوں کے کچلنے کے لئے صحرائے سینا کی اس وادی میں ڈال دیئے، اس جنگ میں اسرائیل نے بڑی آسانی سے مصر، شام اور اردن کو شکست دے دی۔ سعودی عرب نے اس موقع پر اپنے سارے وسائل جنگ زدہ عرب ملکوں کی مدد پر لگا دیئے۔ اس کے ہسپتال زخمیوں سے بھر گئے، ان زخمیوں میں بیشتر نیپام بموں میں جھلس گئے تھے۔

16 اکتوبر 1964ء فیصل قاہرہ کانفرنس میں شریک ہوئے۔
18 ستمبر 1969ء کو سعودی عرب کی طرف سے خیر سگالی کے لئے قاہرہ گئے۔

20 ستمبر 1970ء کو آپ فدائین کے مسئلہ کے حل کے لئے منعقد ہونے والی قاہرہ کانفرنس میں شریک ہوئے' آپ نے اس موقع پر مفید مشورے کے علاوہ فدائین کے لئے مالی تعاون کا اعلان کیا۔

19 جون 1971ء کو فیصل بعض اہم ملکی امور پر مشاورت اور عرب کی علاقائی صورتحال اور مذاکرات کے لئے مصر کے انور السادات سے ملاقات کے لئے قاہرہ گئے۔

1932ء میں فیصل نے ترکی' ایران' عراق' کویت کا تین ماہ کا دورہ کیا' آپ کی عمر اس وقت 26 سال اور آپ حکومت کے ایک اہم ذمہ دار رکن اور مشیر تھے۔

13 ستمبر 1965ء میں فیصل تیسری عرب سربراہی کانفرنس میں شریک ہوئے۔

1964ء میں جب کانفرنس خرطوم میں ہوئی تو آپ اہم مرکزی حیثیت کے طور پر شریک ہوئے۔

21 ستمبر 1969ء کو رباط کی پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس میں آپ شریک ہوئے۔

اسی جگہ اسی سال جب پانچویں عرب سربراہی کانفرنس کا انعقاد ہوا تو بھی فیصل نے اس میں شرکت کی۔

علاوہ ازیں 8 ستمبر 1965ء کو ایران' 27 جنوری 1966ء کو اردن' 5 مارچ 1965ء کو ہسپانیہ' 21 اگست 1966ء کو ترکی' 4 ستمبر کو مغربی مراکش' 15 ستمبر کو مالی' 18 ستمبر کو تیونس' 20 ستمبر 1967 کو صومالیہ اور 21 ستمبر 1969ء کو اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لئے رباط گئے۔

4 جون 1970ء کو فیصل نے دبئی' 7 اپریل کو ابوظہبی' 10 جون کو انڈونیشیا' 14 جون کو افغانستان اور 16 جون کو الجزائر کا دورہ کیا۔

فیصل 1965ء میں صدر ایوب کی دعوت پر پاکستان بھی آئے' اس کے بعد 1974ء کی اسلامی سربراہی کانفرنس تو عین فیصل ہی کی کوششوں سے منعقد ہوئی اور اس

وقت پاکستان کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو آخر دم تک موصوف کی اسلامی اتحاد کی کوششوں کے معترف رہے۔

فیصل سعودی عرب کی سالمیت کے لئے دنیا کے گوشے گوشے میں گئے' ہر قسم کی تعمیری اور ترقیاتی مہموں سے اپنے وطن کو آراستہ کیا۔ انہوں نے ملکی استحکام کے لئے ہر ملک سے مذاکرات کئے۔ آپ 21 جون 1970 کو کئی ممالک کے دورے کے بعد تھائی لینڈ گئے۔

فیصل نے 1971ء 17 مئی کو جمہوریہ چین کا دورہ کیا' اسی سفر میں آپ جاپان اور مئی کے آخری عشرے میں واشنگٹن بھی گئے۔

14 نومبر 1972ء کو مسٹر عدی امین کی دعوت پر یوگنڈا روانہ ہوئے۔ کمپالا ایئرپورٹ پر صدر عدی امین اور ارکان حکومت اور ہزاروں افراد نے آپ کا فقید المثال استقبال کیا۔ اس موقع پر بیس میل لمبی دونوں جانب سعودی اور یوگنڈی عوام کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔

فیصل نے کمپالا کے استقبالیہ ہجوم سے خطاب کے دوران کہا کہ اسلام کا دین ہم سے اتحاد واخوت اور بھائی چارگی کا متقاضی ہے۔ ارشاد باری ہے واعتصمو بحبل الله جمیعاً. اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔

نیز فرمایا۔

اللہ نے تمام انبیاء اور رسولوں کو توحید کا پیغام دے کر بھیجا اور اسلام کے ایک رشتہ میں منسلک کرنے کے لئے رسول ﷺ کو روانہ کیا۔ جو شخص دین اسلام کا قائل ہے وہ تمام ادیان پر ایمان لاتا ہے۔

امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمومنون الخ.

میرے مسلمان بھائیو! آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دنیا کی تمام غیر اسلامی طاقتیں اسلام کو مٹانے کے لئے متحد ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ایک پلیٹ فارم پر آجائیں۔

آپ جانتے ہیں کہ مسئلہ فلسطین کا حل اس وقت سب سے اہم ہے۔ یہ مسئلہ صرف اہل عرب کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا اپنا مسئلہ ہے‘ ہمیں دین سے کسی صورت غافل نہ ہونا چاہئے۔ ہم نے عقیدہ توحید میں پختگی اور سنت رسول ﷺ پر ثابت قدمی سے تمام دنیا کے کفار کا مقابلہ کرنا ہے۔ آخر میں دعا اور شکریہ۔

17 نومبر کو شاہ فیصل نے فرانس کے تومبلہائی سے ملاقات کی‘ اس موقع پر دونوں ملکوں کے باہمی تعاون اور اتحاد پر ایک معاہدہ ہوا۔

1972ء کو آپ سینی گال گئے۔ صدر سینی گال نے زبردست استقبال کیا۔ دونوں ملکوں کی علاقائی صورتحال اور باہمی اقتصادی اور فنی تعاون پر معاہدہ ہوا۔

23 نومبر کو فیصل سعودی ارکان دولت کے ہمراہ خیر سگالی دورے پر موریطانیہ گئے۔ یہاں کے سربراہ مختار دادا سے دونوں ملکوں کے باہمی تعاون اور ثقافتی معاہدے پر دستخط ہوئے۔

26 نومبر 1974ء کو فیصل نائیجیریا پہنچے‘ آپ نے یہاں نائیجیریا کے سربراہ سے تفصیلی بات چیت کی۔

فیصل عالم اسلام کے اتحاد کا سب سے بڑا علمبردار

اسلام کی 14 سالہ تاریخ حادثات وصدمات کے عجیب النوع واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ہر صدی کسی اعتبار سے ممتاز شخصیت کی حامل ہے اگر پہلی صدی اسلام کے بہار آفریں عہد کی روشنی سے معمور ہے تو دوسری صدی میں اسی قسم کا انحطاط سامنے ہے۔ عباسی اور اموی خلافت کے مناقشات سے لے کر سانحہ بغداد اور سپین کے لرزہ خیز طوفان بدتمیزی تک وہ کون سا جگ ہے جسے فراموش کیا جاسکے۔ ان ادوار میں گمراہی وضلالت کے اندھیروں میں اسلام کی برگزیدہ ہستیوں کا ایک گروہ بھی اپنے فرائض پر جوں کا توں عمل پیرا نظر آتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ‘ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ‘ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ‘ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ‘ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور فلاسفہ وملحدین کی غازیانہ موشگافیوں اور کفار کی غرغا آرائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مختلف ادوار میں اسلام کے کئی فرزند میدان کارزار میں اترے۔ انہوں نے حیرت انگیز کارناموں کے ذریعے اسلام کی مشعل کو فروزاں رکھا۔ خالد بن ولید رحمۃ اللہ علیہ جیسے نادرہ روزگار سپہ سالار جرنیل محمد بن قاسم جیسے اولوالعزم شمشیر آزما اور طارق رحمۃ اللہ علیہ بن زیاد جیسے بہادر سپہ سالار اسلام ہی کے ظل عاطفت سے بہرہ مند ہو کر کشتیوں کے پشتے لگاتے ہوئے یوں آگے بڑھے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی کوئی قوم ان کا سامنا نہ کر سکی۔ بلاشبہ ان کی زندگیوں کا جہاز مصائب کے صحراؤں میں قدم بقدم عواقب کے تھپیڑوں کا سزاوار رہا۔ تاہم انہوں نے مصائب وآلام کی ہلاکت خیز وادیوں میں یوں قدم رکھا‘ گویا وہ اسی کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو کہ چھٹی صدی ہجری میں مصر کا صلاح الدین ایوبی جس جرأت سے کلیسیائے یورپ وروم سے ہمکلام ہوا اس کی مثال دنیا کی کوئی قوم پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اس سے نہ صرف اپنوں کی بے رخی کا چرکا کھا کر خود کو

سنبھالا دیا بلکہ دنیا کی کئی مظلوم اقوام کو نئے حوصلے اور ولولے سے سرشار کر دیا۔

صلاح الدین کے نظام جنگ نے پاپائے کلیسیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ ایوبی کی محکمہ جاسوسی کی حیرت انگیز داستانیں آج بھی عربی اردو اور دنیا کی کئی زبانوں میں افسانوں اور ناولوں کا موضوع بنی ہوئی ہیں۔

ایک وقت آیا کہ صلاح الدین ایوبی مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس نے بیت المقدس پر شوکت اسلام کا پرچم لہرایا۔

اسلامی عظمت کے نگہدار محمود غزنوی اور سلطان محمد اپنے اپنے عہد میں قرآن و حدیث کے ذریعے درخشاں نظام کو کائنات کی ابدی فلاح کے لئے ساری زندگی کوشاں رہے۔

ادوار و زمن کی تیرہ منزلوں میں جب انسان نظر غائر سے اسلام کے فرزندوں کی قربانیاں ملاحظہ کرتا ہے تو اسے شکست و ریخت کی موجوں کے ساتھ ساتھ فتح و کامرانی کے خوشنما جزیرے بھی نظر آتے ہیں مگر جب ہم چودھویں صدی کی تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں تو اسے کئی اعتبار سے پہلے وقائع کی نسبت مختلف حیثیت دینا پڑتی ہے۔ چودھویں صدی میں چشم فلک نے بڑے بڑے انقلابات مشاہدہ کئے' اس صدی کے آغاز میں چاروں طرف مسلمان یورپ کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ عرب و عجم کی بیسیوں ریاستیں یورپین آقاؤں کی ریزہ چین تھیں۔ آزادی و حریت کے سینکڑوں متوالے پے در پے زندانوں کی اوٹ میں اذیتوں کے سزاوار بنے رہے۔ پورا ہندوستان برطانوی استعمار کا زیر نگیں تھا۔ عرب کے بیشتر علاقے عیسائیوں کی عملداری میں کام کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ غلامی کا جوا اترنا شروع ہوا۔ ہندوستان میں ہزاروں علماء موت کی آغوش میں چلے گئے۔ بے شمار مسلمان کالا پانی اور جزیرہ مالٹا کے سنگلاخ سناٹوں میں محبوس کئے گئے۔ 1914ء میں دارالعلوم دیوبند کے مکتب رشد و ہدایت سے تعلق رکھنے والے ایک معتبر عالم اور مجاہد فی

سبیل اللہ شیخ الہند محمود الحسن کو صرف اس جرم میں حج کے موقع پر مدینہ منورہ سے گرفتار کیا گیا کہ انہوں نے برصغیر میں انگریزی حکومت کے خلاف سب سے بڑی عالمی تحریک ریشمی رومال کی بنیاد رکھی تھی اور جس کے نصب العین کے مطابق بہت تھوڑے عرصہ میں برطانوی استعمار ہندوستان سے کوچ کر جاتا۔ مورخین کی رائے ہے کہ اگر ریشمی خطوط کی یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو جاتی تو آج دنیا کا نقشہ مختلف ہوتا۔ ادھر سلطنت نجد و حجاز میں آل سعود کی حکمرانی چند محدود علاقوں پر محیط تھی اگر انگریز 1948ء میں ہندوستان چھوڑ کر رخصت ہوا اس کے نتیجے میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان معرض وجود میں آئی اس طرح انڈونیشیا سے انگریزی تسلط کا خاتمہ ہوا۔

یقیناً اس عہد میں براعظم افریقہ کے مغربی ساحل سے لے کر براعظم ایشیا کے مشرق بعید تک یورپ کے ایک کنارے سے لے کر لاطینی امریکہ کے دوسرے کنارے تک، قطب منجمد شمالی سے لے کر انتہائی جنوبی جزائر اور گہرے سمندروں تک مسلمانوں میں مسلمان متحد و منظم ہونے کی صلاحیت پیدا کر کے ہی اغیار کی سیاست کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا جو بعض افراد گہرے تدبر اور بے پناہ غور کے باعث اسلام کے فروغ اور مسلمانوں کے اتحاد ان کی خوشحالی کا یکساں جذبہ رکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ غلامی کے مہیب سائے ختم ہونے شروع ہوئے۔ عرب کی تمام ریاستیں اغیار کے تمدن سے باغی ہو کر اسلامی تشخص کی طرف مائل ہونے لگیں۔ تہذیب مغرب کے سیلاب کے باوجود آئے دن ملکوں ملکوں اسلامی تحریکات اور قرآنی اطوار جنم لینے لگیں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی اصلاحی اور علمی تحریک نے اہل عرب کو توحید کی روشنی سے منور کیا۔ ہندو پاکستان میں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کے علوم و افکار نے مردہ قلوب کو زندگی عطاء کی۔

اندریں حالات افق عالم پر کمیونزم، سوشلزم اور الا د مغرب کی یلغار شروع ہوئی۔ اہل اسلام نے ہر طرح سے روسی اور مغربی افکار کا مقابلہ کرنے کے لئے تحریر و تقریر اور مختلف

کانفرنسوں کے ذریعے عالم اسلام کی روح کو بیدار کیا۔

عصر حاضر کا تقاضا تھا کہ دہریت والحاد کے غوغے کو روکنے کے لئے علیحدہ اسلامی تشخص قائم کیا جائے۔ پوری امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے دنیائے عالم پر قرآن کی عظمت کا سکہ بٹھایا جائے۔ یورپی تہذیب و ثقافت کے مقابلے میں اسلامی روایات کو زندہ کیا جائے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے غلط پراپیگنڈوں کے مقابلے میں الگ اسلامی ریڈیو سٹیشن قائم کیا جائے۔ اس دور کے باطل کی طرح اس کی زبان میں اس کے تمام جھوٹے پراپیگنڈوں اور اسلام کے خلاف پھیلائے جانے والے زہر کو ختم کیا جائے۔

ضروری تھا کہ مسلمان ممالک میں مصر و شام کی چپقلش' عراق و ایران کی معرکہ آرائی' لیبیا اور سعودی عرب کا اختلاف' عرب امارات میں باہمی بعد اور اسی قسم کے متعدد تنازعوں کو حل کر کے فساد کی خلیج کو ختم کر دیا جائے۔ ساری مسلمان قوم' کفر کے مقابلے میں متحد ہو کر اسلامی پرچم کو بلند کرے۔ آئینہ تاریخ میں دیکھا جائے تو عصر حاضر کے اس اہم ترین اسلامی فریضہ کا بیڑا 1965ء میں سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل نے اٹھایا۔ حالات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا آج کل مسلمان قوم کی بیداری اسلامی سربراہی کانفرنس اور اسلامی وزرائے خارجہ کے تمام اجلاس' مشترکہ اسلامی معاہدے مسلمان ممالک میں اخوت اسلامی کی بنیاد پر تعلقات کا فروغ' باہمی تعاون کی نئی نئی راہیں' صرف فیصل مرحوم کے فلسفہ اتحاد اسلامی کی بدولت ہے۔

تاریخ اسلام کے قریبی دور میں جمال الدین افغانی کے بعد کوئی شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جس نے امت مسلمہ کے اتحاد کے لئے فیصل مرحوم سے زیادہ زور دیا ہو۔ فیصل کی عظمت حرمین شریفین کے پاسبان ہونے کے ناطے کسی پر مخفی نہ تھی۔ ہر مسلمان ملک فیصل کو ایک باپ اور سرپرست کی طرح خیال کرتا۔ انہوں نے اپنے مخالفوں کو بھی وقت آنے پر امداد دینے سے گریز نہ کیا۔ وہ مسلمان قوم کے اختلاف پر تڑپ جاتے' ان کی زندگی کا واحد مقصد مسلمانوں کا اتحاد تھا۔ فیصل بقول اقبال

تمیز رنگ و خوں برما حرام است
کہ ماپرور دہ یک نو بہاریم

کے فلسفہ پر گامزن تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد شاہ فیصل پہلے حکمران تھے جنہوں نے مسلمانوں کے انتشار و افتراق کو ختم کرنے اور پھر سے ایک لڑی میں پرونے کی جدوجہد کی۔ شاہ فیصل کا مشہور قول ہے۔

اے مسلمانوں اپنے اندر اتحاد پیدا کرو کیونکہ تمہارے سروں پر ایک ہی قسم کی تلوار لٹک رہی ہے۔ مادہ پرستی کے قدم تمہارے بنیادی اصول اسلام میں ضرب کاری لگائیں اور تمہارے دلوں سے نور اسلام کی کرنیں چھین لیں' خبردار ان کے فریب میں نہ آنا۔

اسلامی اتحاد کے لئے شاہ فیصل کی کاوش کے چند نمونے

شاہ فیصل نے مکہ مکرمہ میں عالم اسلام سے رابطہ اور اتحاد کے لئے ابتدائی طور پر رابطہ عالم اسلامی کے نام سے ایک مجلس قائم کی' جس کے تحت ہر سال عالم اسلام کے رہنما سر جوڑ بیٹھے اور اپنے گوناگوں مسائل کے حل کے لئے اسلامی اخوت و وحدت کو فروغ بخشتے ہیں۔

شاہ فیصل نے 1964ء میں اسلامی اتحاد کا فلسفہ رانہ بلند کیا' اسی سال دسمبر میں آپ صومالیہ کے صدر آدم عبداللہ کی دعوت پر مقادیشو تشریف لے گئے جس میں موصوف نے 36 اسلامی ممالک کے سربراہوں سے حکومت کرکے دوسرے مسائل کے ساتھ اسلامی اتحاد پر زور دیا۔ اس کانفرنس کا اہتمام موئتمر عالم اسلامی نے کیا۔ اس کی صدارتی مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی نے کی۔ اس موقع پر شاہ فیصل نے ایک درجہ ذیل قرارداد پیش کی۔ ہمیں اسلام کا پرچار کرنے کے لئے عملی اقدامات کرنے چاہئیں اور ہم اس امر پر زور دیتے ہیں کہ مسلم ممالک اپنے معاملات خود طے کریں اور آپس میں اچھے تعلقات کو فروغ دیں۔

CamScanner

1965ء اپریل میں شاہ فیصل نے رابطہ عالم اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس طلب کی اس کانفرنس کے فیصلے کے مطابق اسلامی اتحاد کے لئے شاہ مرحوم نے ایران سے اپنے دورے کا آغاز کیا۔

ایران کا انتخاب آپ نے سوچے سمجھے منصوبے سے کیا' عرب قومیت پرستی نے عرب ملکوں کو غیر ملکوں سے کاٹ کر رکھ دیا تھا حالانکہ تعداد اور قوت کے لحاظ سے غیر عرب مسلمان عربوں سے زیادہ بھی تھے اور موثر بھی۔ انہیں الگ تھلگ رہ کر ملکوں کے اتحاد کی کوئی تحریک کامیاب نہ ہو سکتی تھی پھر ایران کو عرب قوم پرستوں نے اپنی تنقید اور پراپیگنڈے کا ہدف بنا رکھا تھا۔ خود سعودی عرب کے خلیج کے مسئلے پر اختلاف چلے آ رہے تھے۔ ان اختلافات کو حل کرنا بھی ضروری تھا۔ شاہ فیصل نے ایران میں مسلمانان عالم کے اتحاد کی بنیاد اسلام پر بہت زیادہ زور دیا۔ تہران میں شاہ نے 1964ء دسمبر کو ایک شاہی ضیافت میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا مذہب ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم ترقی کریں اور آگے بڑھیں' اعلیٰ روایات اور بہترین اطوار اپنائیں۔ آج کے دور میں جس چیز کو ترقی کہا جاتا اور جس کے لئے مصلحین شور مچاتے ہیں' وہ سماجی ہو یا اقتصادی اسلام اور اس کے قوانین میں مکمل طور پر موجود ہے۔

شاہ فیصل کے اس دورے سے سعودی عرب اور ایران کے تعلقات میں اخوت کا رنگ ابھر آیا۔

عربوں اور غیر عربوں کی رقابت کے اثرات کم ہوئے۔

فیصل پاسبان حرم کے مطابق شاہ ایران نے شاہ فیصل کو یقین دلایا کہ وہ اسرائیل کے مقابلے میں عربوں کی حمایت کرتے رہیں گے۔

27 جنوری 1966ء کو شاہ فیصل اردن کے دورے پر تشریف لے گئے تاکہ پرانے زخم مندمل ہوں۔ شاہ حسین مکہ کے شریف حسین کی اولاد ہیں جو کبھی آل سعود کے سخت ترین دشمن تھے۔ شاہ حسین کی طرف سے ایک ضیافت میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ

آج مسلمان خواہشات و اغراض اور تخریبی نظریات کا شکار ہو چکے ہیں' یہ نظریات اسلام کی بیخ کنی کرنا چاہتے ہیں لیکن رجوع الی اللہ دعوت دیتے اور نعرہ حق بلند کرتے فیصل کے فلسفہ اتحاد اسلامی پر پوری دنیائے کفر میں لرزہ طاری ہو گیا۔ مغربی اور اشتراکی ذرائع ابلاغ نے طرح طرح کے شوشے چھوڑنے شروع کر دیئے۔

لندن کے ایک اخبار گارجین نے فروری 1966ء میں ایک مغربی مبصر کا آزادانہ تجزیہ شائع کیا۔ کہ

شاہ نے ایک بہت مشکل کام کا بیڑا اٹھایا اور وہ ہے اسلام کی عظمت رفتہ کو پھر سے واپس لانا۔ حال ہی میں جو سفارتی کارروائی شروع ہوئی ہے' اس میں یہ بات ایک بنیادی نصب العین کی حیثیت سے اجاگر ہوئی ہے' اس سفارتی کارروائی نے شاہ فیصل کو عرب کے سیاسی سٹیج میں ایک مرکزی حیثیت عطاء کی ہے۔

شاہ فیصل جدید عرب کے وہ ممتاز شخصیت ہیں جنہوں نے عرب کے دور جاہلیت کے نسلی عصبیت کی تحریک کا یکسر خاتمہ کر دیا۔ انہوں نے اپنی خداداد قابلیت اور سیاسی ذات سے عرب نیشنلزم کے طوفان کا رخ پھیر دیا۔ فیصل نے اتحاد اسلام یکے فروغ کے لئے دور جاہلیت سے مستعمار تہذیب و ثقافت کے احیاء کی اشتراکی چالوں کو بھی ناکام بنا دیا اور عربوں کو یہ احساس دلایا کہ ان کی منزل عرب نیشنل ازم ہرگز نہیں بلکہ ان کی نجات کا سرچشمہ مسلم نیشنلزم ہے اور وہ جب تک عالم اسلام کے اتحاد اور ملت اسلامیہ کے ارتباط باہمی کو محسوس نہیں کریں گے' دشمن پر غلبہ نہیں پاسکیں گے۔

25 مارچ 1966ء کو آپ سوڈان گئے جہاں خرطوم میں صدر اسماعیل الازہری کی طرف سے دیئے جانے والے استقبالیہ میں فرمایا' وہاں خصوصی خطاب فرمایا جس کا یہاں موقع نہیں۔

شاہ فیصل اور عالم اسلام

فیصل شہید نے زمامِ کار اس وقت ہاتھ میں لی جبکہ پوری ملتِ اسلامی فکری اور عملی انتشار کی آخری حدود کو چھو رہی تھی۔ اسلامی تاریخ کے مطالعے کے دوران ہم بعض ایسے مراحل سے گزرتے ہیں جو ملتِ اسلامی کے لئے انتہائی اہمیت رکھتے ہیں۔ اندلس میں عربوں کی حکومت میں جب اضمحلال پیدا ہوا تو یوسف بن تاشقین اٹھا اور اس نے ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچایا۔ عیسائیوں کو زوال ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے عثمانیوں کو ان کی جگہ دے دی اور ملتِ اسلامی کے اندر ایک نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ صلیبی طاقتوں کے مظالم سے ملتِ بے دم ہوگئی اور فکری و عملی جمود اور قنوطیت کا دور دورہ ہوگیا۔ تو سنت الٰہی نے صلاح الدین ایوبی کو اٹھایا اور اس نے جہاد و اتحاد کو شعار بنا کر ملت کو گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکالا اور از سرنو سرخرو کیا۔ ہندوستان کی سرزمین میں بھی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ شاہ فیصل کا دورِ حکمرانی کا بھی ملتِ اسلامی کی تاریخ کے ایسے ہی مرحلے سے عبارت ہے۔ شہید نے اپنے دس سالہ دورِ حکومت (نومبر ۱۹۶۴ء تا مارچ ۱۹۷۵ء میں جو کارنامہ سرانجام دیا۔ اسے ہم اگر مثال دے کر بیان کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ ملت کا جہاز مخالفتوں کے سمندر میں گھر چکا تھا۔ چاروں طرف تاریکی میں تاریکی تھی۔ موجیں تلاطم خیز تھیں۔ قدم قدم پر گرداب حائل تھا۔ ناخداؤں کا گروہ اسے مزید چھیک کرنے پر تلا ہوا تھا۔ سمندری آفات منہ کھولے کھڑی تھیں کہ کب یہ جہاز ڈوبے اور اہل جہاز نوالہ بنیں۔ ان خوفناک حالات میں مشیت الٰہی، فیصل جو جہاز کی قیادت کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اور یہ قائد قندیل الٰہی ہاتھ میں پکڑتا ہے۔ اہل جہاز کو دعوت دیتا ہے کہ متحد ہو کر ناخداؤں کو غلط کاری سے ٹوکیں۔ بدخواہ ناخداؤں کو بھی سوز دل کے ساتھ تلقین کرتا ہے۔ قیادت ایک امانت خداوندی ہے۔ اس کے ساتھ خیانت کرنا عذاب خداوندی کو دعوت دینا ہے۔ ۱۹۶۴ء کا زمانہ مشرق اوسط کا پرآشوب دور

کہلاتا ہے اور اس دور کی یہ تصویر نظر آتی ہے۔

عرب قومیت کا بھوت:

عرب قومیت کا بھوت عربوں پر بُری طرح سوار ہے۔ اس فتنے کا آغاز لبنان اور شام کے عیسائیوں نے کیا۔ لبنان اور مصر کی یونیورسٹیاں اسے خوب غذا فراہم کرتی رہیں۔ عثمانی خلافت کے خاتمے اور مشرقِ اوسط میں استعماری طاقتوں کی دراندازی کے بعد عرب قومیت کے نتائج جب سامنے آئے تو یہ نشہ اترنے لگ گیا اور کسی صالح نظریے کی تلاش شروع ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں جب اسرائیلی ریاست فلسطین میں قائم ہوئی تو یہودیوں نے عربوں کے اندر تفرقہ اندازی پیدا کرنے کے لئے عرب قومیت کو دوبارہ ایک فلسفے اور فکر کی حیثیت سے زندہ کیا۔ مگر جب ۱۹۵۲ء میں مصر میں فوجی انقلاب برپا ہوا تو جمال عبدالناصر نے عرب قومیت کو اپنے انقلاب کا شعار بنا کر ایسا پروپیگنڈا کیا کہ عرب دنیا کے ایسے تمام عناصر جو اسلام سے بعد رکھتے تھے۔ یا اس سے ناواقف تھے اس تحریک میں شامل ہو گئے اور مختلف افراد اداروں کی طرف سے اس موضوع پر اس قدر فکری مواد میدان میں آیا کہ عرب قومیت ایک سیاسی بحث کے بجائے ایک مقدس دین بن گئی۔ ایک عرب مفکر نے یہاں تک لکھ دیا "میری نماز اور میری قربانی ار میرا جینا اور میرا مرنا عروبہ دیوتا کے لئے ہے"۔

جاہلی تہذیبوں کا احیاء:

جب قومیت کی بحث چھڑی اور نسل اور زبان کی بنا پر معاشروں کی تعمیر کا ذوق اُبھرا تو بہت سے قومیتوں نے جنم لے لیا اور ان کی پذیرائی بھی خوب ہوئی۔ مثلاً مصر کے اندر فرعونی قومیت اور تہذیب اُبھر آئی اور جب عبدالناصر نے اپنے میثاق میں لکھ دیا کہ "ہم فراعنہ کی تاریخ کی روشنی میں اپنے مستقبل کی تعمیر کریں گے تو کہ لے اور بڑھ گئی، چنانچہ شام کے اندر قرمطی تہذیب اور قومیت نے سَر اٹھا لیا عراق کے اندر اشوری اور کلدانی دور کی جاہلی تہذیب کا چرچا شروع ہوا۔ تونس کے اندر کاہنہ البربریہ کو ہیرا قرار دیا گیا۔ جس

نے مسلمان فاتحین کا بڑی "بہادری" سے مقابلہ کیا۔ تھا۔ مصر کا معاملہ تو انتہا کو پہنچ گیا۔ وہاں رعملیس (فرعون موسےٰ) کو اجتماعی زندگی پر پوری مرح مسلط کر دیا گیا۔ بیروت میں تحقیق اور مطالعے کے نام سے متعدد ایسے ادارے وجود میں آ گئے جو ان سب قومیتوں کے لئے علمی اور تاریخی لٹریچر تیار کرنے لگے۔ اسرائیلی اور بعض عرب حکومتوں کی طرف سے ان اداروں کو بھرپور مالی امداد فراہم کی گئی۔ اسرائیل کی وزارتِ خارجہ کا شعبہ جاسوسی اس کام کا انچارج تھا۔

اشتراکی تحریک اور اس کی سرپرست

اشتراکی تحریک بھی اٹھ کھڑی ہوئی یہ تحریک اگرچہ پرانی ہے مگر عرب کے قومی انقلاب کے بعد اسے حکومت کی سرپرستی نصیب ہوئی۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ عرب ممالک کے اندر کمیونزم اور سوشلزم کی علمبرداری یہودیوں نے کی ہے عرب ممالک کی سب سے پہلی کمیونسٹ پارٹی فلسطین میں قائم ہوئی اور اسے قائم کرنے والے روسی یہودی تھے۔ ۱۹۲۵ء میں لبنان میں کمیونسٹ پارٹی تشکیل کی گئی۔ اس کی مرکزی کمیٹی پانچ ارکان پر مشتمل تھی۔ اور پانچوں ارکان یہودی تھے۔ اس کا سیکرٹری جیکب تیمر تھا جو روسی الاصل فلسطینی یہودی تھا۔ ۱۹۳۲ء میں خالد بکداش نے اس پارٹی کی قیادت سنبھالی تھی۔ عراقی کمیونسٹ پارٹی کے قیام میں بھی یہودی دماغ اور یہودی سرمائے کی کارفرمائی تھی۔ صدیق یہودا، ساسون دلال اور یعقوب کوجمان اس کے سرغنہ تھے۔ مصر میں اولین مارکسٹ حلقے ورروسی الاصل، یہودیوں ایو، جید ور اور ناداب کی نگرانی میں قائم ہوئے۔ بعد میں مارکسی نظریات کے جاہلوں کی جو مستقل تنظیمیں قائم ہوئیں وہ بھی یہودی سرمایہ داروں نے قائم کیں۔ مصر کے مشہور بنکار ہنری کواپیل نے جو اٹلی کا یہودی تھا۔ الحراکتہ المصریتہ للتحرر الوطنی (تحریک مصر رائے آزادی وطن قائم کی۔ ہلی شفارتس نے شرارہ نامی تنظیم قائم کی اور مرسیل اسرائیل نامی یہودی نے "آزادی عوام" کی بنیاد رکھی اور جب فلسطین میں اسرائیلی ریاست قائم ہوئی تو ان تمام اشتراکی جماعتوں نے اسرائیل کا خیر مقدم کیا۔

عرب سوشلزم:

۱۹۴۶ء تک عرب ممالک کا یہ اشتراکی تنظیمیں اور عناصر محدود پیمانے پر اپنے افکار ونظریات کی اشاعت کرتے رہے۔ مگر جب جمال عبدالناصر نے روس اور یوگوسلادیہ سے ناطہ جوڑا تو اس کے بعد مصر کے کمیونسٹ اور سوشلسٹ بالخصوص اور دوسرے عرب ممالک کے بالعوم متحرک ہوگئے۔ انہوں نے مصر کی نئی پالیسی کی زبردست حمائت کی اور جمال عبدالناصر کی سرپرستی میں "عرب سوشلزم" کے نام سے پروپیگنڈے کا طوفان بلاخیز برپا ہوگیا۔ کبھی اسلام پر بھی کھل کر حملے کیئے گئے اور کبھی اسلام کی اشتراکی تعبیر کر کے اسے مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۶ء تک کا عرصہ عرب ممالک میں سوشلزم کے عروج کا دور ہے۔ سوشلزم کے نام پر ہر دبا خلاقی کو رواج دیا گیا اور ہر اچھی قدر اور شریف انسان کی تذلیل کی گئی۔ ۱۹۶۳ء میں جب جمال عبدالناصر نے "میثاق مصر" کے نام سے اپنا منشور شائع کیا تو اس میں اشتراکیت کو مصر کی سرکاری پالیسی قرار دیا گیا۔ اور لوگوں کی املاک کو قومی تحویل میں لینے کا کام شروع ہوگیا۔

بعث ازم:

بعث ازم بھی ایک نیا فکر بن کر ابھرا۔ اسے اشتراکیت سے الگ کوئی نظریہ تو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مگر یوں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ان قوم پرستوں اور کمیونسٹوں کو مطمئن کرنے کے لئے ہے جو قومیت کو چھوڑ کر اشتراکیت قبول کرنے یا اشتراکیت کو چھوڑ کر قومیت قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ بعث کا ایک نعرہ ہے اتحاد، آزادی اور اشتراکیت اور دوسرا نعرہ ہے۔ اُمتہ عربیۃ واحدۃ ذات رسالۃ خالدۃ (ایک ہی متحد عرب قوم جو اپنے پاس ایک ابدی پیغام رکھتی ہے) جہاں تک اخلاق و کردار کا تعلق ہے یا سیاست خارجی کا سوال ہے۔ بعث میں اور خاص اشتراکیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ ایک انتہائی گھرا نکتہ ان دونوں کے پس منظر میں موجود ہے اسے سمجھ لیا جائے۔ اشتراکیت کے علمبردار یہودی ہیں اور ان کی بنیادی وفاداریاں اسرائیل اور امریکہ سے ہیں۔ بعث کے بانی اور رہوا خواعیسائی ہیں اور ان

کی وفاداریاں انگلستان اور فرانس کے ساتھ ہیں۔ بعث کا بانی شام کا ایک عیسائی ٹیچر ہے جس کا نام ہے یشیل عفلق یہ شخص اپنی خدمات کے عوض پوپ سے باقاعدہ تمغہ حاصل کر چکا ہے۔ بعث پارٹی کے اثرات شام اور عراق میں زیادہ پھیلے ہیں اور دونوں ممالک کے فوجی انقلابات سے اس پارٹی نے خاصا فائدہ اٹھایا۔ ۱۹۶۳ء میں جب شام اور مصر کا اتحاد ختم ہوا تو شام پر اس پارٹی کی حکومت قائم ہوگئی اور آج تک قائم ہے۔ ۱۹۶۸ء میں عراق میں بھی پارٹی اقتدار کی مالک بن بیٹھی ہے۔ اس سے پہلے یہ ایک مرتبہ کارِ حکومت میں شریک رہی۔ کلیۃً اقتدار کی مالک نہ تھی اسلام کی مخالفت اور اسلامی اقتدار اور روایت کی پامالی میں یہ پارٹی (شاید) کمیونسٹوں اور یہودیوں سے بھی آگے ہے۔

اسرائیل کے توسیعی منصوبے

اس دور کے حالات کا ایک سیاہ رخ یہ بھی ہے کہ افریقہ کے اندر اسرائیل کا نفوذ و اثر برابر بیٹھتا جارہا تھا۔ ۱۹۵۶ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل نے اردن کی بندرگاہ ایلات پر قبضہ کر لیا جو خلیج عقبہ میں واقع ہے اور اپنا وہ حصار توڑ لیا جس میں وہ بُری طرح گھرا ہوا تھا۔ اس جنگ کا اصل مقصد بھی غالباً یہی تھا کہ اسرائیل کو سانس لینے کا راستہ مل جائے۔ چنانچہ اسرائیل نے ایلات کی بندرگاہ کی بدولت افریقہ کے اندر اپنے روابط استوار کرنے شروع کر دیے۔ عرب اور مسلمان ممالک تو اس زمانے اپنے اپنے مسائل سے دوچار تھے۔ مگر اسرائیل نے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر افریقہ کو فتوحات کا ہدف بنالیا اور ظاہر ہے کہ افریقہ کے آزاد ممالک اقتصادی اور فنی امداد کے محتاج تھے۔ لہٰذا وہ بڑی خوشی سے اسرائیل کا خیر مقدم کرنے لگے۔ مغربی افریقہ میں احمد و بیلو اور ابوبکر تفاوا نے اسرائیل کے خلاف آواز اٹھائی تھی مگر انہیں صیہونی تحریک اور صلیبی استعمار دونوں نے مل کر راستے سے ہٹا دیا۔

افریقہ میں اسرائیل کا اثر و نفوذ:

۱۹۶۸ء تک افریقہ کے آزاد ممالک کی تعداد ۳۸ ہوگئی تھی ان میں ۳۱ ممالک کے اندر اسرائیل نے اپنے مشن قائم کر لئے جن میں سے ۲۹ مشن سفارتی سطح کے تحت تھے اور دو

فعل کی سطح کے، بعض افریقی ممالک کے ساتھ اس کے روابط نہایت مضبوط تھے۔ مثلاً آئیوری کوسٹ، گھانا، سینت گا، ایتھوپیا، اور نائیجریا ان ۳۸ ممالک میں سے ۱۱ نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تبادلہ بھی کر رکھا تھا۔ اور تل ابیب میں اپنے سفارتی مشن کھول کر رکھے تھے۔ دوسری افریقہ کیک ۱۳ ممالک ایسے ہیں۔ جن کے ساتھ عرب ممالک نے سفارتی یا اس سے کم سطح کے مشن کا تبادلہ نہیں کیا۔ ۱۹۲۵ء تک سیاہ فام افریقہ کے اندر یہودی باشندوں کی تعداد ۵ لاکھ ایک ہزار ۴ سو ۸۰ تھی۔ یہ یہودی کے کارکن کہلاتے ہیں اور جنوبی افریقہ، روڈیشیا، نا سالیڈ یسوتو اور زامبیا میں ان کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔

بعض ممالک میں اسرائیل نے بڑے بڑے زرعی فارم قائم کر رکھے تھے۔ جو درحقیقت افریقہ کے اندر اسرائیل کے عسکری اور پروپیگنڈے کے اڈے تھے۔ مثلاً حبشہ میں اسرائیل کا زرعی فارم اور چاڈ میں سوڈان کے حدود پر اسرائیلی زرعی فارم قائم تھے۔ افریقہ کے اندر ۱۴۸ اسرائیلی تجارتی کمپنیاں قائم ہو چکی تھیں۔ جن کا پورا سرمایہ تل ابیب نے فراہم کیا تھا۔ متعدد کمپنیاں افریقیوں کے ساتھ مشترکہ سرمائے سے قائم کی گئیں۔ مثلاً گھانا میں بحری، بار برداری کے لئے "بلیک سٹار" کے نام سے ایک اسرائیلی کمپنی جس کا مجموعی سرمایہ ڈیڑھ لاکھ سٹرلنگ پونڈ تھا۔ اس میں اسرائیل کا ۴۰ فیصد اور گھانا حکومت کا ۵۰ فیصد حصہ تھا۔ ۱۹۵۷ء میں اسرائیل نے گھانا کو ۲ کروڑ ڈالر کا حصہ بھی دیا۔ حبشہ کے اندر کمپنی اسرائیل کی قائم کردہ ہے۔ جو روزانہ ۳۵ ڈبے گوشت، تین سو ٹن کھلا گوشت اور ۳۵ ہزار مربوغ کھالیں تیار کرتی ہے۔ ۱۹۶۴ء میں اس کمپنی کے پاج جس کیٹل فارم تھا اس کا رقبہ ۵۰ ہزار ایکڑ تھا۔ نائیجریا کی کمپنی سولیل یونیہ اسرائیل کی ایک تنظیم ہستدروت نے قائم کی۔ اس میں چار ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ جن میں ساٹھ اسرائیلی ہیں۔ ۱۹۸۹ء سے ۱۹۶۴ء تک اسرائیل نے افریقہ کے اندر ۱۵ کروڑ ڈالر کا سرمائی لگایا جس سے اسے کم از کم ۵ کروڑ ڈالر نفع ہوا۔

افریقہ کے ساتھ اسرائیل کا براہِ راست تجارت کا بھی یہی حال ہے ۱۹۶۳ء تک افریقی منڈیاں سالانہ ۳ کروڑ ڈالر کی اسرائیلی مصنوعات خریدتی رہیں یعنی اسرائیل کا جملہ برآمدات کا ۱۵ فیصد۔ اب افریقہ میں اسرائیل کے ناپاک حربوں کا جائزہ لیجیے۔ ۱۹۵۸ء

سے ۱۹۶۳ء تک ۴ ہزار ۳ سو نوجوان مختلف ملکوں سے اسرائیل کے فنی اداروں میں تربیت حاصل کرنے آئے۔ چار ہزار سے زائد طلبہ کو اسرائیل کے اندر تعلیم و تربیت کے تعلیمی وظائف دیے گئے۔ اسرائیل نے بیت المقدس کے اندر افریشیائی انسٹی ٹیوٹ قائم کر رکھا تھا۔ ۱۹۶۵ء تک اس کا بجٹ ۱۵ لاکھ ڈالر تھا۔ اسرائیل کی عبرانی یونیورسٹی یداسا میڈیکل کالج، حیفا ٹیکنیکل کالج، وائس مین میں سائنس انسٹی ٹیوٹ وغیرہ تعلیمی ادارے بھی افریقی نوجوانوں کیلئے کھلے رہتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء تک ۶ ہزار افریقی لڑکے اور لڑکیاں مختلف اداروں سے علمی اور فنی تربیت حاصل کر کے گئے۔ عام کانفرنسوں میں افریقی مندوبین کی شمولیت بھی جاری رہتی ہے۔

افریقی ملکوں کی فوجی تربیت پر بھی اسرائیل نے توجہ دی۔ کینیا کے کئی پائلٹ اسرائیل میں تربیت حاصل کرتے ہیں۔ کانگو سے ۱۲۵۰ افراد پیراشوٹ کی تربیت کے لئے آئے جن میں کانگو کے صدر مویوتو بھی تھے۔ اسرائیل فوجی تربیت کے لئے اپنے ماہرین بھی افریقہ بھجتا رہتا ہے۔ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۷ء تک افریقہ میں ۲۲ فوجی انقلاب آئے جن میں اسرائیل کے تیار کردہ ماہرین بھی شریک تھے۔ ۱۹۶۵ء میں یوگنڈا کے وزیر منصوبہ بندی نے ایک بیان میں کہا تھا کہ اسرائیلی کی فنی تربیت کی بدولت یوگنڈا کی فضائیہ مشرقی افریقہ کی بہترین فضائیہ کہی جا سکتی ہے۔ اسرائیل کے عام ماہرین کا سیلاب بھی افریقہ میں بہتا رہا۔ ۱۹۶۴ء تک ایک ہزار سے زائد اسرائیلی ماہرین افریقہ میں پھیلے تھے۔ الغرض اسرائیل میں افریقہ کے اندر ہر طرح سے اپنا جال بچھاتا جا رہا تھا۔ عرب ممالک اسرائیل کی ان سرگرمیوں سے غافل رہے۔ جہاں تک عرب اشتراکیوں کا تعلق ہے ان کی دوستی کا تعلق افریقہ کے ان ممالک تک تھا جہاں اشتراکی انقلاب برپا ہو چکا تھا۔ مثلاً نکرومے کا گھان اور زیدے کا ترنجیار، نریدے ۱۲ ہزار عربوں کو ذبح کر کے برسر اقتدار آیا تھا۔ عرب اشتراکیوں نے اس انقلاب کا خیر مقدم کیا۔ سب سے پہلے انقلابی حکومت کو مصر نے اور دوسرے نمبر پر الجزائر کے صدر احمد بن بلہ نے تسلیم کیا۔ اگست ۱۹۶۶ء میں جب ناصر نے زنجبار (جو اس وقت تنزانیہ بن چکا تھا) کا دورہ کیا تو دوستی کے نشے میں ۱۲ ہزار عربوں کے

خون کی کوئی پرواہ نہ کی۔

عرب ممالک کے عام مسائل بھی بے حد الجھ چکے تھے۔ مسئلہ فلسطین کی اب یہ شکل تھی کہ وہ نہ تو دنیا کے ۷۰ کروڑ مسلمانوں کو مسئلہ تھا نہ ۱۰ کروڑ عربوں کا بلکہ سکڑ کر صرف عرب ممالک کے ''انقلابی عناصر'' کا مسئلہ بنا دیا گیا تھا۔ اور ان ''انقلابی عناصر'' کا نعرہ یہ تھا کہ وہ پہلے عرب ممالک سے رجعت پسند طاقتوں کا خاتمہ کریں گے اور پھر تل ابیب کا رخ کریں گے۔ انقلابیوں اور تل ابیب کے باہمی تعلقات کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۲۱ اگست ۱۹۶۵ کی جس صبح کو مصر کے ایک عالم کو پھانسی دی گئی اسی صبح نیویارک کے یہودیوں کو جمال عبدالناصر کی طرف سے طور سینا کی وہ چٹان ہدیۃً پیش کی گئی جو حضرت موسےٰ علیہ السلام سے منسوب ہے۔

عرب ممالک کے فوجی انقلابات نے عرب افواج کو میدان جنگ کے بجائے سیاست بازی کی چاٹ لگا رکھی تھی۔ اور فوجی حضرات تربیت حاصل کرنے کے بجائے اکثر و بیشتر دوست سمیٹے یا عیش و عشرت میں وقت گزارنے میں مصروف تھے۔

مصر اور شام کے درمیان جو اتحاد قائم کیا گیا تھا۔ وہ تین سال کی مختصر مدت میں ۱۹۶۳ء میں یکایک ٹوٹ گیا۔ عرب معاشروں پر اس انفصال کے بہت برے اثرات پڑے۔ خود مصر کو بھی شدید دھکا لگا۔ لیکن مصر نے اس غم سے نجات پانے کے لئے یمن میں دخل اندازی شروع کر دی۔ امام بذر کے خلاف سلال نے انقلاب برپا کر دیا اور مدد کے لئے مصر سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ مصر نے ۸۰ ہزار فوج یمن میں بھیج دی۔ یہ اقدام مصر کے لئے خودکشی سے کم نہ تھا۔ یمن میں بھائی نے بھائی کا گلہ کاٹا۔ مصر کی اقتصادیات پر بھی اس کا شدید بوجھ پڑا۔ جو طاقت اسرائیل کے خلاف استعمال کی جا سکتی تھی وہ یمن میں مصر نے خود ہی تباہ کر کے رکھ دی۔ ۱۹۶۵ تک مصر کے قرضوں کی مجموعی مقدار ۲/۱۳۱ ارب ڈالر ہو گئی۔

اسلامی تحریکوں پر مظالم:

اس دور کے حالات کی تصویر کا ایک بھیانک پہلو یہ بھی ہے کہ مشرق اوسط میں

جہاں کہیں اسلام کے لئے تحریکیں کام کر رہی تھیں انہیں بُری طرح کچلا گیا۔ مصر کی کئی اسلامی تنظیموں نے ۱۹۴۸ء میں یہودیوں کے خلاف جہاد کیا اس کا خود دشمنوں نے بھی اعتراف کیا، بگران تحریک پر پہلے ۱۹۵۳ء میں دوبارہ اس کے نامور راہنماؤں کو موت کی سزا دی گئی اور ہزاروں افراد کو جیلوں میں ڈال کر تعذیب کی بھٹیوں میں جلایا گیا، اور پھر ۱۹۶۵ء میں دوبارہ اس کے نامور راہنماؤں کے لئے پھانسی کا تختہ نصب کر دیا۔ اور پھر حمایت میں آواز اٹھانے والے عام شہریوں کو نذر زنداں کر دیا۔ شام، عراق اور سوڈان میں بھی یہی ڈرامہ کھیلا گیا۔ ان ممالک کے آمرانہ نظام کے پیچھے کمیونسٹ، سوشلسٹ اور ابن الوقت عناصر کام کر رہے تھے یہ عناصر جمہوری طریقوں سے ہرگز کوئی نفوذ حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے فوجی انقلابات کو سہارا بنایا۔ اور ان کے ذریعے اپنے مخالفین کو ختم کروایا۔

ہمہ گیر تباہی:

اس آمریت کا ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ تمام قابل جوہران ممالک سے ہجرت کر گئے اور انہیں دنیا میں جہاں کہیں ٹھکانا نصیب ہوا وہاں انہوں نے پناہ لے لی، ۱۹۶۶ء تک ۱۰ لاکھ یمنی سعودی عرب میں پناہ لے چکے تھے۔ ہزروں عراقی، انقلابی حکومت کے تشدد سے ملک بدر ہو چکے تھے۔ ۳ لاکھ شامی بیروت پہنچ چکے تھے اور ڈیڑھ ہزار سینی گال کا رُخ کر چکے تھے۔ مصر کی حالت سب سے ابتر تھی۔ تعلیم یافتہ صحیح الفکر افراد مصر میں کم رہ گئے تھے۔ اس طرح اقتصادی فکری، تہذیبی، دینی اور اخلاقی لحاظ سے مشرقِ اوسط تباہی کے گڑھے میں جا گرا۔ اس تباہی سے اس وقت دنیا آگاہ ہوئی جب جون ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ نے چند گھنٹوں کے اندر عربوں کو شکست دے دی اور اگست ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے مسجد اقصیٰ کو جلانے کی سازش کر ڈالی۔

فیصل کی آمد

اوپر کی بحث سے یہ بات سامنے آچکی ہے کہ سیاہی کا عالم کیا تھا۔ ان تاریک ترین اور مایوس کن حالات میں فیصل بن عبدالعزیز اُٹھے اور انہوں نے حالات کا دھارا بدلنے، عربوں کا وقار بحال کرنے، مسلمانوں کی پسماندگی اور افتراق کو دور کرنے اور پوری

ملت مسلمہ کو اللہ کی رسی کے ساتھ دوبارہ وابستہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس دور کے حالات پر نظر رکھنے والا انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ فیصل کا ایسے پُر آشوب دور میں مسلمانوں کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑا ہونا۔ ملت پر اللہ تعالےٰ کی خصوصی رحمت کا کرشمہ تھا اور یہ سنت الٰہی کا اسی طرح ایک تصرف تھا جو صلاح الدین ایوبی جیسے بزرگوں کی ذات میں نظر آتا ہے۔

ملت کے مختلف طبقات کا اتحاد

فیصل مرحوم بڑے صاحب بصیرت اور دور اندیش انسان تھے۔ انہوں نے مسلمان حکومتوں کے ساتھ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مختلف طبقات کو بھی متحد کرنا شروع کر دیا۔ اور اپنے آخری ایام میں اتحاد طبقات پر زیادہ توجہ دیتے رہے اس غرض کے لئے سعودی عرب نے کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کیا۔ سعودی عرب کی وزارت تعلیم کی طرف سے ریاض میں عالمی پیمانے پر دو یوتھ کانفرنسیں بلائی گئیں اور اسلامی ذہن وفکر رکھنے والے نوجوانوں میں باہمی تعاون تعارف کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ وزارت تعلیم کے اندر مستقل طور پر یوتھ سیکرٹریٹ قائم کر دیا گیا۔ رابطے کے پلیٹ فارم پر دنیا کی اسلامی تنظیموں کی سکیمیں بنائی گئیں۔ مسلم سائنسدانوں اور ماہرین فن کی کانفرنس طلب کی گئی۔ اس طرح مسلم ماہرین معاشیات کی کانفرنس کا بھی انتظام کیا گیا بعد میں (یہ دونوں کانفرنسیں شاہ کی شہادت کی وجہ سے ملتوی کر دی گئیں) تاکہ مسلمان ممالک کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں اور اقتصادی نظام کو ترقی دی جائے اور مسلمانوں کے جوہر قابل جو منتشر پڑے ہیں انہیں یکجا کر دیا جائے۔ ڈاکٹروں کی کانفرنس منعقد کرائی گئیں جن کا مقصد مسلمانوں کے اندر اتحاد کو فروغ دینا تھا۔ بیروت میں کمونزم کے سدباب کیلئے مشرق اوسط کے ممالک کی جو کانفرنس منعقد ہو چکی ہے اس میں بھی سعودی عرب کا ہاتھ تھا۔

مخالفت کا طوفان

جب شاہ فیصل نے "تضامن اسلامی" کے نام سے اپنی تحریک کا آغاز کیا

تو اشتراکی اور مغربی حلقوں کی طرف سے شدید مخالفت کی گئی اور ایک زوردار جوابی تحریک چلائی گئی۔ سب سے پہلے ماسکو نے فیصل کی تحریک پر حملہ کیا اور اسے "اسلامی فوجی معاہدہ" (الحلف الاسلامی) کا نام دیا حالانکہ کسی فوجی معاہدے کے ساتھ اس تحریک کا کوئی تعلق نہ تھا۔ ۱۴ اپریل ۶۶ء کو ایجنسی تاس نے روسی لیڈروں کے حوالے سے یہ بیان نشر کیا! تعاون اسلامی کا نظریہ عرب اشتراکی انقلاب کو کمزور کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا اور خاص کر اس کا ہدف وہ کسی انقلاب ہے جس کا داعی جمال عبدالناصر اور اُن کے رفقار کار ہیں۔ ماسکو کے بعد جمال عبدالناصر نے اس تحریک پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ گالم گلوچ سے بھی باز نہ آئے اور یہاں تک کہ "ہم فیصل کی داڑھی مونڈیں گے۔ اور اس کے کپڑے اتاریں گے" (الاخبار ۲۳ مارچ ۶۶ء) مصر کے علماء اور مفتیان سے یہ فتوے جاری کرائے گئے کہ "فیصل کی تحریک ایک خبیث تحریک ہے" شیخ الازہر حسن مامون سے لے کر مصری ادیب طہ حسین تک نے اپنے اپنے رنگ میں اس تحریک کو مسجد ضرار اور حلقہ استعار کا نام دیا۔ لبنان کی تاجر صحافت، شام و مصر کی غلام صحافت، عالم عرب کے استراکیت نواز اور اباجیت پسند اخبارات اور اہل قہم نے طوفان ھاؤ ہو بلند کر دیا۔ مگر فیصل اعصاب کے مضبوط ارادے کے قوی اور ایمان کے کوہِ گراں ثابت ہوئے انہوں ۔ نے اہل قلم اور اہل دعوت کی مدد سے اسلامی نظریات پر اس قدر بافراط لٹریچر پیدا کر دیا کہ اشتراکی پروپیگنڈے کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔

کوششوں کے نتائج:

شاہ کی اتحاد اسلامی کی تحریک نے جو مثبت نتائج پیدا کئے وہ ہمہ جہت تھے۔ عرب قومیت اور اشتراکیت کا وہ بھوت جو عربوں پر بُری طرح سوار تھا۔ کافی حد تک اُتر گیا۔ عرب قومیت نے جو طوفانی تحریک کی شکل اختیار کر لی تھی۔ وہ کم ہو کر فلسفہ و فکر کی حد تک باقی رہ گئی۔ اسی طرح اشتراکیت بھی عوام کے سامنے بے نقاب ہو گئی۔ اشتراکیت اور یہودیت کا رشتہ طشت ازبام ہو گیا اور اب لوگ اشتراکیت کو اقتصادی حل کے بجائے سیاسی دھندے سے تعبیر کرتے ہیں اشتراکیت کا گڑھ مصر اب اشتراکیت کے خلاف خود ایک پیکر احتجاج

ہے اور آج مصر کا ایک ذمہ دار شخص حسین شافی جو ناصر کے قریبی رفقاء میں سے تھا اور انہیں انوار سادات کا بازو (..........) بار بار تقریروں اور بیانات میں اس تجویز کا اعادہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کی اس وقت سب سے بڑی ضرورت اسلامی اتحاد کا قیام ہے۔ "العودۃ الی اللہ" کے عنوان سے احیائے اسلام کی تحریک مصری نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں مقبول ہو رہی ہے۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کا نعرہ اشتراکیت تھا جس کے نتائج دنیا نے دیکھ لئے مگر ۱۹۷۳ء کی جنگ کا نعرہ اللہ اکبر تھا اور فیصل اس کے ہیرو تھے۔ اس لئے میں جو کامیابی ہوئی وہ بھی سب کے سامنے ہے۔

افریقہ کی کایا پلٹ:

براعظم افریقہ جو اسرائیل کا نوالہ بنتا جا رہا تھا شاہ فیصل کے دوروں اور اتحاد اسلامی کی دعوت کے نتیجے میں اب اسرائیل کے جنگل سے نکل رہا ہے اسرائیل کے وہ اڈے جو اس نے اقتصادی اور فنی منصوبوں کی آڑ میں قائم کر رکھے تھے۔ ختم ہوتے جا رہے ہیں افریقی ممالک میں شاہ کے اثرات کے نتائج اس وقت دنیا کے سامنے نمایاں ہوئے۔ جب عربوں نے ستمبر ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں تیل کا ہتھیار استعمال کیا چنانچہ تیل کے مقاطعہ میں افریقی ممالک نے عربوں کا بھرپور ساتھ دیا افریقی ممالک یہ تبدیلی تحریک اتحاد اسلامی کا کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے؟ افریقہ میں اسلام کی اشاعت کے لئے بھی شاہ فیصل نے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔ اس وقت سیاہ فارم افریقہ کے ہر ملک میں خواہ مسلمان وہاں اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں، کوئی نہ کوئی اسلامی منصوبہ جاری کر رکھا ہے کہیں اسلامی درس گاہیں قائم ہیں (بلکہ نائیجیریا میں تو سعودی حکومت کے خرچ پر ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے) کہیں مفت شفاخانے قائم کئے جا رہے ہیں جیسا کہ گی آنا اور گابون میں ہو رہا ہے۔ مستقبل تبلیغی مشن تقریباً ہر افریقی ملک میں قائم کر دیے گئے ہیں جو اسلام اور عربی زبان کی تدریس کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ جگہ جگہ مسجدیں تعمیر کی جا رہی ہیں۔ مقامی زبانوں میں اسلامی لٹریچر تیار کروا کر تقسیم کیا جا رہا ہے۔ حج کے موقع پر افریقہ کے گوشے گوشے سے نمایاں شخصیتوں کو سعودی حکومت کے خرچ پر بلوایا جاتا ہے۔

CamScanner

حقیقت یہ ہے کہ اگر شاہ فیصل اس قدر دلچسپی نہ لیتے تو افریقہ کی ابھرتی ہوئی قومیں مسلمانوں کے لئے ایک مسئلہ بن جائیں۔

اسلام کی اشاعت:

مسلمان ممالک اس وقت جس طرح کی حکومتوں سے دوچار ہیں وہ دنیا کی ہر خرابی کی اشاعت تو کرسکی ہیں مگر اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے نہ ان کے پاس دل ہے نہ مال۔ ہمارے محدود علم کی حد تک صرف شاہ فیصل کی حکومت ہی واحد حکومت تھی جس نے اپنے دور میں حد درجہ فراخدلی اور دلچسپی کا ثبوت دیا۔ رابطہ عالم اسلامی ۱۹۶۲ء میں وجود میں آیا تھا۔ شاہ نے ۱۹۶۴ء میں ملکی امور کو ہاتھ میں لینے کے بعد رابطے کو عظیم الشان ترقی دی اور اسے چند سالوں کے اندر ایک وسیع الاثر ادارہ بنا دیا کہ دنیا کے ہر گوشے میں اس کا فیض جاری ہوگیا۔ اس وقت دو ماہنامے اور ایک ہفت روزہ اس ادارے کے زیر اہتمام نکلتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں اسلامی لٹریچر کی تقسیم کی جاتی ہے۔ دنیا کی اسلامی صحافت کو مالی امداد دی جاتی ہے۔ علماء اور دانشوروں کو ہر سال جمع کیا جاتا ہے۔ عالمِ اسلام اور مسلمانوں کے مسائل و حالات پر معلومات جمع کی جاتی ہیں۔ تبلیغی اور تحقیقی وفود اکناف عالم میں بھیجے جاتے ہیں۔ جگہ جگہ اسلامی مراکز قائم کئے جاتے ہیں اور قائم شدہ مراکز کو متحد اور منظم کیا جاتا ہے۔ مخالف اسلام نظریات و مذاہب کے سدباب کی تدبیریں کی جاتی ہیں۔ رابطے کے ذریعے شاہ نے نہ صرف ایشیا اور افریقہ میں اشاعت اسلام کا کام کیا بلکہ یورپ اور امریکہ کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا۔ اس کی صرف ایک مثال یہ ہے کہ شاہ مرحوم نے شہادت سے پیشتر بروکیل کے اسلامی سنٹر کی نئی عمارت بنانے کے لئے ۳۰ لاکھ ڈالر (۳ کروڑ روپے) کا عطیہ دیا۔

(بحوالہ ادا کار فیصل نمبر از خلیل حامدی)

فیصل کی اہم جنگی وقومی خدمات کا

مختصر جائزہ

1918ء بعمر 14 سال آپ بین الاقوامی نمائندہ کی حیثیت سے لندن گئے اس موقعہ پر آپ نے شاہ جارج پنجم سے ملاقات کی۔[1]

اس سال آپ نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا دورہ کیا اور صدر روز ویلٹ کے ساتھ عشائیہ کھایا۔

1918ء کے آخر میں آپ نے روس کا دور کیا اور یہاں کے متعلق العنان حکران جوزژ اسٹالن سے کریملن میں ملاقات کی۔

1922ء میں عیسر کی فوجی مہم میں آپ نے کمان سنبھالی۔[2]

1933ء میں محترم والد کے ساتھ مل کر مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور جدہ وغیرہ کو فتح کیا اور آپ ان علاقوں کے نگران مقرر ہوئے۔

1926ء میں حکومت حجاز کے سربراہ کی حیثیت سے مکہ مکرمہ کو اپنا مستقر بنایا اور اسی سال وائسرائے اور مجلس شوریٰ کے صدر کی حیثیت سے تقرر ہوا اور اس کے بعد برطانیہ ہالینڈ اور فرانس کے سرکاری دورے کیے۔

1927ء میں برطانیہ اور سعودی عرب کے مابین جدہ میں معاہدہ ہوا۔ آپ نے اس وفد کی قیادت کی۔ برطانیہ نے حکومت سعودی عربیہ کو تسلیم کیا اور اسلحہ کی ترسیل کا وعدہ بھی کیا۔ جنرل کلائیون نے اس معاہدہ (قصیم) پر برطانیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے دستخط کیے۔

1930ء میں سعودی عربیہ کے وزیر خارجہ مقرر ہوئے اور اس عہدے پر آپ تاحیات قائم رہے۔

---

[1] World Affairs News Weer April 1975.

[2] The Weeilly News Week.، شاہراہ مکہ ص249

1932ء میں اسپیکر مجلس الوکلاء (سینٹ) مقرر ہوئے اور تیسری مرتبہ مملکت کے تعلقات خارجی دنیا سے استوار کرنے کے لیے یورپ، ایشیا، روس، ترکی، ایران، کویت اور یوگنڈا گئے یہ تمام دورے تین ماہ میں مکمل ہوئے۔

1933ء میں یمن کے خلاف فوجی مہم کے سپہ سالار اور قائد کے فرائض انجام دیئے۔

1943ء میں امریکہ کا سرکاری دورہ کیا۔ اس دورہ میں شہزادہ خالد بن عبد العزیز بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کا یہ دورہ بڑا کامیاب رہا۔

1945ء میں اقوام متحدہ کے قیام کے وقت، سعودی وفد لے کر فرانسسکو گئے اور اپنی حکومت نمائندگی کے فرائض انجام دیئے۔

1953ء میں صدر کابینہ (مجلس الوزراء) ہوئے اور اسی سال 9 نومبر 1953ء کو والد صاحب کی وفات کے بعد بحیثیت ولی عہد بیعت کے فرائض انجام دیئے اور اسی سال سعودی وفد کے قائد کی حیثیت سے امریکی صدر، جنرل آئزن ہاور سے مذاکرات کیے۔

1954ء میں مملکت سعودی عربیہ کے صدر کابینہ مقرر ہوئے۔

1955ء میں بنڈونگ کانفرنس میں سعودی عربیہ کی نمائندگی کے فرائض انجام دیئے۔

اکتوبر 1956ء میں اسرائیل، برطانیہ اور فرانس نے مل کر مصر پر حملہ کیا۔ آپ اس وقت علیل تھے آپ نے بستر علالت پر سے ہی صدر ناصر کو ہمدردی اور تعاون کی یقین دہانی کرائی اور مدد و ہمدردی کے پیغامات روانہ کیے۔

1958ء میں شاہی فرمان کی رو سے آپ کو مکمل اختیارات حاصل ہوئے اور آپ نے وزارت داخلہ، خارجہ فنانس اور دفاع کے فرائض سنبھالے۔

ستمبر 1962ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں شریک ہوئے آپ کی عدم موجودگی میں یمن کے سربراہ احمد بن یحییٰ نے وفات پائی اور وہاں بغاوت ہوئی۔ ساتھ ہی

مصری فوجیں صنعا میں داخل ہوئیں اور سعودی عربیہ کے علاقوں پر مصری فوجوں نے بمباری کی۔ آپ نے اسے مصلحت اور دور اندیشی سے رفع کیا۔ 25 اکتوبر 1962ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے واپس آ کر نئی کابینہ تشکیل دی۔ اور دس نکات پر مبنی نئے دستور العمل کا اعلان کیا۔

1964ء میں سعودی عرب میں اقتصادی اور سیاسی بحران کے پیش نظر شاہی کونسل اور علماء کی مجلس مشاورت کے متفقہ فیصلہ کے تحت نومبر 1964ء میں قانونی طور پر بحیثیت شاہ مملکت اور امام المسلمین بیعت کے فرائض انجام دیئے اور حکمران ہوئے۔

اپریل 1965ء میں رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر موتمر اسلامی صدارت کی اور دسمبر 1965ء میں ایران کا سرکاری دورہ کیا اور اسی سال پاک بھارت جنگ میں پاکستان کی کامیابی پر بہت مسرور ہوئے۔

1966ء میں اردن، سوڈان، پاکستان، اسپین، امریکہ، ترکی، مغربی جرمنی (مراکش) مالی اور تونس وغیرہ کے سرکاری دورے کیے اور عالم اسلام کے اتحاد کی کوشش کی۔

1967ء میں چوتھی عرب سربراہی کانفرنس منعقدہ خرطوم میں بیت المقدس پر اسرائیل کے قبضہ کے بعد شرکت کی اور فرانس، برطانیہ، بلجیم اور صومالیہ کے دورے لیے۔

1969ء میں قاہرہ کا سرکاری دورہ کیا۔ اور 1969ء میں رباط میں اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کی۔ نیز 20 دسمبر 1969ء کو رباط میں ہی پانچویں عرب سربراہ کانفرنس میں شرکت کی۔

1970ء میں ملائیشیا، انڈونیشیا، بنکاک، تھائی لینڈ، افغانستان اور الجزائر کے دورے کیے نیز اسی سال عرب فدائین کے مسائل کے بارے میں قاہرہ میں مذاکرات کیے اور مصر و عرب دوستی کی راہ ہموار کی اور مسلم وزرائے خارجہ کی دوسری کانفرنس اسی سال کراچی میں منعقد کرائی۔ اور اسلامی خبر رساں ایجنسی کے قیام کی تجویز پیش کی۔

1971ء میں نیشنلسٹ چین اور جاپان کے دورے کیے اور اسی سال سقوط

ڈھاکہ کی خبر سے بہت مغموم ہوئے اور گہرے رنج وغم کا اظہار کیا۔

فروری، مارچ 1972ء میں مسلم وزرائے خارجہ کی کانفرنس جدہ میں منعقد ہوئی اور اسلامی سربراہی کانفرنس کا منشور منظور ہوا۔ نیز اسی سال افریقی ممالک کے دورے کیے اور صیہونی سازش سے مسلم ممالک کو آگاہ کیا۔

1973ء میں مشرق وسطیٰ کی عرب اسرائیل جنگ میں شاہ فیصل نے بڑی طاقتوں کے خلاف عرب کے مؤثر ہتھیار یعنی پٹرول پر پابندی عائد کی اور بڑی طاقتوں کو اسرائیل و فلسطین تنازعہ کے بارے میں ان کا موقف تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔

22 فروری 1974ء کو لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کی اسی سال جدہ میں اسلامی سیکرٹریٹ قائم کیا اور 6 تا 10 اپریل 1974ء رابطہ عالم اسلامی مکہ کے زیر انتظام دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں اور مذہبی راہنماؤں کی کانفرنس طلب کی یہ کانفرنس عہد حاضر کی اسلامی تاریخ میں اپنی نوعیت کی منفرد اور ممتاز تھی۔

24 مارچ 1975ء یعنی آپ کی شہادت سے ایک دن قبل ریاض میں عالم اسلام کے نشریاتی اداروں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔

فیصل مرحوم اور جنگ اکتوبر

سعودی عرب کی تیل کی سیاست شاہ فیصل مرحوم کی شخصیت کے گرد گھومتی تھی، اس معاملے میں امیر فہد بن عبدالعزیز ان کے معاون تھے۔ اور اس کے ساتھ ان کو شیخ احمد ذکی الیمانی وزیر تیل کی حیثیت سے ایک نہایت قابل اعتماد انسان کی مدد حاصل تھی۔ (سعودی عرب میں تیل کے معاملات کی علیحدہ وزارت ہوتی ہے۔ جس کے افسر اعلیٰ شاہ فہد بن عبدالعزیز تھے جو آج کل سعودی حکومت کے سربراہ ہیں۔)

جنگ اکتوبر 1973ء سے پہلے تمام مغربی ممالک کا خیال یہ تھا کہ عرب ممالک کبھی بھی ایک وحدت کی صورت اختیار نہیں کر سکتے۔ کم از کم جہاں تک تیل کا تعلق ہے اس سلسلہ میں ان ممالک میں اتحاد اور اتفاق رائے نہیں ہو سکتا۔ اس طرح سے جنگ میں عرب تیل کی قوت واہمیت اور پٹرول کی سیاست سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ لیکن شاہ فیصل مرحوم نے فرانک سیا نکر جو کہ عرب میں آرامکو کے جنرل منیجر ہیں کو 3 مئی 1973ء کی ایک ملاقات کے دوران یعنی چوتھی جنگ کے شعلے بھڑکنے سے تقریباً 5 ماہ پہلے دھمکی دے دی تھی۔ اور آپ نے کہا تھا۔ یقیناً امریکی مفادات سعودی عرب سے وابستہ ہیں اور یہاں ہی محفوظ رہ سکتے ہیں۔ لیکن اب تو یہاں بھی (امریکہ کے بارے میں) ایک تکلیف دہ اور ناگوار سا احساس پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے رائے عامہ میں ایک جمود سا طاری ہے۔ اور یہ امر (طبعی طور) حیران کن ہے کہ خود امریکہ کو اپنے مفادات کا پورا احساس وشعور پیدا نہیں۔

اس کے علاوہ شاہ فیصل مرحوم نے فرمایا۔

''سعودی عرب کا موقف نہایت معقول اور جائز ہے۔ اس میں اس وقت تک تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی جب تک امریکی حکومت عملی طور پر اپنے سیاسی کردار کا مظاہرہ نہ کرے جس سے عربوں کو یہ احساس ہو جائے کہ واقعی امریکی مؤقف میں کوئی خوش آئند تبدیلی آئی ہے اور وہ یقیناً اس خطہ ارض میں دائمی اور منصفانہ امن کے قیام کے لیے

کوشاں ہیں۔" اور شاہ فیصل نے امریکی قوم کو خبردار کیا۔

"یقیناً میری حکومت امریکی ضروریات کے لیے تیل کی پیداوار روک دینے پر مجبور ہو جائے گی۔ جب تک کہ امریکی حکومت کوئی منصفانہ مؤقف اختیار نہ کرے اور اسرائیلی مؤقف کی تائید اور عملی طور پر اس کی بیش بہا امداد سے ہاتھ کھینچ نہیں لیتی۔ آرامکو جو چار بڑی بڑی امریکی پٹرول کمپنیوں پر مشتمل ہے۔ جو یہ ہیں سٹینڈرڈ اویل آف نیوجرسی، سٹینڈرڈ اویل آف کیلیفورنیا، ٹکساس اویل، موبائیل اویل اس کا جنرل منیجر بھی امریکی مخاطبین کے ساتھ ساتھ سیاسی کوششوں میں مصروف ہو گیا۔ اس دھمکی نے مخاطبین کو شدید ردعمل پر مجبور کر دیا۔

امریکی صحافی، انٹرویو لینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور فیصل مرحوم بلاشک و شبہ دنیا میں ایک عظیم اور اہم سیاسی شخصیت تھے۔ عالمی رسالوں اور جرائد نے آپ کی تصاویر بیرونی صفحات پر شائع کیں، اور شاہ نے نیوز ویک کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا: "یہ ملک اپنی اقتصادی ضرورت سے زیادہ تیل پیدا نہ کرنے کا عزم صمیم کر چکا ہے۔ اگر ہم امریکہ یا دوسرے مغربی ممالک کی ضروریات کے پیش نظر کسی وقت اپنی اس حد پیداوار سے تجاوز کریں گے تو وہ اسی صورت میں ممکن ہو گا کہ جب ہمیں دو چیزوں کی ضمانت دی جائے گی۔ اول یہ کہ امریکہ اور دوسرے ذیلی ممالک کو سعودی عرب کی ترقی کے لیے عملی طور پر مدد نہ کرنا ہو گی تا کہ ہمیں اپنی تیل کی پیداوار میں اضافہ کا معاوضہ احسن رنگ میں مل سکے۔ اور ہم اس اضافی پیداوار سے ملنے والا فائدہ کما حقہ حاصل کر سکیں۔"

"دوم یہ کہ امریکی سیاسی مؤقف میں ایک معتدل تبدیلی ہونی چاہیے۔ جسے "مشرق وسطیٰ کے مسئلہ کے بارے میں صیہونی پسندانہ عزائم نے اپنے لیے ہموار کر لیا ہے۔"

ایک صحافی کے اس سوال کے جواب میں کہ وہ امریکی مؤقف کیا ہو گا یا کیا ہے جسے آپ اس دعوت کے جواب میں معتدل رویہ ہونے کا نام دیں گے۔ آپ نے کہا "میری مراد اس معتدل رویہ سے دراصل امریکہ کے اس طرز عمل کو ختم کرنے سے ہے۔

جس کے تحت وہ اسرائیل کو غیر محدود حد تک ہر طرح کی امداد مہیا کر رہا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اس کے جارحانہ عزائم کو تقویت ملی ہے اور اسرائیلی حکومت نے متواتر جنگیں ہمسائیوں پر ٹھونس کر امن و سلامتی کی صورت حال تباہ کر کے رکھ دی ہے ان دگرگوں حالات کی اصلاح کے سلسلہ میں امریکہ پر بہت زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

شاہ فیصل مرحوم نے اپنے اس اقدام کی بنا پر امریکی قوم کے اذہان کو متاثر کرنے میں کامیاب رہے اور ساری دنیا کو بھی مشرق وسطیٰ کے بارے میں حقیقت کا علم ہوا۔ اور یہ احساس بھی پیدا ہوا کہ عرب ممالک اس سلسلہ میں امریکہ کو ان حالات کی اصلاح کے لیے آگے نہ بڑھنے کو بری طرح محسوس کر رہے ہیں۔ امریکہ کے وزیر داخلہ داین اسپنل نے امریکی کانگریس کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"عرب تیل پر ہمارے زیادہ سے زیادہ انحصار کرنے کی وجہ سے میں اس چیز کو حقیقی خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ کہ کہیں ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور اسرائیلی حکومت کے درمیان دوستانہ تعلقات تعطل کا شکار نہ ہو جائیں۔ اور یہ بھی خطرہ ہے کہ امریکی حکومت مستقبل قریب میں ایک نہایت پیچیدہ اور مشکل صورت حال سے دوچار ہو سکتی ہے۔

اور اس کے لیے وہ خود کو مشرق وسطیٰ کی سیاست سے الگ تھلگ رکھنے پر مجبور ہوگی۔ نیوز ویک کے رسالہ نے جو امریکہ کے ان جرائد میں سے ہے۔ جو اقتصادی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہیں لکھا:

"ریاست ہائے متحدہ امریکہ پٹرول سے نفع کی صورت میں ہر سال 1800 ملین ڈالر حاصل کرتی ہے۔ (لیکن عرب تعلقات ختم ہو جانے کی صورت میں) نہ صرف اسی نفع کا ضیاع ہی امریکی اقتصادیات کے لیے خطرہ کا باعث ہوگا۔ بلکہ مزید خطرہ یہ ہے کہ امریکی خزانے کو 2500 ملین ڈالر کا ایک مزید نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ یہ وہ رقم ہے جو امریکہ ہر سال اس سامان سے حاصل کرتا ہے۔ جو عرب ممالک کو فروخت کیا جاتا ہے۔ اور خصوصاً یہ سامان سعودی حکومت کو برآمد کیا جاتا ہے یہ صورت حال امریکی اقتصادیات کے

لیے حقیقی خطرہ ہے۔"
اس وقت امریکی نیشنل کانگرس نے امریکہ کے تیل کے بارے میں پوری صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:
"1980ء تک امریکہ کی پٹرول کی ضرورت 11935 ملین بیرل یا 1836 ٹن تک بڑھ کر پہنچ جائے گی اور اس مقدار کے کم از کم 1/3 کا حصہ ذریعہ حصول عرب ممالک بالخصوص سعودی عرب ہے۔"
مئی 1975ء کے آخر میں 4 امریکی مدیر جنیوا میں شاہ فیصل مرحوم سے ملے جب کہ آپ قاہرہ اور پیرس کے دورہ کے بعد یہاں آئے تھے، شاہ فیصل مرحوم نے ان کو فیصلہ کن انداز میں بتایا۔
کہ یقیناً ہم امریکہ کی مدد سے محروم ہو کر بھی کسی قسم کی کمزوری کا اظہار نہ کریں گے اور کسی طرح بھی کسی کے سامنے جھکنے پر تیار نہ ہوں گے اور شاہ فیصل مرحوم نے کہا:
"آپ بری طرح نقصان میں رہیں گے۔"
شاہ فیصل مرحوم نے ان سے کہا کہ وہ امریکی قوم کو بتائیں کہ ان کا مفاد کس سے وابستہ ہے وہ کیوں اس قسم کے موقف پر کاربند ہیں جن کو یہودی طاقت ان کے لیے مرتب کرتی ہے۔
10 رمضان 1393ھ (6 اکتوبر 1973ء) کو دوپہر آٹھ بج کر پانچ منٹ پر مصری مجاہدین نے باریف لائن کو قلعہ بندیاں تباہ کر دیں اور شام کے دستوں نے جولان کے مورچوں کو روند ڈالا اور اس کے صرف چار گھنٹہ بعد فتح و نصرت کی خبر ہر جگہ پہنچ گئی۔ اور اس بشارت کو سن کر سارا خطہ عرب نعرہ تکبیر سے گونج اٹھا، مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، جامع ازہر اور مسجد قیروان میں موذن کی صدا بلند ہوئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی گواہی دیتے ہوئے مسلمانوں کو دعوت جہاد دے رہا تھا۔ اور جزیرہ عرب معرکہ پٹرول میں مصروف تھا۔
اس جنگ آزادی سے پہلے پروگرام کے مطابق اوپیک کے ممبر ممالک کا ایک اجلاس پانچ اکتوبر کو وی آنا میں ہوا۔ اس اجلاس میں اوپیک کی نمائندگی سعودی عرب کے

پٹرول کے وزیر ذکی الیمانی کر رہے تھے۔ دوسری طرف 23 کے قریب مغربی اور امریکی تیل کمپنیوں کی نمائندگی اسو کے جنرل منیجر جارج بیری کر رہے تھے۔

ذکی یمانی نے تیل برآمد کرنے والے ممالک کی طرف سے تیل کے ایک بیرل کی قیمت میں 5 ڈالر کے قریب اضافہ کر دیا۔ اس اضافہ پر جارج بیری گھبرا گیا۔ اور انہوں نے شیخ ذکی یمانی سے کچھ وقت کی مہلت طلب کی تا کہ وہ کمپنیوں سے مشورہ کر سکیں۔ لیکن ذکی دس منٹ تک انہیں جواب نہ دے سکے۔ وہ خاموشی سے ایک مکتوب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ جس میں جنگی جہازوں کی صورت میں طاقت کے استعمال کی دھمکیاں تھیں۔ پھر انہوں نے قہوہ کی ایک پیالی معدے میں انڈیلی۔ جیسا کہ بیری ان کے سامنے اپنی درخواست کے جواب کے منتظر تھے۔ اگلے ہی لحہ شیخ ذکی الیمانی اپنی جگہ سے اٹھے، انہوں نے بیری سے کوئی بات نہیں کی وہ ہوائی اڈے کی طرف گئے اور وہاں سے فوراً واپس ریاض روانہ ہو گئے۔ وہاں شاہ فیصل نے اس سلسلہ میں صورت حال کے مطابق اگلے مرحلو کے لیے ہدایات دیں۔

دنیا عالم تحیر میں:

اوپیک کی عالمی تنظیم اوپیک کے سیکرٹری عبدالرحمٰن خان جن کا تعلق الجزائر سے ہے انہوں نے اعلان کہا کہ تیل برآمد کرنے والے ممالک تیل کی قیمت میں اضافہ کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ ہیج عرب ممالک سے نکلنے والے تیل کی قیمت میں فوری طور پر 70% کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اور شمالی افریقہ سے نکلنے والے تیل کی قیمت میں 100% اضافہ کیا گیا ہے۔

تیل برآمد کرنے والے عرب ممالک کی تنظیم کے کارکن ملکوں کے تیل کے وزراء اس سلسلہ میں 17 اکتوبر 1973ء کو اکٹھے ہوئے اور یہ اعلان کیا۔

"یہاں پر جمع ہونے والے ممالک نے یہ متفقہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر تیل برآمد کرنے والا ملک اپنے ہاں تیل کی پیداوار کی مقدار میں فوری طور پر ماہ بماہ کے حساب سے کمی کرتا چلا جائے گا۔ اور اس کی نسبت پہلے مہینہ سے کم از کم 5%

کمی کی ہوگی۔ اس سلسلہ کے آغاز کے لیے ستمبر 1973ء کا مہینہ قرار کیا گیا ہے۔ پھر یہ کمی اس طرح بتدریج ماہ بماہ مقرر شرح کے مطابق ہوتی جائے گی۔ اور یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اقوام متحدہ اسرائیل کو مقبوضہ عرب علاقے خالی کرنے پر مجبور نہیں کر دیتی۔ باہر ملک کی تیل کی پیداوار میں اس حد تک کمی آجائے کہ جس کے بعد مزید کمی کرنے کی صورت میں وہ ملک اپنی اقتصادیات صورت حال پر قابو نہ رکھ سکے۔"

شاہ فیصل مرحوم نے اپنے وزیر خارجہ عمر سقاف کو عرب ممالک کے دوسرے چار وزراء خارجہ کے ایک وفد کے ساتھ واشنگٹن بھیجا۔ صدر نکسن نے عمر سقاف سے ان کے امریکہ پہنچنے کے فوراً بعد ملاقات نہ کی تاہم امریکہ کے صحافیوں نے ان پریس کانفرنس کی خواہش کا اظہار کیا اور اس کانفرنس میں امریکی صحافیوں نے عمر سقاف سے کہا: "ہمیں آپ کے پٹرول کی کوئی ضرورت نہیں آپ بے شک اسے پینا شروع کر دیں۔"

عمر سقاف نے بڑے سکون سے جواب دیا: "بہت اچھی بات ہے ہم ایسا ہی کریں گے۔" اگلے دن یعنی 17 اکتوبر کو صدر نکسن نے عمر سقاف اور ان کے دوستوں سے ملاقات کی جس کے بعد انہوں نے لنچ بھی دیا اس ملاقات کے دوران عمر سقاف نے شاہ فیصل مرحوم کی طرف سے ایک مکتوب صدر نکسن تک پہنچایا۔ اس میں لکھا تھا: "اگر امریکہ کو دو دن کے اندر اندر اسرائیل کی امداد و نصرت سے ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ تو حکومت سعودی عرب ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو تیل کی سپلائی بند کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

لیکن صدر نکسن کا جواب یہ تھا کہ ان کی حکومت اسرائیل کی اعانت کرتی رہے گی اسی دوران امریکی سینٹ نے دو تہائی کی اکثریت سے ایک قرارداد منظور کی جس کی رو سے امریکی حکومت اسرائیل کے لیے مزید 2200 ملین ڈالر کا جنگی سامان بھیجنے کے لیے تیار ہوگئی۔ 19 اکتوبر کو شاہ فیصل مرحوم کو عمر سقاف کا پیغام ملا تھا چنانچہ ریاض سے فوری طور پر اعلان جاری کیا گیا۔

22 رمضان المبارک (17 اکتوبر) کو حکومت کی طرف سے ایک اعلان کیا گیا

جس کے تحت حکومت سعودی عرب نے اپنی تیل کی پیداوار میں فوری طور پر 40% کمی کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے مطابق موقف میں تبدیلی کی جائے گی۔ لیکن اب جب کہ ہم نے امریکہ کی طرف سے اسرائیل کے لیے جنگی امداد میں بدستور اضافہ کی خبر سنی ہے۔ (تو ظاہر حالات بدل چکے ہیں) اس کے پیش نظر حکومت سعودی عرب نے فیصلہ کیا ہے کہ اس قسم کا غیر منصفانہ موقف اختیار کرنے پر امریکہ کو تیل کی سپلائی بالکل بند کر دی جائے۔

اس موقف کی تائید:

22 اکتوبر کو اس کے ساتھ ہی تیل برآمد کرنے والے (عرب ممالک) ممالک کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ امریکہ کے اس رویے کی بنا پر جو اس نے امت مسلمہ کے خلاف اسرائیلی جارحیت کی تائید و نفرت کا اختیار کر رکھا ہے اور خصوصاً اس وقت جو مزید جنگی سامان کی امداد کی ہے۔ اس وجہ سے امریکہ کو تیل کی سپلائی بند کر دی جائے گی۔

تیل کی پیداوار میں کمی کے معاہدے کے مطابق بہت سے ممالک نے تو بڑی زیادہ شروع سے اپنے تیل کی پیداوار میں کمی کر دی۔ کچھ ممالک نے 12% کمی کی کچھ ممالک نے اس کمی کو 20% تک پہنچا دیا جبکہ ذکی یمانی کے مطابق سعودی عرب میں تیل کی پیداوار میں کی جانے والی کمی ستمبر کی نسبت اکتوبر میں 37% کر دی گئی۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے دو دو ہاتھ کرنے کے بعد عرب ممالک ہالینڈ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس نے بائیکاٹ کا اعلان کیا ہالینڈ سے بھی امریکہ کی طرح تعلقات ختم کر لیے۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس قسم کے تعلقات ختم کرنے کا کوئی متفقہ معاہدہ بھی عرب ممالک کے درمیان طے ہوا تھا۔ سب نے انفرادی طور پر غیرت قومی کا اظہار کیا۔ اس فیصلہ کے نتیجہ میں امریکی حکومت کم از کم ایک ملین بیرل پٹرول روزانہ سے محروم ہو گئی۔ جو وہ عرب علاقوں سے درآمد کرتی ہے امریکہ کے وزیر خارجہ رہے مگر شاہ فیصل مرحوم سے مرحوم سے ملاقات کے لیے فوراً ریاض پہنچے۔ تاہم شاہ فیصل مرحوم نے ان سے کہا:

"امریکہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ کم از کم (پٹرول کی آسائشوں کے بغیر) ایک موسم سرما کا

ہے کہ اس کے لیے تیل کی سپلائی 1980ء تک بند رکھی جائے۔'' شاہ فیصل مرحوم نے وضاحت سے کہا: ''کہ عرب تیل کی سپلائی امریکہ کے لیے اس وقت تک معمول پر نہیں آسکتی جب تک عرب مقبوضہ علاقے اور بیت المقدس عربوں کو نہیں مل جائے۔ حکومت امریکہ نے اپنے موقف (غیر منصفانہ) پر اصرار کر کے یقیناً غلط قدم اٹھایا ہے اور عربوں کو اہل مغرب کے خلاف متحد ہو کر ڈٹ جانے پر آمادہ کیا ہے۔

سامنا کرے۔ ہاں اگر وہ اپنے سیاسی موقف میں تبدیلی کی تکلیف گوارا نہیں کرتا تو عین ممکن

فیصل مرحوم اور جنگ کی دھمکی:

امریکی وزیر خارجہ نے ایک نہایت عجیب اور غیر متوقع یہاں سے دنیا کو تحریر زدہ کر دیا۔ جسے ''بزنس ویک'' جدہ نے شائع کیا۔ کنگر نے دھمکی دی کہ اگر تیل برآمد کرنے والے عرب ممالک نے اس طرح تیل کی سپلائی بند کر کے اہل مغرب کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی تو ان کے خلاف طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ امریکہ کے صدر فورڈ نے بھی وزیر خارجہ کے اس بیان پر صاد کیا.......... اس دھمکی کی وجہ سے عرب دنیا میں شدید ردعمل ہوا۔

شاہ فیصل مرحوم دھمکیوں کے باوجود نہایت پرسکون تھے حالانکہ اکثریت کا خیال تھا کہ صدر فورڈ اور ڈاکٹر کنگر نے جس طاقت کی سیاست کا ذکر تھا۔ اس کا بڑا نشانہ سعودی عرب ہی تھا چنانچہ آپ کا ردعمل اس دھمکی کے بارے میں وہ تھا جسے آپ نے ''ڈیلی سٹار'' کو جو کہ لبنان سے شائع ہوتا ہے ایک انٹرویو دیتے ہوئے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ''اکثر حالات میں ملک کی داخلی صورت حال قومی رہنماؤں کو مخصوص قسم کے بیان جاری کرنے پر مجبور کر دیتی ہے اس لیے ہمیں اس بات کا تو کوئی افسوس نہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ اس چیز کا اظہار نہیں کیا کہ ہم ایک دوسرے کے قریب آسکیں۔''

پھر امریکی وزیر خارجہ ہنری کنگر کی شاہ فیصل مرحوم سے آخری ملاقات کے لیے 19 مارچ 1975ء کو دوبارہ آئے اور یہ کسنجر کی شاہ فیصل مرحوم سے آخری ملاقات تھی چنانچہ ملاقات کے کمرے سے نکل کر ہنری کسنجر نے صحافیوں کو بتایا۔

"میں قطعی طور پر اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اور سعودی عرب کے تعلقات کی بنیاد باہمی دوستی اور تعاون پر ہے اور ان تعلقات دوستی میں جنگ کی دھمکی یا قوت کے استعمال کے لیے کوئی جگہ نہیں یقیناً یہ تعلقات باہمی تعاون اور باہمی برابری کے اصول کو تسلیم کرنے پر منحصر ہیں نہ کہ عاجزی یا کمزوری پر۔"

امریکی مفادات کی تفصیل:

سعودی عرب سے نکلنے والے تیل کے معاملہ میں ابتدا ہی سے امریکی اثر ونفوذ کارفرما رہا ہے پھر یہ اثر ونفوذ اس حد تک بڑھ گیا کہ سعودی عرب میں کام کرنے والی سب سے بڑی تیل کمپنی آرامکو سے جس کی مالک امریکہ کی چار کمپنیاں تھیں اور وہ اس کے 100% حصص کی مالک تھی اس کے ذریعے تیل کی پیداوار 1972ء میں 298 ملین ٹن تک پہنچ گئی تھی۔ اور خطہ ارض میں امریکہ کی آمدنی 5000 ملین ڈالر تک پہنچ گئی تھی اس میں سے امریکہ کو 3000 ملین ڈالر سالانہ نفع ہوتا ہے۔ یہ نفع امریکہ کے لیے بہت کارآمد تھا کیونکہ یہ امریکی آمدات میں کمی کے توازن کے لیے نعم البدل تھا۔

جہاں تک سعودی عرب سے امریکہ کے تجارتی مفادات کا تعلق ہے تو 1972ء کے اعداد وشمار کے مطابق مشرق وسطیٰ سے امریکی درآمدات (جس میں درآمد کیے جانے والے تیل کی قیمت کے حل کے لیے) امریکہ کی کل درآمدات کا 85% تھیں ایک ہزار ملین ڈالر سے کچھ کم جبکہ امریکہ کی برآمدات اس خطہ کے لیے 20 ملین ڈالر کے برابر تھیں اور جبکہ اس سال امریکہ کا کل تجارتی بجٹ 1100 ملین ڈالر پر مشتمل تھا۔ امریکہ میں آج کل تیل کی پیداوار گیارہ ملین بیرل روزانہ ہے جب کہ اس کا خرچ 3ء17 بلین بیرل روزانہ تک پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ اس اضافی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے تیل باہر سے برآمد کیا جاتا ہے۔

اگست 1973ء میں امریکہ کی درآمد شدہ تیل کی تعداد 132 بلین بیرل تھی جس میں سے 40 بیرل تیل عرب علاقوں سے برآمد کیا گیا (یہ مقدار کل درآمد کیے جانے والے

تیل کا تقریباً 28% سے) اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ یہ اعدادوشمار امریکہ کے اپنے مہیا کردہ ہیں۔

امریکی محکمہ پٹرول کی طرف سے شائع کیے گئے اعدادوشمار کے مطابق 1973ء کے آخر تک امریکی تیل کی پیداوار میں ایک ملین بیرل کی کمی آچکی تھی اس کے ساتھ تو قدرتی گیس میں بھی 5% کمی واقع ہوگئی ہے تیل اور قدرتی گیس کے ذخیرہ سے امریکہ میں 12 سال کے اندر اندر ختم ہوجائیں گے۔

ماہرین کا اندازہ یہ ہے کہ امریکہ میں تیل کھپت 1980ء تک 34 ملین بیرل روزانہ تک ہوگئی تھی۔ جب کہ اس کے برعکس تیل کی پیداوار امریکہ میں اس وقت صرف 12 ملین بیرل روزانہ تک ممکن تھی۔

ان حقائق اور حالات کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سامنے تیل کو ضرورت کو پورا کرنے کے لیے تیل درآمد کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا اور 1980ء کے بعد امریکہ کو 9 ملین بیرل تیل روزانہ درآمد کرنے کی شدید ضرورت رہی۔ یہ بات بھی دلچسپی کا باعث ہوگی کہ ماہرین کے اندازے کے مطابق 1980ء میں ساری دنیا میں تیل کی ضرورت 80 سے 100 ملین بیرل روزانہ کے درمیان تھی۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق اس وقت سے امریکہ کی تیل کی کھپت 8 ملین بیرل روزانہ تھی اور مشرقی نصف کرہ میں عرب ممالک کے سوا تیل پیدا کرنے والے ممالک کی کل پیداوار 12 ملین بیرل روزانہ تھی تو اس صورت میں آپ امریکہ کی پریشانی کا اندازہ کرسکتے ہیں۔

1980ء میں عرب ممالک میں خام تیل کی پیداوار 40 سے 60 ملین بیرل روزانہ ہوگئی اور اس میں صرف سعودی عرب میں 20 ملین بیرل تیل روزانہ نکالا جاتا تھا۔

عرب تیل کو عربی ملکیت میں لیں:

جنگ اکتوبر کے بعد سعودی عرب نے جس میدان میں کامیابی حاصل کی وہ تیل نکالنے والے مراکز کو قومیائے جانے کا عمل ہے۔ اس وقت سعودی حکومت آرامکو کے 100% حصص کی مالک ہوگئی ہے۔

اور سعودی عرب کے ساتھ ہی ابوظہبی، کویت اور قطر نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔
اور وہ بھی اپنے ممالک میں کام کرنے والی تیل کمپنیوں کے مالک ہو گئے ہیں۔ شاہ فیصل مرحوم نے اپنی سیاسی فراست اور ڈپلومیٹک دوراندیشی سے اس قومیائے جانے والے اقدام کے مسئلہ کو اوپیک کے تیل برآمد کرنے والے ممالک کے ساتھ مل کر نہایت احسن طور پر شروع کیا۔ اور ان کے ساتھ اس کو متفقہ طور پر حل کیا۔ قومیائے جانے کی تحریک اس لیے شروع کی گئی کہ تیل کمپنیوں میں کئی ایسی وجوہات تھیں کہ قومیانے کا عمل متعارف کروانا ناگزیر ہو گیا تھا۔ ان آٹھ کمپنیوں نے متعلقہ ممالک کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی تیل تلاش کرنے کا کام شروع کر دیا تھا............ اسی طرح انہوں نے اپنے فائدے کے لیے کوئلہ اور بجلی کی طرف بھی توجہ دی۔ نیز کوئلہ سے گیس نکالنی شروع کر دی اور خام تیل سے پٹرول اس کے علاوہ انہوں نے تیل کی منڈی پر بھی اپنا قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اور اگر ان کو اس معاملہ میں نقصان ہوتا تو وہ دوسرے ذرائع سے منافع حاصل کرتیں۔ اس کے ساتھ انہوں نے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال شروع کر دیا تھا۔ تاکہ خام تیل Resume کرنے کے لیے عرب ممالک میں جدید کارخانے قائم کیے جائیں یہاں تک کہ عرب حکومتِ صرف خام تیل مہیا کرنے کا ذریعہ بن کر رہ جاتی پٹرول برآمد نہ کر سکتی تھی۔

فیصل اور مسئلہ فلسطین

فیصل اور صلاح الدین ایوبی:

اسلام کا جلیل القدر فرزند اور بیت المقدس کا فاتح ثانی صلاح الدین ایوبی یقیناً دین اسلام کا برہنہ شمشیر تھا۔ لغوی طور پر صلاح اور فیصل دونوں تلوار کے معنی میں مستعمل ہیں اول الذکر نام کے ابتدائی دو حروف وہی ہیں جو فیصل میں آخری ہیں۔ اس طرح معنوی اور لفظی مماثلت دونوں شخصیتوں کو اسلامی تاریخ کے افق پر درخشاں کر دیتی ہے۔

صلاح الدین ایوبی چھٹی صدی ہجری میں عیسائیوں پر برق تپاق بن کر گرا اور فیصل 14 ویں صدی یہودیوں پر قیامت بن کر ٹوٹا۔ آنے والا وقت فیصلہ کرے گا کہ فیصل کے سرد ہتھیاروں نے فلسطین کی آزادی اور یہود کے جراثیم کو عالم اسلام سے ختم کرنے میں کس حد تک تاریخ کا دھارا موڑ دیا ہے۔

"جب تک قدس یہودیوں کے قبضہ میں آپ مجھ سے آرام کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔"

بیت المقدس کی آزادی کے متعلق یہ تاریخی الفاظ شاہ فیصل نے سوئٹزرلینڈ میں اپنے معالج ڈاکٹر قانونی سے اس وقت کہے جب اس نے سال بھر میں 15 یوم کے لیے معمول کے مطابق کام میں ردوبدل کر کے آرام کا مشورہ دیا تھا۔

شاہ فیصل نے جونہی ہوش سنبھالا۔ آپ ہمیشہ اسرائیل کی جارحیت کی مذمت کرتے رہے مرحوم نے آخری دم تک فلسطینیوں کے حقوق اور بیت المقدس کی آزادی کے لیے ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیئے۔

وہ جب بھی فلسطین کا ذکر کرتے، بیت المقدس کا ضرور ذکر کرتے، بیت المقدس ان کے شعور پر غالب تھا۔ اس وجہ سے کہ وہ مسلمانوں کا قبلہ اول تھا۔ اس کی حیثیت حرمین شریفین (مکہ اور مدینہ) کی طرح تھی۔ فلسطین کا محل وقوع ایسا تھا کہ کل جزیرہ نما عرب کے

لوگ اس کی طرف ہجرت کرتے تھے، کیونکہ اس کی سرزمین بہت ہی زرخیز، سرسبز و شاداب تھی۔

آزادی فلسطین کے بارے میں فیصل کا مخصوص نظریہ:

شاہ فیصل کا کہنا ہے، یہود کسی طرح بھی فلسطین کے رہائشی نہیں۔ پتھر کی تہذیب کے زمانہ سے ثابت ہے کہ موجودہ فلسطینی قبائل کے لوگوں کی شکل وصورت اور خدوخال سامیہ اور حامیہ قبائل سے ملتی جلتی ہے، عرب اور غیر عرب لوگوں سے ان کے فوجی، تجارتی اور دیگر تعلقات زیادہ مربوط نہیں تھے، تاہم تین ہزار سال قبل مسیح سے آج تک وہاں کے لوگوں کی شکل وصورت اور خدوخال کی ساخت وہی ہے۔

یہود اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ ان کا وجود بہت بعد میں ہوا۔ فلسطین میں مقیم گروہوں میں ایک گروہ دین اسلام پر ایمان لے آیا تھا۔ ابتداء سے یہودی دنیا کے ہر خطے میں پھیل گئے تھے۔ فلسطین یا کسی اور جگہ کو انہوں نے کبھی نہیں اپنایا۔ جس کے باعث فلسطین میں یہودیوں کا کوئی عقلی و نقلی دلیل سے قیام ثابت نہیں۔

شمالی ویلز کے ایک استاذ کانوٹس کا قول ہے:

"لـلعمودیون، الکنعانیون اور الیبوسیون قبائل فلسطین میں رہ چکے ہیں۔ الکنعانیون کے مختلف گروہ آج بھی خلیج عرب کے مختلف علاقوں میں مقیم ہیں اور اس کے آس پاس مشرقی جزیرہ نما عرب کے علاقوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔"

نوٹس مزید لکھتا ہے:

فلسطین اور بیت المقدس کے علاقہ میں جو قبائل ہجرت کر کے سکونت پذیر ہوئے تھے ان کے آثار واضح طور پر ظاہر ہو گئے ہیں۔

شاہ فیصل مشرق وسطیٰ کا سب سے بڑا مسئلہ آزادی قدس و فلسطین کو گردانتے تھے انہوں نے اپنی متعدد تقریروں میں یہودیوں کے خلاف جہاد کی ضرورت پر زور دیا۔ امریکہ کی یہود نوازی ہی کے باعث فیصل نے زندگی کے آخری دور میں نیویارک و واشنگٹن سے لڑائی مول لے لی۔ بالآخر ان کا یہ اقدام تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرنے پر لے آیا۔ ہمیشہ

ہے سعودی عرب کا نقطہ نظر یہی رہا ہے کہ بیت المقدس کو صیہونیوں کے پنجہ سے آزاد کرایا جائے۔ فلسطینی عوام کے غصب شدہ حقوق کی بحالی اور مقبوضہ عرب علاقوں کی آزادی کے لیے جدوجہد تیز تر کر دی جائے۔ انہی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے کہا، مجھے یقین ہے کہ فلسطین کے دفاع میں سعودی عوام ہراول دستہ ثابت ہوں گے۔

فیصل کی یادگار اخباری کانفرنس سے اقتباس ملاحظہ ہو:

''اقوام متحدہ میں تمام حکومتوں کے نمائندوں نے استعمار، تفرقہ، نسل پرستی اور ظلم و استبداد کے خلاف آواز اٹھائی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ارض فلسطین میں عرب ان سب برائیوں سے دوچار ہیں جن کی دنیا میں کوئی مثال موجود نہیں۔

فلسطین کی مختصر تاریخ بیت المقدس کا آئینہ:

فلسطین عربوں کی ریاست ہے۔ صحابہ کی اسلامی فتوحات کے عہد میں جب یہ علاقہ اسلام کے ظل عاطفت سے بہرہ مند ہوا، اس وقت سے اسلامیت کے ساتھ اس کا چولی دامن کا ساتھ رہا۔ 15ھ خلیفہ دوم عمر فاروق کی فتح کے بعد بیت المقدس جب عیسائیوں کے تسلط سے آزاد ہوا۔ اس کے بعد 1099ء میں اس پر صلیبی حملہ ہوا۔ یہودیوں نے بھی کئی مرتبہ زور آزمائی کی، بالآخر 1187ء میں یہاں عیسائیوں کا تسلط ہوا۔ 583ھ 28 ربیع الثانی بالآخر معرکہ حطین میں صلاح الدین ایوبی طوفان کی طرح آیا اور آندھی کی طرح قیامت بن کر صلیبی فوجوں کو روندتا ہوا فتح و شادمانی کا پروانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ صلاح الدین نے عربوں کی عظمت رفتہ کو بحال کر دیا۔ وہ اپنے اندر آگ جیسی تڑپ لے کر ایک طویل عرصہ سے بیت المقدس کی آزادی کا خواب دیکھ رہا تھا۔ ایوبی نے اس وقت تک اپنے اولوالعزم سپاہیوں کو رن میں برسرپیکار رکھا جب تک القدس مکمل طور پر ان کے قبضے میں نہیں آگیا۔ یہ مکمل فتح و نصرت 27 رجب جمعہ 583ھ 12 اکتوبر 1187ء کو نصیب ہوئی تھی۔

ڈاکٹر احمد شبلی کے مطابق صلیبیوں کی مذکورہ لڑائی میں یہودی اس جنگ کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ یہودی فلسطین میں داخل ہونے کے لیے پر تول رہے تھے، بحیرہ روم

کے شمالی ساحل پر یہودیوں کے بڑے بڑے تجارتی مراکز تھے۔ انہوں نے صلیبیوں سے ساز باز کی کہ وہ جنگ کریں۔

1257ء میں ہلاکو نے بغداد پر حملہ کیا اس کے بعد وہ شام اور مصر پر حملہ آور ہوا، پھر الملک الظفر نے مسلمانوں کی مدد سے مغلوں کے ان حملوں کو روک دیا اور فلسطین حکم الحالک کے زیر نگیں ہو گیا، جب ممالیک کا دور ختم ہوا اور ترکیہ کی خلافت عثمانیہ شروع ہوئی تو فلسطن 1517ء سے 1917ء تک خلافت کے تحت رہا۔ خلافت عثمانیہ کے ضعف و اضمحلال کے وقت انگریزوں نے فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ جرنل اللبنی نے فلسطین پر قبضہ کرنے کے بعد اعلان کیا کہ اب صلیبی جنگ ختم ہو گئی[1]۔ اس موقعہ پر فرانسیسی جنرل نمورو نے کہا: "اے صلاح الدین ہم واپس آ گئے ہیں۔" عرب تاریخ نگار حامد مطالم کے مطابق، خلافت کو ختم کرنا یہودیوں کا اہم مقصد تھا تا کہ وہ سہولت اور آسانی سے فلسطین میں داخل ہو سکیں[1]۔ فلسطین 15 مئی 1948ء تک برطانوی حکومت کے تسلط میں رہا، اس کے بعد انہوں نے یہودیوں کے حوالے کر دیا۔

یہودیوں کے متعلق فیصل کا مشہور اعلان:

سب جانتے ہیں یہودی بہت قلیل تعداد ہیں۔ یہ مطلبی، لالچی اور بے پناہ شریر ہیں، حرص و طمع انسان کو ہر خوبی اور جوہر سے کھوکھلا کر دیتا ہے۔ وہ انسان کو ایک ڈھانچے یا مشینی جسم میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔ تا کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اس کو جس طرح چاہیں استعمال کریں ابتداء میں وہ فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ یہ دین اخلاق وطن کے سخت دشمن ہیں۔ وہ اپنی قوت اور وسائل سے افراد کو اپنی اقدار، اخلاقی قدروں، رشتہ داریوں کے بندھن اور حب الوطنی کے جذبہ سے بے نیاز کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ عہد حاضر کے سرمایہ داروں کی طرح انسان کو آلہ کار بنا دیتے ہیں، تا کہ بوقت ضرورت اسے استعمال کیا جا سکے۔ سب سے خطرناک یہ ہے کہ، وہ افراد کو ایسی سطح پر لے آتے ہیں کہ ان میں تعمیر و تخریب، عقل مندی اور بے وقوفی، ہدایت و گمراہی، حماقت و ہوشیاری، بلند اخلاقی و پستی

---

[1] فیصل پاسبان حرم۔

میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا، وہ حرام کاری اور فحاشی کو ظاہری اور باطنی طور پر عوام میں مقبول بنا دیتے ہیں اور دین و مذہب کو بالکل ہی بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔

استعمار میں دنیا کے مختلف گوشوں سے لوگوں کو اکٹھا کر کے سرزمین عرب میں ایک حکومت بنا کر وہاں کے اصل باشندوں کو دیس نکالا دے دیا ہے۔ تاکہ وہ اپنی اغراض پوری کر سکیں۔ ہم عالمی ضمیر کو جھنجھوڑتے ہیں کہ وہ دنیا بھر میں سلامتی اور عدل و انصاف کے لیے کوشش کرے اور اس ظلم کو دور کرنے کے لیے مدد کرے اور مسئلہ فلسطین کو اس طرح حل کرے جس طرح فلسطینیوں کو ان کے حقوق واپس مل جائیں۔

عالم اسلام میں فیصل کو ایک عظیم المرتبت قومی شخصیت کا مقام حاصل تھا۔ ان کی آواز عالم اسلام کی آواز تھی۔ انہوں نے زندگی بھر اسلامی اتحاد کے علاوہ سب سے زیادہ جس مؤقف پر زور دیا وہ بیت المقدس کی آزادی اور اسرائیل کے ناجائز تسلط کا خاتمہ تھا۔ مرحوم شاہ کی زندگی میں ایک موڑ ایسا بھی آیا کہ جس وقت انہوں نے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل ایسے عالمی اداروں کو مسئلہ فلسطین کے حل میں ناکام گردانتے ہوئے اس اہم اسلامی فرض کے حل کے لیے جہاد کی ضرورت پر زور دینا شروع کر دیا تھا۔ اسرائیل کے بارے میں ان کا دوٹوک اور واضح مؤقف اس وقت عالمی سطح پر زیادہ روشن ہوا جب انہوں نے صدر ڈیگال سے ایک مذاکرے کے دوران واشگاف طور پر کہا:

> ”زمانہ خواہ کس قدر کروٹیں لے، سعودی عرب کا مؤقف یہ ہے کہ وہ نہ اسرائیل سے صلح کرے گا نہ گفتگو۔ اگر تمام عرب متفق ہو کر اسرائیل سے مصالحت یا گفتگو کرنے کا فیصلہ کر لیں تو ہم اس اجماع کی مخالفت کریں گے۔“

حالیہ اسرائیل اور مصر کے کیمپ ڈیوڈ امن معاہدے میں پوری دنیا نے دیکھا کہ اسرائیل کے ساتھ مذاکرات اور صلح کے امریکی دباؤ کے باوجود مصر اسلامی دنیا سے یک وتنہا رہ گیا۔ اور عالم اسلام میں ایک عرصے تک مصری حکمرانوں کے رویے کی مذمت کی جاتی رہی۔ یہ سب کچھ فیصل کی اس واضح ہدایات کے مطابق تھا جس کا درس حرمین کے خادم نے

برسوں تک اپنی قوم کو دیا تھا۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر ایک ایسی سیاسی اور عالمی تحریک کی نشاندہی کی جائے جس نے اسلامیان عالم کے بالکل برعکس اپنے نظریات کا اعلان کیا۔ یہ جماعت قادیانی تحریک کے نام سے برصغیر پاک و ہند میں معروف ہے۔ نوآبادیاتی نظام کے خاتمہ کے بعد اس تنظیم کی طرف سے افریقی اور ایشیائی ممالک میں اسلام کے لبادے میں اپنے مخصوص عقائد و افکار کا پرچار ہو رہا ہے۔ اسلام کے نام پر خود کو منسوب کرنے والی دنیا بھر میں یہ واحد تنظیم ہے جس نے تل ابیب اور یروشلم میں اپنے دفاتر قائم کیے اور کھلم کھلا اسرائیل کی حمایت کا اعلان کیا۔

بیت المقدس کے متعلق تین اہم تقاریر:

شاہ فیصل مرحوم کی آخری ملاقات جو فلسطینی وفد سے ہوئی، جس کے قائد یاسر عرفات تھے اس میں قدرتی بات تھی کہ آپ کے آخری الفاظ بیت المقدس کے بارے میں ہی تھے ہم سب کا فرض ہے کہ بیت المقدس کو عرب سرپرستی میں رکھنے کے لیے ہر لحہ جدوجہد کرتے رہیں اور یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم سب ایک جھنڈے تلے جمع ہو کر متفقہ لائحہ عمل تیار کریں اور امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کے ساتھ بھی شاہ فیصل مرحوم کی آخری ملاقات بیت المقدس کے بارے میں تھی اور آپ نے اس میں کہا تھا۔

میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں دم واپسیں سے پہلے پہلے کم از کم ایک بار مسجد اقصیٰ میں فریضہ نماز ادا کروں اور دل کا اطمینان حاصل کر سکوں۔ ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے اپنی قوم کو بیت المقدس کے بارے میں یہ آخری پیغام دیا۔

میں اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ میں آپ کو ان مقامات مقدسہ کی طرف متوجہ کروں جن کی وہاں (بیت المقدس میں) بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ وہ سرزمین معراج نبوی ﷺ کی امیں ہے، وہ مسلمانوں کا اولین قبلہ ہے۔ اور وہی مسلمانوں کا تیسرا مقدس مقام ہے۔ اور یہ مقدس مقامات (آج کے حالات کے باوجود) حقیقتاً ہمارے ہی ہیں، اور ہمارے علاوہ کوئی بھی ان کا مستحق نہیں۔

شاہ فیصل مرحوم کی سیاسی بصیرت کا نتیجہ تھا کہ آپ کی ہر سیاسی گفتگو، ڈپلومیٹک ملاقاتوں اور رسمی بیانات اور باہمی امن کے معاہدوں میں بیت المقدس کی آزادی کا مسئلہ ضرور زیر بحث آتا۔ شاہ فیصل مرحوم کی تمام صلاحیتیں بیت المقدس کی سلامتی اور آزادی کے لیے وقف تھیں۔ اور یہ بیت المقدس دراصل جزیرہ عرب سے ایک خاص تعلق رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہمیں اس بات کی عظمت و برکت کی وضاحت کی ہے۔

سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بر کنا حولۂ لنریۂ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر۔

(بنی اسرائیل ۱)

"خدا تعالیٰ ہی وہ پاک ہستی ہے جو اپنے بندے کو ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا تا کہ اسے اپنے نشانات دکھائے یقیناً اللہ جاننے والے اور دیکھنے والے ہیں۔"

شاہ فیصل مرحوم کی عادت تھی کہ بیت المقدس کے متعلق ہر تقریر کی ابتداء میں آپ ہمیشہ ہی بڑے درد دل سے اس مقدس سرزمین پر ہونے والے ظلم و ستم، جور جفا کا ذکر کرتے، بیت المقدس میں کیا ہو رہا ہے۔ شاہ فیصل بیان کرتے ہیں۔

دوستو! میں نہیں سمجھتا کہ آپ کو بیت المقدس میں ہونے والے واقعات بتانے کی ضرورت ہے، بیت المقدس جو مسلمانوں کا تیسرا مقدس مقام ہے۔ ان کا قبلہ اول ہے وہاں مقامات مقدسہ کی توہین کی جا رہی ہے اور اخلاق و شرافت کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔ ان (یہود) کی بدکرداری کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے اخلاق شنیعہ اور بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مساجد و معابد کی تقدیس کا بھی بالکل خیال نہیں کرتے۔ شاید اس طرح وہ دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں۔ خواہ کوئی کتنا ہی طاقتور اور کتنے ہی وسائل کا مالک کیوں نہ ہو ہم دنیا میں کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

پہلی تقریر:

شاہ فیصل مرحوم کے پرائیویٹ سیکرٹری شاید ان دو آنسوؤں کو فراموش نہیں کرسکیں گے جو اس وقت اس چہرے پر گرے............ جو معصوم اور مطہر تھا۔ جب آپ بیت المقدس کے متعلق تقریر کررہے تھے۔ یہ تقریر آپ کرسمس کے سلسلہ میں کررہے تھے۔

بیت المقدس اور بیت الحم میں ایک عجیب غم اور بے کسی کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ اسی بے بسی اور غم وحزن کا سایہ اسرائیلی حکومت کے مقبوضہ علاقے میں عیسائی لوگوں سے اس تقریب پر اس رویہ کی وجہ سے ہے۔ جو حکومت نے عیسائی لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے اختیار کیا ہے۔ بیت الحم اس تقریب کے موقع پر ایک فوجی چھاؤنی میں تبدیل ہوچکا ہے۔ مسلح گشتی دستے شاہراہوں پر پھیلے ہوئے ہیں اور ہر طرف ناکہ بندی کی گئی ہے۔ گرجا کے نزدیکی علاقوں میں مختلف مقامات پر گھروں کی چھتوں پر فوج بٹھادی گئی ہے۔ ویسے بھی انہوں نے تمام شاہراہوں اور راستوں پر نگرانی رکھی ہوئی ہے۔ اس طرح اسرائیلی حکام کی طرف سے عیسائی زائرین کو ناروا طور پر تنگ کرنے کے اقدامات کیے جارہے ہیں۔ جن میں سے اسلحہ وغیرہ کے مفروضہ کی آڑ میں عیسائی زائرین کی تفصیلی تلاش بھی شامل ہے ....اور بات یہاں تک ہی ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اسرائیلی حکام نے عیسائی زائرین کو حکم دیا کہ وہ بیت الحم میں اپنی موقعہ کی دعا اپنے مقررہ وقت سے تین گھنٹے پہلے شروع کردیں۔

اس ہفتے کے دوران حکومت اسرائیل نے بیت المقدس کے شمال مشرق میں اریحا کے رستے پر ایک صنعتی علاقہ کے قیام کے لیے کام شروع کردیا ہے۔ اسرائیل ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ اس کام کے ابتدائی منصوبوں کی تکمیل کے لیے 28,800 سکونتی یونٹ قائم کیے جارہے ہیں۔ یہ سب کے سب یہودیوں کے لیے مخصوص ہوں گے اور انہیں 6 قبیلوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔ چنانچہ اس منصوبہ کی تکمیل کی صورت میں بیت المقدس کو باہر کی دنیا سے اس دائرہ نما حصار کے ذریعے تقریباً غیر متعلق کردیا جائے گا۔ یہودی قلعہ بندیاں بیت المقدس کے اردگرد عظیم الشان سکونتی عمارتوں کی صورت میں بغیر کسی خاص نقشہ کے بلند ہوتی جارہی ہیں۔ لیکن یہ قلعہ بندیاں نہایت سرعت سے تعمیر کا جارہی ہیں۔ اور یہ

منصوبہ اسرائیلی حکومت کے ان مذموم ارادوں کی نشاندہی کر رہا ہے کہ وہ بیت المقدس میں نئے یہودی آباد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ چیز اقوام متحدہ کے لیے قابل غور مسئلہ ہے اور اس کی ہٹ دھرمی سے کام لے کر یہ منصوبہ مکمل کرنے کا پروگرام ہے، جس کے بارے میں وہ سنجیدہ ہیں اور باز آنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ شاہ فیصل مرحوم نے اپنی تقریر ختم کی، کیونکہ وہ ایک اور تقریر کرنا چاہتے تھے وہ تقریر بیت المقدس کے بارے میں اور اس سلسلہ میں تعاون کرنے والوں کے بارے میں تھی تا کہ وہ مغربی ممالک کے سفراء اور وزراء تک پہنچائی جا سکے۔ شاید عالمی ضمیر اس مسئلہ کے بارے میں اپنے فرض کی پکار سنے۔

دوسری تقریر:

اگر ہم بیت المقدس میں پیدا ہونے والی افسوس ناک صورت حال کا جائزہ کے لیے اعداد و شمار کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ عیسائی فرقے کیتھولک، آرتھوڈکس اور مارونی جو 1948ء میں 25 ہزار کے قریب تھے۔ ان کی تعداد آج 12 ہزار سے کم رہ گئی ہے۔ جب کہ یہودی آبادی 60 ہزار سے بڑھ کر 2 لاکھ 32 ہزار ہو گئی ہے۔ جہاں تک مسلمان آبادی کا تعلق ہے تو ان کی تعداد میں 1948ء کی نسبت بالکل اضافہ نہیں ہوا۔ حالانکہ مسلمانوں میں آبادی کی شرح زیادہ ہے۔ اور مقبوضہ علاقوں سے باہر بسنے والے مسلمان آبادی کو سب سے زیادہ اوسط شرح میں اضافہ رکھتے ہیں۔

حکومت اسرائیل نے بیت المقدس کو مغربی حصہ سے جو اس وقت اردن کے قبضہ میں ہے بالکل علیحدہ کر دیا ہوا ہے۔ رہائشی مکانوں وغیرہ کی صورت میں ایک درمیانی رکاوٹ کھڑی کر دی ہے اور بیت المقدس کی طرف جانے والے ہر رستے پر پولیس اور فوج کے جوان کھڑے کر دیئے ہیں.......... اور سختی کا یہ حال ہے کہ مغربی حصہ میں رہنے والا کوئی بھی عرب باشندہ بغیر خصوصی فوجی اجازت کے بیت المقدس میں داخل نہیں ہو سکتا خواہ وہ وہاں ملازم ہی کیوں نہ ہو۔

عربی مدارس کو اسرائیلی طریہ تعلیم اپنانے اور عبرانی زبان کو نصاب کا حصہ بنانے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اس قانونی تحفظ کے تحت کیا جا رہا ہے۔ جو حکومت کو تمام

مدارس خصوصی و عمومی کی نگرانی کے بارے میں حاصل ہے۔ اور اسی طرح قبائل کے مدارس بھی انہیں اختیارات کے زمرے میں آتے ہیں۔ اس طرح بیت المقدس کے عربی مدارس کا نظام خالص صیہونی مفاد اور مقاصد کو مدنظر رکھ کر ترتیب دیا جاتا ہے اور خصوصاً اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ عرب نوجوانوں میں عرب قومیت کا شعور اور آزادی وطن کے جذبہ کو ختم کر دیا جائے۔

اسرائیلی حکام نے حتی صموئل (صموئل کے محلّہ میں) میں واقع عرب مکانات کو گرانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ 50 (پچاس) کے قریب عربی عمارتیں جن میں سے بعض دینی اور تاریخی لحاظ سے یادگاری ہونے کی وجہ سے نہایت اہم تھیں کو گرا کر دیوار گریہ کے سامنے ایک وسیع میدان تیار کر دیا گیا ہے۔ ان گرائے جانے والی عمارات میں سے ایک مسجد زاویہ بھی ہے۔

اسرائیل حکام نے بیت المقدس کی بعض نہایت اہم اور مشہور شخصیتوں کو گرفتار کر لیا ہے جب کہ اس گرفتاری کے ساتھ بہت سے لوگوں کو نقل مکانی کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سینکڑوں بے گناہ لوگوں کو بغیر کسی عدالتی کارروائی یا قانونی جواز کے فوجی اور عام جیلوں میں بند کر دیا ہے۔ جہاں ان میں اکثر شدید قسم کی ذہنی اور جسمانی اذیت کا سامنا کر رہے ہیں چنانچہ یہ ہے وہ تحفہ جو حکومت اسرائیل مقبوضہ سرزمین کے بسنے والوں کو کرسمس کے موقعہ پر پیش کر رہی ہے۔

تیسری تقریر:

اس شہر کے متعلق جو قدیم ترین تاریخی حقائق میسر آتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ 5000 سال قبل مسیح یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں یہاں یوسی لوگ آباد تھے اور اس وقت شہر کا نام "اور...... سالم" تھا۔ وہاں کے شہنشاہ کا نام "ملک صادق" تھا۔ یوسی لوگ عرب تھے، جیسے کہ ان کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ عربی میں یوسین کے معنی ہیں، بہادر لوگ شہر کے نام کے دو حصے ہیں "اور" کے معنی ہیں جگہ یا مقام اور "سالم" کے معنی ہیں دامن۔ گویا اس شہر کے نام کے معنی ہیں "دارالامین" یا "دارالسلام"...... پھر یہی نام

عبرانی میں اور یروشلم بن گیا یوں لوگ جزیرہ عرب کے دور دراز خطوں اور صحرائی علاقوں سے بیت المقدس منتقل ہوئے تھے۔

فلسطین کی اپنی ایک طویل تاریخ ہے۔ مختلف تاریخی ادوار میں یہاں مختلف قومیں حملہ آور نظر آتی ہیں۔ جن میں مصری یونانی، عرب، عیسائی اور ترک شامل ہیں۔ اگرچہ ان حملہ آوروں میں سے جو فاتحین بنے، اکثر لوگ یہاں پر مستقلاً بھی قیام پذیر ہو گئے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان فاتحین میں تمام لوگ آخر کار یہاں سے نکلنے پر مجبور ہو گئے سوائے حفنہ کے۔ کیونکہ وہ لوگ من حیث القوم یہاں پر قیام پذیر ہو گئے اور اس کو وطن بنا لیا۔ عبرانی لوگوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ مصر سے نکل کر فلسطین آئے۔ کچھ عرصہ مقیم رہے، لیکن آخر کار جیسا کہ اکثر فاتحین فلسطین کے ساتھ ہوا وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد یہاں سے چلے گئے۔ خود یہ نام عبر بین فی ذاتہ یہ معنی رکھتا ہے کہ عبور کرنے والے گزرنے والے جو اس سرزمین پر سے گزر کر چلے گئے۔ چند یہودیوں کے علاوہ کوئی یہودی یہاں نہ رہا۔ اور جو چند ایک رہ گئے انہوں نے اصل باشندوں کے ساتھ تعلقات بڑھائے اور ان میں خلط ملط ہو گئے۔ ان کی زبان اپنا لی، ان کی زبان اختیار کر لی اور ان کی ثقافت کا رنگ پوری طرح اپنے اوپر چڑھا لیا۔ چنانچہ ان کی زندگی اصل باشندوں کے طریقہ کے مطابق بن گئی تھی۔ اس لیے اب ہم ان کو یہود نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ مکمل طور پر بدل چکے تھے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہودی سب کے سب فلسطین چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان تاریخی شواہد کی روشنی میں ہمیں چند یقینی باتوں کا علم ہوتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ سب سے پہلی چیز تو یہ نمایاں ہے کہ یہودی فلسطین کے اصل باشندے نہیں ہیں۔

☆ یہودی بھی ان فاتحین کی طرح ہیں جو باہر سے یہاں آئے اور بزور شمشیر فلسطین فتح کرنے کے بعد کچھ عرصہ یہاں قیام پذیر رہے، لیکن جیسا کہ سب فاتحین کے ساتھ ہوا، وہ بھی آخر کار فلسطین سے نکل گئے۔

☆ یہودیوں کے فلسطین میں موجودگی کے بارے میں جو شواہد ہمیں تاریخی طور سے ملے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی فلسطین میں موجودگی کا عرصہ نہایت مختصر تھا۔

☆ فلسطین پر کسی بھی وقت میں حتیٰ کہ ملک سلیمان کے دور میں بھی خالص یہودی حکومت قائم نہ تھی۔

☆ تاریخ فلسطین کے کسی بھی دور میں یہودی لوگ فلسطین کی اکثریتی آبادی کی حیثیت سے نہیں رہے۔

☆ جب یہودی فلسطین سے نکل گئے یا نکال دیئے گئے تو فلسطین میں اس کے اصل باشندے رہ گئے۔ جو قدیم زمانے سے وہاں رہ رہے ہیں اور آج تک ہیں۔

☆ سولہ سو (1600) سال کی طویل مدت کے دوران فلسطین میں مطلقاً کوئی یہودی آباد نہیں رہا۔

آٹھویں صدی ہجری سے بیت المقدس عربوں کا ہے۔ فیصل:

بیت المقدس پر عربی حکومت تقریباً ساتویں صدی سے قائم ہے جس میں سے ایک مختصر سا دور ایسا ہے۔ جب وہاں عربی حکومت نہ تھی۔ ورنہ بغیر کسی بڑے انقطاعی دور کے وہاں عرب حکمران رہے۔ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی کے دوران تو یہ شہر مکمل طور پر عربی مزاج اختیار کر چکا تھا۔ اور تمام معاملات زندگی میں عربی ثقافت غلبہ پا چکی تھی۔ اکثر باشندوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور عربی زبان اپنا چکے تھے۔ ان کی تہذیب مکمل طور پر عرب تہذیب کے رنگ میں رنگی گئی تھی۔ انہوں نے عربی ثقافت، عربی طرز زندگی اور ہر معاملے میں عرب معاشرہ کو اپنا لیا تھا۔

قبہ صخرہ اور عرب طرز تعمیر:

فلسطین میں نظامی طرز تعمیر کی بجائے عرب طرز تعمیر نے اپنا مقام بنا لیا تھا اور اس معاملے میں عربوں کی تقلید کی گئی۔ بیت المقدس قبہ صخرہ عرب طرز تعمیر کی ایک درخشندہ اور روشن

مثال ہے اور آج تک وہاں سینکڑوں تاریخی عمارات موجود ہیں جو عرب طرز تعمیر کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

حرم صخرہ:

یہ وہ مقام ہے جس میں مسجد اقصیٰ، مسجد صخرہ اور دونوں کے گرد پائی جانے والی عمارات اور میدان شامل ہیں اور یہ جبل موریہ پر واقع ہے۔ حرم شریف کے دس کھلے اور چار بند گیٹ ہیں۔ اس میں 25 میٹھے پانی کے کنویں ہیں۔ لوگ وضو کرنے کے لیے مسجد اقصیٰ کے سامنے موجود حوض کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ جس کا نام اسکاس (جام) ہے اور حرم میں اذان دینے کے لیے چار بلند مینار ہیں۔ غربی اور شمالی جانب برآمدے ہیں۔ اسی طرح ایک لائبریری اور اسلامی مرکز بھی اس کے ساتھ ملحق ہیں۔

مسجد صخرہ:

اس کی تعمیر اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے ہاتھوں ہوئی جو 72ھ، 691ء میں تیار ہوگئی اس کی تعمیر کے لیے مصر کا سات سال کا اخراج وقف کر دیا گیا تھا۔ تاہم مسجد کی تعمیر کی تکمیل کے بعد تعمیر کے لیے مخصوص رقم میں سے ایک لاکھ کی خطیر رقم بچ گئی۔ یہ ایک لاکھ دینار خلیفہ نے تعمیر کی نگرانی کرنے والے 2 افسران رجاء بن حیاۃ الکندی جو بلیسان کے علمائے اسلام میں سے تھے اور یزید بن سلام جو بیت المقدس سے تعلق رکھتے تھے کو انعام میں دینے چاہے تو ان دونوں نے یہ کہتے ہوئے اس رقم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

> ”ہم تو یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا فرض ہے کہ نہ صرف اپنے اموال بلکہ اپنی بیویوں کے زیورات بھی اس نیک مقصد کے لیے دے دیں، اس لیے ہم یہ رقم الٹا وصول کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ خود اسے اپنے طور پر خرچ کر لیں۔“

اس پر خلیفہ نے حکم دیا کہ ان دیناروں کو سونے میں ڈھال کر اس گنبد اور دروازوں پر چڑھا دو۔ مسجد صخرہ کی تعمیر میں عرب طرز تعمیر اور عرب مذاق آشکارا ہے۔ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ مسجد دنیا کی خوبصورت ترین عمارات میں سے ایک ہے۔

بعض مؤرخین نے اس مسجد کو شہکاروں میں شمار کیا ہے جنہیں تاریخ میں بقائے دوام حاصل ہے۔

مسجد اقصیٰ:

یہ بیت المقدس کے عظیم ترین مقامات میں سے ایک ہے۔ یہ مسجد خطہ ارض حرم میں جنوب کی طرف واقع ہے اور عبدالملک بن مروان نے 705ء میں اس کی تعمیر شروع کروائی۔ اس کا طول 80 میٹر اور عرض 50 میٹر ہے۔ یہ عمارت 53 سنگ مرمر کے ستونوں اور 49 مربع شکل کے مرکزی چبوتروں پر قائم ہے۔

خاندان ایوبی، خاندان ممالیک اور عثمانی سلاطین نے بھی اس کی تعمیر و ترقی میں خاصی دلچسپی لی اور اس کی توسیع کرتے رہے۔ اور اکناف عالم میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کی نگاہیں بڑے تقدس اور احترام کے جذبات سے اس مقام کی طرف اٹھتی ہیں۔

براق کی دیوار:

یہ بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی ایک عظیم دیوار ہے جس کی لمبائی 156 قدم اور بلندی 65 قدم ہے۔ مسلمان اس دیوار کو حضرت رسول اکرم ﷺ کے واقعہ اسریٰ (رات ہی رات میں مکہ سے مسجد حرام آنے کا واقعہ) سے متعلق ہونے کی وجہ سے بڑا مقدس مقام تسلیم کرتے ہیں۔ یہی وہ دیوار ہے جسے یہودی دیوار گریہ کہتے ہیں۔ یہ حرم مقدس کے مغربی جانب واقع ہے۔ شاہ فیصل ہمیشہ مسلمانوں کو خبردار کرتے رہے۔

فلسطین میں ان مقامات مقدسہ کی بنا پر جو درحقیقت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مقامات مقدسہ میں سے ہی ہیں اور ان کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے۔ شاہ فیصل مرحوم ہمیشہ امت مسلمہ کو متنبہ کرتے رہے اور آپ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

"ہم اس وقت جب کہ اپنے گھروں میں ہر آسائش زندگی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، میں امید رکھتا ہوں کہ یہ خوشحال زندگی ہمیں اپنے تیسرے مقدس مقام سے غافل نہیں کرے گی جو کہ معراج رسول ﷺ کا امین بھی ہے!" اور آپ مسلمانوں کو

نصیحت کرتے رہے۔

بیت المقدس آپ کو پکار رہا ہے۔ آپ کی مدد کا طالب ہے تاکہ ہم اسے اس ظلم و ستم اور قبضہ غاصبانہ سے نجات دلائیں۔ ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ اور کب تک یہ انتظار جاری رہے گا؟ اور وہاں ہمارے مقدس مقامات کی بری طرح بے حرمتی کی جارہی ہے۔ ہم کس چیز سے ڈر رہے ہیں، کیا ہم موت سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ اس موت سے بھی افضل اور اعلیٰ کوئی موت اس دنیا میں ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر لے۔

مسئلہ فلسطین کی اہمیت:

1945ء میں امریکی صدر روز ویلیٹ کے ساتھ مذاکرات کے دوران ملک عبد العزیز نے مسئلہ فلسطین کے منصفانہ حل اور یہودیوں کے بے پناہ مظالم سے فلسطینی مسلمانوں کو نجات دینے کے لیے آواز اٹھائی۔ یہ ایسا موقعہ تھا کہ اس سے قبل دنیا کے کسی ادارے کی طرف سے اس قسم کا مطالبہ تو کیا اس مسئلہ سے واقفیت تک نہ تھی۔

سلطان ابن سعود کے ان مذاکرات کے ٹھیک 2 سال بعد یعنی 1947ء کو شاہ فیصل سعودی ایلچی کی حیثیت سے اقوام متحدہ کے اجلاس میں گئے اور آپ نے تقسیم فلسطین کا نیا حل یورپی دنیا کے سامنے پیش کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس مسئلہ کا حل نکالا۔ شاہ فیصل نے کہا فلسطین کا نصف حصہ عرب اور دوسرا نصف یہودیوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔ اس موقعہ پر ریاست کا نیا نام تجویز کرنے کا اختیار بھی اقوام متحدہ کو دے دیا گیا۔ مشرق اوسط کے ایک ماہر مؤرخ کا کہنا ہے کہ اگر فیصل کی یہ تجویز عملاً نافذ ہو جاتی تو اس صورت میں اسرائیل کے نام سے نئی حکومت کا وجود دنیا میں نہ ہوتا۔ لیکن یہ تمام کارروائی یورپی سامراج کے یکسر خلاف جاتی جو اپنے مخصوص مفادات کے پیش نظر اسرائیل کو ایک ناسور کی حیثیت میں عربوں کے لیے دنیا کے افق پر زندہ رکھنا چاہتے تھے۔ تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ جب اسرائیل کے نام سے دنیا میں یہ ملک معرض شہود میں آیا ہے اس وقت سے لے کر آج ہر قسم کے جنگی اسلحہ سے لے کر اشیاء خوردنی تک ہر چیز حتیٰ کہ 30 لاکھ کے اس چھوٹے

ے ملک کے لیے ایٹم بم تک امریکہ کی خامہ فرسائی ہی کا ایک حصہ ہے۔ آج تک کوئی ایسا وقت نہیں آیا کہ جب امریکی اور اس کے حواری اسرائیل کی امداد سے دستبردار ہوئے ہوں۔

فیصل کی درجہ بالا تجویز کو تسلیم کر لینے کے باوجود اسے درخور اعتناء نہ سمجھا گیا اور مظلوم عرب فلسطینیوں کے حقوق کو روند کر اقوام عرب کے لیے ایک انتہائی تکلیف دینے والا کانٹا اسرائیل کے نام سے زمین عرب میں بو دیا گیا۔

28 مارچ 1964ء کو تنظیم آزادی فلسطین معرض وجود میں آئی۔ اس وقت اس کے ارکان مالی مشکلات و مصائب سے دوچار تھے۔ چاروں طرف سے مخالفت کی صدائیں اٹھنے لگیں۔ شاہ فیصل پہلے شخص تھے جنہوں نے لاکھوں ریال کے ذریعے تنظیمی امور کو سنبھالا دیا۔ نتیجہ کئی ممالک میں تنظیم کے دفاتر قائم ہو گئے۔

1969ء میں تنظیم کی مجلس شوریٰ بنائی گئی۔ اس وقت یاسر عرفات کو تنظیم کا نیا سربراہ منتخب کیا گیا۔ تنظیم کے اس نئے ڈھانچے میں شاہ فیصل نے خصوصی دلچسپی لی۔

وہ اہم مسائل کے بارے میں دوسروں کی رائے کا احترام کرتے اور معمر شہزادوں اور قبائلی سرداروں سے ضرور مشورہ لیتے (وشاورھم فی الامر) (القرآن) شاہ روزانہ دو گھنٹے کے لیے مجلس عام منعقد کرتے جس میں ہر اعلیٰ اور ادنیٰ ان تک رسائی پا سکتا۔ وہ کہا کرتے تھے: ”اگر کسی کے ساتھ ناروا سلوک ہوتا ہے اور وہ مجھے نہیں بتاتا تو وہ خود قصوروار ہے۔“ شاہ کے اس طرز عمل سے لوگوں میں اعتماد پیدا ہوا ان کے ہاں آداب شاہی کا نام و نشان تک نہ تھا مجلس میں آنے والا السلام علیکم کہتا تو شاہ خود اس کا جواب ”وعلیکم السلام“ سے دیتے۔

CamScanner

عالم اسلام کا سب سے بڑا ناسور اسرائیل

1947ء میں اقوام متحدہ نے تقسیم فلسطین کا فیصلہ کیا تو دس ہزار مربع میل کے علاقہ سے یہودیوں کو 5368 مربع میل کا حصہ ملا۔

1948ء کو پہلی عرب اسرائیل جنگ کے بعد مملکت اسرائیل آٹھ ہزار مربع میل تک پھیل گئی۔ سامراجی اقوام کی سرپرستی کے بغیر ایک مختصر سی ریاست کیونکر جدید ترین اسلحہ سے لیس ہو کر ہر امن پسند خطے کو آنکھیں دکھاتی ہے۔

جون 1967ء کی مصر اسرائیل جنگ میں اسرائیل نے جارحانہ کارروائی کے ذریعے نہ صرف فلسطین بلکہ جزیرہ نمائے سینا اور شام کے جنوب مغربی حصہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کا رقبہ ½33 ہزار مربع میل ہے۔ اسرائیل پارلیمنٹ کی عمارت پر آج بھی یہ عبارت رقم ہے۔ ''اے اسرائیل تیری سرحدیں نیل اور فرات تک ہیں۔''

صیہونی تحریک کے اس منصوبے میں مصر، شام، لبنان اور عراق کے علاوہ ترکی کا جنوبی علاقہ اور مدینہ منورہ تک پورا حجاز شامل ہے۔

''اسرائیلی جارحیت'' کا لفظ سنتے سنتے ایک زمانہ بیت گیا۔ اس کے مفہوم میں آئے دن شدت کا احساس ابھر رہا ہے۔ 19 اگست 1969ء کو جب مسجد اقصیٰ کو آگ لگائی گئی۔ تو پورا عالم اسلام آرام کی نیند سے اٹھ کھڑا ہوا۔ چاروں طرف سے شدید غم و غصہ کا اظہار ہوا۔ جلسے، جلوس اور قراردادوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ مگر اسے ناظرین کرام...... بات زبانی غوغہ آرائی سے آگے نہ بڑھ سکی۔ ہم پھر خاموش ہو گئے۔ ہمارا ضمیر مردہ ہو گیا۔ ہم خود فراموشی کی چادر اوڑھ کر آسودہ خواب ہو گئے۔ دریائے اردن سے پار صحرائے شام تک نظر بد رکھنے والا اسرائیل چنگھاڑتا رہا۔ عراق کے ایٹمی پلانٹ پر اس نے اچانک حملہ کر کے امن عالم کو پارہ پارہ کیا، بڑی طاقتوں نے چپ سادھ لی۔ استعجاب و حیرت کے تمام

جذبات سرد ہو کر رہ گئے۔

1956ء میں جب برطانیہ اور فرانس نے نہر سویز کو بہانہ بنا کر مصر کو ملزم ٹھہرایا تین سال بعد اسی الزام کی آڑ میں اسرائیل نے آقاؤں کے اشارے پر 26 اکتوبر 1959ء کو مصر پر حملہ کر دیا۔ ایک ہفتے کے اندر اندر اسرائیل پورے صحرائے سینا پر قابض ہو گیا۔

بیسویں صدی کی پوری تاریخ کے دریچے میں جھانکیے تو صرف ایک اسرائیل ریاست ہمیں نظر آتی ہے۔ جس نے حیرت انگیز طور پر عالمی امن کو زیروزبر کیا۔ جارحیت میں نئی تاریخ رقم کی۔ عربوں کی بعض کمزور ریاستوں پر شب خون مارے، پرامن علاقوں پر آگ کے گولے برسائے، جدید ہتھیاروں کے ذریعے بستیوں کی بستیاں اجاڑ دیں۔ خود اقوام متحدہ کے بنائے ہوئے اصولوں کو اس کے تخلیق کردہ اس ناسور نے توڑ کر رکھ دیا۔

19 فروری 1967ء کو مصریوں نے شرم الشیخ کی بلندی پر قبضہ کیا مر الظھر ان کے راستے اسرائیلی جہازوں کی آمد و رفت بند کر دی چند ماہ بعد امریکہ نے اسلحہ کا منہ کھول کر اپنے حرامی بچے کو ایسی تھپکی لگائی کہ 5 مئی 1967ء کو اسرائیل نے اچانک حملہ کر کے پہلے ہی وار میں مصر کا ہوائی اڈہ تباہ کر دیا۔ انسانی حقوق کے پاسدار تماشہ دیکھتے رہے اور فلسطین کی مظلوم اور بے سہارا قوم ظلم و جور کی چکی کے بے رحم پاٹوں میں پستی رہی۔

دعوت دین سب سے اہم فریضہ ہے وہ ہم نے چھوڑ دیا، انبیاء کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دعوت دین احقاق حق، ابطال باطل، یہ چیزیں ایک اسلامی حکمران، مربی اور داعی کے فرائض میں شامل ہیں، کہیں موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے دربار میں بھیجا جا رہا ہے، ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی عدالت میں لایا گیا۔ زکریا علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، یونس علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح طرح کی مشکلات سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ خود ہمارے رہبر و راہنما اور ان سب سے بڑے محسن آنحضرت ﷺ نے دعوت کے ذریعے کام شروع کیا۔ انہوں نے 13 سالہ مکی دور میں دلوں پر محنت کی، شرک و کفر اور جہل و ضلالت کے زنگار اتارنے کے لیے انہوں نے جاں جوکھوں میں ڈال کر ایک

اعلیٰ درجہ کا معاشرہ تیار کرنے کے لیے سب سے پہلے مصائب کے کھلے ہوئے دھانے کے سامنے کھڑے ہو کر ایک خدا کی حاکمیت وعبودیت کا نعرہ بلند کیا، پھر مدینہ منورہ تشریف لائے تو جانثاروں کے اسی قافلہ کے ذریعے حکومتی سطح پر پوری دنیا میں دعوت دین کا فریضہ سر انجام دیا۔ بڑی بڑی طاقتوں کے سر براہوں کے نام خطوط روانہ کیے مبلغ بھیجے، کیا آج کے اسلامی حکمران کو نہیں چاہیے کہ دعوت دین کے اسی فریضہ کو اپنائے۔ ریگن، ملکہ الزبتھ، مز تھیچر، اندرا گاندھی کو اسلام کی دعوت دے، اسلام کو پوری دنیا کے لیے نجات دہندہ اور اعلیٰ درجہ کا معاشرہ پیدا کرنے والے نظام کی شکل میں اقوام عالم کے سامنے پیش کرے۔

آج دنیا کی تمام قومیں خواہ وہ ابراھام لنکن کی دعویدار ہوں یا لینن و مارکس اور انجلز کے اشتراکی لائحہ عمل کی علمبردار .... یا سکولرازم کے خودساختہ قوانین پر عمل پیرا ہونے والی ریاستیں ہوں، ہر ایک اپنے اپنے نظام سے مایوس ہو چکا ہے۔ اشتراکیت کے دعویداروں نے نئی سے نئی توضیحات کر کے لینن کی روح کو ہے مارکسی اصولوں کو اس طرح بدلا گیا ہے کہ اصل ونقل کی تمیز مشکل ہوگئی۔ مغربی اقوام مادی، سائنسی ترقیات میں تو دنیا کو شرمندہ کر رہی ہے مگر ان کی نئی نسل روحانی طمانیت کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ برطانیہ میں چرچ کر کے مسجدیں تعمیر کی جارہی ہیں۔ اخلاق اور عصمت وشرافت کی زندگی و کردار کے لیے آج کا یورپ از حد پریشان ہے۔ کیا ایسے حالات میں اسلامی حکمرانوں کو دعوت دین کے اسی فریضہ پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ جس کا حکم آنحضرت ﷺ نے دیا تھا۔ ہاں مگر اسلامی حکمران سب سے پہلے اپنا احتساب کریں اپنے کردار وعمل میں اس اسوۂ حسنہ کو جسے قرآن حکیم نے دنیا کا اعلیٰ ترین کردار قرار دیا ہے۔

"لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ"

اب وہ وقت آگیا ہے کہ اسلامی حکومت کا تاجدار ایک خلیفہ امیر المومنین خادم المسلمین کی طرح خدائی حاکمیت کو حقیقی طور پر اپنی مملکت کی اساس قرار دے کر شریعت اسلامیہ کے مطابق پوری مملکت کے قوانین مرتب کرے خدا تعالیٰ کفر کے سب کو برداشت کر سکتا ہے مگر اس کا حکم اس سے عملاً بغاوت کرنے والوں کو کبھی برداشت نہیں کرتا، اس کے

نام پر کھانے والوں اور پھر اسی کے قوانین سے کرنے والوں کو معاف نہیں کرتا، ہم نے بیت المقدس کیوں کھویا، ہم لبنان میں کیوں رو رہے ہیں۔ ہماری بندوقوں کا رخ خود ہماری ہی طرف کیوں ہے۔ امریکہ اور روس کا اسلحہ ہم اپنے ہی اوپر کیوں استعمال کر رہے ہیں کیوں اسلامی ممالک ہی میں اضطراب و اضحلال کی وہ لہر کیوں ہے۔ جو کبھی غیر مسلموں میں ہوتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ حکومت کفر کے ساتھ تو چل سکتی ہے۔ نفاق اور خدا کو مان کر اس سے بغاوت کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

ہمیں خود فراموشی کی چادر اتار کر خود احتسابی کے ساتھ اسلام ہی کو گلے سے لگا کر چلنا ہوگا، ساری دنیا کے فلسفے تھک کر سو گئے ہیں۔ ہر نظام کا بھانڈا پھوٹ رہا ہے میں پھوٹ پڑا ہے۔ صرف ایک اسلام ہے جو دنیا کو بچا سکتا ہے۔ مسلمان قوم کو بچا سکتا ہے۔

ہمیشہ طاقت (روس اور امریکہ) زور اور زر کے ساتھ آئی ہے اور اسلام کا علمبردار ان کے درمیان زاری کرتا ہے۔ بالآخر زور اور زر کی طاقتیں پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ جیسے قیصر (زر) کسریٰ (زور) کی طاقتوں کے درمیان حضور ﷺ نے زاری کی۔ خدا کے اس فرستادہ رسول ﷺ نے اپنے مالک سے فتح طلب کی۔ قیصر و کسریٰ نے زور و زر پر گھمنڈ کیا۔ ساری دنیا نے دیکھا کہ مدینہ منورہ کی مختصر سی حکومت نے صرف دس سال کے عرصہ میں انتہائی قلیل وسائل کے ساتھ دنیا کی بڑی بڑی ان دونوں طاقتوں کو زیر و زبر کر دیا۔ دشمن کے علاقوں میں صحابہ رضی اللہ عنہ کی فوج بھیجی تو ان کے عدل و احسان اور انسان دوستی کی مثالیں دیکھ کر عیسائی بھی عش عش کر اٹھے۔

خالد بن ولید رحمۃ اللہ علیہ ایسا اولوالعزم شمشیر آزما مجاہد کیا اسلام ہی کا فرزند نہ تھا جس نے 125 لڑائیاں لڑیں۔ اور کہیں شکست نہ کھائیں۔

ہم 17 سالہ اس بطل حریت کی کہانی فراموش کر گئے جو ایک مسلم زادی کی آبرو بچانے کے لیے کراچی کے ساحل پر اترا تھا۔ جس کے بارہ ہزار سپاہیوں نے راجہ داہر کے 35 ہزار سورماؤں کو ناک چنے چبوا دیے تھے۔ بلاشبہ اس کی زندگی کا جہاد صحراؤں کے تھپیڑوں کا سزاوار تھا۔ مگر قدم بہ قدم کامرانی اس کا مقدر بنتی گئی۔ طارق بن زیادہ اندلس

کے ساحل پر کشتیوں کو جلانے کا حکم دیتا ہے۔ صلاح الدین ایوبی نے ایسی حیرت انگیز کارگزاریوں کا مظاہرہ کیا کہ انسانی عقل اس کی بسالت وجرأت پر استعجاب کرتی ہے۔ ایوبی نے بیت المقدس پر اسلام کا پرچم گاڑھا تو یروشلم کے بیٹے دم توڑ گئے۔

سلطان محمد فاتح راجہ پرتھوی راج کے پرخچے اڑاتا ہوا شرق ہند تک نکل گیا تھا۔ محمود غزنوی نے سومنات کا مندر گرا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ کردار یاد دلاتا تھا جس میں انہوں نے قہر وجبر اور رستم کی زرق برق نام ونشان سے مٹا کر رکھ دی۔

اسلام کے دامن میں کارزاروں میں اترنے والے مجاہد ہی نہ تھے، بلکہ فکر ونظر کی تازگی عطا کرنے والے، فلاسفہ کی موشگافیوں کو توڑنے والے، معتزلہ وخوارج کے صحرے اقوام عالم کو نجات دلانے والے نظام الملک، منصور اور معتصم کی جبروتی حکومتوں سے ٹکرانے والے قوموں کو فتنوں سے نجات دے کر راہ ہدایت پر چلانے والے عبقری حقانت اور نابغہ روزگار انسان سینکڑوں ہی نہیں ہزاروں کی تعداد میں ہو گزرے ہیں۔

تاریخ ساز کے دیگر انسان ہی درخشندہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کس مذہب کے لوگ تھے ان کی کاوش وجادہ پیمائی سے زندگی کا کونسا شعبہ محروم رہ گیا تھا۔

قرون آخری کی اسلامی تاریخ کیا بانجھ ہی رہے گی، اب کوئی صلاح الدین ایوبی پیدا نہ ہوگا؟ بیت المقدس پر فاروق اعظم کی طرح حملہ کے بغیر ہی فتح کا پروانہ لینے والا نہ ہی بازوئے قوت سے اسلام کا پرچم لہرانے والا کوئی نہ آئے گا؟ اریٹیریا میں مسلمان بلاتے ہی رہیں گے۔ قبرص میں بے خانماں ماؤں اور بہنوں کو کوئی آسرا نہ ملے گا؟ فلپائن ظلم کی چکی میں پستا رہے گا؟ لاکھوں فلسطینیوں کی آہ بکا سننے والا کوئی غمگسار نہ اٹھے گا؟ ہند میں مسلم زادیوں کا بہی خواہ کوئی نہ آئے گا؟ لبنان کی مسلمان بچیاں کسمپرسی کے عالم میں دم توڑیں گی، بیروت خاکستر ہو جائے گا؟ کشمیر کا مسلمان حریت کی زنجیروں کا ہلاتا ہی رہے گا؟ غلامی کی ناگہانی آفتیں اسے غم والم کی بسمل بنائے رکھیں گی؟ افغانستان میں خون کی ندی بہتی

رہے گی، لاکھوں مسلمان بے گھر ہو کر پہاڑوں میں بھٹکتے رہیں گے؟ افغانستان کے خلاف خود مسلمان ہی زہر اگلتا رہے؟ تمام مسلمان ملکوں کا کوئی مشترکہ لائحہ عمل کبھی نہ بنے گا؟ ہمارے نصب العین میں ہم آہنگی کا حسن کبھی پیدا نہ ہوگا؟ فلسطینی مجاہدوں کی دہشت گرد قرار دینے کے لیے مسلمان ہی کو استعمال کیا جائے گا؟

ایک دوسرے کو غاصب، لٹیرا، قاتل، ڈاکو قرار دینے کی روایتیں کبھی ختم نہ ہوں گی، عراق، ایران میں لڑائی کی آگ جلتی رہے گی؟ بغداد کی وہ سرزمین جہاں سے کبھی علم و فضل کی سوتے پھوٹتے تھے، آج اسی بغداد کو تہہ تیغ کرنے کے لیے خود ہی برسر پیکار رہیں گے؟ انانیت و استکبار کا برا ہو، مادیت و عجب و پسندی نے مسلمان کو مسلمان سے اس طرح نبرد آزما کر دیا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو ظالم قرار دے رہا ہے۔ لیکن امریکہ اور روس تماشائی ہیں، دونوں کو اسلحہ فروخت کرتا ہے۔ نورا کشی والے یہ دونوں پہلوان پوری دنیا سے معاوضہ وصول کر رہے ہیں۔ سقوط مشرقی پاکستان میں امریکہ کا امدادی بحری بیڑا اس وقت پہنچا جب اس کی اولاد ڈھاکہ پر اپنا پرچم گارڈ چکی تھی، لبنان کی اس معرکہ آرائی میں روس نے کیا کیا ہے، افغانستان کی بستیوں کو اس سرخ ریچھ نے کس طرح اجاڑا ہے۔ ساؤتھ افریقہ میں کالے اور گورے کا مسئلہ کس نے کھڑا کیا؟ اسرائیل کو اسلحہ سے لیس کر کے مسلمان قوم کے مقابلے پر کھڑا کر کے امن کی دھجیاں بکھیرنے والا ریگن کون ہے، اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ دشمن کو مسلح کر کے مسلمانوں پر آگ برسانے کے لیے بھیجا جاتا ہے اور پھر مسلم اقوام کو اپنی حمایت کا یقین دلا کر بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ فیصل مرحوم کے اس اقوال پر غور کیا جائے۔

"امریکی اور برطانوی سامراج نے ہمیں مایوسی کے سوا کچھ نہیں دیا، اشتراکیت کی تلوار کئی طرف سے ہم پر لٹک رہی ہے۔"

حضور ﷺ کی پیش گوئی آج ہی کے دور پر بھی صادق آتی ہے۔ الکفر ملۃ واحد روس اگر کسی مسلم ریاست کا حلیف ہے تو اس کے اپنے مفادات ہیں امریکہ اگر اسلحہ دیتا ہے تو وہ اپنے نام کی جنگ لڑتا ہے، ہندو اگر کسی عرب کو حمایت کا یقین دلاتا ہے تو اس کے اپنے مفادات ہیں۔

اور تو اور مسلمان ملکوں میں پنپنے والی قادیانیت بھی مسلم اقوام کے درمیان ایسا ناسور ہے۔ جسے بقول شورش ''عجمی اسرائیل'' کہنا زیادہ مناسب ہے۔

عصر حاضر کے حالات سے اگر کوئی شخص آنکھیں بند نہ کرے اور حقائق کی عینک لگا کر اپنے ماحول کا جائزہ لے تو معلوم ہوگا، ساری دنیا کا کفر ایک متحد قوت ہے۔ جس کے مشن اور نصب العین میں مسلمان اقوام کو مضمحل اور لاغر کرنا شامل ہے۔

سپر پاور اللہ کی ذات ہے:

ہمیں اس کے بڑا ہونے کے یقین کے باوجود روس اور امریکہ کے جدید اکتشافات و ایجادات سے بے انتہا مرعوبیت ہے اور اس کے کارخانوں، سائنسی ترقیات، نئی سے نئی مشینری نے ایسی مہر ثبت کر دی ہے کہ ساری مسلمان قوم مہر بلب ہے۔

کیا اسلام نے جدید ترقیات سے منع کیا ہے؟ اسلام نئے سے نئے آلات کی ایجاد کا مخالف ہے؟ اسلام نے ایٹم بم بنانے سے کب روکا ہے؟ کیا اسلام طرح طرح کے جدید ہتھیاروں کی تیاری کی راہ میں رکاوٹ ہے؟

اب بہت وقت بیت چکا، ہمارا تماشہ ساری دنیا دیکھ چکی، ہم نے دو سو سال سے زیادہ غلامی کی زنجیروں میں خود کو محسوس رکھا، ہمارا ذہن بلاشبہ غلامی کی سوچ کا آئینہ دار ہے۔ ایک صدی پیشتر جس کا عنفوان شباب تھا۔

اب پندرھویں صدی کا آغاز ہو چکا ہے۔ غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں ہماری زمینوں نے سونا اگلنا شروع کر دیا۔ ہمارے فکر نے انگڑائی لینا شروع کی، ہماری نئی نسل ورطہ حیرت میں دونوں طرف دیکھ رہی ہے۔ ہمیں اب عہد ماضی کے اسی ترقی یافتہ دور کی طرف لوٹ کر جانا ہے جس نے قیصر و کسریٰ کے دو بلاکوں کے درمیان ایک تیسرے محمدی ﷺ بلاک کا غازہ نمودار کیا تھا جس کی شعاعیں مدینہ منورہ سے نکل کر پرتگال تک پہنچیں۔ اور صرف دس سال کے عرصے میں جس نے آتشکدے سرد کیے اور پاپائیت کو دم بخود کر دیا۔

بلاشبہ عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے حکمرانوں کے بعد آہستہ آہستہ اسلام کے بعض علمبردار شاہراہ سے ہٹتے چلے گئے جس پر آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشد کے امت کو چلنے کا سبق دیا تھا۔

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ، سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ، سلطان اورنگ زیب، ظہیر الدین بابر رحمۃ اللہ علیہ، نصیر الدین ہمایوں رحمۃ اللہ علیہ اور شاہجہان کے ادوار چراغ سحری مانند مختلف خطوں میں ہدایت بن کر فروزاں رہے تاہم دنیوی مطلوب وشوکت نے عدل وانصاف اور اسلامی شعائر کو اس طرح پامال کر دیا کہ دور دور تک اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔

14 صدی ہجری میں خطہ عرب پر پھر سے اسلام کی روشنی جگمگانے لگی۔ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سعودی فرمانروا کے پیشرو امیر محمد بن سعود سے تعلق خاطر اور دینی فہم نے ایک بار پھر صحراؤں کو دین اسلام سے منور کر دیا۔

اسلامی حکومت کے قیام کا وہ جذبہ عود کر آیا جس کے لیے نسل انسانی بے تاب و بے چین تھی، برس ہا برس کے نشیب و فراز اور عجیب النوع مدوجزر سے گزر کر نجد کی ریاست حجاز تک پہنچی اور بالآخر نجد حجاز پر سعودی حکومت قائم ہو گئی۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی تولیت کے بعد آل سعود پر بے پناہ ذمہ داریاں پڑیں انہیں ہر اعتبار سے مثالی بننے کے لیے مشیت ایزدی نے مواقع فراہم کیے فخر ومباحات میں حرمین کی خدمت کوئی معمولی چیز نہیں۔

امیر عبد الرحمٰن کی زندگی کے ایام وشہور کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف تقویٰ وطہارت میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے، سلطان عبد العزیز کی جنگجویانہ زندگی میں بھی کسی طور اسلامی شریعت سے انحراف کا سراغ ملتا نہیں، بشری کمزوریوں سے کوئی انسان مبرا نہیں تاہم مجموعی طور پر آل سعود کے ہر دو مذکور حکمرانوں اور ان کے بعد خلف صدق شاہ فیصل تو بلا مبالغہ اسلامی شعائر کے ناطے یہ سب چیزیں ان کی ذمہ داری میں شامل تھیں اب جبکہ مادی طور پر سعودی عرب دنیا کی ایک ممتاز سلطنت بن چکا ہے اور دن بدن جدید ترقیات سے

لیس ہو کر اغیار کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے کوشاں ہے۔

ضرورت ہے کہ سعودی حکمران پوری دنیا کے مسلمانوں کی قیادت کے لیے آگے بڑھیں، جلالۃ الملک شاہ فہد جیسے بیدار مغز اور عالی کردار شخصیت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے نامور بھائیوں فیصل رحمۃ اللہ علیہ اور خالد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امت مسلم کے اتحاد و یگانگت کے لیے کوئی کسر باقی نہ رکھے، مغربی اقوام سے لے کر اشتراکی سورماؤں تک ہر کفر کی چالبازیوں کو مدنظر رکھ کر مسلم اقوام متحدہ کے قیام، مشترکہ ذرائع ابلاغ کے فروغ اور متحدہ طاقت کے لیے میدان میں اتریں جدید اکتشافات، سائنسی آلات اور جدید سے جدید ٹیکنالوجی کے مقابلہ کے لیے ہر ممکن طریقہ استعمال کریں............ اسلحہ ساز فیکٹریوں کے قیام جدید جنگی جہازوں کے کارخانوں اور نئے نئے آلات کے لیے مسلم قوم کو لیس کردیں۔

ایک خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کی طرح پوری امت محمدیہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے اسلامی تعلیم میں جدید ترقیات کو شامل کریں، اسلامی عدالت کو ایک نہج پر پورے مسلم ممالک میں رائج کر کے انگریزی قوانین اور سامراجی دستاویزات کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیں۔

صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ اب اگر بیدار نہ ہوا تو اندھیاروں میں مسلمان غلطاں رہیں گے۔ باہمی کشت و خون سے میت و نابود ہو جائیں گے استعماریت کے کچھ کوں سے رنج والم کے بسمل بن کر تڑپتے رہیں گے............ شاہ فہد صرف آپ کی طرف مسلمان قوم...... دیکھ رہی ہے۔

1967ء کی مصر اسرائیل جنگ میں فیصل کا کردار

فیصل کے قریبی ساتھی اور عربی روزنامہ ''الیوم'' کے رئیس ادارہ علی امین کا بیان ہے:

''67ء میں مصر اور سعودی عرب کے درمیان کسی وجہ سے چپقلش تھی مگر جب اسرائیل نے حملہ کیا تو فیصل نے عبدالناصر کی مدد میں بالکل توقف نہیں کیا اور سب سے زیادہ مصر کو امداد دی اور دیگر حکومتوں پر بھی زور دیا کہ وہ مصر اور اردن کی مدد کریں۔ اس طرح فیصل نے بلند نظری کی وہ داستان رقم کی کہ عہد حاضر کے رہنما جس سے نا آشنا تھے۔''

علی امین آگے رقمطراز ہیں:

''میں نے قدس کے موضوع پر فیصل سے بات کی۔ ان کے دل میں اس کی بڑی عزت تھی۔ اس کے متعلق کوتاہی کرنے کو وہ یوں سمجھتے تھے گویا انہوں نے مکہ کے بارے میں کوتاہی کی ہے[1]۔''

1967ء میں اسرائیل کی ننگی جارحیت نے پوری دنیا ششدرہ کر دیا تھا۔ ہر شخص اسرائیل کی ہٹ دھرمی اور اس کے بہی خواہ امریکہ فلسطین دشمن پر نالاں تھا۔

27 جون 1967ء صبح آٹھ بج کر پچپن منٹ پر اسرائیل نے جنگ کا طبل بجا دیا۔ اسرائیلی ہوا بازوں نے مصر کے کئی طیارے مار گرائے۔ یروشلم کے بیٹے طوفان کی طرح آئے اور آندھی کی طرح مشرق اوسط کو زیر وزبر کرنے لگے۔

صرف چار دن کے ابتدائی معرکے میں جمال ناصر کے تمام محاذوں پر یہودیوں کا پانسا بھاری رہا۔ ابھی جنگ کو شروع ہوئے چھٹا دن تھا کہ اسرائیلی فوج صحرائے سینا، جولان اور اردن کی غربی پٹی پر قابض ہو گئی۔

---

[1] بنو جستان ص ۹۷

اس وقت مشرقی وسطیٰ کی کیا حالت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے صرف چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر ناصر نے سوڈان کے صدر مقام خرطوم میں عرب ملکوں کی اسلامی کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کر دیا تاکہ عالم عرب کے لیڈر سر جوڑ کر بیٹھیں اور کفر سے ہم کلام ہونے کے لیے آئندہ کا لائحہ عمل تیار کریں۔

یہ کانفرنس 29 اگست سے 2 ستمبر تک جاری رہی۔

شاہ فیصل ابتداً کانفرنس میں شرکت پر آمادہ نہ تھے۔ مگر جب معاملہ نازک مرحلہ تک آ پہنچا اور خادم الحرمین کے بغیر کوئی مسئلہ حل ہوتا نظر نہ آیا تو فیصل نے اختلافات کے سارے بندھن توڑ کر کانفرنس میں شرکت کا اعلان کر دیا۔

شاہ اپنے خصوصی طیارے کے ذریعے خرطوم ائیر پورٹ پر اترے تو جمال ناصر خود استقبال کے لیے موجود تھے۔

ایک مدت کی خاموشی کے بعد عالم اسلام کے دونوں رہنماؤں کا ملاپ ایک تاریخی مرحلہ تھا فیصل نے جنگ کی خطرناک نوعیت بھانپتے ہوئے متعدد تجاویز پیش کیں۔ جن میں عرب فوج کی صفوں کو نئے سرے سے منظم کرنا شامل تھا۔

شاہ نے اپنی تقریر میں جنگ کا ایک تہائی خرچہ دینے کا اعلان کیا[1]۔ فیصل کے اعلان کے بعد کویت اور لیبیا نے دو تہائی اخراجات کی حامی بھری۔

شاہ فیصل نے جنگی زخمیوں کے لیے ادویہ اور دیگر سامان کی فراہمی کا بھی اعلان کیا۔ ایک مبصر کے مطابق سعودی عرب نے اپنے سارے وسائل جنگ زدہ عرب ملکوں پر لگا دیئے[2]۔ اس کے ہسپتال زخمیوں سے بھر گئے۔ ان زخمیوں میں بیشتر نیپام بموں سے جھلس گئے تھے[3]۔ شاہ فیصل کا یہ اقدام بلاشبہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتا تھا۔ انہوں نے جس عظیم روایت کا آغاز اس موقع پر کیا اس کی مثال چودھویں صدی میں کہیں نظر نہیں آتی۔ ملاحظہ ہو کہ حکومت شاہ کے نہ صرف افکار کی مخالف تھی بلکہ اس نے متعدد مرتبہ کئی حد سے گزرے ہوئے اقدامات بھی کیے تھے۔

---

[1] ہنوپیشان ص 99۔ [2] ہنوپیشان ص 99۔ [3] پاسبان حرم ص ۹۲

مگر آج فیصل نے سب اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اسلامی اخوت کی زندہ جاوید مثال رقم کی۔ فیصل کی وسط ظرفی اس واقعہ سے بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ سعودی عرب کے ساتھ یمن کی چپقلش اور متعدد جنگی جھڑپوں میں جمال کی بھیجی ہوئی، مصری فوج براہ راست نبرد آزما تھی۔ مصر یمن میں روزانہ............ 5 پونڈ خرچ کر رہا تھا۔ 1960ء تک مصر کے خرچ کی مجموعی تعداد ساڑھے تین ارب ڈالر ہوگئی۔ دس ہزار مصری جاں بحق ہو گئے۔ جبکہ کل ہلاک شدگان ایک لاکھ تھے۔ یمن سے فوج بلالی تھی۔ تاہم ابھی تک آخری دستے وہاں موجود تھے۔ جو فیصل کی کانفرنس کے ساتھ ہی طلب کر لیے گئے۔ جس سے مشرق وسطیٰ کی سیاست میں نئی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس موقع پر شاہ فیصل نے یمن کو تسلیم کر لیا۔ اور سفیروں کے باقاعدہ تبادلہ کے عمل کا اعلان کر دیا۔ خرطوم کی اس کانفرنس میں صدر مصر کی شاہ حسین کے ساتھ بھی صلح ہوگئی۔ کانفرنس میں تین فیصلے ہوئے۔

☆ لا صلح............ ہم اسرائیل کے ساتھ مصالحت نہیں کریں گے۔

☆ لا اعتراف............ نہ اسے تسلیم کریں گے۔

☆ لا نفاوض............ نہ کوئی مذاکرات کریں گے۔

اکتوبر 1973ء میں عرب اسرائیل جنگ اس مرتبہ شام اور مصر نے آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کیا تھا۔ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ اس جنگ کی منصوبہ بندی میں فیصل نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس جنگ سے عربوں کا اعتماد بحال ہوا۔ اور اسرائیل کے غرور کا بت پاش پاش ہوگیا۔ اس کی معیشت پر نہایت برا اثر پڑا۔ ٹینکوں، طیاروں اور دیگر نقصانات کا اندازہ 5! ملین ڈالر لگایا گیا۔ عربوں کا حملہ اتنا منہ زور تھا کہ اسرائیل اپنی فضائیہ بالخصوص فینٹم اور سکائی ہاک اور بکتر بند ڈویژن استعمال ہی نہ کر سکا۔ جون 67ء کی جنگ کا نعرہ اشتراکیت تھا۔ جس کے زعم میں مصر اور اسرائیل مبتلا تھے۔ اس کے برعکس اکتوبر 1974ء کی جنگ کا نعرہ اللہ اکبر تھا۔ اور تمام دنیا کے مسلمانوں نے اسے اپنی جنگ سمجھا۔ اگست 1974ء میں شاہ نے مصر کا دورہ کیا۔ تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ صدر انور سادات انہیں سویز کے محاذ پر لے گئے۔ شاہ کے لیے جب گاڑی کا انتظام کیا گیا تو آپ نے کہا۔

جب میرے بچوں نے یہ فاصلہ پیدل طے کیا ہے تو میں کیوں کر گاڑی استعمال میں لا سکتا ہوں۔ صدر انور سادات نے ان کو بار لیو رلائن کا ہیرو قرار دیا۔ اور کہا ہم نہر سویز عبور کرنے کے قابل صرف اس لیے ہو سکے کہ آپ نے ہم سے ایسا وعدہ کیا تھا آپ نے جو بھی وعدہ کیا اسے پورا کیا۔ اظہار تشکر کے طور پر مصری حکومت نے سویز شہر میں شاہ فیصل کے نام پر ایک علاقے کا نام بھی رکھا۔ نیم سرکاری اخبار الاہرام نے شاہ کے دورے کو نہایت اہمیت دی اور سعودی امداد کا بطور خاص ذکر کیا۔

شاہ کا جواب ایک ہی بات تھی کہ یہ سعودی عرب کا فرض تھا۔ مصریوں نے کہا
”اس امداد کی وجہ سے شاہ فیصل کا نام عربوں کی تاریخ جہاد میں ہمیشہ زندہ و جاوید رہے گا۔“

شاہ فیصل اور تیل کا ہتھیار

نیو یارک ٹائم میگزین جو جنوری کو مین آف دی ایسر کے عنوان کے تحت دنیا کی کسی ایسی شخصیت پر مقالہ شائع کرتا ہے جس کے کسی اقدام سے دنیا میں کہرام سا بپا ہو گیا ہو 1974ء کو اس نے فیصل کو منتخب کیا۔

"1974ء میں فیصل کے بعض اقدامات سے دنیا میں زبردست تبدیلیاں آئیں طاقتور ممالک کمزور ہو گئے پرانی دوستیاں اور قدیم فلسفے ختم ہو گئے "مغرب کا یہ یقین کہ صنعتی ترقی اور آسودہ حالی لازم وملزوم ہیں متزلزل ہو گیا، افراط زر نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، تقریباً دو درجن ملک قحط کا شکار ہو گئے۔ یورپ و امریکہ اور جاپان کی قوت و دولت میں کمی آنے لگی اور دول عرب ایک طاقت بن کر دنیا کے سٹیج پر نمودار ہوئیں ان کی طاقت کا ماخذ ان کا تیل تھا آج سے دس سال پہلے ایک بیرل کی قیمت ایک ڈالر تھی اور آج دس ڈالر، 1974ء میں عربوں نے 112 ارب ڈالر کمائے تھے اس بے پناہ دولت نے جو مغرب سے عرب میں جا رہی تھی اقوام عالم کے مالی نظام کو تہہ و بالا کر دیا ہے تیل کے سب سے بڑے ذخیرے سعودی عرب کے پاس ہیں، یہ ملک سونا، تیل کے اور کئی دیگر ذخائر کا مالک ہے یہ علاقائی طور پر سنسان ریگستان اور ویران علاقہ ہے جس کے وسیع صحراؤں میں ایک کروڑ سے بھی کم لوگ رہتے ہیں جن کا قائد ایک زاہد، فقیر منش، نہایت زیرک ہے۔ اس کے اقدامات سے ساری دنیا چیخ اٹھی، فیصل کا وقار و رسوخ بہت بڑھ گیا امریکہ و یورپ کی یونیورسٹیوں میں عربی علوم وفنون کے شعبے کھل گئے۔"

ٹائم کی حیرت زیگر گواہی واقعات کی کھلی شہادت ہے اس نے تعصب کی عینک اتار کر فیصل کا مشاہدہ کیا اس کے تاریخی اقدامات کو ترقی پسند اقوام کے لیے ایک چیلنج قرار دیا، ربع صدی پہلے یورپین ممالک اس بات کا تصور تک نہ کر سکتے تھے کہ نو آبادیاتی نظام کے

خاتمے کے بعد مسلمان قوم ایک دو صدیوں سے پہلے آنکھ تک کھول سکے گی جونہی انہوں نے عربوں کا تیل اور مشینری میں اس کی ضروریات ملاحظہ کیں وہ انگشت بدنداں رہ گئے، پھر فیصل ایسے گہرے تدبر کے حامل حکمران نے اپنے دور اندیشانہ اقدامات کی بنا پر اغیار کو حقائق کی شہادت دینے پر مجبور کر دیا۔

ٹائم نے تفصیل کے ساتھ عربوں کی ترقیات کا جائزہ لیا اس کا اقتصادی مبصر رقمطراز ہے:

عرب ریاستوں میں فی کس آمدنی بہت بڑھ گئی صرف تین ریاستوں کے اعداد ملاحظہ فرمائیں۔

1- کویت .... 13ہزار ڈالر فی کس سالانہ
2- قطر .... 14ہزار ڈالر فی کس سالانہ
3- ابوظہبی .... 23ہزار ڈالر فی کس سالانہ

ٹائم آگے لکھتا ہے:

تیل کے زیر زمین ذخائر کتنے ہیں یومیہ پیداوار کیا ہے اور یہ کہاں تک جاتا ہے جدول میں دیکھئے۔

ملک	زیر زمین ذخائر	روزانہ خرچ	کہاں جاتا ہے
روس	73ارب بیرل	90لاکھ بیرل	اندرون ملک نیز اشتراکی ریاستوں میں
ریاست ہائے متحدہ امریکہ	35ارب 30 کروڑ بیرل	80لاکھ 80ہزار بیرل روزانہ	اندرون ملک
سعودی عرب	132ارب 30 کروڑ بیرول	80لاکھ 50ہزار بیرل	جاپان اٹلی وغیرہ

ایران	40ارب 30 کروڑ بیرل	40لاکھ بیس ہزار بیرل	جاپان اٹلی وغیرہ
وینزائلہ (جنوبی امریکہ)	14ارب بیرل	29لاکھ بیرل	ریاست ہائے متحدہ امریکہ وغیرہ
کویت	64ارب بیرل	22لاکھ بیرل	یورپ، ہند، جاپان وغیرہ
نائیجیریا	15ارب بیرل	23لاکھ بیرل	یورپ، ہند، جاپان وغیرہ
لیبیا	15½ارب بیرل	20لاکھ بیرل	یورپ، ہند، جاپان وغیرہ
کینیڈا	9ارب بیرل	20لاکھ بیرل	ریاست ہائے متحدہ
عراق	31½ارب بیرل	20لاکھ بیرل	ہند، مشرقی
انڈونیشاء	10½ارب بیرل	15لاکھ بیرل	جاپان وغیرہ
امارت متحدہ خلیجی	24ارب بیرل	18لاکھ بیرل	جاپان وغیرہ
الجیریا	7½ارب بیرل	13لاکھ بیرل	یورپ وغیرہ
چین	19½ارب بیرل		ملک میں کھپت
قطر	6½ارب بیرل	5لاکھ بیرل	جاپان وغیرہ
بحرین	4ارب بیرل	7لاکھ بیرل	جاپان وغیرہ
عمان	5½ارب بیرل	7لاکھ بیرل	جاپان وغیرہ
آسٹریلیا	2ارب بیرل	4لاکھ بیرل	اندرون ملک
گھبان (مغربی امریکہ)	1½ارب بیرل	2لاکھ بیرل	اندرون ملک
ارجنٹائن	2½ارب بیرل	4لاکھ بیرل	اندرون ملک

شہادت سے ایک سال قبل شاہ فیصل نے اپنی آ...نی کا کچھ حصہ کارخانوں،

شفاخانوں اور درس گاہوں کی تعمیر پر خرچ کیا تھا۔ اس نے دو ارب ڈالر کا جدید اسلحہ بھی منگوایا تھا یہود کے خلاف لڑنے والی تنظیموں کو بھی 235 کروڑ ڈالر دیئے تھے۔ اور بعض غیر عرب ریاستوں کو 27 کروڑ ڈالر کی گرانٹ عطا کی تھی۔ بایں ہمہ 1972ء میں فیصل کے خزانے میں 23 ارب ڈالر جمع تھے۔

عرب ریاستوں کی روزانہ آمدنی یہ ہے۔

فی گھنٹہ........................70 لاکھ ڈالر

فی یوم............................16 کروڑ 40 لاکھ ڈالر

لندن کے مشہور جریدے ''اکانومسٹ'' کا اندازہ یہ ہے اس دولت سے عرب دنیا کے تمام وسائل دولت کو رفتار ذیل سے خرید سکتے ہیں۔

(ا) امریکہ کی تمام بڑی بڑی تجارتی کمپنیاں	9 سال میں
(ب) دنیا کی تمام بڑی بڑی تجارتی کمپنیاں	15½ سال میں
(ج) مرکزی بنکوں کا تمام سونا	3 سال میں
(د) امریکہ کا سرمایہ دیگر ممالک میں	20 ماہ میں
(ہ) برطانیہ، فرانس، جرمنی کی تجارتی کمپنیاں	19 ماہ میں
(و) راک فیلر فیملی کی دولت	6 دن میں

فیصل دنیا کا متمول ترین بادشاہ ہی نہیں بلکہ کروڑ ہا مسلمان عالم کا روحانی مقتدء بھی ہے۔ مسلمانوں کے دو مقدس شہر مکہ و مدینہ اسی کی مملکت میں واقع ہیں فیصل کی سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ ان کی زندگی میں آزاد ہو۔ اور وہاں جا کر کم از کم ایک نماز ادا کرے۔

اسرائیل سے مصر و شام کی عارضی صلح میں فیصل شہید کا ہاتھ بھی تھا۔ اور شاید اسی بنا پر امریکہ کے وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے ٹائم کے ایک نامہ نگار سے کہا تھا۔ ''فیصل عربوں کا ضمیر اور ان کے جذبات قومیت کا ترجمان ہے اس نے ملک کو گمنامی و بے بسی سے نکال کر

قیادت و رہنمائی کی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے۔" مغرب کی موجودہ مشکلات کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس نے فیصل اور دیگر عرب ریاستوں کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ 1973ء میں فیصل نے امریکہ کو انتباہ کیا تھا۔ کہ اگر اس نے اسرائیل کو عرب علاقے چھوڑنے اور فلسطین کا مسئلہ حل کرنے پر مجبور نہ کیا تو وہ تیل کا حربہ استعمال کرے گا۔ امریکہ نے پرواہ نہ کی اور جونہی اکتوبر 1973ء میں تیل کا حربہ آزمایا گیا تو مغربی اقوام نے گھٹنے ٹیک دیئے۔

(ٹائم جنوری 74ء)

تیل کی پیداوار اور سعودی عرب.

یہ 29 مئی 1933ء کا ذکر ہے، کیلیفورنیا کی اسٹینا ڑر آئل کمپنی نے 60 سال کے لیے سعودی عرب کے مشرقی حصے میں تیل کی تلاش کرنے کا ٹھیکہ لیا۔ 1934ء میں ٹیکساس اس کمپنی بھی اس کے ساتھ شریک ہوگئی۔ 1940ء تک ایکسن، ٹیکساس اور موبل بھی شریک جستجو ہوگئیں، اور اس طرح مجموعی طور پر کمپنی کا نام عرب امریکی آئل کمپنی (آرامکو) پڑا صوبہ حسا میں ظہران، دمام، یقین اور ابوحدریہ کے مقامات پر تیل کے کنویں کھودے گئے۔ پہلا کنواں جس سے تیل نکالا گیا 1938ء میں مکمل ہوا۔ تجارتی سطح پر 1945ء میں پیداوار شروع کی گئی۔

عالمی جنگ کے دوران آرامکو صحیح معنوں میں تیل کی تلاش میں کوئی کارنامہ سر انجام نہ دے سکی، یہی وجہ ہے کہ تیل سے آمدنی محدود رہی اس کا اثر سعودی معیشت پر پڑا۔ کیونکہ حاجیوں کی آمد سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ ان دنوں محوری قوتوں کا پلہ بہت بھاری تھا جرمنی نے یوگوسلاویہ اور یونان کو سرنگوں کر لیا تھا، کریٹ پر حملے کی تیاریاں ہو رہی تھیں ادھر بغداد میں محوری قوتوں کے خلاف انقلاب برپا ہو چکا تھا اور اب مصر پر ان کی گہری نظر تھی، جاپان کی بھی نظریں خلیج فارس کے تیل سے مالا مال علاقے پر لگی ہوئی تھیں، ابن سعود نے امنڈتے ہوئے خطرات کے باوجود برلن اور ٹوکیو کو نظر انداز کیا اور اپنی معیشت کو بہتر بنانے کے لیے برطانوی اور امریکی حکومتوں سے رجوع کیا۔ اس وقت تک امریکہ غیر جانبدار تھا۔

ابن سعود نے تین کروڑ ڈالر قرضہ مانگا اور پانچ سال کی اقساط میں واپس کرنے کا وعدہ کیا۔ شاہ نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر قرضہ نہ ملا تو تیل کی تلاش سے متعلق مراعات واپس لے لی جائیں گی۔ امریکہ کمپنی نے 1933ء میں تیس ہزار پونڈ پیشگی دیئے تھے لیکن ایک نوزائیدہ مملکت کی تعمیر و ترقی کے لیے یہ رقم نہایت قلیل تھی۔ دھمکی دیئے جانے کے بعد کمپنی کے نمائندے جیمز اے موفٹ نے اپریل 4، میں صدر روز ویلٹ سے ملاقات کی، بالآخر طے پایا کہ برطانیہ سے کہا جائے امریکہ نے حال ہی میں جو 42 کروڑ 50 لاکھ ڈالر قرضہ اسے دیا تھا اس میں سے سعودی عرب کو مطلوبہ رقم فراہم کرے، چنانچہ برطانیہ نے سعودی عرب کو ایک سال کے لیے چار لاکھ پونڈ دے دیئے گئے۔ اور بتدریج اس رقم میں اضافہ کیا حتیٰ کہ 1945ء میں یہ رقم 25 لاکھ پونڈ ہو گئی۔

جنگ ختم ہونے کے بعد سعودی عرب میں تیل کی پیداوار میں خاصا اضافہ ہوا۔ 1950ء میں سالانہ پیداوار دو کروڑ پچاس لاکھ ٹن تھی اور اس کا شمار مشرق وسطیٰ میں ایران کے بعد دوسرے پر ہوتا تھا۔

1950ء میں سعودی عرب کو تیل سے 9 کروڑ ڈالر آمدنی ہوئی، امریکہ سعودی تیل درآمد کرنے والے ملکوں میں سرفہرست تھا، 1974ء میں امریکہ کو تیل کی درآمدات میں 24 ارب ڈالر خرچ کرنا پڑے۔

30 دسمبر 1950ء کو سعودی عرب نے آرامکو سے نیا سمجھوتہ کیا جس کے تحت نفع کی تقسیم پچاس فیصد قرار پائی تیل کی پیداوار میں ہر سال اضافہ ہوتا گیا، اس طرح 1956ء میں سعودی عرب کے تیل سے کل آمدنی 25 کروڑ ڈالر تک پہنچ گئی۔

ستمبر 1960ء میں بغداد میں تیل پیدا کرنے والے پانچ ملکوں کے نمائندے جمع ہوئے سعودی عرب بھی ان میں شامل تھا۔ کانفرنس کا بنیادی مقصد تیل کی قیمتوں میں استحکام پیدا کرنا اور اس معاشی استعمار سے محفوظ ہونا تھا، جو مغربی ممالک تیل کی قیمتوں کے ذریعے ان ملکوں سے رابطہ کر رہے تھے پھر انہیں خود بھی اپنی تعمیر و ترقی کے لیے تیل کی آمدنی کی زیادہ ضرورت تھی اس طرح اسی سال تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم

(OPEC) معرض وجود میں آئی، اس تنظیم میں اس وقت سعودی عرب، کویت، ایران، عراق، نائیجیریا، لیبیا، متحدہ عرب امارات، الجزائر، انڈونیشیا، قطر، ایکودور، وینزویلا، اور گبین شریک تھے۔ 1960ء میں سعودی عرب نے تیل سے 35 کروڑ ڈالر کمائے، جن کا بڑا حصہ فضائی مواصلات اور ٹیکنالوجی ترقی پر صرف کیا، 1973ء میں یہ آمدنی 9ء28 ارب ڈالر ہو گئیں تیل کی قیمتوں میں اضافہ کے بارے میں چیخ وپکار کئی سال سے جاری تھی لیکن اصل بات اکتوبر 1973ء کی عرب، اسرائیل جنگ کے بعد سامنے آئی جب عربوں نے تیل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا، شاہ فیصل امریکہ کے حلیف ہونے کے باوجود اس اقدام پر مجبور ہو گئے کہ تیل کی قیمتوں میں اضافہ کیا جائے۔ اور امریکہ کو تیل کی سپلائی بند کر دی جائے۔ جنگ کو ابھی دس (10) روز بھی نہ گزرے تھے۔ کہ OPEC نے تیل کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا۔ شاہ فیصل کا مؤقف یہ تھا کہ امریکہ اسرائیل کو مجبور کرے کہ وہ عربوں کے مفتوحہ علاقوں سے نکل جائے۔

تیل.........تلوار سے زیادہ کاری ہتھیار:

عربوں نے شاہ کی تحریک پر تیل کی پیداوار میں 28 فیصد کم کر دی، علاوہ ازیں تیل کی قیمت 99 ڈالر سے بڑھا کر 44ء3 ڈالر فی بیرل کر دی، یہ 1973ء کی صورت حال تھی، 1974ء کے آخر میں یہ قیمت 10 ڈالر کر دی، جبکہ 1975ء کے شروع میں یہ قیمت ایک ڈالر سے بھی کم تھی شروع میں امریکہ نے اس اقدام کو محض ایک کھلی دھمکی خیال کیا اور سابقہ صدر رچرڈ نکسن نے امریکی ٹیلی ویژن پر تقریر کے دوران کہا، کہ اگر عربوں نے ایسا کیا تو اپنی منڈیاں کھو بیٹھیں گے، لیکن عربوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا جبکہ امریکہ اور ہالینڈ کو تیل کی سپلائی مکمل بند کر دی گئی اور دیگر صنعتی ممالک کو تیل مہنگے داموں خریدنا پڑا تو ان کو دن میں تارے نظر آنے لگے، ان کی اقتصادیات ہی نہیں عام زندگی بھی بری طرح متاثر ہوئی فرانس میں بجلی اشتہارات (نیوسائن) دس بجے شب کے بعد اور برطانیہ میں دن کے وقت بند رکھنے پڑے، جہاں تک قیمتوں کا تعلق ہے مغربی جرمنی میں گیلن پٹرول کی قیمت 40ء1 ڈالر اٹلی میں 72ء1 ڈالر اور یونان میں 50ء6 ڈالر فی گیلن ہو گئی اس طرح سرمایہ

منتقلی نہایت سرعت سے عمل میں آئی۔ 1974ء میں OPEC کے ارکان نے تیل سے 112 ارب ڈالر کمائے اس سے عالمی مالی ڈھانچہ ہل کر رہ گیا جو پہلے ہی کمزور و نحیف تھا تیل کو سیاسی حربہ کے طور پر استعمال کرنے کے بارے میں شاہ فیصل کا نقطہ نظر بالکل واضح تھا، اسے انہوں نے ابہام کے پردے میں نہ رکھا یہ اور بات ہے۔ امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک اسے خالی خولی دھمکی سمجھتے رہے ستمبر 1973ء میں امریکی جریدے نیوز ویک کے نمائندے نے اسی مسئلہ کی طرف شاہ فیصل کی توجہ دلائی اس کا جواب انہوں نے کہا کہ ہمارا نظریہ ہرگز نہیں بدلا ہمارا اب بھی یہی نظریہ ہے کہ ہمارا تیل اسی رفتار سے روایتی منڈیوں میں پہنچتا رہے۔ جس رفتار کا میں تصور کر چکا ہوں کیوں اس کا ہماری اقتصادیات سے گہرا تعلق ہے۔ لیکن جب کہا جائے، کہ ہم تیل کی پیداوار اس مقررہ حد سے بڑھا دیں گے کیونکہ اس سے ہماری اقتصادیات متاثر ہو سکتی ہیں۔ اس لیے یہ سیاسی مسئلہ بن جاتا ہے اس کو حل کرنے کے لیے سازگار سیاسی فضا کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس لیے ہمیں ایسا حل لازماً تیار کرنا ہوگا جس کا ہماری معیشت پر برا اثر نہ پڑے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا امریکہ اسرائیل کی خواہ مخواہ طرف داری عربوں کے مقابلہ اس سے امتیازی سلوک اور اس کی لامحدود امداد و ترک کر دے اس ناز برداری نے اسرائیل کا دماغ بگاڑ دیا ہے اور وہ نہ مشرق وسطی میں امن اور صلح کے لیے تیار ہیں اور نہ ہی ہتیائے ہوئے عرب علاقوں سے دستبردار ہونا چاہتا ہے اس صورت حال کی اصلاح کی سب سے بڑی ذمہ داری امریکہ پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اگر اس نے اس سلسلے میں مثبت حکمت عملی اختیار نہ کی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تیل کی پیداوار بڑھانے کے لیے ہماری شرائط قبول نہیں کی گئیں ایسی صورت میں ہم اپنے ذاتی مفادات کو ترجیح دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ تیل کی پیداوار کم ہونے پر تیل کے نرخوں میں اضافہ ہوگا ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ فیصل کا یہ خدشہ صحیح نکلا، اور تیل کے نرخوں میں اضافہ ہوگا اور مشرق وسطی میں امریکہ فوجی مداخلت کی دھمکی بھی دی گئیں۔

لیکن شاہ فیصل کی قیادت میں عربوں نے اعتماد پیدا کر دیا تھا، وہ اسرائیل کو بھی چیلنج کر رہے اور اس کے سرپرستوں کی معیشت کو بھی انہوں نے زبردست دھچکا پہنچایا، شاہ

نے انہیں باور کروادیا، کہ مغرب کا تیل پر انحصار ہے اس لیے ہمیں ان پر واضح کردینا چاہیے کہ ہمیں بھی فلسطین اتنا ہی عزیز ہے جتنا فلسطینیوں کو، شاہ کو جنگ رمضان 1973ء کے بعد امریکہ کے دورے کی دعوت ملی، تو انہوں نے یہ کہہ کر مسترد کردیا، کہ جب تک امریکہ مشرق وسطیٰ کا تنازعہ حل نہیں کرتا اس وقت تک وہ امریکہ کا دورہ نہیں کریں گے۔

تیل کے بارے میں شاہ نے مؤقف اختیار کیا اسے اسرائیل کے ساتھ تصادم میں کم از کم توازن ضرور پیدا ہوگا، اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر عربوں کے فلسطینی مؤقف کی حمایت کی گئی، جنرل اسمبلی کے 150 ووٹوں نے فیصلہ کیا کہ فلسطین کی تنظیم آزادی کو جنرل اسمبلی میں مسئلہ فلسطین کے بارے میں ہونے والی بحث میں حصہ لینے کی دعوت دی جائے۔ مخالفت میں محض چار ووٹ تھے، یعنی امریکہ اسرائیل جمہوریہ دومی نیکن اور پھر کیوباپی ایل او کو اس عالمی تنظیم کے مستقل مبصر کی حیثیت دے دی گئی۔

شاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ کی ہر شکن میں عالمی سیاست کے گہرے راز پوشیدہ تھے وہ بخوبی جانتے تھے، کہ غیر اسلامی دنیا مسلمانوں کے کس قدر مخالف ہے، 17 مارچ 1975ء کے امریکی رسالے ٹائمز نے لکھا۔

”یورپ ایک بار پھر مشرق وسطیٰ میں حملہ آور ہو رہا ہے لیکن حملے کی نوعیت صلیبی جنگوں سے جدا ہے، یورپ کی خوشحالی برقرار رکھنے کے آواخر میں اور 1975ء کے آغاز میں دیکھتے ہی دیکھتے ریاض اور دوبئی اور بغداد کے ہوٹل مغربی تاجروں سے بھر گئے۔ امریکہ کی اعلیٰ یونیورسٹیوں سٹینوفورڈ سے لے کر شگاگو اور کولمبیا تک، میں عرب پروفیسروں کی مانگ بڑھ گئی، عرب کلچر، تاریخ، زبان اور مذہب کی تدریس شروع ہوگئی۔ اور مغربی طاقتیں روس کے مقابلے میں عربوں کے ہاتھ جدید ترین اور خوفناک ہتھیار فروخت کرنے کی دوڑ میں شریک ہوگئیں، اٹلی کے صدر گیودانی لیون نے خود سعودی عرب پہنچ کر مارچ 1975ء میں تجارت کے پانچ سالہ معاہدہ پر دستخط کیے، مغربی جرمنی کے سترہ (17) کاروباری عہدے دار ایک جیٹ جہاز چارٹرڈ کر کے سعودی عرب آئے، تاکہ کاروباری معاملات کو فروغ دیا جائے، فرانس اور ہالینڈ کا بھی یہی حال تھا، تیل کی قیمتوں میں اضافہ ہوا

اور اس کا یورپ اور دیگر اقوام پر اثر پڑا تو فرانس کے صدر گسکارڈ نے یہاں تک کہہ دیا کہ مغربی یورپ سے انیسویں صدی کی سامراجیت کا بدلہ لیا جا رہا ہے۔

مغربی اقوام کا خیال تھا، تیل کی قیمتیں چکانے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ تیل پیدا کرنے والی اقوام کے ہاتھ سے زیادہ اپنی مصنوعات فروخت کی جائیں، چنانچہ انہوں نے اپنی برآمدات میں اضافہ کر دیا۔ 1974ء کے پہلے نو مہینوں میں اٹلی کی ایران اور عرب ممالک کی برآمدات میں اضافہ ہوا، اور یہ شرح 92 فیصد تک جا پہنچی جبکہ فرانس کی شرح 55 فیصد، برطانیہ، کی 39 فیصد اور مغربی جرمنی کی شرح 74 فیصد کی حدیں چھونے لگی، ایران سمیت عرب ممالک کو 1974ء کے دوران میں یورپی ممالک نے مجموعی طور پر سولہ ارب ڈالر کی اشیاء فروخت کیں۔ اس طرح اٹلی کو امید تھی کہ وہ 1975ء کے دوران میں اپنا خسارہ چھ ارب ڈالر سے پورا کرنے کی کوشش کرے گا جبکہ 1974ء میں یہ خسارہ 10010 ارب ڈالر تھا، اسی طرح فرانس اپنے خسارہ 7ء3 ارب ڈالر سے 3ء2 ارب ڈالر تک لانے کی کوشش میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

مغربی اقوام کو سعودی عرب کی بے پناہ دولت کے استعمال کی فکر بھی لاحق رہی یورپی مشترکہ منڈی کے چیئرمین اور اطالوی بنک کے گورنر گنڈو کارلی نے یہ خیال پیش کیا کہ تیل پیدا کرنے والے ممالک اس طرح سرمایہ کاری کریں کہ تیسری دنیا کی اقوام بھی اس میں شریک ہو جائیں، مثال کے طور پر چیئرمین نے اپنے مؤقف کی حمایت میں کہا "فرض کیجیے سعودی عرب پاکستان یا سینیگال میں سرمایہ کاری کرتا ہے" سعودی صنعتی تنصیبات خود نہیں چلا سکتے اور اپنے ہاں وہ اپنی پیداوار نفع بخش طریقے سے نہیں کھپا سکتے لیکن ہم یورپی اقوام میں یہ دونوں صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں اہل یورپ کے فن اور تیل پیدا کرنے والے ممالک کا سرمایہ یکجا کر کے ہم امیر اور غریب کے درمیان حائل خلیج پاٹ سکتے ہیں۔

شاہ ان مغربی شاطروں کو خوب سمجھتے تھے، ایک مغربی صحافی ولٹن دین سے انٹرویو کے دوران اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا" کہ یہ کہنا غلط ہے کہ صرف سعودی عرب ہی مغرب کو اپنی دولت گردش کرانے کی ضرورت محسوس کرائے کیونکہ مغربی ممالک کی نسبت

ہمارے ملک کو سرمایہ کاری کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس سے آپ یہ مراد نہ لیں کہ ہم دوسروں سے تعاون نہیں کرتے ہمیں احساس ہے کہ ہم عالمی ڈھانچہ کا ایک حصہ ہیں اور اس ڈھانچے کے نتائج سے متاثر ہوتے ہیں چاہے یہ برے ہوں یا اچھے۔ مزید برآں ہمارا قطعاً یہ ارادہ نہیں کہ ہم پہلے سے موجود بدتر اقتصادی بحرآن مزید اضافہ کریں۔ ہم اپنی فاضل دولت کی صنعتی تیل استعمال کرنے والے ترقی پذیر ممالک میں سرمایہ کاری کرنے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ اس کی ضرورت محسوس ہو، لیکن ہم یہ بات ہر شخص کو یاد دلانا چاہتے ہیں۔ کہ انرجی کا مسئلہ کسی طرح بھی اقتصادی بحران کا حل نہیں کیونکہ ماہرین کی رائے میں تیل کی قیمتوں میں اضافے سے عالمی افراط زر میں صرف 2 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

مغربی ممالک کے یہ مختلف حربے شاہ فیصل بڑی بصیرت و فراست سے ناکام بناتے رہے اسرائیل کے عزائم اور طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہ آئی تھی، اور خطرہ تھا کہ کہیں عرب پھر تیل کا ہتھیار استعمال نہ کریں۔ چنانچہ امریکہ نے کھلم کھلا فوجی مداخلت کی دھمکی دی۔ اس پر جب سخت احتجاج ہوا، تو امریکی حکومت کے ایک ترجمان نے کہا: ''فوجی مداخلت صنعتی دنیا کو تباہی سے بچانے کے لیے آخری حربہ کے طور پر ہوگی نہ کہ تیل کی قیمتوں میں کمی کرانے کے لیے۔'' پھر اپنے اس عزم کو اس علاقے میں بڑھتے ہوئے غیر امریکی اثر کے خطرے میں چھپانے کی کوشش کی۔ امریکی رسالے ٹائم نے 6 جنوری 1975ء کی اشاعت میں لکھا اگر سعودی عرب کے تیل کے چشموں پر کسی دشمن کے قبضے کا واضح اور فوری خطرہ پیدا ہوا، تو فوجی مداخلت کی راہ اختیار کی جائے گی، فوجی مداخلت کی اس دھمکی پر شاہ فیصل نے ڈاکٹر کسنجر نے صرف اتنا کہا عرب تیل کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔

تیل پیدا کرنے والے ممالک میں سعودی عرب سرفہرست ہے۔ اس کے تیل کے ذخائر بھی سب سے زیادہ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود شاہ کے حکم سے تیل کی مزید تلاش جاری ہے صبح الخالی جہاں لق و دق صحرا کے سوا کسی قسم کی زندگی نہیں اس کا مکمل سروے کیا گیا۔ پہلے مرحلے پر پانی کے گیارہ کنویں کھودے گئے اس لیے امید ہے کہ یہاں تیل بھی مل جائے گا مزید برآں جنرل پٹرولیم اینڈ مرل آرگنائزیشن قائم کی گئی اور اسے پٹرولیم کیمیکل

صنعتیں لگانے کا کام سونپا گیا جن کے اس علاقے میں فروغ کے بہت زیادہ امکانات ہیں جن کمپنیوں کو تیل تلاش کرنے کا ٹھیکہ دیا گیا ان میں سے ایک آئل اینڈ گیس کارپوریشن آف پاکستان بھی ہے۔ 1980ء تک تیل صاف کرنے کے پانچ کارخانے قائم کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔

شاہ فیصل کی یہ خواہش تھی کہ سعودی عرب مستقل طور پر مستحکم معیشت کا مالک ہو۔ وہ تیل کی صنعت سے اس درجہ واقف تھے کہ انہوں نے اپنے دفتر کے ٹیبل پیس پر مختلف شیشوں میں پٹرول کی مختلف اقسام سجا رکھی تھیں، بادی النظر میں وہ عطر کی شیشیاں معلوم ہوتیں۔ لیکن شاہ نے انہیں اپنے دفتر میں اس لیے رکھا تھا کہ انہیں مکمل طور پر علم رہے کہ ملک کی اس دولت کا استعمال کس طرح ہو رہا ہے۔

ہالینڈ کی بڑی صنعت تیل ہے۔ یہ ملک باہر سے تیل منگوا کر اسے اپنے ملک میں صاف کر کے بیچتا ہے۔ یہاں کل یورپ کا بیس فیصد تیل صاف ہوتا ہے۔ اب جو عربوں نے تیل بند کیا ہالینڈ کی پوری صنعت تباہ ہوگئی۔ اس کے 40 ہزار افراد بے روزگار ہو کر رہ گئے۔ اور اس کی قومی آمدنی 76 کروڑ ڈالر سالانہ کم ہوگئی۔ اس طرح جاپان کی پوری معیشت کا انحصار باہر سے خام مال منگوانے پر تھا۔ صنعتی لحاظ سے امریکہ کے لیے روز روز خطرہ بننے والا جاپان اپنی ضرورت کا 90 فیصد تیل مشرق وسطیٰ سے منگواتا ہے ادھر تیل بند ہوا ادھر جاپان کا سکہ ڈولنے لگا۔ اس طرح مغربی یورپ کا 60 فیصد تیل مشرق وسطیٰ سے آتا ہے۔ یعنی تقریباً نصف ارب ٹن کی سالانہ تیل کی بندش پر یورپی فنڈ کے یہ تمام ممالک چیخ اٹھے۔

خاندان فیصل کا اجمالی تعارف

یوں تو آلِ سعود کا نام ۱۴ویں صدی عیسوی کے شروع میں آفتاب بن کر چمکا مگر یہ خاندان تاریخِ عرب میں منفرد اور غیر معمولی پس منظر کا حامل ہے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عبدالوہاب کے مُرید امیرِ درعیہ محمد کے والد سعود مقرن اس گھرانے کے جدِّ امجد ہیں، موصوف کے بُلند اخلاق، حالی کردار، فیاضی اور سخاوت اور ایک زمانہ رطب اللسان رہا، العزمی، رعایا پروری کی بدولت قبیلہ کا ہر شخص ان کا دم بھرتا، نجد کے قبائل اور علاقے کی چھوٹی چھوٹی بستیاں آپ کی ریزہ چیں رہیں۔

سعود بن مقرن سے پہلے یہ خاندان ایک معروف شخصیت اور اپنے جد امجد شیخ مانع رحمۃ اللہ علیہ امزیدی کی نسبت آلِ مانع کے نام سے معروف تھا، شیخ مانع رحمۃ اللہ علیہ عرب کے ایک مشہور قبیلہ عنزہ کے سردار تھے یہ قبیلہ شہر قطیف کے قریب دروع کی ایک بستی میں آباد تھا۔ "صقر الجزیرہ" کے مطابق قطیف اور دروع کے درمیان یمامہ کے رئیس کی ایک گھوٹ تھی جو کچھ عرصہ بعد "ریاض" کے نام سے مشہور ہوئی[1]۔ قدیم عہد کی یہ بستی آج پوری دنیا کی نگاہوں کا مرکز، اور تیل پیدا کرنے والے دنیا کے سب سے بڑے ملک کا دارالسلطنت ہے۔

شیخ مانع رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۰ھ میں ریاض کی نئی اقامت گاہ میں متمکن ہوئے، آپ کا انتقال ۸۵۸ھ میں ہوا اس وقت تک ریاض شہر علاقہ کی بڑی آبادی کا مرکز بن چکا تھا، شیخ موصوف ۸ سال تک اپنے قبیلے اور مختصر سے شہر کے امیر رہے آپ کے بعد امارت کا قلمدان آپ کے فرزند ربیعہ کی طرف منتقل ہوا۔ ربیعہ کے دور میں آل یزید (پڑوسی امیر) سے لڑائی کا معرکہ ہوا اس لڑائی میں دشمن پسپا ہوا۔ بالآخر درعیہ کی ریاست وسیع ہوتی چلی گئی، دیکھتے ہی دیکھتے ربیعہ نے مملکت کے تحفظ کے لیے مضبوط فوج تیار کرلی۔

---

[1] صقر الجزیرہ ۱۴۹ جلد ۱

موسیٰ بن ربیعہ

ربیعہ کے بعد اس کا ہونہار فرزند موسیٰ بن ربیعہ امیر مقرر ہوا، وہ اپنے باپ کی نسبت جرأت شجاعت، فیاضی، رعایا پروری، اخلاق اور دُور اندیشی میں نہایت ممتاز تھی، موسیٰ نے اپنے ہمعصر اُمراء کے مقابلے میں کافی شہرت پائی، آلِ یزید ربیعہ کے مقابلے میں موسیٰ سے ہمیشہ خوف کھاتے رہے موسیٰ کے خلاف دشمن کا کوئی حربہ کارگر نہ ہوا۔ موسیٰ کے ساتھ ہونے والے معرکے میں آلِ یزید کے دو بڑے شہروں پر موسیٰ نے قبضہ کیا اور مخالف اپنے ۸۰ مقتولوں کو میدان میں چھوڑ کر فرار ہوا۔[1] اس وقت سے لیکر ملک عبدالعزیز کے آخری دور تک دوبارہ کبھی یہ قبیلہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہا۔

موسیٰ بن ربیعہ کا عہد آلِ مانع کا سنہری دور تھا اس زمانہ میں بڑے بڑے جنگجو بہادر جرنیل اور بے مثال فوج ابن ربیعہ کا طرۂ امتیاز بن گئی تھی، فتوحات کا سلسلہ درعیہ سے نکل کر دُور دراز علاقوں تک پھیل گیا، حیبلہ تک کے تمام علاقے موسیٰ کے زیرِ نگیں آگئے ملکی زراعت اور معاشی ترقی پہلے کی نسبت دوچند ہوگئی، دوسرے قبائل سے لڑائی کے عین آخر میں موسیٰ کا انتقال ہوگیا اس وقت تک درعیہ کی حکومت مستحکم ہوچکی تھی۔

ابراہیم اور مرخان

موسیٰ کے بعد ان کا بیٹا ابراہیم جانشین مقرر ہوا، ان کا پُورا عہد ملکی تعمیر و ترقی کا آئینہ دار ہے۔ ابراہیم نے اپنے تمام بیٹوں عبدالرحمٰن، سیف، عبداللہ اور مرخان میں آخرالذکر کو ولی عہد مقرر کیا، یہی مرخان آلِ سعود کا جدِ امجد ہے[2]

مرخان نے اپنے والد کی وراثت کا حق ادا کیا، اپنی زندگی کے آخری ایام تک اس نے اپنا کوئی جانشین مقرر نہیں کیا، مرخان کی وفات کے بعد اس کا بڑا صاحبزادہ ربیعہ درعیہ کا فرمانروا مقرر ہوا، ولی عہد اور معاون خصوصی کے طور پر مرخان کے چھوٹے فرزند مقرن کا نام آیا، ابن بشیر کے مطابق ۱۰۳۹ھ میں دونوں نے درعیہ کے

[1] صقر الجزیرہ ص ۱۵۰ ج ۱ (عربی) مطبوعہ بیروت

[2] صقر الجزیرہ ص ۱۵۰ ج ۱ (عربی) مطبوعہ بیروت

امیر اور ولی عہد کی حیثیت سے فریضۂ حج ادا کیا "صقر الجزیرہ" کے مُطابق دونوں بھائیوں کے مذکورہ حج کے بعد کی درعیہ کی تاریخ کسی کتاب سے نہیں ملتی تاہم اتنا ضرور ملتا ہے کہ ۱۰۳۹ھ سے ۱۰۶۹ھ کے دوران ربیعہ کے بیٹے وطبان نے مقرن کے بیٹے (اپنے چچا) مرخان کو قتل کر دیا۔

صقر الجزیرہ کے تاریخ نگار احمد عبد الغفور نے امکان ظاہر کیا ہے کہ شاید یہ قتل امارت کے تنازعہ سے پیدا ہوا ہو، اسی طرح کہ ربیعہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی مقرن مسندِ امارت پر رونق افروز ہوا اس نے اپنے بیٹے مرخان کو ولی عہد مقرر کیا اس رنجش کی بناء پر ربیعہ کا فرزند (وطبان) مرخان پر حملہ آور ہوا، قتل کے بعد وطبان نے عراق کی ایک بستی زبیر میں جا کر پناہ لی، صقر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقرن کے بعد محمد بن وطبان بن ربیعہ کے فرزاد ناصر درعیہ کے حاکم مقرر ہوئے۔

قبائلی اور علاقائی لڑائیوں اور قتل و غارت کی اس اندھیر نگری سے ظاہر ہے کہ موسیٰ کے بعد درعیہ کی ریاست کمزوری اور انحطاط کی طرف لوٹتی چلی گئی، سعودی مؤرخ احمد عبدالغفور کے مُطابق بالآخر ناصر بھی قتل ہوا۔

امارت ناصر کا قول ثقافت کے معیار پر پُورا نہیں اترتا کیونکہ قدیم عرب مؤرخ "ابن بشر" کا بیان ہے "۱۰۹۹ میں عبداللہ بن محمد بن حمد و عبداللہ بن حمد بن محمد بن حسن بن طوق ابنِ معمر عینیہ کے امیر مقرر ہوئے، آلِ معمر کے اس سردار کے والد محمد بن احمد...... سعود بن محمد بن مقرن حاکم درعیہ کے ساتھ حج کو گئے[۲]

مذکورہ بالا روایت کے مُطابق مقرن کے بعد انکا حاکم درعیہ ہوتا، صاف ظاہر ہے اس طرح تاریخ کا یہ اضطراب سیاق و سباق کی تمام کڑیوں کو ملانے کے بعد دُور ہو جاتا ہے۔ سعد نے اپنے بیٹے محمد کو ولی عہد بنانے کی بجائے اپنے خاندان کے ایک بزرگ زید بن مرخان بن

۱۔ صقر الجزیرہ ص ۱۵۱ ج ا

۲۔ آل معمر اور سعودی مقرن (امیر درعیہ) دونوں قبائل باہمی قریبی رشتہ دار ہیں (امراء عینیہ) اوّل الذکر قبیلہ سعود بن متصلہ کے ننھیا بتایا گیا ہے (سعود نے حریملا پر چڑھائی میں آلِ معمر کا ساتھ دیا تھا ص ۱۰۱ صقر الجزیرہ ص ۱۵۳

وطبان بن ربیعہ کو امارت کا قلمدان سونپ دیا، تاریخ نگار کے مطابق زید انتہائی کمزور، مجید، لاغر اور ناتوان تھے انہوں نے امیرِ عینیہ محمد الخرفاش سے نبرد آزمائی کا قصد کیا مگر وہ ناعاقبت اندیشی کے باعث خیرفاش کی چالوں کو سمجھ نہ سکے اور ایک معاہدہ کے بعد صلح کے لیے اپنے چالیس افراد محمد بن سعود کی امارت میں خیرفاش کی طرف روانہ کیے، بظاہر وہ بڑے (اخلاق سے پیش آیا مگر اس کے ساتھیوں نے بندوقیں اٹھا لیں قریب تھا کہ صلح کے لیے آنے والے تمام افراد قتل کر دیے جاتے مگر جوہرہ بنت عبداللہ معمر کی مداخلت سے ان کو امان مل گئی ان کے واپس لوٹتے ہی محمد بن سعود درعیہ کے حاکم مقرر ہو گئے، یہ ۱۱۳۷ھ کا واقعہ ہے۔

محمد بن سعود کا دورِ حکومت سعودی عرب کی تاریخ میں ایک درخشاں عہد کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے اس عہد کی چند نادرہ اصلاحات نے صحرائے عرب کو گلزارِ جنت بنا دیا اور درعیہ کی چھوٹی سی حکومت لاکھوں مربع میل تک پھیل گئی اور محمد بن سعود ہی شیخ الاسلام کے حلقہ ارادت میں آئے تو اصلاح و ارشاد اور فتوحات و کامرانیوں نے قدم چوم لیے۔

محمد بن سعود

۱۱۳۹ھ/۱۷۲۶ء.....۱۱۷۹ھ/۱۷۶۰ء

آلِ مانع اور آلِ معمر میں قرآن وسنت کے سب سے زیادہ قریب درعیہ کا امیر محمد بن سعود ایک بلند پایہ رعایا پرور حکمران اولوالعزم فرمانروا اور جرأت وشجاعت کا گوہر تابدار تھا اس کی خدا ترسی نے جزیرۂ عرب کی تاریخ کا پانسہ پلٹ دیا، اس کا کوئی فیصلہ کتاب وسنت کے خلاف نہ ہوتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اہلِ عرب کی عظمتِ رفتہ کو واپس لانے میں محمد بن سعود کی مرکزی حیثیت ہے۔ وہ اپنے معاصرین میں فیاضی، علم، تقویٰ، پرہیزگاری اور نہایت ممتاز تھا، ظلم وتعدی اور بداخلاقی کا شائبہ نہ رکھتا تھا، اس کا مزاج قرونِ اُولیٰ کے اسلامی حکمرانوں کے مماثل تھا، جونہی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عبدالوہاب نے اپنی عالمگیر دعوت کا آغاز کیا امیر درعیہ ان کے حلقۂ ادارت میں شامل ہو گئے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی دعوت سے امیر کی مزاج پر سونے کی کشیدہ کاری ہو گئی۔

صقر الجزیرہ کی ایک روایت کے مطابق محمد بن سعود کے دور میں ظلم کی تمام اندھیریاں رک گئیں، چاروں طرف عدل وانصاف کا چھاجول سینہ برسنے لگا، علاقائی تجارت مستحکم ہو گئی۔ تجارت و معاملت اور تمام معاشرتی احوالِ شریعت اسلامیہ کے تابع ہو گئے، خرید وفروخت میں سُود، جھوٹ، دھوکا فریب اور ملاوٹ کا نام ونشان نہ تھا۔ علم کے مراکز آباد ہو گئے، مساجد بھر گئیں، بازاروں میں رونق ہونے لگی۔ حدود اللہ کا نفاذ عمل میں آیا اور اہل درعیہ عافیت وطمانیت کی زندگی گزارنے لگے، عینیہ کے امیر کی سختیوں سے تنگ آ کر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جب درعیہ میں مقیم ہوئے تو امیر درعیہ کی درج بالا بختی ہی کا نتیجہ تھا کہ اس نے خبر پاتے ہی شرف ملاقات پایا اور معاونت کے لیے ہر قسم کے تعاون کا دروازہ کھول دیا۔[1]

---

[1] صقر الجزیرہ ص ۱۶۰

شیخ الاسلام سے اسلامی تعلیمات کے فروغ کا معاہدہ

امیر محمد بن سعود نے چند ہی روز بعد شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے اسلامی تعلیمات کے فروغ، کفار و مشرکین سے جہاد اور توحید خالص کے ابلاغ کا معاہدہ کیا جس کے بعد شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی فوج ظفر موج اور پھر درعیہ کے سپاہیوں کے جتھے شرک و کفر کے دیوتاؤں سے ٹکرا گئے اور نجد و درعیہ کی چھوٹی سی ریاست کے حکمران حجاز تک آ پہنچے۔

فتوحات

امیر درعیہ نے سب سے پہلے دھام بن دواس کو سرنگوں کرنے کے لیے ریاض پر حملہ کیا یہاں گھمسان کا رن پڑا کیوں کہ ریاض کے مضافاتی قبائل جنگ کی آگ میں کود پڑے تھے، ایک طرف دھام، دوسری طرف امیر احساء اور تیسری جہت سے امیر نجران بن ہبۃ اللہ حملہ آور ہوا، نتیجۃً امیر درعیہ فتح و نصرت کے زیور سے آراستہ ہوئے، حریف شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ایمان لے آئے، شرک سے سچی توبہ اور بدعات سے اجتناب کا پیمان ہوا۔ دھام کے علاوہ اکثر اُمراء توحید کے سایۂ عاطفت میں آ گئے۔ دھام نے ۱۱۶۰ھ میں درعیہ پر چڑھائی کا قصد کیا، یہاں ان کو منہ کی کھانی پڑی، اگلے سال محمد بن سعود نے اپنے صاحبزادے عبدالعزیز کی قیادت میں دھام کی طرف فتح ریاض کے ایک لشکرِ جرار روانہ کیا، اس جنگ میں حریملا، ضرمہ اور عیینیہ کے امیر عثمان بن معمر نے امیر بن محمد سعود کے حلیف کی حیثیت سے حصہ لیا، جنگ میں بیسیوں آدمی کام آئے عبدالعزیز نے بہادری کے ناقابلِ فراموش کارنامے سرانجام دیئے، درعیہ، عیینیہ اور حریملا کی فوجوں نے سب سے پہلے ریاض کے محل کا محاصرہ کیا مگر آخر لڑائی میں دھام کا پلہ بھاری رہا اور ریاض فتح نہ ہو سکا۔ شکست کا زخم کھا کر عبدالعزیز اور عثمان واپس ہوئے محمد بن سعود نے نئے سرے سے جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ ۱۱۶۱ھ میں دوبارہ ریاض پر حملہ ہوا اس موقعہ پر باقاعدہ لڑائی نہ ہو سکی۔ فصلوں کی تباہی اور چند ایک شبخونی جھڑپوں کے بعد امیر محمد کی فوجیں پسپا ہو گئیں۔ ۱۱۶۲ھ میں ابن سعود نے زوردار حملہ کیا، یہ لڑائی راستے کے ڈاکوؤں سے ایک

جھڑپ کے بعد (جس میں ۷ آدمی قتل ہوئے) ختم ہوئی۔[1] ایک یا ڈیڑھ سال کے بعد ۱۱۶۳ھ کو محمد بن سعود نے ایک بہت بڑا لشکر اپنے فرزند عبدالعزیز کی قیادت میں ریاض کی طرف سے روانہ کیا۔ عبدالعزیز نے نہایت بے جگری سے دھام کا مقابلہ کیا اس جنگ میں عبدالعزیز کا پلہ بھاری تھا مگر بغیر نتیجہ جنگ کے لڑائی ختم ہوگئی۔

جنگ کے فوراً بعد ابن سعود کے حکم پر عبدالعزیز ثرمد پر حملہ آور ہوا۔ مشاری بن عثمان بن معمر اس کے سپہ سالارِ اعلیٰ بنائے گئے تھے۔ ثرمدی فوج کے ۲۵ آدمیوں کے قتل کے بعد ثرمد فتح ہوا۔ اس معرکہ میں عبدالعزیز کا کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔[2] ۱۱۶۴ھ کے شروع میں محمد بن سعود نے ایک بڑا لشکر دوبارہ ریاض کی طرف بھیجا اس موقعہ پر اہلِ ریاض کے مرد عورتیں اور بچے قلعہ بند ہو گئے، تمام گھروں سے فوجیوں پر پتھروں اور تیروں کی بارش ہونے لگی۔

اس موقعہ پر امیر ضرمہ ابراہیم بن عبدالرحمٰن اور امیر درعیہ محمد بن سعود کے درمیان قرآن وسنت کی تعلیمات کے فروغ کے لیے ایک معاہدہ طے پایا مگر اوّل الذکر امیر نے جلد ہی معاہدہ کی خلاف ورزی شروع کر دی اور درعیہ کے تین علماء (عمر الفقیہ، رشید العزاری، ابن عیسیٰ) کو قتل کر دیا یہ علماء اس عہد میں علم وفضل کے تاجدار تھے ان کے قتل سے علاقہ بھر میں عداوت کی آگ بھڑک اٹھی۔

القصہ امیر محمد بن سعود نے اپنے عہد میں بیسیوں معرکے سر کئے اور کئی مشکلات کو عبور کر کے مملکت میں حدود شرعیہ نافذ کیں، اسی عہد میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت دور دراز علاقوں تک پھیلی اور ۴۰ سال تک درعیہ اور نجد کی ریاستوں پر حکمرانی کرنے والا اسلام کا یہ فرزند ۱۱۹۰ھ بمطابق ۱۷۶۵ء/۷۰ سال کی عمر میں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو جانشین مقرر کر کے درعیہ کی خاک میں ابدی نیند سو گیا۔

---

1. صقر الجزیرہ صفحہ ۱۹۵ جلد ۱ (عربی)
2. صقر الجزیرہ صفحہ ۱۶۶ مطبع بیروت۔

امیر عبدالعزیز بن محمد

۱۱۹۵ھ میں عبدالعزیز درعیہ کی امارت کے منصب پر متمکن ہوئے، امیر موصوف اپنے باپ کی وراثت (جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ توحید و سنت) سے ایک لحہ غافل نہیں رہا، مسند امارت پر متمکن ہوتے ہی عبدالعزیز نے ریاض کا رخ کیا اس زمانے میں امیر ریاض نے شیخ الاسلامؒ کے پیروؤں پر بے انتہا مظالم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔[1]

عبدالعزیز نے اپنے بہادر اور نہایت زیرک فرزند سعود کو فوج کا نگران اعلیٰ مقرر کیا، دوسری طرف مسلط بن مطلق فوج کا سپہ سالار تھا، اس معرکہ میں دونوں طرف سے خونریز جنگ ہوئی، دشمن سعودیوں کی تلواروں اور تیروں سے گھائل ہو گیا، سینکڑوں لاشے میدان میں بکھر گئے، ریاض فتح ہوا گیارہ، ہزار اونٹ، ایک لاکھ بکریاں، مال غنیمت میں سعودی فوج کے ہاتھ آئیں۔[2] یہ ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۸۵ء کا واقعہ ہے۔

"سعود نے کچھ عرصہ ریاض میں قیام کرنے کے بعد پیشروؤں کے سابقہ مفتوحہ علاقوں کو واپس لینے کی مہم شروع کی چنانچہ ۱۲۰۶ھ/۱۷۸۶ء کو سعود قطیف کی طرف نکلا، فتح و نصرت سعود کے قدم چومتی جاتی تھی۔ سعودیوں کا ستارہ اوج کمال کو پہنچا، دشمن کے ۵۰۰ افراد قتل ہوئے اور وہابی فوج کامران ہو کر لوٹی۔[3]"

آل سعود کی تاریخ میں ۱۲۰۶ھ/۱۷۸۶ء کا سال بھلائی اور فتح کی تمام عنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا اسی سال شریف غالب کے اس لشکر سے خدا نے سعودیوں کو نجات دی جو اپنی زبردست تیاریوں اور بے پناہ اسلحہ سے لیس ہو کر شیخ اسلامؒ اور سعودی وہابیوں کو وجہ ارض سے نیست و نابود کرنے کے لیے درعیہ پر حملہ آور ہوا

---

1. صقر الجزیرہ ج۱ ص۱۷۳۔
2. صقر الجزیرہ ایضاً
3. صقر الجزیرہ ایضاً

تھا۔ سب سے بڑا صدمہ جو سعودی حکومت کو پہنچا وہ یہ تھا کہ اسی سال ۱۲۰۶ھ/۱۷۸۶ء امام الدعوۃ شیخ الاسلام رحمہ اللہ محمد بن عبدالوہاب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آل سعود رحمہ اللہ اور آل شیخ اس جانکاہ حادثے سے ہمتیں کھو بیٹھے اور مایوسیوں کے بادل ان کے چاروں طرف منڈلانے لگے، تاہم ۱۲۰۷ھ/۱۷۸۷ء کے معرکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کے نشہ سے سرشار ہو کر نکلنے والے مجاہدوں کے عزم وثبات کے سامنے پھر بھی بتوں کے پجاری اور بدعات واوہام کے خوگروں کا پتہ پانی ہوا جاتا تھا۔ ۱۲۰۸ھ/۱۷۸۷ء میں عبدالعزیز نے احساء کی مہم سر کی، اور یہاں بنی خالد کی آبادیوں کو بسا کر اس علاقے پر اسلامی حکومت کا پرچم لہرایا۔

عبدالعزیز کے عہد میں نجد کی سلطنت کو لڑائیوں کے بے شمار کچوکے لگے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ اور حجاز کے بیشتر علاقوں کے حکمران نجد کی ریاست سے خائف تھے، انہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی تعلیمات کے نام پر قائم ہونے والی حکومت پڑوس میں گوارا نہ تھی، وہ نہیں چاہتے تھے کہ حدود شرعیہ کے نفاذ عمل میں آئے اور شرک و بدعت کی تمام نشانیوں کے بیخ وبن اکھاڑ دیئے جائیں۔ امیر عبدالعزیز کے مغرب میں خیبر، جنوب میں عمان اور مشرق و شمال میں بصرہ، زبیر (عراق) کے علاقے تھے اسی دور یعنی ۱۲۰۸ھ/۱۷۸۷ء میں امرائے عراق کا مقرر کردہ سالار تویتی السعدون جفر کے مقام پر سعودی افواج سے نبرد آزما ہوا۔ سعودی فوج نے بڑی جانسپاری سے جولانی طبع کے جوہر دکھائے، تویتی مارا گیا اور مال غنیمت کی نہایت وافر مقدار وہابی افواج کے قبضہ میں آئی۔[1] ذات آمیز شکست کے بعد امرائے عراق وترکی نے راہوں کے شبخون سے لیکر سعودی حجاج کے قافلوں پر حملوں تک طرح طرح ہتھکنڈوں سے وہابی حکام کو پریشان کیے رکھا۔ قبیلہ الخزاعل پر حملہ کے بعد عبدالعزیز کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور سلیمان پاشا (ترکی

---

[1] صقر الجزیرۃ کے مطابق اسی سال درعیہ پر حملہ کرنے کے لیے والئی مکہ نے غالب بن مساعد کو دس ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا، سعود نے اس جنگ میں نہایت جرأت کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔

[2] صقر الجزیرہ ج ا، ص ۱۷۷

حاکم) کی فوجوں کو سبق سکھانے کے لیے اپنے جنگجو فرزند سعود کو سپہ سالار بنا کر ایک دستہ کے ہمراہ روانہ کیا۔ سعود آندھی کی طرح بڑھا اور بجلی کی طرح کوندتا ہوا کربلا تک آیا، بدعات و شرک کے اڈوں کو نیست و نابود کر کے سعودی سپہ سالار نے نجف کے مقام پر ڈیرے ڈال دیئے۔ بالآخر سعود بن عبدالعزیز فتح و نصرت کا پروانہ لے کر واپس لوٹا۔ صقر الجریزۃ کے مطابق شریف غالب نے اپنے بھائی عبدالمعین کی قیادت میں ایک لشکر پیچھے روانہ کیا مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ترکی حاکم عبدالعزیز سے صلح پر آمادہ ہوا اور سعودیوں پر عائد شدہ حج کی تمام پابندیاں ختم کر دی گئیں۔

آلِ سعود کی جانب سے پہلی مرتبہ مکہ میں داخلہ

عبدالعزیز کے عہد میں ۱۲۱۴ھ / ۱۷۹۴ء میں سعود کی قیادت میں پہلی نجدی سپاہ مکہ میں داخل ہوئیں اس کے بعد ۱۲۱۵ھ / ۱۷۹۸ء میں نجدی وہابی فریضۂ حج سے مُشرف ہوئے مکہ میں سعُود بغیر خون بہائے داخل ہوا تمام اہل شہر کے لیے امن کا اعلان کر دیا گیا۔ سعُود نے داخل ہوتے ہی بیت اللہ میں نوافل شکرانہ ادا کیے اور خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا[1]

فتح مکہ کے بعد سب سے پہلے جو کارروائی عمل میں آئی وہ یہ تھی کہ مزارات پر ہونے والے شرک کے تمام مواقع ختم کر دیئے گئے، اکابر و اسلام اور اصحابہ رضی اللہ عنہ رسول ﷺ کے مزارات پر سادہ اور خام عقیدہ مسلمانوں کے لیے خصوصی نگرانی کا اہتمام ہوا مُبادا کوئی شخص شرک کی بُرائی کا مرتکب ہو اور سجدہ سے لے کر طوافِ قبور تک کسی بھی معصیت سے آلودہ ہو۔ سعُود کا دوسرا اہم کام مکہ میں مکمل اسلامی نظام اور حدودِ شرعیہ کے نفاذ کا اعلان تھا۔ سعُود کا دوسرا اہم کام مکہ میں مکمل اسلامی نظام اور حدودِ شرعیہ کے نفاذ کا اعلان تھا۔ سعود کی کامیاب کارگزاری کے بعد شریف غالب جدہ کی طرف بھاگ گیا[2]۔ کربلا نجف پر سعودی فوج کی پابندی کے باعث جب شرک و بدعت کا بازار سرد ہوا تو نجد و حجاز کا امیر کئی آنکھوں میں کھٹکنے لگا ۱۰ رجب ۱۲۱۸ھ / ۱۷۹۸ء کو درویش کا ایک شیعہ مسجدِ طریف درعیہ میں ایک زہر آلود خنجر کے ذریعے عبدالعزیز پر حملہ آور ہوا تو حید کا فدائی خواں اس جگہ پر پہنچ گیا

[1] صقر الجزیرۃ ص ۱۷۸ جلد ۱
[2] صقر الجزیرۃ ص ۱۷۸

جہاں حورانِ خلد اس کے لیے شرابِ طہور کا جام لیے کھڑی تھیں۔

اسلامی تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ مسجد میں اسلامی حکمران کی شہادت کا یہ دوسرا واقعہ تھا جس میں ایک دین دشمن کے ہاتھوں اسلام کا عظیم فرزند جامِ شہادت نوش کر گیا، آنحضرت ﷺ کے خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی الو بو مجوسی کے زہر آلود خنجر سے مسجدِ رسول ﷺ کے محراب میں شہادت کا زخم کھا گئے تھے۔

امیر عبدالعزیز نے ۸۶ سال عمر پائی اور اپنے پیچھے دین و شریعت کے مہر منیر سعود کو جانشین چھوڑ گیا۔

"آج کا کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو فراموش کر کے عزت و شرف نہیں پا سکتا"

(فیصل مرحوم)

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری

الحیدری میڈیا سیل

CamScanner

امیر سعود بن عبدالعزیز

المعروف بہ سعود کبیر (یا) سعود اوّل

اِسی عہد ساز شخصیت کے نام پر نجد و حجاز کا نام سعودیہ عربیہ رکھا گیا

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات کے فروغ میں سعود بن عبدالعزیز کا نام آفتاب جہاں تاب کی مانند روشن ہے سعود جرأت و شجاعت کا آئینہ دار اور شوکت و حشمت کا چمنستان تھا اس نے اپنے کردار عمل سے تاریخ عرب کی یا کلپ کر دی، بلاشبہ آل سعود کے ابتدائی دور میں ایسی شاندار روایات، جانبازی اور گہرے تدبر کی حامل کوئی دوسری شخصیت نظر نہیں آتی، وہ جہاں جنگی مہارت و استعداد میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تاریخ دہراتا تھا وہاں علم و فضل اور تقویٰ و ورع میں بھی قرونِ اولیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کا سچا جانشین تھا، توحید و سنت کا ابدی پیغام دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانا گویا اس کا اولین مقصد تھا، وہ شرک و بدعت کے مراکز دیکھ کر بڑا بڑا اٹھتا، اسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک طریقوں اور آپ کے مقدس احکامات کے مقابلے میں دنیا کی کسی چیز سے اُلفت نہ تھی، اس کی اعلیٰ صلاحیتوں کے پیش نظر ان کے والد نے وفات سے ۱۶ سال قبل اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ سعود ہی نامور حکمران ہے جس کی بے مثال ہمت سے آل سعود پہلی مرتبہ فاتح اور والی بن کر طائف امری سعود بن عبدالعزیز جسے سعود اول یا سعود کبیر کہا جاتا ہے ۱۱ھ میں پیدا ہوا تعلیم کے ابتدائی دور میں ہی سعود نے فوجی تربیت حاصل کر لی تھی، آپ نے قرآن و حدیث کے علوم سے اس قدر شغف پیدا کر لیا تھا کہ بڑے بڑے علماء سعود کی ذکاوت پر دنگ رہ جاتے، عمر کی ۱۸ ویں منزل میں سعود تفسیر، حدیث، اُصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، بلاغت، بیان

اور محاضرات کی تعلیم سے فارغ ہو چکا تھا، جود وسخاوت اور فیاضی ابنِ عبدالعزیز کا طرۂ امتیاز تھی، پانچ چھ سو افراد ہر وقت اس کے دستر خوان پر موجود رہتے تھے، قبائل کے وفود، علماء کی مجالس اور حاجت مندوں کے جمگھٹے ہر وقت اس کے دولت کدے پر موجود رہتے۔ بلاشبہ یہ تمام صفات اسے اپنے والد سے ورثہ میں ملی تھیں، مگر کئی مشاہدات نے سعود کو دور اندیشی اور معاملہ فہمی کا وہ ملکہ عطا کیا تھا جسے قُدرت کے نادر عطیات سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

سعُود زبردست انتظامی صلاحیتوں کا مالک تھا، اس کی حکومت عیسر، یمن، نجران کے شمال سے لے کر شام، عراق، خلیج فارس اور بحرِ احمر کے مغرب تک پھیل گئی تھی، وہ تنہا عرب کے سب سے بڑے خطے کا سربراہ تھا۔ سعود نے فتح مکہ کے بعد اپنی امارت کے فوراً بعد شریف عبدالمعین کو مکہ کا پہلے سعودی گورنر کی حیثیت سے مقرر کیا۔

مکہ پر فاتحانہ انداز میں داخلہ کے بعد امام سعود نے ترکیہ کے فرمانروا اور مکہ کے سابق نگران سلطان سلیم کے نام درج ذیل خط لکھا۔

سعود بن عبدالعزیز آلِ سعود کی جانب سے سُلطان سلیم کی جانب بعد

التحیہ والصلوٰۃ!

"میں ۸محرم ۱۲۱۸ھ/۹۸/۱۷ اء کو مکہ میں داخل ہُوا میں نے ساتھ ہی تمام اہلِ مکہ کے اموال اور جانوروں کو امان دے دی.......... ہاں مگر یہاں کی بدعات وشرک کے مراکز کا خاتمہ کر دیا گیا غیر مشرعی قبوں اور اسلام کی مرکزی شخصیات کے مزارات پر ہونے والی خرافات کو بنیاد سے اکھیڑ دیا گیا ہے، میں نے لوگوں کے اُمور کے لیے اسلامی عدالت قائم کر دی ہے، میرے اس تصرف سے والئی دمشق اور والی قاہرہ کے ساتھ اب یہاں تمہارے معاہدوں اور شرائط کا اطلاق نہیں ہوگا۔ یہاں ہر طرح شریعت اسلامیہ کے احکامات کا عروج ہوگا یہی بات اس بلدالامین کا تقدس ہے"۔

وعلیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ل صقر الجزیرہ ص ۱۸۲ ج ا

خدائے معبود کی مدد کا طلبگار

"سعود"

جونہی سعود مکہ سے نجد کی طرف لوٹے، مکہ کے مصری اور ترکیوں نے بغاوت کر دی سعود کو اطلاع ہوئی تو وہ ایک بڑا لشکر لے کر مکہ آیا۔ اب شریف غالب اور امیر سعود کے درمیان درج ذیل شرائط پر معاہدۂ امن طے پایا۔

☆ حجاز میں حدود اللہ کا نفاذ

☆ شراب نوشی کی ممانعت

☆ سگریٹ نوشی، سگریٹ سازی اور سگریٹ کی خرید و فروخت کی ممانعت[1]

☆ ریشمی لباس کی ممانعت

☆ مردوں کے لیے سونے کے استعمال کی ممانعت

کچھ عرصہ تک شریف غالب انہی اصولوں پر عمل پیرا رہا، تاہم اسے وھابیوں کی موجودگی اور سعود کی شرائط کا سخت ملال تھا ۱۲۲۲ھ/۱۸۰۶ء کو شریف نے والئ مصر محمد علی پاشا کے نام خط لکھا کہ حجاز سے وھابی تحریک کے داعیوں کے خاتمے کے لیے کوئی موثر تدبیر کی جائے۔ ۱۲۲۶ھ/۱۸۰۶ء میں جب سعود کی حکومت کے اثرات حجاز سے نکل کر شام اور دوسرے ملکوں تک پہنچے، اس اثناء میں محمد علی پاشا نے اپنے بیٹے طوسوں کی قیادت میں ۸ ہزار سپاہ کا لشکر دے کر مکہ پر چڑھائی کی اور وھابیت کے حجاز سے مکمل خاتمہ کے لیے آخری وار کیا۔

مصریوں کا لشکر بحیرۂ احمر سے ہوتا ہوا مختلف اطراف سے حجاز میں داخل ہوا، امیر سعود کو خبر ہوئی تو اس نے (۱۸۰۰۰) اٹھارہ ہزار سپاہیوں کو اپنے بیٹے عبداللہ کی قیادت میں مقابلہ کے لیے بھیجا، یہ معرکہ خیف کے مقام پر وادئ صفراء میں لڑا گیا، دونوں طرف نہایت جنگجو جیں تھیں، مگر سعودیوں نے کمال ہوشیاری سے پہاڑوں کی تنگ گھاٹی سے خفیہ حملہ کیا۔

---

[1] شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات کے مطابق سگریٹ پینا حرام ہے۔ (از بدنام مصلح ندوی صاحب)

پہلے ہی دن میں ۵۰۰۰ ہزار مصری کھیت رہے، باقی فوجیوں کو بھاگنے کے سوا کوئی حل نظر نہ آیا، سعودیوں کو اس لڑائی میں بیش بہا مال ہاتھ آیا، عبداللہ کے صرف ۵۰۰۰ سپاہی کام آئے ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۱ء میں مصری دوبارہ قیصر کے راستے بہت تیاری کے ساتھ حملہ آور ہوئے، سعودی فوج کے چار ہزار سپاہی عین اس معرکہ کے وقت ایک وباء کی نذر ہو کر راھی ملکِ عدم ہوئے، چنانچہ مصری افواج مکہ میں داخل ہوگئیں، اسی وقت طوسوں نے حرمین شریفین کی چابیاں خوشخبری کے ایک خط کے ساتھ مصر کے والی محمد علی کے پاس بھیجیں، جس نے فوراً یہ مسرت پیغام ترکی کے حاکم سلطان سلیم کو بھیجا۔ مکہ پر ترکی حکومت کے اس تسلط کو بہت تھوڑا عرصہ گزرا ہوگا کہ سعد آندھی کی طرح سے آگے بڑھا اور پہلے ہی معرکہ میں مکہ پر دوبارہ قابض ہوگیا۔ اہلِ مکہ سعود کی اسلام دوستی کی نسبت سے اس پر جان چھڑکتے تھے، طوسوں کو ذلت ورسوائی کے ساتھ شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ سعود کے عہد میں مکہ، مدینہ، طائف کے علاقے اور نجد، شام اور خلیج کی کئی ریاستیں سعود کے زیرِ نگیں آئیں۔

اسی امیر سعود کے حیرت انگیز کارناموں کے باعث اسے سعودی تاریخ میں سعود کبیر کہا جاتا ہے۔ سعود نے اپنے مقدس عہد میں نجد وحجاز کی پوری سلطنت کو اسلام کی مرکزیت اور قرآنی تعلیمات کی روشنی سے منور کیا، وہ ایک رعایا پرور، خداترس اور محبِ وطن حاکم تھا، صرف ملک گیری اور جہانداری اس کے مقاصد نہ تھے وہ عرب کی عظمتِ رفتہ کو واپس لانے کے لیے اسی خطہ کے باسیوں میں سُلگنے والی اسلام کی چنگاری کو روزاں کرنا چاہتا تھا، اس کا عہد خاندانِ عرب کے مکمل اتحاد واتفاق بے مثال ہم آہنگی کے ساتھ قرآن و سنت کی روشنی سے منور نظر آتا ہے۔ بڑی سے بڑی لڑائیوں اور ناقابلِ بیان معرکوں میں اس نے کبھی حوصلہ نہ ہارا، وہ دولتِ عثمانیہ کی ان تمام ناہمواریوں کو ختم کرنے کے درپے تھا، جس سے اسلامی خلافت کے خدوخال گناہ کی سیاہی سے آلودہ ہو رہے تھے۔

امیر سعود نے آخری دم تک کلمۂ حق کو بلند کیا، بالآخر عرب کا یہ بطلِ جلیل نجد و درعیہ، اور حجاز عرب کا درشہوار، اقلیم علم وفضل کا شہریار ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء میں اہلِ عرب کا رخ دین کی طرف موڑ کر آخرت کو سدھار گیا۔

امام عبدالرحمٰن بن فیصل

سلطان ابن سعود کا والد، درویش صفت حکمران

خدا ترس، رعایا پرور اور نیک دل سعودی امیر

احوال وسوانح، تلخی ایام، کویت کی پناہ گزینی

سعودی تاریخ کی انگریزی اور عربی کتب میں کسی جگہ شاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ کے دادا اور سلطان عبدالعزیز ابنِ مسعود کے والد امیر عبدالرحمٰن کی ولادت کی تاریخ اور جگہ کے بارے میں کوئی شہادت راقم کی نظر سے نہیں گزری، صقر الجزیرہ کے سعودی مورخ نے بھی کافی جستجو کے بعد صرف یہاں تک لکھا ہے کہ امیر عبدالرحمٰن، فیصل بن ترکی کے چوتھے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ شرافت وحیا اور نیکی و پاکبازی میں اپنے تمام بھائیوں میں عبدالرحمٰن ممتاز تھے، قومی غیرت دینی حمیت اور شعائرِ اسلام کی پاسداری میں موصوف شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات کے امین تھے، امیر کے بھائیوں میں عبداللہ، سعود، اور محمد کا نام کتابوں میں ملتا ہے۔

امیر عبدالرحمٰن کی کارگزاری کا پس منظر

۱۸۱۹ء میں طوسوں پاشا نجد سے واپس ہوا تھوڑا عرصہ گزرا ہوگا کہ سلطان عبداللہ کے بھائی مشاری بن عبدالرحمٰن نے درعیہ پر اپنی حکومت قائم کر لی لیکن یہ حکومت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی [1]۱۸۲۴ء میں عبداللہ بن محمد کے لڑکے ترکی بن عبداللہ نے ریاض میں خود مختاری کی کوشش کی لیکن مصریوں نے اسے یہاں سے نکال دیا چنانچہ اسی سال عبداللہ درزمگاہ میں اتر اور ریاض کے مصری دستہ پر حملہ کر کے حریف کو نیست و نابود کرنا چاہتا تھا کہ محمد علی پاشا کی مداخلت سے کچھ خراج پر صلح ہوگئی۔ ۱۸۳۰ء میں اسنے الحساء پر نگہبانی کا پرچم گاڑ دیا اور ترکوں کے مقرر کردہ حکمران کو دیس سے نکال دیا، ترکی بن عبداللہ نے بحرین پر قبضہ کر کے

[1] عرب کی موجودہ حکومتیں ص ۴۸

نجدی حکومت کا دار الخلافہ ریاض میں منتقل کر دیا ۱۸۳۴ء میں مشاری نے ترکی کا خاتمہ کر دیا اس طرح چالیس دن پہلے قائم ہونے والی حکومت ختم ہوگئی۔ تھوڑے عرصے کے بعد فیصل بن ترکی نے باپ کا انتقام لیے لیا اور مشاری کو موت کی نیند سُلا کر خود تخت نشین ہوگیا، بخاری سلسلہ کے تیسرے فرمانروا اسعود کے لڑکے خالد نے مصری فوج کی مدد سے فیصل کے خلاف بغاوت کی ۱۸۳۸ء میں ریاض فیصل کے ہاتھوں سے نکل گیا موصوف گرفتار ہو کر مصر پہنچ گیا، ۱۸۴۱ء میں جونہی فیصل رہا ہُوا اس نے نہایت چابکدستی سے واپس آ کر نجد کی ریاست سنبھال لی، ۱۸۶۵ء میں فصل کا انتقال ہوگیا، فیصل کے بعد اس کا بڑا لڑکا عبداللہ فرمانروا بنا چھ سال بعد اس کے بھائی سعود نے اس کو تخت سے دستبردار کر دیا۔ اسعود کے ایام اقتدار میں ترکوں نے الاحساء قطیف اور جبلِ شمار پر قبضہ کر لیا اس کی وفات کے بعد عبداللہ دوبارہ ریاض کا تخت نشین ہوا، اقتدار کی مسند پر براجمان ہوئے چند ماہ گزرے ہوں گے کہ حائل کے حکمران محمد بن رشید نے حملہ کر دیا جنگ کی گھما گھمی اور غوغا آرائی سے فائدہ اٹھا کر سعود کے بیٹے محمد نے حکومت پر قبضہ کر لیا اور حقیقی چچا عبداللہ بن فیصل کو جلا وطن کر دیا، محمد کے بعد اس کا دُوسرا چچا عبدالرحمٰن بن فیصل ریاض کا حکمران بنا۔

ریاض کی امارت اور معزولی

حکومتِ ریاض پر متمکن ہونے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے پوری ریاست میں قرآن وسنت کے قوانین کے نفاذ کا اعلان کر دیا شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے عین مطابق توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعت کی بیخ کنی کا آغاز ہوا توہمات وخرافات میں اُلجھی ہوئی عرب قوم کے کئی قبیلے ناک بھویں چڑھانے لگے، سجدہ گاہیں اور غیر اللہ کی نذر و نیاز کے کئی مراکز ڈھا دیئے گئے مساجد آباد ہوگئیں اور دینِ مصطفوی کی وہ روشنی جس پر غوائت وضلالت کا اندھیرا چھایا ہوا تھا چمک اٹھی۔

امیر عبدالرحمٰن کے اصلاحی اقدامات سے جہاں کہیں مردہ قلوب طمانیت محسوس کرتے تھے وہاں بیشتر لوگوں نے محاذ آرائی کا نیا راستہ ہموار کرنا شروع کر دیا انہی حریفوں

ا۔ صقر الجزیرہ ۲۰۶ ج ا

کی شہہ پا کر حائل کا حکمران محمد بن رشید نے کئی مرتبہ حملہ کی پے در پے کوششیں کیں ایک موقعہ پر دونوں فریقین کے درمیان صلح کا سمجھوتہ بھی طے پا گیا اس معاہدہ میں امیر کی طرف سیاس کے بھائی محمد اور لڑکے عبدالعزیز (جو بعد میں ابن سعود کے نام سے مشہور ہوئے) جن کی عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی شریک ہوئے لیکن ابنِ رشید نے فوراً معاہدہ کی خلاف ورزی شروع کر دی صقر کے مُطابق اُس نے صراحتًا اپنے تمام وعدوں کے ایفا سے انکار کر دیا[1]

ایک سال کے بعد ابنِ رشید نے امیر کو تخت سے دستبردار کر کے جلاوطن سعودی حکمران اور امیر کے بھائی عبداللہ بن فیصل کو ریاض کا حاکم مقرر کیا۔ ہندوستان کے ایک تاریخ نگار سید سردار حسنی نے اپنی کتاب سلطان ابنِ سعود میں اس موقعہ پر لکھا ہے۔ محمد بن رشید کی ہمشیرہ عبداللہ کے نکاح میں تھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ بہنوئی کے مقابلہ میں کوئی اور ریاض کا حاکم مقرر ہو۔ ریاض پر عبداللہ کی حکمرانی کا تیسرا موقعہ تھا ۱۸۸۰ء میں جب عبداللہ کا انتقال ہوا تو محمد بن فیصل ریاض کا حاکم بنا[2] ۱۸۹۰ء میں امیر عبدالرحمٰن نے ایک کثیر جماعت تیار کی تا کہ آلِ رشید کے اثر ونفوذ کو سلطنت نجد سے کلیتہً ختم کیا جا سکے مگر حریف کی زبردست قوت اور اپنے ہی خاندان کے بعض افراد کی بے وفائی اور ناہنجاری کے باعث آلِ سعود کی عظمت رفتہ کی بحالی کا منصوبہ سرِ دست سر درہا۔

امیر عبدالرحمٰن کسی طرح بھی ریاض یا کسی علاقے پر حکومت کرنے کے لیے ترکوں یا رشیدیوں کا دستِ نگر بن کر نہیں رہنا چاہتا تھا وہ ایک خود مختار ریاست کا حکمران بن کر خالص اسلامی حکومت کے قیام کا داعی تھا اس کی پوری زندگی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے وہ ایک کٹر مذہبی حکمران تھا اس کے لیل ونہار خدا ترسی، نیک دلی اور اسلامی تعلیمات سے عبارت تھے۔ امیر نے اُصول وو قائع کا بغور مُطالعہ کر کے نجد و ریاض کے علاقے سے کُوچ کرنا مناسب سمجھا اس کے ساتھ ہی آپ قصیم سے ہو کر قطر اور احساء گئے یہاں انہوں نے دولتِ عثمانیہ کے ایک نمائندے ڈاکٹر عاکیف پاشا سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر پاشا عرب

1. صقر الجزیرہ ص ۲۰۷ ج ۲
2. عرب کی موجودہ حکومتیں ص ۴۸

کے جرافیائی خطوط اور قبائلِ نجد وحجاز کی نفسیات کا بہت بڑا ماہر تھا وہ جزیرۃ العرب کے سیاسی حالات کے پیش نظر امیر عبدالرحمٰن کی صلاحیتوں اور مقبولیت سے بخوبی واقف تھا اس نے امیر کے سامنے درج ذیل شرائط پیش کیں۔

۱۔ دولتِ عثمانیہ کے تحت ریاض کی امارت قبول کرلیں۔

۲۔ جس ریاست پر حکمران بننا چاہیں تُرکی کی حکومت کے ماتحت ہو کر کام کریں۔

۳۔ ترکی حکومت کا استیلاء تسلیم کرلیں تو آپ کی ہر شرط قابلِ قبول ہوگی۔

۴۔ ترکی حکومت کو خراج وغیرہ دینا منظور کر کے نجد کے کسی خطے کا اقتدار سنبھال لیں۔

کویت کی پناہ گزینی

امیر عبدالرحمٰن نے جو خود مختار حکومت کے قیام کے داعی تھے ڈاکٹر پاشا کی تمام شرائط مسترد کردیں صحرانوردی کے بعد امیر موصوف کویت پہنچے یہاں کا حاکم مبارک محمد صباح اور جرہ اپنے حقیقی بھائیوں کو قتل کر کے خود ریاست کا حکمران بنا تھا[۱]۔ بالآخر امیر عبدالرحمٰن اپنے فرزند عبدالعزیز کی فتح ریاض کے بعد عظیم شان وشوکت کے ساتھ ریاض پہنچے۔

۱۔ سلطان ابن سعود ص ۷۶ مطبوعہ ۱۹۳۲ء جالندھر انڈیا

سلطان عبدالعزیز ابن سعود

زندۂ جاوید تاریخ اور قلم کے چمکتے والے نقوش کی زبان میں

ولادت

عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن المعروف ابنِ سعود ۲۹ ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ مطابق دسمبر ۱۸۸۰ء بعد عصر، ریاض شہر میں پیدا ہوئے۔ اس وقت دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں برطانوی سامراج کے زیرنگیں تھیں خود نجد وحجاز کے علاقے بیرونی طاقتوں کے اثرات سے محفوظ نہ تھے، ادھر ریاض بھی فیصل بن ترکی کے صاحبزادوں کی رشہ کشی اور آویزش کا مرکز بنا ہوا تھا۔

تعلیم

پانچ برس کی عمر میں عبدالعزیز کے قرآن کریم کی ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا آپ کے والد عبدالرحمٰن نے موصوف کو دینی تعلیم دلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، عبدالعزیز نے ریاض کے دینی کتب میں چھ سال تک قرآن وحدیث کی تعلیم اور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت سے وافر حصہ پایا صقر کی ایک روایات کے مطابق، ریاض کے دینی مدرسہ میں عبدالعزیز نے دس سال کی عمر تک تفسیر حدیث، فقہ، تاریخ، ادب کے علوم حاصل کیے آپ کو قرآن کی متعدد سورتیں حفظ تھیں، ہم جماعت ساتھیوں میں عبدالعزیز ہمیشہ ممتاز رہے"۔

سعودی مورخین کا بیان ہے کہ دس سال کی عمر میں عبدالعزیز حکومت کے کئی کاموں میں حصہ لینے لگے، ریاض اور نجد کے علاقوں میں عبدالرحمٰن کی امارت کے باعث محل میں ہر وقت گہما گہمی رہتی اس دوران تعمیر وترقی کے ساتھ ساتھ ادبار وانحطاط کے کئی اہم واقعات اس نوعمر مجاہد نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

[1] صقر الجزیرہ ج ا باب الطفولۃ وانشاہ، فرانسیسی مورخ بنوبشان نے اپنی تاریخ میں عبدالعزیز کی ولادت ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء بتائی ہے۔

مشاطۂ قدرت عرب کے ہونے والے اسلامی حکمران کے خدوخال سنوار رہی تھی عبدالعزیز ذہانت فطانت، سطوت وشجاعت، دوراندیشی اور اصلاح وتدین کے اعلیٰ اوصاف کے حامل تھے انہوں نے بچپن ہی سے قوموں کے عروج وزوال کا گہرا مطالعہ کیا۔ وہ ابتداء سے عزم وثبات کا کوہِ گراں بن کر ظاہر ہوئے تھے، طفولیت اور کم سنی میں بیرونی وفود سے بات چیت، مختلف مہموں میں شرکت ایک حیرت انگیز کردار کا شہ پارہ ہے۔

کویت روانگی:

۱۸۹۱ء میں ریاض شہزادوں کی اقتدار پرستی کی بھینٹ چڑھ گیا بالآخر ریاض پر آلِ رشید کا قبضہ ہوگیا، امیر عبدالرحمٰن کو ریاض چھوڑنا پڑا، آپ اپنے اہل وعیال کے ہمراہ قطر اور پھر کویت میں پناہ گزین ہوئے، اس وقت عبدالعزیز عمر کی گیارہویں منزل طے کررہے تھے، نوعمر فرزند والد کی صحبت میں احوال ووقائع کا بغور مشاہدہ کررہا تھا۔

اسی دوران انہوں نے عزت کی زندگی کے مقابلے میں غصب شدہ ریاست کی واپسی کے لیے اپنی جان کو داؤ پر لگانے کا فیصلہ کیا،............باپ کے رنج والم اور مصائب وتکالیف کی چھبن نے عبدالعزیز کی طبیعت پر گہرا اثر ڈالا تھا وہ کسی صورت بھی ظلم وعدوان کی اس کاروائی کو جیتے جی برداشت نہ کرسکتے تھے، غوروفکر اور تدبر وتعمق ونظری کے ان ایام میں والدہ کے صبر آزما فکر اور اسلامی تعلیمات کے درس نے عبدالعزیز کی طبیعت پر سونے کا کام کیا تھا۔ اس طرح گھر کی ابتدائی درس گاہ نے طبیعت پر ایسا اثر دکھایا کہ جس کے نتیجے میں عبدالعزیز نے تاریخِ عرب پر ایک درخشندہ تاریخ رقم کرکے پوری دنیا کو ششدر کردیا۔ بالآخر عبدالعزیز کی اس کاوش کا اثر تھا کہ عباسی اور اموی سلطنتوں کے بعد دنیا میں پہلی بار خطۂ عرب پر اسلامی حدود کا نفاذ عمل میں آیا اور نجد وحجاز کے تمام علاقے جو شرک وبدعات کی سیاہی کے گرداب میں جاں بلب ہوگئے تھے دفعۃً توحید وسنت کی روشنی سے جگمگانے لگے، والدین کی تربیت اور خاندانی شرافت کے باعث تاریخ نگاروں نے عبدالعزیز کو نجیب الطرفین کا لقب دیا[1]۔

---

[1] صقر الجزیرہ ج ۱

ابن سعود کے اوصاف وکمالات

ملک عبدالعزیز ابن سعود کا شمار تاریخ اسلام کے ان عبقری صفت انسانوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے کردار عمل اور جرأت وشجاعت کے درخشندہ نقوش ثبت کرکے آنے والی نسلوں کو حیات کا پتہ دیا ہے۔

بارعب شخصیت' موٹے موٹے اعصاب' قوی الجثہ' قد ٹھیک 6 فٹ 4 انچ' جسم سڈول' بازو لمبے اور ہاتھ بڑے بڑے' رنگ گندمی' ناک لمبا اور بڑا' تجربات کے الاؤ سے گزری ہوئی نگاہیں' سعید بخت کشادہ پیشانی' رخسار بھرے ہوئے' بہ ہیئت مجموعی نمایاں نقش ونگار' دانت پورے اور مضبوط تھوڑی بڑی ابھری ہوئی' اعصاب طاقتور' جسم بے حد کسرتی' استقلال طبیعت اور استحکام ارادہ اس کی وجد آفرین شخصیت کا مختصر سا تعارف ہے۔

تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سلطان بے حد محنت ومشقت کا عادی تھا' ضرورت کے وقت بھی آرام کا نام نہیں لیتا تھا۔ تعیش وتنعیم کے نام سے وہ واقف نہ تھا۔ کئی کئی دن اونٹ اور گھوڑے کی سواری کرنا اس کی طبیعت ثانیہ تھی۔ ابتدائی جدوجہد میں بسا اوقات اسے ہفتہ بھر سونے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ کم خوابی اور بے آرامی سے اس کے قوائے ذہنی اور عقلی پر کوئی فرق نہیں پڑا۔

سلطان کی شکل وشباہت دیکھ کر خیال پیدا ہوتا تھا کہ یہ شخص اپنے اندر بے پناہ قوت رکھتا ہے۔ طاقت وسطوت اس کے چہرے سے صاف نمایاں ہوتی۔ غیر معمولی ذہانت' قوت ارادی' عزم وحزم' خوش مزاجی اور تدبر یہ وہ اوصاف ہیں جو سلطان کی صورت دیکھنے والا ہر شخص محسوس کر لیتا تھا۔ اس کے انداز میں شاہانہ وقار وتمکنت پائی جاتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ فیاض مطلق نے اسے حکومت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ طبیعت میں بے ثبات اور فلسفیانہ اضطراب اس کا خاصا تھا۔ سلطان وہی لباس پہنتا جسے نجد کے عام شرفاء

استعمال کرتے۔ قصبانہ جس پر بالعموم گھوڑے کے بال اور گاہے ماہے زری کی تاریں ہوتی ہیں۔ زیب سر کرتا۔ عربی عبا اور جبہ اس کا عام لباس تھا۔ بعض اوقات اعلیٰ قسم کی عبا بھی پہنتا۔ سادہ وضع کی چھڑی بالعموم ہاتھ میں رہتی۔ اسلحہ میں سے تلوار اور پستول ہر وقت ساتھ رکھنا اس کی عادت تھی۔[1]

سلطان سکون اور وقار کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرتا' زبان نہایت شستہ اور فقرے بچے تلے ہوتے۔ کوئی لفظ بغیر سوچے سمجھے زبان سے نہ نکالتا' وہ اپنے دلائل و براہین کو واضح اور اطمینان بخش طریقہ سے بیان کرنے کا عادی تھا۔ سلطان کی آواز بلند اور پر شکوہ تھی۔ دوران گفتگو جب جوش آ جاتا تو بہت تیز گفتگو کرنے لگتا۔ اس کے لب ولہجہ اور حرکات وسکنات سے حکومت کا اظہار ہوتا یاوہ گوئی اور بے ہودہ سرائی سے سلطان ہمیشہ اجتناب کرتا' نہ خود کسی کی چاپلوسی کرتا اور نہ خوشامد سنتا۔ لاف زنی اور شیخی بھگارنا اس کی عادت کے خلاف تھا۔

اور ممالک کی طرح عرب میں تاج وتخت کا کوئی دستور نہ تھا' چنانچہ ابن سعود نے کبھی تاج پہنا اور نہ ہی تخت تیار کرایا۔ اس کی معاشرت بادشاہت کے باوجود نہایت سادہ اور خالص عربی وضع کی تھی۔ خوردونوش اور تمدن ومعاشرت میں عام نجدی شرفاء سے سر مو فرق نہ ہوتا۔ سلطان نشست وبرخاست میں بھی عرب کی سادگی اور اسلام کی مساوات کو ملحوظ رکھتا تھا۔ بسا اوقات وہ بلا تکلف فرش زمین پر بیٹھ جاتا۔ حکومت سعودیہ میں آداب اور کورنش کے عجمی مراسم موجود نہیں۔ اسلامی اصول کے مطابق ہر شخص سلطان کو السلام علیکم کہتا' سلطان لازمی طور پر وعلیکم السلام سے جواب دیتا۔ عوام عبدالعزیز کو یا عبدالعزیز کہہ کر پکارتے۔ شفیق مصری اور دیگر سیاحوں کا بیان ہے کہ خطاب کا یہ طریقہ خود سلطان کا انتخاب ہے' وہ اس کے سوا کوئی اور طریقہ پسند نہیں کرتا تھا۔[2]

متعدد مغربی سیاحوں نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ جب سلطان ریاض میں موجود ہوتا تو وہ جمعرات کے روز اپنی والدہ کی قبر پر ضرور حاضر ہوتا اور دعائے مغفرت کرتا۔

---

[1] سلطان ابن سعود والئی نجد وحجاز ص ۲۴۸

[2] سلطان ابن سعود ص ۲۵۰ مطبوعہ ہندوستان ۱۹۳۶ء بحوالہ روزنامہ الہلال کلکتہ

سلطان کو اپنے بیٹوں سے بھی بے حد محبت تھی۔ وہ ان کی لیاقت اور کامیابی پر بہت خوش ہوتا لیکن مناسب موقعوں پر سرزنش اور تنبیہہ سے کبھی نہ چوکتا۔ بیٹوں کی محبت نے کبھی اسے نرمی اور چشم پوشی پر آمادہ نہیں کیا۔ وہ اپنے بیٹوں کو مشکل اور کٹھن کام سپرد کرتا۔ آرام کوشی اور تن آسانی سے دور رکھتا سادہ اور خالی از تکلف زندگی کی رغبت دلاتا تھا۔

ابن سعود کی حیرت انگیز شجاعت:

قرون اولیٰ کے بہادر جرنیلوں اور تاریخ ساز سپہ سالاروں کی وہ تمام خوبیاں جنہوں نے ایک دنیا کو مسحور کر رکھا ہے' ابن سعود میں اس طرح جمع ہو گئی تھیں کہ سعودی فرمانروا پر انہی افراد سے بچھڑ جانے کا گمان ہوتا تھا۔ پچھلے اوراق میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ فتح ریاض میں کل چالیس افراد کو ساتھ لے کر سلطان فتح کے خلعت سے سرفراز ہوا۔ علاوہ ازیں حائل' احساء' جدہ' مکہ' مدینہ اور تمام دیگر فتوحات میں ہر مقام پر سلطان کی فوجیں دشمن کی تعداد اور وسائل کے اعتبار سے کسی طرح نسبت نہ رکھتی تھیں۔ شاہ فیصل کے اس نامور والد نے جدید ہتھیاروں اور مختلف النوح آلات کا مقابلہ قدیم قسم کے ناقابل استعمال ہتھیاروں سے کر کے نہ صرف یہ کہ دشمن کو مرعوب کیا بلکہ فتح کے ساتھ ساتھ اس نے کسی حریف کو اس قابل بھی نہ چھوڑا کہ وہ طبع آزمائی کر سکے۔ ریاض کے معرکے میں تو خود ان کے والد اور کویت کے شیخ مبارک نے بھی کارزار میں اترنے کو ہلاکت کے گرداب میں اترنے کے مترادف قرار دیا تھا۔ تاہم سلطان موت و حیات کے تصور سے تہی ہو کر دشمن سے اس طرح ہمکلام ہوا' جس کی داستانیں رہتی دنیا تک کی مسلمان قوم کے لئے مشعل راہ بنی رہیں گی۔

یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ چودھویں صدی ہجری کی ابتدائی ربع صدی میں خطہ عرب پر ظاہر ہونے والے اس عظیم انسان کی مثال آج تک دنیا کا کوئی خطہ نہیں پیش کر سکا۔ سلطان عبدالعزیز نے اپنے دور میں بڑے بڑے جرنیلوں اور شمشیر آزماؤں سے مقابلہ کیا' اس کی کلفتوں اور عقوبتوں کے سنگلاخ غاروں میں کسی بھی جگہ کسل و جبن کا شمہ تک نظر نہیں

آتا۔وہ صرف بہادری میں ہی ید طولیٰ نہ رکھتا تھا بلکہ سیاسی فراست اور گہرے تدبر میں بھی کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔اس کی حکمت و دانائی آج بھی تاریخ عرب میں ضرب المثل بنی ہوئی ہے۔اس کی کئی مہمیں صرف فراست و سیاست کی رہن منت ہیں۔

خدا ترسی کا یہ عالم تھا کہ روزانہ تہجد کی نماز پڑھتا' پانچ وقت مسجد میں جا کر باجماعت فریضہ خداوندی سے عہدہ برآء ہوتا۔اس کے معمولات میں کبھی تلاوت قرآن پاک کا ناغہ نظر نہیں آتا۔سلطان نے اپنے ہر دشمن کا مقابلہ تلوار سے نہیں کیا۔وہ حتی الوسع لڑائی سے کتراتا تھا۔آپ نے ہر کام کو ابتداء صلح اور بھائی چارے سے نمٹانے کی کوشش کی مگر جب پانی سر سے گزر جاتا یا دشمن اپنے کثیر وسائل اور بے پناہ قوت کے نشے میں سرمست ہو کر رزم گاہ کا رخ کرتا تو سلطان اللہ کی نصرت کے بھروسے پے برخطر ہو کر آتش جنگ میں کود پڑتا۔اس نے اپنی آنکھوں سے کئی انقلابات دیکھے۔سادہ غذا' سادہ لباس اور سادہ طرز زندگی کے حامل عبدالعزیز نے ایک مقام کے علاوہ بیسیوں معرکوں میں فتح پائی' تلواروں کی چمک دمک خیرہ ہوگئی اور خنجروں کی انیاں ہار گئیں مگر بہادر جرنیل کا حوصلہ سرد نہ ہوا۔

ابولطیب کہتا ہے۔

اغفر الليث الهرير بسوطه
لمن ادخرت الصارم المصقولا

"بے شمار لڑائیوں میں جولانی طبع دکھانے کے باعث عبدالعزیز کا پورا جسم زخموں اور نشانات سے اٹا پڑا تھا[1]۔ان میں تلواروں اور نیزوں کے نشانات زیادہ تھے۔صحراؤں کی چلچلاتی دھوپ اور رہگذاروں کی تپتی ہوئی سرزمین کے مصائب نے عبدالعزیز کو وسعت ظرفی' رحم دلی' نیکی و بھلائی اور عدل و انصاف کا معمار بنا دیا تھا۔"

[1] صقر الجزیرہ ص ۱۳۹۰ ج ۲

نپولین اور ہٹلر کی طرح ابن سعود نے لڑائی کو ملک گیری اور جہانبانی کا ذریعہ نہیں بنایا' نہ ہی موصوف نے انسانیت کشی کی بھیانک تاریخ دہرا کر ہٹلر کے نظریئے سے اتفاق کیا ہے۔ عبدالعزیز اپنے آباؤ اجداد کی غصب شدہ ریاستوں کو بزور طاقت چھین کر نہ صرف اپنے حقوق کے حصول کی طرف گامزن تھا بلکہ اس نے بیسیوں علاقوں میں رعایا کو بے انصافی اور ظلم و تعدی سے نجات دلائی۔ اس نے عرب کے بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کر کے ساری عرب قوم کو حرم کا پاسبان بنا دیا تھا۔ سلطان نے مفتوحہ علاقوں میں قرآنی مکاتب قائم کیے۔ عوام کی اخلاقی اصلاح کے لئے تربیتی ادارے بنائے۔ غریبوں کی امداد کے لئے کئی فلاحی مراکز کو جنم دیا۔ خطہ عرب کو اس کا اصلی مقام دینے اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کے لئے اپنی جان تک کھپا دی۔ حضور ﷺ کی تعلیمات کے مطابق عبدالعزیز نے اپنی پوری جنگی تاریخ میں کسی موقع پر دشمن کے بچوں' عورتوں اور بوڑھوں پر تیغ زنی کا حکم نہیں دیا جو علاقہ فتح ہوگا وہاں کے لوگوں حتیٰ کہ مخالف سپاہیوں تک کے لئے رحم دلی اور عام معافی کا اعلان کر کے انہیں مراعات سے نوازنا سلطان کا طرہ امتیاز تھا۔[1]

تحمل و وسعت ظرفی:

ابن سعود کی وسعت ظرفی کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے بڑے بڑے حریفوں کو عام معافی دے دی۔ وہ انتقام نام کی کسی چیز سے واقف نہ تھا۔ عجمان کو بھی صرف اس لئے قتل کیا کہ وہ اس کے بھائی سعد کا قاتل تھا۔ اس طرح اکا دکا مواقع پر جہاں اس نے انتقامی کارروائی کی وہاں اس نے قتل کے بدلے میں قتل کر کے عدل کا راستہ اختیار کیا۔ وہ جانتا تھا کہ انتقام کینہ پروری' حسد' بغض اور انانیت' بزدلی اور کم ظرفی کی آئینہ دار ہیں۔ ہر مفتوحہ علاقے کی رعایا خود اسی کی فوجیں بنتی چلی گئیں۔ آخر ایک دن دنیا نے دیکھ لیا کہ اجداد کے سلب کردہ تمام علاقوں کو ایک ایک کر کے اس نے دشمنوں سے واپس لے لیا۔ اللہ کی نصرت اور امداد اس کے شانہ بشانہ رہی اور عبدالعزیز نجد کے علاقوں سے نکل کر پھیلتا ہی چلا گیا۔

---

[1] صقر الجزیرہ ص ۱۳۹۶ ج ۲

سلطان کے عدل و انصاف اور خداترسی کے باعث قبائل اس کی قلمرو میں شامل ہوتے چلے گئے۔ رضائے خداوندی کی اس سے بڑی کیا علامت ہو سکتی ہے کہ عبدالعزیز کو بارگاہ یزدی کی طرف سے حرمین شریفین کی خدمت کے لئے چن لیا گیا۔ تاریخ کا طالب علم جانتا ہے کہ سلطان اور اس کی اولاد نے کس طرح اسلامی شعائر کا تحفظ کیا۔ کوئی مورخ آل سعود کی جانثاری، خداترسی اور رعایا پروری ایسے شاہکار کارناموں کو کسی صورت فراموش نہیں کر سکتا۔

جملہ تاریخ نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سلطان عبدالعزیز کا سب سے بڑا وصف اسلامی عقائد پر پختگی اور توحید باری تعالیٰ کے نظریئے سے گہرا لگاؤ تھا۔

صقر الجزیرہ کے مولف کا کہنا ہے کہ مجھے نجد کے ایک شخص ابن عقیل نے بتایا کہ وہ ایک معرکے میں عبدالعزیز کے ہمرکاب تھا۔ ایک مقام پر خونریز جنگ کے آخری مراحل میں عبدالعزیز خیمے میں آئے اور نماز کی نیت کر کے بارگاہ ایزدی میں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے نماز کو اتنا لمبا کیا کہ فتح کا شادیانہ بجا اور دشمن کو شکست فاش ہو گئی۔[1]

عبدالعزیز کا پختہ ایمان تھا کہ موت و حیات اور فتح و شکست اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہیں سب اسی کی مرضی اور حکم کے تابع ہیں حتیٰ کہ کوئی نبی اور ولی بھی اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔

عبدالعزیز کی سخاوت و فیاضی بھی مثالی تھی، اس کے اسی وصف کا تو آج بھی اس کے خاندان میں نہایت نمایاں ہے۔ شاہ فیصل نے دنیا بھر کے مظلوموں اور عام مسلمانوں کے لئے جو اپنے خزانے کا منہ کھولا اور ان کے شاہ خالد اور آج شاہ فہد نے جو عالم اسلام کے امداد و تعاون کی یادگاریں قائم کی ہیں، سب اپنے نامور باپ کی سچی روایات کی آئینہ دار ہیں۔

---

[1] صقر الجزیرہ ص ۱۳۶۸ ج ۲

سلطان ابن سعود کی تاریخ ساز شخصیت

وہ تمام یورپین جنہیں سلطان ابن سعود سے ملاقات کرنے کا اتفاق ہوا ہے' اس بات پر متفق ہیں کہ اسے عرب بھر میں اپنی رائے منوانے کا عجیب و غریب ملکہ حاصل تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے اسے نجد و حجاز کے بادشاہ کی حیثیت میں دیکھا' سب اس کی فراخ دلی اور جاذب شخصیت کے معترف ہیں۔ برطانوی سیاسی حکام کسی مشرقی شخصیت کی تعریف نہیں کیا کرتے مگر سلطان ابن سعود کے بارے میں وہ بھی ہم آواز ہیں' شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ سلطان ابن سعود عام مردانہ صفات اور بے باک طریقہ خطابت کے مالک تھے۔ سر پری کا کسی نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ سلطان ابن سعود نے اپنے طویل عہد حکومت میں کبھی کوئی غلطی نہیں کی اگرچہ اس میں مبالغہ کا گمان ہوتا ہے مگر جنہیں سلطان ابن سعود سے واسطہ پڑا ہے' وہ جانتے ہیں کہ یہ اظہار بڑی حد تک حقیقت پر مبنی ہے۔

انگریزوں کی اس حسن عقیدت نے بعض بدگمانیاں بھی پیدا کر دی تھیں' چنانچہ ابن سعود کے مخالفین نے یہ مشہور کر دیا کہ سلطانت وہابیہ کے بقاء اور استحکام کے پردہ میں انگریزوں کی امداد و اعانت کارفرما ہے۔ اسی طرح لوگوں میں یہ بھی مشہور تھا کہ یمن کے علاوہ تمام عربی ریاستیں انگریزوں کی پشت پناہی کی محتاج ہیں۔ لطف یہ ہے کہ یہ غلط فہمیاں شریف مکہ کے کارپردازوں نے پھیلا رکھی تھیں جو خود انگریزوں کا دست نگر تھا۔

یہ لاریب غلط ہے کہ ابن سعود نے کبھی انگریزوں سے خاص مدد حاصل کی ہو' اس کے برخلاف یہ صحیح ہے کہ جنگ عظیم سے پہلے اور فوراً بعد حکومت انگلشیہ شریف مکہ کی حمایت کر رہی تھی۔ اس طرح جب تند مزاج اخوان' عراق اور شرق اردن پر حملہ آور ہوئے تھے تو ان کی وجہ سے برطانیہ اور ابن سعود میں اختلاف ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہر وہ انگریز بلکہ یورپین اور امریکن جس نے ابن سعود سے ملاقات کی ہے'

اس بات کے اظہار میں پیش پیش ہے کہ ایسی شخصیت صدیوں کے بعد عرب میں پیدا ہوئی تھی اور اس کی بقاء عرب اور اسلام کے علاوہ تمام دنیا کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔

جنگ سے پہلے گمنامی کی زندگی بسر کرنے کے بعد جنگ کے خاتمہ کے ساتھ ہی سلطان ابن سعود نے بتدریج اپنی سلطنت کو وسعت دینی شروع کر دی۔ اس عرصہ میں ہمسایہ حکومتوں سے جھگڑے اور فساد ہوئے مگر ان سب کا سلطان ابن سعود کے حق میں فیصلہ ہوا۔ ان حالات میں عرب کی سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ قدرتی اسباب سے وسیع پیمانہ پر فائدہ اٹھایا جائے۔ الحمدللہ کہ عرب کو اس امر کا احساس ہو گیا کہ یہ چیز قیام امن کے بغیر ناممکن ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جو اقدامات کئے گئے انہوں نے غیر وہابیوں کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ عام رجحانات کی اس تبدیلی سے امید کی جا سکتی تھی کہ وہ دن دور نہیں جبکہ خیالات اور ذہنیتوں میں تغیر پیدا کیا جائے۔

دوست دشمن سب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ سلطان ابن سعود نے عرب میں ایک متحدہ قومیت کی روح پھونکی۔ عرب میں قومیت کی پیدائش اس وقت شروع ہوئی تھی جب جنگ عظیم سے چند سال پہلے ترکی میں سلطنت عثمانیہ کے غیر ترکی باشندوں کو ایک قوم میں منسلک کرنے کی تحریک جاری تھی۔ واضح ہو کہ پیدائش قومیت کا یہ تعین اس اعتبار سے ہے کہ اس وقت سے عرب میں سیاسی آزادی اور خود مختاری کے بارے میں اقدام اٹھائے گئے تھے ورنہ وسیع معنوں میں کہا جا سکتا ہے کہ عرب میں قومیت کی پیدائش اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی میں وہابیت کی پیدائش کے ساتھ ہوتی۔ اس زمانہ سے حکومت عثمانیہ کے مقابلے میں عربیت کا تخیل پیدا ہوا اور کبھی فنا نہیں ہوا۔ ایک تخیل کو انیسویں صدی کے اواخر میں خاندان رشید نے حائل میں اور بیسیویں صدی کے شروع میں امام یحیٰ سلطان نے یمن میں فروغ دیا لیکن عرب میں متحدہ قومیت کو جو تقویت سلطنت وہابیہ میں حاصل ہوئی' وہ محتاج بیان نہیں۔ سلطان کے عہد میں امام یحیٰ کے برخلاف صرف وہی ایک ایسی ہستی تھی جس نے غیر عربی مددگار حاصل کئے بغیر اور غیر مسلم صلاح کاروں کا مشورہ لئے بغیر اتنی وسیع سلطنت

حاصل کی۔ عربی لوگ ایک خالص عربی حکومت میں رہ کر جس قدر فخر کریں بجا ہے۔

اچھے خاصے پڑھے لکھے عرب اور اکثر مفکر دماغ ایک متحدہ اسلامی سلطنت کے خواب دیکھتے رہے ہیں' جس میں عرب کو مرکزی حکومت کا درجہ حاصل ہے اور باقی سب حکومتیں اس کی مدافعت میں شامل ہوں کیونکہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس خیال نے غیر عربوں کو بھی مسحور کر لیا تھا مگر ابن سعود کو کسی ایسی خیالی حکومت کا دلدادہ سمجھنا چاہئے کیونکہ ابن سعود جیسے عملی انسان کے لئے ایسے خیالی پلاؤ پکانے کے لئے وقت نہیں مل سکتا تھا۔

بلاشبہ سلطان ابن سعود نے اپنی حیرت انگیز کاوشوں کے نتیجہ کے طور پر عرب قوم کو وہ کچھ دیا ہے جسے تاریخ اسلامی کا روشن باب قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ مختصر سی تاریخی اس بات کی متحمل نہیں کہ اس میں عرب کے اس ہر دلعزیز بادشاہ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے بلکہ اس کے کارناموں پر کئی جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں۔

عبدالعزیز ابن سعود اور تعداد ازواج

ہمارے دیار میں ابن سعود پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس کی 72 بیویاں تھیں' کسی نے 92 تعداد بتائی ہے۔ تاریخ عرب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان عبدالعزیز انتہائی متقی' پرہیز گار' خدا ترس اور درویش صفت حکمران تھا۔ اس کی زندگی کے کسی گوشے سے اسلام کے اصولوں سے انحراف کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اس کے کسی طرز عمل سے یہ احساس نہیں ابھرتا کہ وہ نفس پرستی اور خواہشات کا تابع تھا۔ صقر الجزیرہ میں ہے کہ عبدالعزیز عورتوں یعنی والدہ' بہنوں' بیٹیوں اور اپنی بیویوں سے بے حد محبت کرتے تھے۔ ان کے نکاح میں کسی ایک وقت بھی چار سے زائد عورتوں کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں مگر جنگوں میں گرفتار ہو کر آنے والی عورتوں کو ملک یمین کے طور پر نکاح کے بعد اپنے حلقہ ازدواج میں رکھنا شرعی نقطہ نظر سے کوئی قباحت نہیں رکھتا [1]

---

[1] شاہ فیصل نے اپنے عہد اقتدار میں تمام مملکت کی باندیوں کی لاکھوں ریال کی قیمت ادا کر کے آزاد کیا تو رسم غلامی پر پورے سعودی عرب میں پابندی لگا دی گئی (از فیصل نبو یتان)

سعودی خاندان کے ایک ترجمان کا کہنا ہے کہ عبدالعزیز نے رفتہ رفتہ تمام عورتوں کے وظائف مقرر کر کے آزاد کر دیا تھا۔[1]

زیادہ عورتوں سے نکاح کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ سلطان اپنے خاندان کو وسعت دے کر مملکت سعودیہ میں موثر طور پر اسلامی خدمات سرانجام دینا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ سلطان کے اسی نقطہ نظر نے سعودی عرب کے سیاسی اور اسلامی ماحول میں اس قدر موثر کردار ادا کیا ہے کہ خود انہی کی اولاد ہی کتاب وسنت اور شیخ الاسلام کی تعلیمات کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ بن گئی۔ ابن سعود نے کثرت ازدواج کے ذریعے سے بڑے بڑے قبائل کو مجتمع کیا۔ بیشتر علاقوں میں بدوؤں کو اکٹھا کرنے میں مدد حاصل کی۔ آل رشید کے باغی حکمرانوں کے گھرانوں میں شادیاں کر کے ان کی سیاسی رائے پر بندش لگا دی۔ اس نے تقریباً دس لاکھ مربع میل کے عظیم خطے کو واپس لینے میں اپنی اولاد اور ازدواج کے رشتہ داروں کے تعاون سے بڑے بڑے معرکے سر کیے۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ان عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ سے زیادہ اولاد پیدا کریں تاکہ قیامت کے دن میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کرسکوں۔

پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ عبدالعزیز نے اپنی حیرت انگیز طاقت، نادرہ قوت امور مملکت میں معاونت اور اپنی نوزائیدہ ریاست میں خاندان کی وسعت کے اوصولوں کو مدنظر رکھ کر شرعی حدود میں رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ عورتوں سے شادیاں کیں۔ مغربی مورخین جب آل سعود کی تاریخ پر قلم اٹھاتے ہیں تو وہ عبدالعزیز کی بیویوں کی کثرت کو مورد طعن گردانتے ہیں۔ کم از کم دھوپ چھاؤں کی اس اولاد کی اس نکتہ چینی پر راقم کو از حد حیرت ہوتی ہے کہ جس قوم کے نزدیک ماں، بہن اور بیٹی کی عفت وعصمت کا کوئی قانون نہیں جن کے یہاں عورت شمع محفل ہے، اس کی پاکیزگی اور طہارت کا کوئی معیار نہیں جہاں شرافت و حیاء کا عام رقص ہوتا ہے، اخلاق سوز افکار اور درندگی سے عبادت کلچر تمدن نو کے نام پر پوری دنیا کو تباہی وہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے، وہ لوگ کیونکر اسلام کے مسئلہ تعداد ازدواج کی

1۔ سفر الجزیرہ ص ۱۴۰۵ ج ۲

آڑے کر ناک بھوئی چڑھاتے اور حقوق نسوانیت کی بات کرتے ہیں۔ بلاشبہ یورپ نے عورت کا تقدس نفسانی خواہشات کی تہہ میں چھپا کر خواہ مخواہ صنف نازک کی آزادی کا ہوا کھڑا کیا ہے' عورت کے جسم بیچنے اور اس کی عزت نفس کو قدموں تلے روندنے والے مغربی معاشرہ کی اخلاقی زبوں حالی آج کے عہد میں اس حد تک گزر چکی ہے کہ اس کی نئی نسل زندہ مسیح سے آگے اسلام کے ظلم عاطفت میں جگہ پانے کو بے تاب ہے۔

عبدالعزیز کی اولاد میں 41 لڑکوں اور چند لڑکیوں کی نشاندہی ہوتی ہے' ان میں 30 کے نام بنویشان نے اپنی تاریخ میں نقل کیے ہیں۔ ابتداء میں مذکور نقشے سے خاندان ابن سعود کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز ابن سعود کے معمولات

خطہ عرب کے عظیم انسان عبدالعزیز ابن سعود کی جنگی اور سیاسی زندگی کے تمام ایام بے پناہ مصروفیتوں کے ہجوم سے عبارت ہیں۔

آپ صبح کو اس وقت بیدار ہوتے جب ساری دنیا آسودہ خواب ہوتی ہے۔ سب سے پہلے تہجد کی نماز پڑھتے پھر تلاوت میں مصروف ہو جاتے۔ اس کے بعد اہل خانہ کو بیدار کرتے اور وظائف میں مستغرق ہو جاتے۔

لاله اله الا الله محمد رسول الله

لا شريک له وحده له الملک وله الحمد بيده الملک و

هوعلى کل شی قدير

الهم اجرنی من النار

رب اغفرلی ويو الدی وللمسلمين

فجر کی اذان تک آپ ان دعاؤں میں مصروف رہتے۔ موذن کی آواز سن کر آپ نماز فجر کی ادائیگی کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے' کسی عذر کے بغیر نماز باجماعت نہ چھوڑتے۔

سورج کی روشنی جونہی پڑتی خدام کو ضروری ہدایات جاری کرتے' اس کے بعد ایک لمحہ کے لئے بستر پر دراز ہو جاتے۔ تھوڑے وقفے کے بعد غسل کرتے اور دستر خوان بچھ جاتا۔ عربی قہوہ' شہد' اونٹ کا دودھ یا کبھی چائے آپ کے ناشتے میں شامل ہوتی۔

فراغت کے بعد آپ دفتر تشریف لے جا کر ضروری کاغذات اور خاص خاص مکاتیب (جن کا خلاصہ کر کے آپ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا) اسے ملاحظہ کرتے' بعض ضروری احکامات پر دستخط کرتے۔

اسی دوران مملکت کے دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کے لئے وقت نکالتے'

حاجت مندوں کو وظائف جاری کرنے کی ہدایات دیتے۔ تاروں اور خطوط کا جواب لکھواتے۔ ضروری امور کے لئے احکامات صادر کرتے۔ عامتہ الناس سے ملاقات میں علماء اور روساء کو علیحدہ وقت دیا جاتا۔ آخر میں عام مصافحہ ہوتا' جس میں کبھی کبھار ہزاروں افراد شامل ہوتے تھے۔ مصافحے کی اس مجلس میں شکایات پر مشتمل درخواستیں بھی وصول کرتے۔ بعض معاملات کا اس وقت فیصلہ کرتے۔ خاص طور پر ملازموں اور عمال حکومت کو بطور تاکید رعایا کے امور میں دلچسپی لینے کا حکم دیتے۔

عام لوگوں کی ملاقات کے بعد دوسری مجلس قائم ہوتی' اس میں کبھی برطانوی کبھی امریکی اور دوسرے ممالک کے وفود آپ سے ملاقات کرتے۔ علاوہ ازیں ملک کے دور دراز علاقوں کے وفد بھی حاضر ہوتے۔

ملاحظہ ہو کہ سلطان اپنے دفتر میں بیش قیمت صوفوں اور آرام کرسیوں کی بجائے فرش زمین کی ایک سادہ چٹائی پر تشریف رکھتے تھے۔ پس بین الاقوامی معتقدین کی مجلس قائم ہوتی اور صحرائے عرب کے بدو بھی اسی جگہ حاضر ہوتے[1]

دوسری مجلس کے بعد کھانا تناول فرماتے' اس میں چاول اور گوشت شامل ہوتا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے قیلولہ فرماتے پھر ظہر کی اذان بلند ہوتی تو آپ مسجد میں پہنچ جاتے۔ نماز کے بعد کچھ دیر کے لئے آپ خاص وظائف میں مصروف رہتے۔ اس کے بعد دفتر آ کر ایک خاص مجلس منعقد کرتے۔ اس مجلس میں حکام اور ارکان دولت حاضر ہوتے؛ ان سے پورے دن کی کارگزاری معلوم کرتے۔ ضروری ہدایات جاری کر کے مملکت کی ترقی اور نئے کاموں کی رفتار کا جائزہ لیتے۔ عصر تک یہی سلسلہ جاری رہتا' نماز عصر باجماعت مسجد میں ادا کرتے اور پھر خاندان کے افراد کے ساتھ خلوص میں ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ ان افراد میں ان کے صاحبزادے' بھائی' بھتیجے' قریبی رشتہ دار شریک ہوتے۔ مغرب سے عشاء تک انہی کے ساتھ گفتگو رہتی۔

نماز عشاء کے بعد کھانا کھاتے' مہمانوں کے لئے ضروری ہدایات دیتے پھر

---

[1] سفر الجزیرہ ص ۱۳۲ ج ۲

آرام کے لئے اپنے سادہ اور قدیم وضع کے ایک کمرے میں تشریف لے جاتے۔ گرمیوں کے موسم میں روئی کا باریک گدیلا آپ کا بستر ہوتا۔ سردیوں میں اس پر اون کی ایک چادر ڈال دی جاتی۔

لباس

ابن سعود کھلا لباس پہننے کے عادی تھے' قدیم وضع کا لمبا عربی کرتہ اس کے اوپر اونی شال یا سرخ دھاری دار رومال جو سیاہ رنگ کے دائرے سے محیط ہوتا سر پر رکھتے۔ آپ چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے' اس پر عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود رقم تھا۔[1]

سلطان نے ہمیشہ سادہ لباس زیب تن کیا۔ ریشم و حریر اور کرتا اور غیر اسلامی کپڑوں کی طرف کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کپڑوں کی شان و شوکت اور ظاہری زیب و زینت سے ہمیشہ نفرت کرتے تھے۔ سواری کے لئے ایک بڑی گاڑی آپ کے استعمال میں رہتی' جس پر پوری کابینہ کے افراد سما جاتے۔ کبھی کبھار ان کے ساتھ باغات اور کھلی فضاء میں نکل جاتے۔ یہ تفریح عصر سے مغرب تک ہوتی۔

عبدالعزیز انتہائی بے تکلف اور سادہ مزاج انسان تھے' انہوں نے کسی وقت بھی تکلف و بناوٹ اور تصنع سے کام نہیں کیا۔ وہ ایک خاص مقصد اور زندگی کے ایک عظیم نصب العین کو ہمیشہ مدنظر رکھتے تھے۔ صقر الجزیرہ کے مطابق کئی مرتبہ عشاء کے بعد علماء روسا اور شعراء کی مجلس قائم ہوئی' جس میں مختلف موضوعات پر علمی' اصلاحی اور سیاسی گفتگو کافی دیر تک جاری رہتی۔ علماء کی اس مجلس میں بعض اوقات شیخ عبدالرحمٰن القویز کے تفسیری معارف بلند آواز سے پڑھتے۔ اس کے بعد احادیث رسول ﷺ سنائی جاتیں۔ کئی علمی مسائل پر بادشاہ کے سامنے بحث ہوتی۔ کبھی عربی ادب' اسلامی حکایات اور مختلف علوم و فنون کی نسبت بحث رہتی۔ امور مملکت کے بارے میں بھی آراء بیان ہوتیں۔ عالمی خبروں پر تبصرہ ہوتا۔ آخر میں تلاوت قرآن ہوتی اور دعا پر یہ مجلس اختتام پذیر ہوتی۔ مجلس کے دوران شعراء کا کلام بھی سنایا جاتا۔ کبھی پرانے

1۔ صقر الجزیرہ ص ۱۴۲۲ ج ۲

جنگی قصے چھڑ جاتے تو ایمان تازہ ہو جاتا۔

سلطان ابن سعود اور شرک و بدعات کا استیصال

اسلامی حدود کے نفاذ کے تاریخی کارنامہ کے ساتھ ساتھ اپنی مملکت میں ابن سعود نے شرک و بدعات سے خاتمہ اور دیار ہند کی اختراع کردہ اور جہلاء کے قلوب میں رچی بسی خرافات کی اس طرح بیخ کنی کی کہ ایک زمانے نے اس پر غبط و رشک کے شادیانے بجائے۔

سلطان نے سلف صالحین کے مزارات پر قائم کیے جانے والے سابقہ حکومتوں کے قبات اور پختہ مزارات کو گرا کر قلوب کے بت خانوں میں توحید کا غازہ روشن کر دیا۔

ابن سعود نے کئی جگہ سے وہ یادگار چیزیں جن کی نسبت سے بعض حجاج کرام شرک کے مرتکب ہوتے تھے نیست و نابود کر دیں۔ انہوں نے حرمین شریفین اور مملکت کے ہر حصے سے رائی بھر شرک و بدعت اور سجدہ گاہی کے تمام اڈوں کا خاتمہ کر دیا۔

بلاشبہ ابن سعود کا یہ اقدام حضور ﷺ کی تعلیمات اور سلف کی روایات کے عین مطابق تھا' ان کی توحید پرستی کے باعث آج مملکت کا ہر پیدا ہونے والا بچہ بھی شرک کی آلائشوں سے پاک نظر آتا ہے۔

حضور ﷺ نے جس سختی کے ساتھ قبروں پر پختہ عمارت بنانے' چراغ جلانے' چڑھاوے چڑھانے' پھول نچھاور کرنے' ٹھمری ٹپہ کرنے' سر جھکانے اور غیروں کی عبودیت سے منع کر کے اس کے مرتکبین کے لئے رونگٹے کھڑے کر دینے والی ترہیبات صادر فرمائی ہیں' اس کا تقاضا تھا کہ جالیوں پر بوسہ دینے' قبروں پر سجدہ کرنے اور اس قسم کی ہر حرکت کو بزور طاقت روک دیا جائے۔ آج جب انسان سعودی عرب جا کر حرمین شریفین میں عبدالعزیز کے ان کارناموں کا جائزہ لیتا ہے تو اس کے دل سے دعا نکلتی ہے۔ جہالت' غوایت اور توہمات کی جو اندھیری آج عالم اسلام میں پھیلتی جا رہی ہے' اس کے استیصال کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ شرک کے تمام ذرائع روک کر توحید کے اصولوں کو اجاگر کیا جائے۔ تقریباً نصف صدی میں سلطان عبدالعزیز نے سب قبروں کو منہدم کرنے کا کام

شروع کیا تو پوری دنیا سے مخالفت کا طوفان بدتمیزی بر پا ہو گیا۔

ہندوستان میں مخالفت کی آواز اٹھانے والے سب سے پہلے فرقہ بریلوی رضاخانی کے بانی مولوی احمد رضا خان تھے۔ انہوں نے مختلف فتاویٰ اور رسالوں کے ذریعے سلطان اور اس کی حکومت کو نجدی وہابی قرار دے کر اس پر کفر کے فتوے لگائے۔ مسلمان جہلاء کی وہ اکثریت جس نے کئی صدیاں ہندوؤں اور سکھوں کی رفاقت میں ایک زمانہ طے کیا تھا اور وہ بہت سی ہندوانہ رسومات کو اسلامی شعائر کے طور پر اپنا رہے تھے' ان کے ایک حصے نے مولوی احمد رضا خان کی آواز پر لبیک کہی۔ نتیجتاً سعودی حکومت کے خلاف نفرت کی چنگاری پھوٹ پڑی۔ یہ لوگ خود کو حنفی اور سنی گردانتے تھے۔ اس کے برعکس دارالعوم دیوبند میں مولانا شیخ الہند محمود الحسن' مولانا سید انور شاہ کشمیری' مفتی کفایت اللہ دہلوی نے حنفی ہونے کے باوجود سلطان کے تمام اقدامات کو عین اسلامی اور حضور ﷺ کی تعلیمات کا حاصل قرار دیا۔

مذکورہ بالا فرقہ بریلوی کے علماء اس فتویٰ کے پیش نظر پاکستان کے کئی اجتماعات میں آئمہ حرمین شریفین کو نجدی قرار دے کر کفر کے فتویٰ عائد کر چکے ہیں۔

دراصل ان لوگوں نے قرآن وسنت کی تشریحات سے منحرف ہو کر شرک و بدعات اور ہندوانہ رسومات کو حرز جان بنا کر رکھا ہے۔ یہ ایک مخصوص گروہ ہے' جس کے اثرات پاکستان کے صوبہ پنجاب میں سب سے زیادہ ہیں۔ ان کی کئی جاہلانہ حرکات پر تو انسانیت شرم کے مارے جھک جاتی ہے۔ فرقہ رضاخانی کے عقائد کے مطابق شیخ الاسلام عبدالوہاب تمیمی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اسی باعث انہوں نے ہندوستان کے امام الدعوۃ شاہ اسماعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ عائد کیا ہے۔

سلطان عبدالعزیز ابن سعود کی وفات

پون صدی کے گونا گوں حادثات نے ابن سعود کو ناتواں بنا دیا تھا' اس کی ہڈیاں مملکت سعودیہ کی تعمیر کے راستے میں پگھل گئیں۔ وہ دین مصطفوی ﷺ کی اشاعت اور شیخ الاسلام کے افکار و تعلیمات کے فروغ میں آخری دم تک سرگرم رہا۔ اس نے جنگی' سیاسی اور اصلاحی کوششوں سے سعودی عرب کو اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ نہ صرف یہ کہ خطہ عرب کی قیادت کر سکے بلکہ آنے والے وقت میں عالمی طاقتوں کی ترقیات اور اقتصادیات کا محور بھی یہی ملک قرار پائے۔ عالم اسلام کے مرکز ہونے کے ناطے اسے روحانی اور مادی دونوں اعتبار سے مرکزیت حاصل ہو سکے۔ سلطان ابن سعود کا یہ کارنامہ تاریخ کی پیشانی پر قیامت تک چمکتا رہے گا کہ انہوں نے ایک طویل عہد کے بعد اسلامی حدود کی روشنی سے صحرائے عرب کا سینہ منور کر دیا۔ خدائے لم یزل کی رحمتوں کا مینہ تیل کی دریافت کی صورت میں برسنے لگا۔ حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کہ ایک وقت عرب کی سرزمین سونا اگلے گی۔ اعزاز و شرف کا یہ امتیاز تاریخ اسلام میں صرف ابن سعود کے حصہ میں آیا۔

محرم 1373ھ ستمبر 1952ء کو عبدالعزیز علیل ہو گئے' جسم کی نقاہت نے لاغر کر دیا اور سخت بیماری کے عالم میں بھی آپ امور سلطنت سے غافل نہ رہے۔ عقل و فہم کے زاویئے قائم رہے لیکن ماہ صفر کے آخر میں بیماری نے نڈھال کر دیا۔ شیخوخیت و کمزوری حد سے تجاوز کر گئی۔ فوری طور پر تمام بیٹوں کو بلایا گیا' ان میں سعود' فیصل' خالد' فہد اور سلطان کا نام قابل ذکر ہے۔[1]

سوموار ساڑھے 4 بجے ربیع الاوّل 1373ھ 9 نومبر 1953ء کو طائف میں عبدالعزیز دار دنیا سے دار الرحمت کی طرف کوچ کر گئے اور اس طرح خطہ عرب کا شاہین' صلاح الدین ایوبی کا سچا وارث شیخ الاسلام کی تعلیمات کا عظیم مبلغ' عادل حکمران' مجاہد اور عظیم انسان' کروڑوں مسلمانوں کو داغ مفارقت دے کر فردوس بریں میں سو گیا۔ ریاض

---

1. معز الجزیرہ ۱۴۳۵

کہ ایک عام قبرستان میں تختے اور کتبے کے بغیر آپ کی قبر بنائی گئی۔

حضور ﷺ کے احکامات کی روشنی میں قبر کو انتہائی سادہ اور ناپختہ بنایا گیا۔ وہاں کسی قسم کی امتیازی حیثیت کا گمان تک نہیں ہوتا۔ جو شخص ساری زندگی اللہ کے حضور سربسجود ہو کر روتا اور اشک بہاتا رہا' اس کی عاجزی اور اسلام دوستی کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اسے بدعات وتوہمات اور ہر قسم کی جاہلانہ خرافات سے مرنے کے بعد بھی دور رکھا جائے۔

مجھے پاکستان اور ہندوستان کی کافرانہ اور ہندوانہ رسومات پر تعجب ہوتا ہے' یہاں لوگوں نے بڑے بڑے برگزیدہ لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا رکھا ہے۔ اس طرح وہ لوگ جہاں اللہ اور رسول ﷺ کی ناراضگی خریدتے ہیں وہاں انسانیت کی تذلیل سے بھی انہیں شمہ بھر حیاء نہیں آتی۔

ملک عبدالعزیز کی تقاریر کے چند اقتباسات:

اکتوبر میں سلطان نے اپنی حکومت کے تمام عہدیداروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک طویل تقریر کی' اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ سب سے افضل عمل کلمہ حق کا اعلان ہے' سب سے بدترین عمل کلمہ حق کا اخفا ہے۔ ہماری مجلسیں کلمہ حق کے اظہار اور حکام اور رعایا کی نصیحت وہدایت کے لئے ہونی چاہئیں۔

ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں' ترقی کرنا چاہتے ہیں لیکن مضبوط قدموں سے ترقی میں ہمارے خیالات ہمارے نظریات ہماری آرزوئیں ہمیشہ نبی ﷺ اور سلف صالحین کی پیروی کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ دنیا کا جو کام ہمارے دین کے مطابق ہوگا' اسے کریں گے جو مخالف ہوگا اس سے باز رہیں گے۔

حکومت کے عہدیداروں کا فرض ہے کہ یہ حقائق بیان کریں لیکن صرف قول و بیان کافی نہیں ہے' عمل بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم۔ عربی شاعر کہتا ہے۔

طاعتہ لمن خلق، و تاتی مثلہ
عار علیک اذا فعلت عظیم

حکومت کے عہدیداروں کا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کریں، حق کے معاملے میں کسی کی بھی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ کسی کے بھی شبہ سے نہ ڈریں کیونکہ ملامت اور شبہ دنیا کے حالات میں سے ہے، دین میں سے نہیں۔ منکروں نے محمد ﷺ کے حق میں شبہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے شکوک باطل کر دیئے۔ اپنا دین غالب کر دیا۔ منکروں کو خسران کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، یہ دارین کی سعادت کا ایک ذریعہ ہے کہ اشرار ہمیشہ اخیار کے دشمن ہوتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا رب اللہ ہے، ہمارا دین اسلام ہے، ہماری کتاب قرآن ہے، ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں لیکن محض زبان کے دعویٰ سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ عمل چاہتا ہے۔ وقل اعملو فسیر الله عملکم و رسولہ۔ بت پرست بھی اللہ پرستی کے مدعی تھے مگر اللہ نے انہیں قبول نہ کیا۔ منافق بھی ہم مسلمانوں ہی کے سے دعویٰ کرتے تھے مگر اللہ نے فرمایا ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ یہاں شرعی عدالتیں موجود ہیں۔ امر بالمعروف کی مجلسیں قائم کر دی گئی ہیں، یہ سب کیوں؟ صرف اظہار حق کے لئے۔ تم اے عہدیداران حکومت! اس دین کے امین ہو، اس بلد امین کے امین ہو۔ تم اس کے ذمہ دار ہو۔ تم اس کے خادم ہو۔ پس جو احکام شہر کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، ان سب سے پہلے مخاطب تم ہو۔ وہ تم پر سب سے پہلے نافذ ہوں گے۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ کچھ لوگوں پر احکام جاری ہوں اور کچھ لوگ مستثنیٰ رہیں اگرچہ مستثنیٰ رہنے والا خود ابن سعود اور اس کا بیٹا فیصل ہی کیوں نہ ہو۔

ہم اخیار سے محبت رکھتے ہیں، اشرار سے نفرت کرتے ہیں۔ الحمد للہ کہ دین و وطن کی برکت سے ہمیں اعمال نافعہ کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ ہم نے جماعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر قائم کر دی ہے۔ اس کے احکام سب کے لئے یکساں طور پر واجب العمل

ہیں۔ تم اے عہدیدارو! سب سے زیادہ ان احکام کے مخاطب ہو کیونکہ تم ہی انہیں نافذ کرنے والے ہو اگر تم خود ان پر عامل نہ ہو گے تو دوسرے بھی ان پر عمل نہ کریں۔

ہم تم سے تین باتیں چاہتے ہیں۔

۱۔ اپنے اوقات میں نماز ہرگز نماز جماعت سے تخلف جائز نہیں' الا یہ کہ عذر شرعی ہو۔

۲۔ جملہ محرکات شرعیہ سے اجتناب' اشرار کی صحبت سے پرہیز۔

۳۔ شرعی آداب کے مخالف امور میں غیر مسلموں کی تقلید سے احتراز۔

مختصر یہ کہ تم پر حکومت کے احکام کی اطاعت اور پیروی لازم ہے بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرح نہ ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے کہ تمہاری حکومت خلاف شرح حکم صادر نہیں کرتی۔ یقین کرو میں خود سب کی تفتیش کروں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اچانک تم پر ٹوٹ پڑوں گا' جس کسی کو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا دیکھوں گا اور اس کی غلطی ثابت ہو جائے گی' پہلے اس کے افسر کو قانون کے مطابق سزا دوں گا پھر اس شخص سے باز پرس کروں گا۔ یقین کرو سزا ہمیشہ سخت سے سخت اور بے رعایت ہوگی۔ میری سنو کیونکہ میں تمہیں خوف الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔

تمام عہدیداروں پر فرض ہے کہ احکام حکومت پر عمل کریں' حکومت ہمیشہ امر الٰہی کا حکم دیتی ہے اور نہی سے منع کرتی ہے اگر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں پر عامل ہوں تو ہماری سنو اور اطاعت کرو اگر خدانخواستہ ایسے نہ ہوں تو نہ ہماری سنو نہ اطاعت کرو۔

تحریک اخوان کا قیام اور ابن سعود

باوجودیکہ سلطان ابن سعود کو باغی قبائل کے خلاف بسا اوقات ترکتازیاں کرنی پڑتی تھیں اور گردونواح کی حکومتوں سے آئے دن جنگ رہتی تھی۔ لیکن پھر بھی سلطان حقیقی اصلاح سے غافل نہ تھا اور فرصت کے چند گراں قدر لمحے غور وفکر میں صرف کرتا تھا اور اصلاح کی آواز جو خود سلطان کی زبردست شخصیت تھی۔

عرب میں زمانہ قدیم سے اصلاح وکامیابی برآوردہ شخصیت کی وجہ سے ہی ہو سکی ہے اور اس وجہ سے ہی ایسی اصلاح ہمیشہ ناپائیدار اور عارضی ہوتی ہے، سلطان ابن سعود کو اس حقیقت کا بخوبی علم تھا وہ یہ سمجھتا تھا اس کی سلطنت کو بقاء صرف اسلامی نظام سے حاصل ہو سکتی ہے۔

سلطان یہ محسوس کرتا تھا کہ بدوی عربوں جن میں سلطان نے مذہبی خیالات کے ماتحت اس قدر طاقت پیدا کر دی تھی۔ اگر اسلام قائم نہ کیا جاتا تو بدامنی اور بغاوت پھیل جاتی اس بات کو مدنظر رکھ کر سلطان نے چاہا کہ بدویوں کے خیالات تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اقتصادی اور معاشرتی حالت بدل دی جائے لیکن عرب کے طبعی اور جغرافیائی حالات کے اعتبار سے یہ طریق کار اگر محال نہیں تو بے حد مشکل ضرور تھا۔

ملک میں بارہا مذہبی جوش وخروش کے منظر دیکھے گئے۔ ہر منظر کا نتیجہ ہمیشہ ایک ہوتا رہا ہے۔ اصلاح وتجدد زمانہ جاہلیت میں اصنام پرستی اوہام وخرافات کا زور تھا حضرت محمد ﷺ خدائے عزوجل کی طرف سے مبعوث ہوئے تو توحید اور خدا پرستی کا چرچا ہو گیا۔ عربی عزم واستقلال نے توہم پرستی سے نجات پا کر ایسی حکمرانی وفرمانروائی کی اور علوم وفنون اور حیات انسانی کے ہر شعبہ میں وہ ترقیات کیں کہ عقل دنگ رہ گئی۔

مرور زمانہ سے عرب میں پھر جمود وسکون پیدا ہوا تو قرامطین کا فرقہ نکلا تو ین

---

1. سلطان ابن سعود والئی نجد وحجاز ص 93۔

صدی سے بارہویں صدی عیسوی تک ان کا زور رہا۔ قرامطین اپنے لایعنی عقائد کے ساتھ مساوات کے بے حد قائل تھے اور معاشرت انسانی میں بزور شمشیر مساوات پیدا کرنا چاہتے تھے اس فرقہ نے یہاں تک بے اعتدالیاں کیں کہ بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ بالخصوص نجد کے مشرقی صوبہ الحساء کے دسویں صدی عیسوی کے انتہاء پسند اسلام سے قطعاً منحرف ہو گئے تھے۔

930ء کے قریب قریب اصلاح کے ان نام نہاد حامیوں نے نہ صرف عراق و عرب کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ حجاز کو بھی فتح کر لیا۔ اور سنگ اسود کو حرم کعبہ سے اٹھا کر لے گئے قرامطین آج عرب سے مفقود ہو چکے ہیں مگر ان کا نام تاریخ میں ابھی باقی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بدوی قبائل صحیح معنوں میں سلطان سے بیشتر کبھی بھی وہابی نہیں ہوئے تھے تحریک کی تبلیغ و اشاعت شہری آبادی اور تعلیم یافتہ گروہ تک ہی محدود تھی چنانچہ وہابی سلطنت کے دور اول میں بدوی صرف لوٹ و غارت کے لالچ سے ہی سلطان وقت کا ساتھ دیتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ بعض اوقات انعام و اکرام کے لالچ میں ترکی، مصری یا خاندان رشید کی افواج سے بھی مل جاتے تھے۔

سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے مستحکم ارادہ کیا کہ بدوی قبائل کو وفا شعاری اور مذہب حقہ کی صحیح تعلیم دی جائے۔ سلطان نے اپنے ذہن میں ایک نیم مذہبی اور نیم اقتصادی لائحہ عمل مرتب کیا اور 1912ء کے آغاز میں اس پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ یہ لائحہ عمل تحریک اخوان کی بناء و قیام کا باعث تھا۔

اخوان منتخب بدویوں کی جماعت تھی جس سے سلطان وقت سے وفاداری کرنے کے متعلق بیعت لی جاتی تھی۔ ان کا فرض تھا کہ جب کسی غزوہ یا کار سرکار میں مصروف نہ ہوں تو ایسی زمین کاشت کر کے گزران اوقات کریں جو ان کے لیے حکومت نجد منتخب کرے۔ نجد کے مختلف مقامات اور مختلف قبائل سے آدمی منتخب کیے گئے تاکہ سلطان ابن سعود کے وفادار اور قابل وثوق سپاہی بنیں۔ زراعتی نو آبادیاں قائم کریں اور علماء نجد سے تعلیم مذہب حاصل کر کے فائدہ مند وہابی بن جائیں۔ تا حد امکان زیور اخلاق سے مزین ہوں اور آبائی وحشت اور

بربریت کو خیر باد کہہ دیں۔

سلطان ابن سعود جانتا تھا کہ بدوی قبائل سے قتل وغارت اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی عادت کو چھڑانا نہایت ضروری ہے۔ اور اس غرض کے لیے ان کو لازمی طور پر زراحت میں ڈالنا پڑے گا جب تک یہ لوگ خانہ بدوش زندگی نہ چھوڑیں ان کے اخلاق میں معتد بہ اضافہ ہونا ضروری ہے، تمدن اور علم کی ترقی کے لیے بھی ان کا کہیں نہ کہیں مستقل طور پر آباد ہونا ضروری ہے قتل وغارت کا بڑا سبب یہی تھا کہ ان عرب بدوؤں کے لیے کوئی مستقل ذریعہ معاش نہیں تھا۔

چنانچہ جہاں کہیں پانی کا عمدہ چشمہ دستیاب ہوا وہاں سلطان ابن سعود نے ایک زراعتی مرکز قائم کر دیا۔ اور اپنی رعیت کے منتخب نوجوانوں کو وہاں آباد کیا۔ اس قسم کی ہر نو آبادی میں مذہبی و ادبی تعلیم کے لیے ایک شیخ جس کو عرب زبان میں مطوع کہتے ہیں متعین کر دیا جو اپنے شاگردوں کو نہ صرف قرآن وسنت کی تعلیم دیتا تھا بلکہ عقائد اور اخلاق اور لکھنا پڑھنا بھی سکھاتا تھا اس طریق پر ایسا گاؤں تیار ہو جاتا تھا جو بیک وقت با امن شہریوں کا مسکن بھی وفادار اور قابل سپاہیوں کی چھاؤنی بھی اور وہابی مذہب کا صحیح مرکز بھی تھا۔

کہا جا سکتا ہے کہ اس تحریک سے سلطان ابن سعود کا منشا بدویوں کی اصلاح کے علاوہ اندرون عرب کی طبعی حالت کی اصلاح بھی کرنا تھا۔ پانی کی قلت کی وجہ سے نجد کے وسیع رقبہ جات غیر مزروعہ پڑے تھے۔ نجد کے لوگ ایک چشمہ کے سوکھ جانے پر دوسروں کی تلاش میں سرگرداں پھرتے رہتے تھے معاش کے مستقل نہ ہونے کی وجہ سے قتل وغارت لازمی چیز تھی۔ جس کا تدارک سطحی نظر سے ناممکن نظر آتا تھا جس کی وجہ سے عرب کی ترقی کا تصور بھی محال تھا۔ سلطان ابن سعود کو اپنی سلطنت کے بقاء و استحکام کے لیے ان حالات کے ساتھ زور آزمائی کرنا ضروری تھا۔

اس قسم کی ایک نو آبادی ارطاویہ ہے جس کو دیکھ کر سلطان ابن سعود کی فراست اور دقت نظر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے 1912ء سے پیشتر یہاں صرف ایک صحرائی کنواں تھا جس سے گاہے گاہے صرف قبیلہ مطیر کے لوگ آب نوشی کا کام لیا کرتے تھے اب اس کی آبادی دس

ہزار سے زائد نفوس کی تھی۔ سلطان نے نوآبادیاں قائم کرنے کی پالیسی جاری رکھی یہاں تک کہ اب اس قسم کی نوآبادیاں تقریباً ایک سوتک پہنچ گئیں جوکہ صحرائے عرب کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

شروع میں سلطان اخوان سے بدوی قبائل پر حملہ کروادیا کرتا تھا۔ کیونکہ اخوان کو جدید اسلحہ حکومت کی طرف سے مہیا کیا جاتا تھا۔ اور وہ ایک منظم جماعت تھی اس لیے پس ماندہ قبائل پر فتح پالینا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا لیکن بجائے اس کے اخوان قتل وغارت اور لوٹ مار کریں سلطان فاتح اور مفتوح میں مصالحت کروادیتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اخوان بھی سرخرو رہتے۔ اور مفتوح بھی ہراساں نہ ہوتے بلکہ بدل و جان اخوانوں میں شامل ہوتے جاتے اس طرح یہ جماعت دن بدن ترقی پذیر ہوتی رہی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی دوررس پالیسی بے نظیر جرأت اور بے مثال فراست کا آدمی اختیار کرسکتا ہے۔ اس طرح قبائل کی قدیم ہیئت تبدیل ہوگئی اور سلطنت کے لیے ایک باقاعدہ فوج تیار ہوگئی حکومت جماعت اخوان کے ساتھ نہایت فیاضی اور عالی حوصلگی سے سلوک کرتی رہی۔ چنانچہ ان کو جدید ہتھیار دیے گئے مکانات تعمیر کرنے اور کنویں کھودنے کے لیے سامان فراہم کیا گیا اور زراعت کے کاروبار کے لیے ہر طرح کی امداد ہوئی ان تمام انتظامات کا نہایت عمدہ اور خوشگوار نتیجہ یہ ہوا کہ اس مخصوص جماعت کے افراد نے اپنے اپنے قبیلوں کا خیال چھوڑ دیا اور اخوان کے سلسلہ وحدت اور یگانگت میں منسلک ہوگئے۔

سلطان کی آئندہ زمانہ میں درخشندہ کامیابیوں کا تمام تر انحصار اس کی اپنی اولوالعزم شخصیت کے علاوہ اس جماعت اخوان پر رہا۔ علم دوست سیاحوں کا جنھوں نے اندرون نجد جاکر جماعت اخوان کے عادات وخصائل کا عمیق مطالعہ کیا ہے اتفاق رائے ہے کہ اخوان مذہب کے معتقدات کی ان کو تعلیم دی جاتی ان پر ایمان راسخ رکھتے اور اعمال اور شعائر مذہبی کی بڑی سختی سے پابندی کرتے موت کو خاطر میں نہ لاتے اور غزوات میں شہید ہوجانے والے ساتھیوں کی خوش بختی پر رشک کرتے اخوان میں بعض خودسر اور سرکش بھی تھے جو گاہے گاہے حکومت کے خلاف بھی سر اٹھا دیتے۔ 1922ء میں جوف کے اخوانوں نے

شرق پروں کے خلاف غزوہ کیا۔ حکومت نے نجد سے اجازت نہیں طلب کی گئی تھی۔ سلطان نے باز پرس کی تو اخوان نے حیلے بہانے کیے لیکن پذیرائی نہ ہوئی اور اس جماعت کے چند معتبروں کو دارالسلطنت میں کچھ دیر قید رہنا پڑا۔

شاید یہ خیال پیدا ہوا کہ اخوان کو اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی واقعہ یہ ہے کہ سادگی کا یہ عالم تھا کہ عالم اہل الرائے علم وفن کی موشگافی اور دور بینی کو بہ نظر استحسان نہ دیکھتے، قرآن اور حدیث کی تعلیم کو کافی سمجھتے۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ یہی وہ مختصر تعلیم ہے جو اخوانوں کو دی جاتی تھی۔[1]

ذیل میں چند نو آبادیوں کی فہرست دی جاتی ہے لیکن کیوں کہ نجد میں باقاعدہ مردم شماری کا کوئی قانون نہیں اس لیے جس قدر افراد ہر ایک نو آبادی جنگ و جہاد کے لیے سہولت سے فراہم کر سکتی ہے بیان کیے جاتے ہیں۔ ان میں وہ جنگجو شامل ہیں جن کو حکومت نجد ہر وقت طلب کر سکتی تھی اور اس طرح بوقت ضرورت ہزاروں دیگر آدمی میدان جنگ میں لائے جا سکتے تھے۔

---

[1] اخوان کے نام سے مختلف تحریکات عرب ممالک میں کئی جگہ پھیلی ہوئی ہیں ہمارے یہاں کے بعض نافہم اور کوتاہ میں علی الاطلاق اخوانوں پر تنقید کرتے ہیں حقیقت یہ کہ عام طور پر اخوان اہل حق ہی کے اس گروہ کا نام ہے جو ہر وقت طاغوت کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے عملاً برسر پیکار رہتا ہے تاہم بعض اخوان تحریکیں تربیت کے فقدان کے باعث لادینیت کی آئینہ دار ہیں جن کی نسبت یہاں کلام نہیں۔ (مؤلف)

تحریک اخوان کے جنگجو سپاہ

قبیلہ حرب:

نمبر شمار	نام نوآبادی	تعداد
	قبیلہ مطیر	
-1	ارطاویہ	دوہزار
-2	امبثید	ایک ہزار
-3	فریسان	ایک ہزار
-4	مولاهی	سات سو
-5	اللمار	سات سو
-6	الاصلاح	ایک سو
-7	الارطاری	چھ سو
-8	مسکه	آٹھ سو
-9	درعیه	آٹھ سو
-10	الشعیب	چارسو
-11	قریه شمالی	ایک ہزار پانچ سو
-12	قریه جنوبی	ایک ہزار
-13	سدیر	سات سو
-14	نکیر	ایک ہزار
	قبیله عتیه کا حصه موسوم به رقعه	
-15	غطغط	دوہزار

16-	الادھنا	دو ہزار
17-	الساده	تین سو
18-	ساجر	آٹھ سو
19-	عرجه	دو ہزار
20-	عيله	تین سو
21-	نفعی	ایک ہزار پانچ سو
22-	عروه	ایک ہزار
23-	السنام	ایک ہزار
24-	الروضه	سات سو
قبیلہ حرب		
25-	دقفه	دو ہزار پانچ سو
26-	الشعيبكيه	ایک ہزار
27-	الايميه	ایک ہزار
28-	القرين	سات سو
29-	الصادقه	چھ سو
30-	حليفه	تین سو
31-	هنيظل	سات سو
32-	البرود	ایک ہزار
33-	قباح	دو ہزار
قبیلہ شمار		
34-	المجفر	دو ہزار

35-	روضة العيونى	ایک ہزار
	قبیلہ حطیم	
36-	بنوان	ایک ہزار پانچ سو
	قبیلہ الدواسیر	
37-	شرقیه	ایک ہزار پانچ سو
38-	الوسیطیه	آٹھ سو
	قبیلہ عجمان	
39-	السرار	دو ہزار
40-	غیظ	ایک ہزار
41-	الصحاف	آٹھ سو
42-	العحير	سات سو
43-	عريره	ایک ہزار تین سو
	قبیلہ قحطان	
44-	الحيائم	ایک ہزار آٹھ سو
45-	الجفير	تین سو
46-	الحساط	آٹھ سو
47-	الريحان شمالى	دو ہزار
48-	الريحان جنوبى	دو ہزار
	قبیلہ خرج	
49-	الاهليه	آٹھ سو
50-	البدع	آٹھ سو

-51	المنیعف	چھ سو
-52	الاقوار	پانچ سو
-53	تیبسم	چارسو
-54	الرویده	چارسو
	قبیله الاعظم	
-55	ثاح	ایک ہزار پانچ سو
-56	الحاس	ایک ہزار
-57	الحانت	ایک ہزار
-58	العتیق	سات سو
	قبیله بنو مره	
-59	نباق	ایک ہزار
-60	عبیرق	ایک ہزار پانچ سو
	قبیله بنو حجر	
-61	عین الدار	ایک ہزار

تقریباً 61600 سپاہی تو یہ ہیں جو کہ جہاد کے لیے جان بکف رہتے تھے علاوہ ازیں قبیلہ السہول اور صباعی اور دیگر قبائل کی بھی بہت سی نو آبادیاں تھیں جن کے فرداً فرداً کا ذکر یہاں موقعہ نہیں۔

فتح ریاض

دس سال پہلے غروب ہونے والا آفتاب قلعہ ریاض سے دوبارہ طلوع ہوا اور اس کی روشنی اقالیم حجاز تک پھیل گئی:

اہل ریاض آل رشید کی حکومت کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے انہی حالات نے عبد العزیز کی ہمت کو دوچند کر دیا۔ شاہ فیصل کے جلیل القدر والد نے ریاض پر کس طرح دوبارہ قبضہ کیا انہیں مصائب کے سنگلاخ سناٹوں سے کس طرح گزرنا پڑا، مشکلات کے انگاروں پر کیوں کر لوٹنا پڑا یہ ایک طویل کہانی اور مملکت سعودیہ کی تاریخ کا انوکھا باب ہے، ہمیں یہاں نہایت اختصار کے ساتھ اس اولوالعزم مجاہد کی کارگزاری کا جائزہ لینا ہے۔ جس نے تہور و بسالت کے وہ تابندہ نقوش ثبت کیے ہیں جس کی نظیر اصحاب رضی اللہ عنہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جہد آفرین روایات کے بعد تاریخ کے کسی باب سے نہیں ملتی۔

امیر عبد الرحمٰن نہیں چاہتے تھے کہ کویت کی پر امن زندگی میں خلل پیدا ہو، تاہم بیس سالہ عبد العزیز والد موصوف کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا، جواں ہمت شہزادے نے امیر کو بہت مبارک الصباح سے فوجی امداد طلب کی۔ صقر کے مطابق امیر کویت نے ایک ہزار جنگجو رضا کار مہیا کیے، صحرائے عرب کی شدید گرمی میں عزم و ثبات کا پیکر عبد العزیز ایک ماہ کا زاد سفر لے کر کویت کے قریب التوکہ کے مقام پر فوجوں کو ترتیب دینے لگا۔

عبد العزیز نے خاندانی روایات کے مطابق اپنی صفوں کو نہایت اعلیٰ طریقے سے منظم کیا، ابتداء مجاہدین کا یہ قافلہ چالیس اونٹوں، تیس بندوقوں کے ساتھ کویت سے روانہ ہوا، مشہور سعودی مؤرخ احمد عبد الغفور کے مطابق سامان سفر کے علاوہ اس وقت کل دوسو (200) ریال عبد العزیز کے پاس تھے آل رشید کی جبروتی حکومت اور کثیر طاقت کے ساتھ مقابلے کے لیے اس مختصر سے لشکر کی روانگی جہاں عبد العزیز کی بے مثال شجاعت اور

اولوالعزمی کی آئینہ دار ہے وہاں قرون اولیٰ کے معرکہ یرموک کے ایک شاہکار کارنامے کی یاد بھی تازہ کر دیتی ہے۔ جس میں اسلامی جرنیل خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے 60 ہزار کفار کے مقابلے کے لیے کل تیس اسلامی رضا کاروں کا مطالبہ کیا تھا بالآخر 60 اسلامی سپاہی روانہ ہو کر جونہی کارزار میں اترے تو کفر کی طنابیں ٹوٹ گئیں اور فتح ونصرت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدم چوم لیے۔

بلاشبہ عبدالعزیز اسلام کے نادرۂ روزگار جرنیلوں اور عبقری صفت سپہ سالاروں کا عزم لے کر ریاض کی طرف نکلا اس نے موت کو نہایت قریب سے دیکھا وہ آفات دھوں کی وادیوں میں اترنے کی پوری صلاحیت رکھتا تھا۔

رات کو پہرہ:

جنگی سفر میں جب قافلہ کسی پہاڑ کے دامن میں رات کو آرام کے لیے فروکش ہوتا تو عبدالعزیز تمام سپاہیوں کو نیند کا حکم دے کر خود لشکر گاہ کا پہرہ دیتے[1] بسا اوقات جب سپاہی اپنے سالار کو آرام کے لیے مجبور کرتے تو عبدالعزیز گویا ہوئے۔

''کامیابی کا طالب اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے نہ پالے یا بالآخر موت کی آغوش میں ہمیشہ کے لیے آرام کرتا ہے[2]۔''

قبائل کی یقین دہانی:

ریاض ہوتے ہوئے نجد اور احساء کے کئی دیہاتوں سے جب قافلہ گزرتا تو لوگ حیرت سے دریافت کرتے:

''کون؟ ابن سعود، کیا یہ عبدالرحمن آل سعود کا فرزند نہیں ہے جو آل مقرن سے ہے ہاں یہ تو خاندانی عظمتوں کا امین ہے، بہادر اور جنگجو ہے بلاشبہ اسے اپنے غصب شدہ حق کے لیے ایسی ہی جرأت کا مظاہرہ کرنا چاہیے اسی طرح آباء و اجداد کی وراثت کا حق ادا کیا جاتا ہے.......... اگر ضرورت پڑی اے جواں سال سپہ سالار

1. صقر الجزیرہ ص 237، ج 1۔ 2. صقر الجزیرہ ص 238، ج 1۔

...........ہمیں پکارنا ہم تیرے ساتھ مل کر شانہ بشانہ لڑیں گے۔"

خطہ عرب کے کئی علاقے جو آل سعود کی اسلام دوستی اور حب الوطنی پر ہمیشہ ان کا دم بھرتے تھے اور جنہیں ان کی حکومت کے خاتمہ کا گہرا قلق تھا عبدالعزیز کے اس اقدام پر فرط مسرت سے جھوم اٹھے، بیسیوں قبائل نے ہمدردی کا یقین دلایا، سعودی مؤرخین کا کہنا ہے کہ کئی قبائل کے جوان عبدالعزیز کی فوج میں شامل ہو گئے، جب فوج "حرض" کے مقام پر پہنچی، تو سپاہیوں کی کل تعداد 1500 تک پہنچ چکی تھی[1]۔ علاقوں کے علاقے وفاداریوں کے پیمان باندھتے ہوئے عبدالعزیز کے پاس آتے تھے لوگوں کا ولولہ اور جوش دیدنی تھا عبدالعزیز نے نجد کی پوری ریاست سے داد وصول کی۔

انتہائی کٹھن آزمائش کی منزل:

جنگی لشکر جونہی الاحساء کے علاقے میں پہنچا یہاں کے مقرر کردہ ترکی حاکم نے قلعہ کے دروازے بند کر دیئے، ادھر شام، عراق اور ترکی کے اطراف میں اس مجوزہ کارروائی پر شدید ردعمل ہوا، کئی رئیس مقابلے کی دھمکیاں دینے لگے، ریاض پر حملے سے پہلے پہلے متعدد مقامات پر کئی لشکروں سے مقابلے کا سماں پیدا ہونے لگا۔ اس موقع غنیمت کا لالچ اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے کا حرص رکھنے والے اکثر سپاہی فرار ہو گئے، صقر الجزیرہ کے مطابق صرف 43 افراد باقی رہ گئے بہادری و جانبازی کی ایسی مثالیں تاریخ میں بہت کم نظر آتی ہیں جنہوں نے زندہ جاوید تاریخ رقم کر کے اقوام کی پیشانی پر حیرت انگیز شجاعت کا جھومر سجایا ہے چودہویں صدی ہجری کا یہ مجاہد بلاشبہ انگریزی سامراج سے نبرد آزما ہونے والے ہندوستان کے عظیم اسلامی سپوت اور میسور کے فاتح سلطان ٹیپو کی روایات کو تابندہ کر رہا تھا جس نے تمام افواج کے ساتھ چھوڑ جانے کے باوجود برطانوی فوجوں سے لڑائی کی بالآخر وہ خود آغوش شہادت میں سو گیا، عبدالعزیز نے "فتح یا موت" کا نعرہ لگا کر طبع آزمائی کا مصمم ارادہ کر لیا، صقر الجزیرہ کے مصنف کا کہنا ہے کہ عبدالعزیز باقی ماندہ فوج کو لے کر اپنے والد سے مشاورت کے لیے واپس کویت چلا گیا، صورت حال دریافت کے بعد امیر کویت شیخ مبارک

[1] صقر الجزیرہ ص 380، ج 1۔

اور امام عبدالرحمٰن نے کہا "خود کو موت کے ساکت سمندر میں مت ڈالو اور آل رشید کا مقابلہ کرنے کا ارادہ ترک کر دو تم کسی صورت بھی اس پر فتح نہیں پا سکتے۔" عبدالعزیز نے امیر کویت سے کہا: "میں کسی حال میں بھی اس ارادہ سے باز نہیں رہ سکتا خواہ مجھے تنہا قصر ریاض پر حملہ کر کے خود کو ٹکڑے ٹکڑے کرانا پڑے۔ تعداد کی کمی اور وسائل کی قلت کے باوجود میں اپنا حق ضرور واپس لوں گا ورنہ میرا دین اور میرا ضمیر ہمیشہ مجھے ملامت کرتا رہے گا۔"

دوبارہ روانگی:

فوج کے باقی ماندہ افراد نے عبدالعزیز کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی اور باپ کی اجازت کے بعد لشکر دوبارہ روانہ ہوا۔ ایک مقام پر عبدالعزیز نے کہا:

"مجھے امید ہے اگر میں مقاصد کے حصول کے لیے آگ میں چھلانگ لگاؤں تو تم بھی بلا تامل اسی طرح کرو گے[1]" تمام رفقاء نے اثبات میں جواب دیا۔

28 رمضان المبارک 1319ھ، 1902ء کو عشاء کی نماز کے بعد عبدالعزیز نے جنگی اصول، سفر کا راستہ اور مختلف دفاعی چالوں سے فوج کو آگاہ کیا، جونہی قافلہ "بڑا ابو جیفان" پر پہنچا تو عیدالفطر کے لیے فوج نے پڑاؤ ڈال دیا[2]۔ عید کے دوسرے روز قافلہ روانہ ہوا اور رات گئے تک ریاض کے قریب یہاں سے دس کلومیٹر جنوب میں رضاء پہنچ گئے۔

عبدالعزیز نے بیس نوجوانوں کو ساز و سامان، سواریوں اور دوسرے جانوروں کی حفاظت کے لیے متعین کیا اور انہیں تلقین کی کہ 24 گھنٹے کے اندر اندر اگر ہم تمہیں اطلاع نہ کر سکے تو تم کویت واپس جا کر ہماری موت کی اطلاع دے دینا۔

عبدالعزیز 23 جانثاروں کو ساتھ لے کر ریاض کی جانب بڑھے، ریاض کے باغات کے قریب پہنچ کر کھجوروں کی کئی لکڑیاں کاٹیں اور شہر کی ایک بستی میں پڑاؤ کیا یہاں جنوب کی طرف 16 رضا کاروں کو اپنے بھائی محمد[3] بن عبدالرحمٰن کی قیادت میں تیار رہنے کا

[1] بنو یشان، بن سعود ص 404 باب 32۔ [2] بنو یشان، بن سعود ص 404 باب 32۔

[3] بنو یشان کی تاریخ کے مطابق عبدالعزیز نے کہا، اگر سورج طلوع ہونے تک تمہیں کوئی خبر نہ پہنچ سکی تو واپس ہو جانا۔ صفحہ 205۔

حکم دے کر عبداللہ جلوی اور چھ ساتھیوں کو لے کر عبدالعزیز شہر میں داخل ہوئے۔ یہ شوال 1319ھ کی بات ہے، رات کے اندھیرے میں سات جانثار کھجوروں کے بڑے بڑے خوشے کندھوں پر اٹھا کر بدوؤں کی ایک سفری جماعت کی مانند گلیوں اور بازاروں سے گزرے خطرہ تھا کہ شہر کے نگران یا چوکیداروں کی کوئی جماعت اس مختصر سی فوج کو دیکھ نہ پائے اور اس طرح پہاڑوں کو شرمندہ کرنے والے عزائم ریزہ ریزہ نہ ہو جائیں۔

بالآخر عبدالعزیز قلعہ کی ایک تنگ گلی کے راستے دیوار پر چڑھے، عبدالعزیز سکتے میں پڑ گئے جب ایک عورت نے کہا ''یہاں کون ہے۔'' ابن سعود نے جواب میں کہا ''میں حاکم شہر کے پاس ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔'' ''بلند آواز سے عورت گویا ہوئی۔'' نکل جاؤ اس وقت یہاں کوئی کام نہیں ہو سکتا، کیا تمہیں معلوم نہیں یہ رات کا وقت اور پردہ دار گھرانہ ہے۔''

عبدالعزیز واپس ہو کر اپنے رفقاء کے ساتھ دوسری دیوار کی جانب بڑھے یہاں ایک مشعل بردار خادم سے سامنا ہوا، ابن جلوی نے دیکھا کہ '' یہ شخص عبدالرحمٰن کے گھر میں ایک عرصہ تک خدمت گزار رہا ہے۔'' اس نے آہستگی کے ساتھ آنے کا سبب بتا کر معاونت کی درخواست کی۔ خادم موافقت کرنے لگا، بالآخر عبدالعزیز محل کی دوسری منزل پر امیر کے ''غرفتہ النوم'' (سونے کے کمرہ) کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا، ابن جلوی نے آل رشید کے حکمران عجلانی کے برادر نسبتی کا کام تمام کر دیا، اس کی بیوی نے اپنے باپ کا واسطہ دے کر بتایا کہ اس کا باپ امام عبدالرحمٰن کا خادم رہا ہے لہٰذا مجھے معاف کر دیا جائے میں ہر دم تمہاری وفادار ہوں گی۔''

عبدالعزیز اسے پہچانتا تھا، ابن جلوی نے بیوی سے ہاتھ روک لیا، اس سے امیر کویت کی بابت دریافت کیا، اس کے ساتھ ہی عورت کو نچلی منزل کے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ عبدالعزیز نے پورے محل پر قبضہ کر کے شہر کے متصل اپنے ساتھیوں کو بلا بھیجا، رات کی تاریکی چھٹتی رہی تھی نسیم سحر کے جھونکے فتح کی نوید سنا رہے تھے، اسی اثناء میں عبدالعزیز تلاوت قرآن میں مشغول ہو گیا، مشعل بردار خادم قہوہ، روٹی اور کھجوروں کا ناشتا لایا، عبدالعزیز

نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نماز فجر ادا کی[1]۔ امیر ریاض اپنے حفاظتی دستوں کے ساتھ قلعہ کے شاہی کمرے سے نکلا، عبدالعزیز نے چار آدمیوں کے ہمراہ وار کیا، آل رشید کا گورنر اور اس کا ایک ساتھی عجلانی سپاہی اچانک حملہ کی تاب نہ لا سکا[2]۔ عبدالعزیز کی برق رفتاری نے تاریخ کا ایک باب مکمل کر کے آل سعود کے مقدر کا سورج روشن کر دیا۔ (عجلان نے دو مرتبہ عبد العزیز پر حملہ کیا مگر ابن جلوی نے پھرتی دکھائی) عبدالعزیز کے حملے کے بعد ریاض کے بیشتر حفاظتی دستے نے اطاعت قبول کر لی۔

عبدالعزیز کے رفقاء میں دو آدمی شہید اور چار افراد کو معمولی زخم آئے[3]۔ آناً فاناً یہ خبر پورے ریاض میں پھیل گئی عوام جو ایک عرصہ سے آل رشید سے تنگ تھے مسرت کے شادیانے بجانے لگے آل رشید کے کئی حامی اسی روز بازاروں میں قتل کیے گئے۔ عبدالعزیز نے ریاض کی مرکزی جامع مسجد میں عوام کے اجتماع میں عجلان کی موت اور آل سعود کی حکومت کا اعلان کر دیا یہ واقعہ شوال 1319ھ، 1902ء کا ہے۔ ابتدائی اعلان میں امن طلب کرنے والے ہر شخص کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا، عبدالعزیز نے ابتدائی خطبے میں کہا:

''قانون خدا کا ہو گا مگر بطور نیابت ریاض پر عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کی حکومت ہو گی۔'' (سقر الجزیرۃ ص 257، ج 1)

آج کے بعد عبدالعزیز سلطان ابن سعود کے نام سے معروف ہوئے۔

فتح ریاض میں شریک ہونے والے سعودی مجاہدین[4]:

1- محمد بن عبدالرحمٰن آل سعود (برادر[5] عبدالعزیز) 2- فہد بن جلوی السعود۔ 3- عبدالعزیز بن جلوی السعود۔ 4- عبداللہ بن جلوی السعود۔ 5- عبدالعزیز بن مساعد جلوی السعود۔ 6- عبدالعزیز بن عبداللہ بن ترکی۔ 7- فہد بن ابراہیم مشاوری۔ 8- عبداللہ بن۔ 9- ناصر بن سعود الفرحان۔ 10- سعود بن ناصر بن سعود الفرحان۔ 11- فہد بن معمر۔ 12- مسلم بن مجفل السبیعی۔ 13- حزام العجالین الدوسری۔ 14- ابراہیم النفیسی۔

---

[1] سقر الجزیرہ ص 253۔ [2] بنو جتان ص 211 ابن سعود۔ [3] بنو جتان ص 213 ابن سعود۔

[1] سقر الجزیرہ ص 244۔ [2] سقر الجزیرہ ص 324۔

15- منصور بن محمد بن حمزہ۔ 16- صالح بن سبحان۔ 17- منصور بن فریح۔ 18- یوسف بن مشعل۔ 19- فلاح بن نثار الدوسری۔ 20- عبداللہ بن خیزان۔ 21- سعید بن بیشان۔ 22- مسعود البروک۔ 23- عبداللطیف المعشوق۔ 24- محمد المعشوق۔ 25- فہد المعشوق۔ 26- سعد بن نجیت۔ 27- فرحان السعود۔ 28- ناصر بن شامان۔ 29- مطلق بن عجیان۔ 30- مطلق الغربی۔ 31- فہد بن دبیر الشامری۔ 32- عبداللہ بن عسکر۔ 33- محمد بن ہزاع۔ 34- ماجد بن مرعید السبیعی۔ 35- زید بن زید۔ 36- عبداللہ الھزانی۔ 37- محمد بن شعیل۔ 38- عبداللہ بن عبید۔ 39- نظام اباالخیل اعطیری۔ 40- عبداللہ بن حریس۔ 41- فتیر العبد العزیز۔ 42- معرضد بن خرصان الشامر۔ 43- سبحان۔ 44- سعد بن عبدالرحمٰن۔

آخر الذکر تینوں اشخاص ریاض کے محاصرے میں شامل نہ تھے بلکہ یہ آل سعود کے غلام کی حیثیت سے مجاہدین کے ساتھ شریک تھے۔

عبدالرحمٰن کی کویت سے واپسی:

مسند حکومت پر براجمان ہونے کے بعد تمام علاقوں میں شاہی فرمان جاری کر دیئے گئے ہزاروں افراد روزانہ عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور آل سعود کے ساتھ وفاداری کا اظہار کرتے دس کلومیٹر دور مجاہدین کے دستہ کو باعزت طور پر ریاض لایا گیا۔ ہر شخص نے عرب رواج کے مطابق خوشی کے اظہار میں اونٹ، گائے اور کئی جانور ذبح کیے صقر الجزیرہ کے مطابق پوری ریاست میں اس عہد کے فیض سے کوئی فقیر بھی محروم نہ تھا۔ ادھر ناصر بن سعود قاصد بن کر کویت روانہ ہوا۔ یہاں پہنچے تو امیر کویت شیخ مبارک اور امام عبدالرحمٰن نے ابتداً فتح ریاض کے واقعے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔[1] مگر جلد ہی انہیں اس کی صداقت کا یقین ہو گیا وہ کسی طرح بھی اس مختصر سی فوج کے ذریعے آل رشید کو مغلوب کرنے کی نسبت سوچ بھی نہ سکتے تھے مگر عبدالعزیز کی ایمانی قوت اور خدا پر بھروسے نے نصرت کا مینہ برسا دیا۔

1۔ صقر الجزیرہ ص 266 جلد 1۔

امیر عبدالرحمٰن کو ایک بڑے وفد کے ذریعے انتہائی عزت وتکریم کے ساتھ ریاض لایا گیا۔ بڑے بڑے سردار روزانہ حاضر ہوتے، قبائل کے قبائل وفاداریوں کے پیمان باندھتے اس موقعہ پر ریاض میں ایک عظیم اجتماع منعقد ہوا جس میں رؤساء ریاض، علماء اور قبائل کے سرداروں کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ اس موقعہ پر امام عبدالرحمٰن نے خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"یہ حکومت خدا کے پیغام کو پھیلانے اور اپنی قوم کی اصلاح اور ترقی کے لیے قائم کی گئی ہے۔"

امام نے سلطان عبدالعزیز کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"بیٹا اس ملک کی بنیاد عدل وانصاف پر ہے اللہ نے اسی خاطر ہمیں دوبارہ اس کا نگہبان مقرر کیا ہے اگر تم نے خدا کے حکم پر عمل کیا اور عدل کی بنیادوں کو مضبوط کیا تو کبھی بھی یہ حکومت تم سے جدا نہ ہوگی۔"

عبدالعزیز نے جوابی تقریر میں اعلان کیا:

"میری حکومت کی بنیاد قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہیں ہم نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحی تحریک کو ریاست کے ہر خطے میں پہنچانا ہے۔"

سلطان ابن سعود نے باپ کو حکومت کا والی مقرر کرنے کا اعلان کیا تو امام عبد الرحمٰن نے کہا:

"میں تمہارا باپ ہوں، میرے مشورے تمہارے ساتھ شریک ہیں میں تمہیں قرآن وحدیث پر ثابت قدمی کی تلقین کرتا ہوں اور میں کمزور ہوں تم جواں ہمت ہو۔"

اس کے بعد ریاض کی بڑی جامع مسجد میں علماء اور سعودی مجلس شوریٰ کا اجتماع منعقد ہوا اور امام کی تائید میں تمام اہل ریاض نے عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی، بیعت کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے امام عبدالرحمٰن نے کہا:

"عبدالعزیز میرا بیٹا ہے میں اس کے اوصاف سے اچھی طرح واقف ہوں خدا

سے دعا ہے کہ اس کے ظاہر و باطن کی اصلاح کرے اور ہر کام میں اس کی مدد کرے اسے دین کی حفاظت اور مملکت کی ترقی کا علمبردار بنائے اسے اسلامی حدود جاری کرنے اسلاف کی تعلیمات روشن کرنے اہل شرک اور بدعت کا خاتمہ کرنے، باغیوں کے ساتھ جہاد کرنے اور اسلامی آئین کے مکمل کرنے میں اس کی مدد کرے۔ میں آخر میں پھر خدا سے اس کی مدد کا سوال کرتا ہوں۔"

(صقر الجزیرہ ص 270، ج1)

بیعت کے بعد سلطان ابن سعود نے کہا:

"تمہاری بیعت تین شرائط پر قائم رہے گی۔"

1- تم میرے قول وعمل کی نگرانی کرو گے اور ہر اچھے کام میں میرے ساتھ تعاون کرو گے۔

2- تمام علماء امور مملکت میں ہر طرح تعاون کریں گے۔

3- مملکت کی وسعت اور دشمن سے مقابلے کے لیے تمام لوگ میری ہر آواز پر لبیک کہیں گے۔

امام عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کے بعد آخری الفاظ کہے:

"اے عبدالعزیز میں تجھے اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، اور آخرت کی حاضری کو کبھی فراموش نہ کرنا۔ جس دن کوئی مال اور اولاد اور ماں باپ کام نہ آئیں گے، ہر عمل کا اپنے نفس سے حساب لے، لوگوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتا رہ، دین کی حفاظت، لوگوں کے حقوق کی حفاظت، اور رعایا کے تمام معاملات میں تجھ پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔

تو مملکت کے ہر فرد کے بارے میں روز محشر میں جواب دہ ہوگا تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ عدل کی ایک گھڑی ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے کبھی امانت دار خائن ہو جاتا

ہے۔ قاضی ظلم کرنے لگتا ہے، واعظ دھوکا دیتا ہے لیکن خدا کا یہ حکم ہر وقت تیرے پیش نظر رہنا چاہیے۔"

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ. (القرآن)

"اے داؤد ہم نے تجھے زمیں میں خلیفہ بنایا تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہشات کی اتباع نہ کر۔"

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"كُلّ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ"

"ہر حکمران اپنی رعایا کا ذمہ دار ہوگا۔" (حدیث)

آخر میں امام نے کہا:

"میں تمہیں دین پر چلنے اور آپ کے مقرر کردہ امام عبدالعزیز کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں۔"

"اے اللہ عبدالعزیز کی امداد کر، اس سے ہر وہ کام لے جس سے تو راضی ہو، اے اللہ! اسے ہدایت اور اصلاح کے لیے منتخب فرما۔"

صقر الجزیرہ میں ہے کہ امام کی یہ اثر انگیز باتیں سن کر سارا اجتماع رونے لگا۔ خود عبدالعزیز شدید گریہ زاری میں مبتلا تھے۔ (احمد عبدالغفور عطار صقر الجزیرہ ص 271، ج1)

عبدالعزیز کی پوری تاریخ دھوکا، فریب، جھوٹ اور ظلم سے بالکل دور نظر آتی ہے موصوف ایک اسلامی حکمران کے طور پر خطہ عرب پر جلوہ افروز ہوئے دینی جذبہ ہی کے تحت خدا نے آپ کو حرمین کی خدمت کا شرف عطا کیا اور آگے چل کر قلمرو ے، ریاض، مکہ اور مدینہ کے علاقوں میں پھیل گئی۔

آل رشید کے ساتھ پہلا معرکہ اور ابن سعود کی فتح:

ابن رشید نے جب فتح ریاض اور امارت ابن سعود کا حال سنا تو تمسخر نما مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ اس نے کہا: "اس جوان نے خود کو ہلاکت کی وادی میں ڈال لیا ہے۔"

ابن سعود کو معلوم ہوا کہ بلاد نجد کی جانب حوطہ کے قبائل نے سرکشی کا ارادہ کیا، امام عبدالرحمٰن کو ریاض چھوڑ کر عبدالعزیز ابن سعود نے افلاج کے مذکورہ مضافات کا رخ کیا۔

ابن رشید "ویلام[1]" کی فوجی چھاؤنی میں فروکش ہوا۔ اس جگہ عبدالعزیز کی فوجوں نے آل رشید کی سپاہ کا بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا، ابن سعود نے دادا کی شکست کا بدلہ لے لیا، ابن رشید کی فوجوں کو کھجوروں کے باغ کے غربی جانب سے شمال کی جانب دھکیل دیا۔

افلاج کا سارا علاقہ عبدالعزیز کی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ ہزیمت خوردہ ابن رشید نے شیخ مبارک سے خاندان آل سعود کو مدد اور پناہ دینے کی دشمنی کا انتقام لینے کے لیے کویت کا رخ کیا۔ شیخ مبارک کی استدعا پر عبدالعزیز نے آل رشید کا پیچھا کیا جونہی اس کی فوجوں کو عبدالعزیز کے تعاقب کا علم ہوا تو وہ گھبراہٹ کے عالم میں واپس ریاض کی طرف بھاگ نکلے۔ عبدالعزیز کو حریف کی واپسی کا علم ہوا تو فوراً خیال آیا کہ آل رشید مجھے دھوکہ دے کر میری غیر موجودگی میں ریاض پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

امام عبدالرحمٰن نے دارالخلافہ (ریاض) شہر کے اطراف کے تمام دروازے بند کر کے، حاضر فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔

چند ہی دن گزرے ہوں گے کہ عبدالعزیز کی فوجیں ریاض پہنچ گئیں اور ایک دو خونی جھڑپوں کے بعد رشید سپاہیوں نے حائل کی طرف بھاگ کر جان بچائی۔

قصیم کے علاقے بریدہ اور عنیزہ پر ابن سعود کا قبضہ:

بنو یثان کے مطابق 1903ء، 1904ء اور 1905ء کے ابتدائی دو ماہ تک عبدالعزیز ریاست نجد کے کئی علاقوں کو فتح کرنے کی خونریز مہمات میں مصروف رہا۔ ابن سعود نے 1903ء میں سب سے پہلے عنیزہ پر قبضہ کر کے رشیدی حاکم کو قتل کیا[2]۔ اس کے ساتھ ہی سعودی افواج نے بریدہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابن رشید نے کئی حیلے بہانوں سے محاصرہ

[1] بلاد نجد میں یہ وہ جگہ ہے جہاں فیصل بن ترکی کو ابراہیم پاشا نے شکست دی تھی۔

[2] بنو یثان ابن سعود ص 219۔

ختم کرانا چاہا مگر ابن سعود عظمت رفتہ کو بحال کرنے اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی تعلیمات کو عرب کے ہر خطے میں عام کرنے کے لیے جان کو ہتھیلی پر رکھ کر کارزار میں اترا تھا۔ وہ خاندان کی بے مثال عزم وتدبر اور جنگی چالوں پر گہری نظر رکھنے والا حکمران تھا۔

بریدہ کے رشیدی حاکم "عبید" کو قتل کرنے کے لیے عبدالعزیز ایک عرصے سے بیتاب تھا؟ کیونکہ رشیدی حکومت کے دور میں عبید نے عبدالعزیز کے چچا محمد بن فیصل کو ریاض میں قتل کر دیا تھا۔ سعودی مؤرخین کا کہنا ہے کہ جونہی عبدالعزیز کی گرفت مضبوط ہوئی اس نے اپنی سواری سے عبید کو للکارا۔

اهذا انت عبيد الذي قتل عمي محمدَ اقبل اليوم!

"کیا تو ہی وہ عبید ہے جس نے ایک وقت میرے چچا محمد کو قتل کیا تھا۔"

پھر ابن سعود سواری سے اترا اور تلوار لے کر عبید کی جانب بڑھا وہ چیخا۔ "عبد العزیز مجھے قتل نہ کرو۔" سعودی فرمانروا نے کہا۔ یہ رحم کا وقت نہیں ہے۔ میں انصاف کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تو نے میرے چچا پر رحم کیا ہوتا تو یقیناً آج میں تم پر رحم کرتا۔"
بنو ثیان کا کہنا ہے کہ ابن سعود نے عبید پر تین دفعہ حملہ کیا۔ پہلی دفعہ لٹا کر اسی طرح زخمی کیا جس طرح اس نے امام عبدالرحمٰن کے بھائی کو لٹایا تھا۔ دوسری مرتبہ ابن سعود نے تلوار کی نوک اس کی گردن میں چبھو دی۔ تیسری مرتبہ اس کا سینہ چاک کر کے حریف سے آتش انتقام کو سرد کیا۔ سعودی تاریخ میں ہے کہ ابن سعود خون آلود تلوار کو آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا۔ "اے اللہ میں نے عبید کے معاملے میں انصاف سے کام لیا ہے۔"

اسی دن بریدہ کے لوگوں نے آل سعود کی اطاعت قبول کر لی۔

معرکہ جاریہ:

15 جولائی 1904ء کو سعودی فوجیں مقام نجاریہ پر ترک افواج کے ساتھ برسرپیکار ہوئیں۔ طویل عرصہ کی لڑائی، وسائل کی قلت اور فوج کی کمی کے باعث اس معرکہ میں ابن سعود کامیاب نہ ہو سکے شدید گرمی نے سعودی افواج کو نڈھال کر دیا تھا جب کہ عثمانی

ا۔ بنو ثیان ص 320۔

فوجوں کو گرم علاقوں میں جنگ کا خاصا تجربہ حاصل تھا۔ عبدالعزیز معرکہ کے تجاربہ سے ناکام ہو کر واپس القصیم کی مہمات میں مصروف ہو گئے۔

القصیم کی اس مہم میں جس جگہ بھی ترکی افواج سے مڈبھیڑ ہوئی یہاں ابن سعود نے فتح و کامرانی کا پروانہ حاصل کر کے ترکوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔

ترکی اور سعودی حکمرانوں کا معاہدہ:

بالآخر ترکی حکمران سلطان عبدالحمید نے حاکم بغداد کو کہلا بھیجا کہ ہر طرح سے ابن سعود اور وہابی حکمرانوں کے ساتھ صلح کی جائے چنانچہ حاکم بصرہ مخلص پاشا نے ریاض میں امام عبدالرحمٰن کے ساتھ ملاقات کی معاہدہ کی رو سے ترکی نے سلطان عبدالعزیز ابن سعود کو ریاست نجد (ریاض، بریدہ وغیرہ) کا حقیقی حکمران تسلیم کر لیا۔

فریقین کی شرائط کے مطابق علاقہ قصیم، بریدہ اور عنیزہ عثمانی ترکوں کی فوجی چھاؤنی قائم ہو گی۔ (بنو یشان ص 229 ابن سعود)

اس موقعہ پر آل سعود نے معاہدہ کر کے جہاں اعلیٰ درجہ کے تدبر کا مظاہرہ کیا وہاں دو مسلمان افواج کے درمیان ہونے والے قتل و قتال کا سلسلہ بند کر کے برطانوی سامراج کی سیاست پر پانی پھیر دیا۔

اس وقت پر کئی سعودی رؤساء نے اس معاہدہ کی مخالفت کی تھی ان کے خیال میں اس طرح ہم فتوحات کی وسعت سے محروم ہو گئے۔ عبدالعزیز نے کہا:

"اے لوگو! صبر سے کام لو ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ ہم کسی وقت اپنے مقابلے میں کسی دوسری حکومت کی بالادستی قبول نہیں کریں گے، جونہی کوئی ایسا موقع آئے گا پیش قدمی سے گریز نہیں کریں گے۔"

عبدالعزیز جانتے تھے کہ حریف میں اب اتنی قوت نہیں رہی کہ وہ ہماری ریاست پر قبضہ جما سکے۔

فتح احساء:

آل سعود کے قبضہ سے حکومت سلب ہو جانے کے بعد (حفوف وغیرہ)

1- ابھی تک موتیوں اور جواہرات کا شہر کویت اور عمان کا درمیان علاقہ ''احساء'' (بنو یثان ص 256، ج 1 ابن سعود) ترکی حکومت کے زیر نگیں تھا یہاں کے لوگوں میں قافلوں کے لوٹنے اور مسافروں پر مظالم کی وبا عام تھی، عبدالعزیز 700 سواروں کو لے کر احساء کی طرف متوجہ ہوا۔

رات کی تاریکی میں سعودی افواج قلعہ میں داخل ہو گئیں، کئی محافظوں کی مداخلت پر خون ریز جھڑپیں بھی ہوئیں حریف کو اسلحہ سے لیس ہونے کا موقعہ نہ مل سکا۔ صبح سے پہلے پہلے احساء پر سعودی حکومت کا پرچم لہرانے لگا۔

احساء کے ترکی حاکم کو جس نے مسجد ابراہیم میں پناہ لی تھی ابن سعود نے کہا اگر تم مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو میں ہر طرح تیار ہوں اور اگر اطاعت قبول کرتے ہو تو تمہیں باعزت طور پر شہر سے رخصت کیا جاتا ہے چوبیس گھنٹے کے بعد معتضرف کے رستے ترکی کی حاکم بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

2- اسی طرح القطیف، عقیر کے تمام علاقے اور کویت کی حدود تک تمام قبائل نے ابن سعود کی اطاعت قبول کی۔ سعودی سلطان نے ابن جلوی کو بریدہ سے بلا کر اسے ''احساء'' کا حاکم مقرر کر دیا نئے حاکم نے شہر میں کئی اصلاحات قائم کیں اور متعدد خرابیوں کا خاتمہ کیا اس طرح ابن مسعود شاہ نجد و احساء قرار پائے۔

فیصل مرحوم نے فرمایا:

قوت والے شہر کے لیے قوت والا اسلام ضروری ہے۔

ہم پر اسلامی شریعت کو سمجھنے کی سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اسلام کو اس کی اصلی حقیقت کے ساتھ سمجھ لیں اور تمام اقوام سے بے نیاز ہو جائیں۔ یہ ایک بہت بڑا فرض ہے۔ جسے ہم نے بھلا دیا۔ (فیصل مرحوم)

فتح تربہ

تربہ کی فتح بھی ابن سعود رحمۃ اللہ علیہ کے عہد کی شاندار کامیابی ہے، اس سے پہلے 1815ء میں عبداللہ بن سعود بن عبدالعزیز کی امارت ختم کر کے مصری حکمرانی محمد علی پاشا نے تربہ پر قبضہ جمالیا تھا[1]۔ 1329ھ مطابق 1910ء میں ترکوں کے مقرر کردہ والئی مکہ شریف حسین نے اپنے دو بیٹوں علی اور فیصل کے ہمراہ "تربہ" کی طرف چڑھائی کا ارادہ کیا قبیلہ "عتیبہ" کے ابوالعلاء نے بھی شریف کے ساتھ خفیہ معاہدہ کرلیا تھا، سلطان نجد عبد العزیز "تربہ" کو اپنی قلمرو تصور کرتے تھے، انہوں نے اپنے بھائی سعد بن عبدالرحمٰن کی قیادت میں ایک کثیر جماعت مقابلہ کے لیے روانہ کی[2]۔ بعض بدوؤں نے شریف مکہ کو حالات سے آگاہ کر دیا، شریف نے صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے عیتبہ، بقوم اور مطیر کے رؤساء کو مداخلت کے لیے آمادہ کیا، تمام امراء نے بھی باہمی مشاورت سے "قصیم" کے محمد بن حمید کی سرکردگی میں سلطان سے صلح کو غنیمت سمجھا، صقر کی ایک روایت کے مطابق ابن سعود نے درج ذیل امور پر صلح کی۔

1- "تربہ" کے علاقہ میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں ہوگی۔
2- اس علاقہ میں کسی حکومت کی طرف سے کوئی ٹیکس عائد نہ ہوگا۔
3- "قصیم"، "بریدہ" اور اس کے اطراف کے تمام علاقے عتیبہ وغیرہ ابن سعود کی قیادت میں رہیں گے۔
4- مکہ مکرمہ کی شرافت و عظمت کے باعث حقوق اور معاملات میں امیر مکہ کی اطاعت کی جائے گی۔
5- تین ہزار مجیدی (ریال) سالانہ دولت مکہ کے بیت المال میں جمع کرائے جائیں گے۔

[1] عرب کی موجودہ حکومتیں، نے اس موقعہ پر لکھا ہے کہ اسی سال نجد پر طوسوں پاشا نے چڑھائی کی صفحہ 47۔
[2] صقر الجزیرہ ص 419، ج 1۔

اسی معاہدہ کی رو سے خطہ عرب کا ایک وسیع وعریض علاقہ آل سعود کی حکمرانی میں شامل ہوگیا۔ صقر کے مطابق اس معاہدہ پر درج ذیل افراد نے دستخط کیے۔[1]

1- محمد بن عبدالرحمٰن آل سعود
2- سعود بن عبدالرحمٰن آل سعود
3- الشیخ عبداللہ بن عبداللطیف
4- محمد بن سعود ابن عیسٰی
5- عبداللہ بن ابراہیم العسکر

پہلی جنگ عظیم اور سلطان ابن سعود:

1914ء میں پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہوا اور ترکی فوجیں جرمنی اور آسٹریلوی سپاہیوں کے ساتھ شریک ہو کر دول یورپ (برطانیہ، فرانس، اٹلی وغیرہ) سے نبرد آزما ہوگئی تھیں۔ یورپ چاہتا تھا کہ اسلامی حکومتوں کو کمزور کر کے انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے انہوں نے مسلمانوں میں سے ہی ایسے لوگوں کو منتخب کر لیا تھا جو انگریزی استیلاء کے لیے کسی نہ کسی طرح ان کے معاون بن سکیں، تاریخ کی شفاف چادر کئی ایسے غداروں اور انگریزی نمک خواروں کے بدنما کردار سے آلودہ ہے، جنہوں نے اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کے لیے بڑے بڑے قومی وملکی مفاد کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

چنانچہ پہلی جنگ عظیم جب شباب پر تھی اور ابھی تک کسی ملک کا غلبہ واضح طور پر ظاہر نہ ہوا تھا اور جنگ کی معرکہ آرائی بھی کسی فیصلہ کن مرحلے میں داخل نہ ہوئی تھی انگریزوں نے ترکی کے خلاف سازش اور بغاوت کا ایک نیا منصوبہ بنایا جس کے تحت اس نے سلطان ترکی کے مقرر کردہ گورنر مکہ شریف حسین کو آلہ کار بنایا، برطانیہ نے 1916ء سے 1920ء تک سالانہ .... (24,00,000) دو کروڑ چالیس لاکھ پونڈ کے حساب سے ایک خطیر رقم سے شریف کی امداد کی، شریف نے مرکزی حکومت سے بغاوت کر کے حرمین پر خود مختاری کا اعلان کر دیا، اس کے ساتھ ہی عثمانی خلافت کی وہ مرکزیت جس کے باعث دنیا بھر کا مسلمان ترکوں کا دم بھرتا تھا رخصت ہوگئی، وحدت اسلامی کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے، یہ وقت دنیائے کفر کے لیے سب سے انبساط اور فرحت کا تھا، اقتدار

[1] صقر الجزیرہ۔

کی ہوس کا برا ہو کہ شریف نے مکہ کے بعض علماء سے ایک فتویٰ بھی حاصل کر لیا، جس کے تحت سینکڑوں برس تک حرمین کی خدمت کا فریضہ سرانجام دینے والی ترکی حکومت کو ظالم غاصب اور کافر تک قرار دیا گیا تھا، انہیں ایام میں ہندوستان میں (جس کے اقتدار پر برطانیہ نے ایک صدی پیشتر سے غاصبانہ قبضہ جمار کھا تھا) برطانوی حکومت کے خلاف چلنے والی سب سے بڑی عالمی تحریک "ریشمی رومال" کے بانی قائد اور برصغیر کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث استاد شیخ الہند محمود الحسن بھی مع اپنے رفقاء مکہ میں مقیم تھے۔ موصوف اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں کے باعث انگریزی حکومت کے معتوب تھے شریف کو ترکوں سے برگشتہ کرنے کے بعد سب سے بڑا فائدہ یہ اٹھایا کہ شریف کی مدد سے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ترکوں کے خلاف جاری ہونے والے فتویٰ پر دستخط کرنے کو کہا، ہندوستان کے اس نامور عالم کی تصدیق کی صورت میں تحریک خلافت اور تحریک آزادی کی پچاس سالہ جدوجہد خاک میں مل جاتی اور دیار ہند کے تیس کروڑ عوام کا جذبہ عمل سرد پڑ جاتا، ان تمام عوامل سے ماوراء ہو کر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس فتویٰ کو شرعی طور پر درست نہ سمجھتے تھے حکومت حجاز کے کثیر اصرار کے باوجود شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کر دی۔ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے انکار پر حکومت نے ان کے قابل قدر شاگرد اور مسجد نبوی ﷺ میں 14 سال تک درس حدیث دینے والے ممتاز عالم امام راشد سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دیگر رفقاء کے ہمراہ گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں نظر بند کر دیا۔[1]

شریف کے عہد میں حج پر پابندی اور ابن سعود:

شریف حسین کے مقبوضات میں بدامنی، بداخلاقی اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی، حتیٰ کہ عالم اسلام سے آنے والے حجاج و زائرین تک کی جان و مال محفوظ نہ تھی، والئی مکہ نے بطور خاص اہل نجد کے لیے فریضہ حج کی ادائیگی پر پابندی عائد کی تھی۔

نامور سیاح "شفیق مصری" نے ایک انٹرویو میں جب حجاز پر مداخلت سے متعلق سوال کیا تو سلطان ابن سعود نے درج ذیل الفاظ میں اس کی وضاحت کی۔

1۔ مقالہ پی ایچ ڈی کراچی یونیورسٹی 1973ء ص 132 از ڈاکٹر ایچ بی خان۔

"شریف نے حرف بہ حرف یہ نہیں کیا کہ نجدی حاجیوں کے لیے مصیبت پیدا کردی بلکہ دنیائے اسلام کے تمام حاجیوں کی زندگی خطرہ میں ڈال دی تھی ہم مدتوں یہ صورت حال صبر جمیل کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا مگر شریفی جماعت کی سرکشی اور جرأت برابر بڑھتی گئی۔[1]"

وہابیوں پر پابندی کی وجہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات اور اس کے حکمرانوں کی توحید پرستی تھی۔ وہ ہر دم اس تحریک سرکوبی کے لیے سرگرم رہتا، اس نے کئی علاقوں میں وہابی اثرات کو فروغ کرنے کے لیے مہمیں روانہ کیں۔

نجد اور حجاز کی حدود کا تعین:

عالمی جنگ کے فوراً بعد ابن سعود نے شریف کی جانب ایک وفد روانہ کیا، جس میں والئی مکہ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ نجد کو تسلیم کرنے کے ساتھ اس کی جغرافیائی حدود کا تعین کر کے حجاز کے تمام علاقے کا تقرر کیا جائے، چند ماہ بعد جب وفد واپس آیا اس نے شریف کی جانب سے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا، صقر الجزیرہ کے مطابق دونوں ریاستوں کے درمیان ایک تجارتی معاہدہ بھی طے پایا، مزید برآں شریف نے ابن سعود کے نام ایک پیغام کے ذریعے انگریزی حکومت کی حمایت کے لیے بھی درخواست کی تھی، سلطان نے جواب لکھا:

"ہم ہر طرح سے تمہارے ساتھ تعاون کے لیے تیار ہیں مگر ہم چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے دونوں ریاستوں کی حدود کا تعین ہو جائے تا کہ ماضی کی تلخیاں دور ہوں۔[2]"

شریف نے اس جواب پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو ابن سعود نے سخت لہجے میں ایک پیغام لکھ کر قاصد کو دیا بالآخر برطانوی نمائندہ "پرسی کاکس" نے دونوں سربراہوں کے درمیان صلح کی بات چیت شروع ہوئی عبدالعزیز نے صلح اور تعاون کے لیے دو شرطیں پیش کیں۔

1- سلطان حجاز کسی طرح بھی نجد کے علاقے میں مداخلت نہ کرے۔

2- فقط حجاز کے لیے عرب کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔[3]

---

[1] از مقالہ مذکورہ تحریک آزادی ڈاکٹر ایچ بی خان ص 133 کراچی یونیورسٹی۔ [2] سلطان ابن سعود ص 241 مطبوعہ 1936ء جالندھر انڈیا (ہند)۔ [3] صقر الجزیرہ ص 422 ج 1۔

CamScanner

صقر نے اس مقام پر حسین کے بیٹے عبداللہ اور عبدالعزیز ابن سعود کے مابین مختلف امور پر خط و کتابت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ والئی مکہ نے مذکورہ دونوں شرائط کو تسلیم کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا تھا۔

حائل کی فتح:

پہلی جنگ عظیم کے بعد سلطان ابن سعود نے قبائل کو مجتمع کرنا شروع کیا، یوں شہریوں اور بستیوں میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مراکز قائم کیے گئے، لوگوں کی فلاح کے لیے کئی اداروں کی بنیاد رکھی گئی۔

نجد کے جنوبی قبائل ابھی تک ان کے حریف تھے ادھر ابن رشید کو برطانیہ اور فرانس کی حمایت حاصل تھی امیر فیصل الدویش ابن رشید کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ سعودی مؤرخین نے لکھا ہے کہ مشکلات وعواقب اور سخت پریشانی میں عرب کا جو علاقہ فتح ہوا وہ "حائل" تھا۔ حائل کا مضبوط اور محفوظ قلعہ فتح کرنا کوئی آسان کام نہ تھا مگر عبدالعزیز کے آہنی محبت کے سامنے کوئی طاقت نہ ٹھہر سکی اور 1921ء میں سلطان نجد ایک اور خطہ پر اپنی سیادت کا پرچم لہرانے میں کامیاب ہوگیا۔

فتح طائف:

عام اسلام بالخصوص ہندوستان کے کروڑوں مسلمان اسلامی خلافت کے باعث عثمانی ترکوں کا دل سے احترام کرتے تھے جونہی انگریزی سامراج نے ترکی کے خلاف محاذ آرائی کا آغاز کیا تو سب سے پہلے ہندوستان میں خلافت کے تحفظ کے لیے باقاعدہ طور پر 1919ء میں تحریک چلائی گئی۔ اسلامی مرکز کو کمزور کرنے کے لیے برطانیہ کی طرف سے یہ ایک نہایت خطرناک سازش تھی، ہندوستان چونکہ اس وقت برطانوی سامراج کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اس لیے اس غلام قوم پر ایک ستم یہ کیا گیا کہ یہاں کے مسلمانوں کو ترکی مسلمانوں کا گلا کاٹنے کے لیے فوج میں زبردستی بھرتی کیا گیا اس موقعہ پر انگریز کے چند حاشیہ نشین ملاؤں اور نام نہاد پیروں نے انگریز کے حق میں ترکوں کے خلاف لڑنے

والے مسلمان سپاہیوں کے بازوؤں پر تعویذ باندھے ایک بین الاقوامی نوعیت کی کتاب ''ترکان احرار'' میں ان جعلی پیروں کا ان کاوشوں کا بالتفصیل ذکر کیا گیا (جس کا یہاں موقعہ نہیں) جو انگریز کو خوش کرنے کے لیے انہوں نے سرانجام دیں، دوسری طرف ایک ممتاز ہندوستانی عالم دین مولانا سید حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ مدنی نے ایک فتویٰ جاری کیا جس کے مطابق مسلمانوں کے انگریزی فوج میں بھرتی ہونے کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ اس فتویٰ کی پاداش میں مذکورہ عالم کو ناقابل بیان صعوبتیں اٹھانا پڑیں۔

1920ء انگریزی استیلاء کا ایک ایسا عہد تھا جس میں انگریزی حکومت کے خلاف دل میں تصور لانا موت کو دعوت دینا تھا۔ مصائب کی کالی گھٹائیں علماء اور مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہی تھیں۔ نہ صرف برصغیر بلکہ دنیائے عالم کے ہر خطے میں انگریزوں کی سرگرمیاں تشویش ناک تھیں اسی عہد میں ترکوں کے مقرر کردہ حجاز کے والی شریف حسین نے مرکز خلافت سے بغاوت کر کے برطانوی حکومت سے ساز باز کر لی۔

1924ء میں سلطان عبدالعزیز ابن سعود احساء کی ایک مہم میں مصروف تھے کہ 27 جنوری کو قاہرہ کے ایک جریدے ''مقطم'' میں ابن سعود کے خلاف شریف اور اس کے بیٹوں کا ایک مضمون شائع ہوا۔ اس کے جواب میں سلطان کے ذکی الحس فرزند ''فیصل'' نے ایک بیان جاری کیا جو مصر کے مشہور روزنامہ ''الاھرام'' کی 18 مارچ 1924ء کی اشاعت میں ''حقیقت تاریخ'' کے عنوان سے شائع ہوا، جس کا خلاصہ یہ تھا۔

> ''سلطان نجد نے پہلی جنگ عظیم کے فوراً بعد خطہ عرب کے بکھرے ہوئے شیرازے کو متحد کرنے کے لیے ابن رشید، شاہ حجاز، امیر عسیر اور امیر کویت کے نام کئی خطوط روانہ کیے، ان میں والئی حجاز نے خط کا مذاق اڑایا، بلکہ سلطان نجد کے علاقوں میں مداخلت اور فتنہ پروری کی بنیادیں کھڑی کیں۔''

شریف مکہ کی ناروا حرکتوں میں نجد میں مداخلت کے علاوہ، حاجیوں پر پابندی، برطانوی حکومت سے ساز باز، شرک و توہمات کی کھلے عام اجازت، اور شعائر اسلام کی تضحیک شامل تھی۔ ان شطحیات نے والئی نجد کو اس حد تک مجبور کر دیا کہ وہ حرمین شریفین کو

شریف حسین کے تسلط سے آزاد کرائے۔ ہندوستان کے ایک مؤرخ نے کلکتہ کے روزنامہ "الہلال" کے حوالہ سے سلطان کا درج ذیل نقل کیا ہے۔

"شریف نے نہایت ہی تحقیر اور بے رحمی سے ہمیں ستانا شروع کر دیا۔ آخر ہمارا بھی پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اور ہم نے اپنی فوج حجاز کی طرف بڑھائی ....شریف کی حکومت اچھی نہ تھی تمام حجاز اس سے نالاں تھا یہی سبب ہے کہ باشندوں نے اس کی ذرا بھی مدد نہیں کی، اس قدر نہیں بلکہ ہر جگہ ہمارا پر تپاک خیر مقدم کیا گیا، اکثر جنگی علاقوں میں بغیر جنگ کے مل گئے،............ہم نے دیکھا کہ حجاز اور حرم بیت اللہ کی مصلحت اسی میں ہے کہ ہم بیعت قبول کرلیں۔ اور حجاز پر دین الٰہی اور سنت نبوی ﷺ کی حکومت قائم کریں۔ چنانچہ ہم نے پورے غور وفکر کے بعد حجاز کی بادشاہت قبول کر لی ا۔"

بالآخر وہ وقت سعید آن پہنچا جب ابن سعود نے حجاز کو فتح کرنے کے لیے طائف کا رخ کیا۔ 14 محرم 1342ھ مطابق ستمبر 1924ء کو سلطان کی فوجیں تربہ کے امیر خالد بن لوی کی قیادت میں منزل کی طرف روانہ ہوئیں، سلطان نے اپنی سپاہ میں مختلف قبائل کے نام پر علیحدہ علیحدہ پرچم بردار دستے ترتیب دیئے، صقر الجزیرہ نے درج ذیل دستوں کے نام کی تفصیل مہیا کی ہے۔

دستے	امیر لشکر
1- علم اہل تربہ	خالد بن منصور
2- علم اہل غطغط	سلطان بن بجاد (قائد لشکر طائف)
3- علم اہل ساجر	عقاب بن یحیٰی
4- علم اہل عرو	جہجاہ بن حمید
5- علم اہل عیلہ	نافل بن طویق
6- علم اہل ھجرہ الارطاوی	قعدان بن درویش

ا سلطان ابن سعود والئی نجد وحجاز۔ مطبوعہ 1936ء جالندھر ص 242۔ (از سید سردار حسنی)

7- علم اہل العمار	عبدالمحسن بن حسین
8- علم اہل رینہ	فیحان بن صاہل
9- علم اہل عرجا	ذعار بن الذمیع
10- علم اہل الرویضیہ	عبداللہ بن صعر
11- علم اہل الربن العلیا	حزام بن عمر
12- علم اہل الربن السفلی	ھندان بن سعیدان
13- علم اہل النصف	معید بن عبود
14- علم اہل صحا	خرام الحمیدانی
15- علم اہل حلبان	ماجد بن حمید
16- علم اہل الروضہ	ھزاں بن فہد

بنو یشان کے مطابق ریاض سے روانگی سے قبل پوری فوج کے تین حصے کیے گئے پہلا حصہ حدود عراق کی جانب روانہ کیا گیا دوسرا حصہ مشرق اردن اور تیسرا حصہ 16 پرچم برداروں کے ہمراہ خالد بن لوی کی قیادت میں طائف روانہ ہوا۔ طائف تک پہنچنے سے پہلے قلعہ کلاخ، قلعہ الاخیصر، بنی حارث اور قبائل ثقیف کے بیشتر افراد فوج کے ہمرکاب ہو گئے منزل پر پہنچے تو تین ہزار افراد لشکر میں شریک تھے۔

ستمبر 1924ء کے اس معرکے کی ابتداء طائف کے مضافات کی چند بستیوں سے ہوئی شریف حسین اپنے وزیر صبری پاشا اور اپنی فوج کے ایک دستے کو لے کر الابی اور الحصاب الرابضہ کے مقام پر اخوانی وہابی فوجوں سے نبرد آزما ہوا پہلے حملے میں شریف نے دونوں طریف سے حریف کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ دوسری مرتبہ سعودی افواج نے علاقہ کے چند سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر دوبارہ حملہ کیا تو اب شریفی پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ 7 صفر 1343ھ مطابق 1925ء کو وہابیوں نے تین طرف سے طائف کا محاصرہ کیا۔ چوتھی جانب دشمن کے ساتھ کئی روز تک خونریز معرکہ رہا۔ سعودی مورخین کا کہنا ہے اس موقعہ پر

وہابی فوجوں نے ہر قیمت پر فتح کے لیے ہزاروں جانوں کو کھیت کر دیا۔ سپاہی قلعہ کے آہنی دروازوں کو توڑ کر اندر داخل ہو گئے اور ہر قسم کی مزاحمت کے جواب میں بے شمار مرد، عورتیں اور بچے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

دیکھتے ہی دیکھتے پورے شہر میں کشتوں کے پشتے لگ گئے شریف بھاگ گیا اور طائف کا علاقہ حکومت نجد کا ایک حصہ بن گیا۔ عرب مؤرخ احمد بن عبدالغفور رقمطراز ہیں:

''ابن سعود کو جونہی طائف کی فتح اور خونریزی کا حال پہنچا وہ رو پڑے انہوں نے قتل و غارت کے اس واقعے پر گہرے رنج کا اظہار کیا، کیوں کہ انہوں نے فوج کو حریف معذوروں، عورتوں اور بچوں سے تعرض کرنے سے منع کیا تھا۔[1]''

سلطان نے فوراً ابن لوی کی طرف ایک تہدید آمیز خط لکھا اور جنگ کے مکمل کوائف طلب کیے اور فوجوں کے ناروا تجاوز کا سختی سے نوٹس لیا۔

صقر الجزیرہ میں ہے:

''ولایت مکہ کے بعد ابن سعود نے تمام اہل طائف کے لوگوں سے گہری ہمدردی کا اظہار کیا اور مقتولین کے ورثاء کے لیے بطور معاوضہ ایک خطیر رقم مہیا کی۔[2]''

ولایت مکہ:

طائف اور اس کے مضافات کی فتح کے بعد وہابی فوجوں نے مکہ کی طرف پیش قدمی کی۔ 26 صفر کو ایک خونریز معرکہ کے بعد موضع ''کراء'' اور علاقہ ''ھدیٰ'' پر ہزیمت خوردہ ہو کر ہاشمی فوجیں پسپا ہو گئیں۔

شریف کے بیٹے علی نے باپ کو شکست کی خبر سناتے ہوئے کہا کہ:

''اب ہمارے اندر لڑائی کی سکت باقی نہیں رہی حریف نے ''ہدیٰ'' پر مکمل قبضہ جما لیا ہے۔''

شریف نے سخت لہجے میں جواب دیا:

[1] ابن سعود بنو بیتان ص 351۔ [2] صقر الجزیرہ ص 709، ج 2۔

"ملک کی حفاظت کے لیے مرجاؤ، لوٹنے کا نام مت لو، سپہ سالار کے احکام کی بجا آوری کرتے ہوئے بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرو۔"

امیر علی بن حسین شکستہ دل ہو کر فتح سے مکمل مایوس ہو چکا تھا اس کے قویٰ مضمحل ہو گئے تھے وہ بے چارگی دو ماندگی کی تصویر بن کر 12 گھنٹے تک بستر علالت پر پڑا رہا۔ اس نے 27 صفر کی رات الکریس میں گزاری[1] اور پہاڑیوں کے ایک درمیانی راستے کے ذریعے جدہ کی طرف بھاگ گیا۔

صقر الجزیرہ کی روایت ہے کہ اسی اثناء میں جدہ میں علماء حجاز کی ایک جماعت نے فیصلہ کیا کہ فوری طور پر شریف کو معزول کر کے اس کے بیٹے علی کو خلیفہ مقرر کیا جائے کیوں کہ حج پر پابندی لگانے کی وجہ سے ابن سعود کا اصل اختلاف شریف کے ساتھ ہے۔

چنانچہ رؤساء کے مطابق 13 اکتوبر 1925ء بدھ یکم ربیع الاول 1343ھ کو شریف حسین کے نام ایک تار میں خلافت سے دستبردار ہونے کے ساتھ امیر علی کی نیابت کا فیصلہ سنا دیا گیا تھا۔ اس تار پر چالیس زعماء نے دستخط کیے[3]۔

شریف نے مکہ سے جواب میں لکھا کہ "اگر تم میرے بیٹے کے علاوہ کسی اور کو مقرر کرو تب میں تمہاری رائے سے متفق ہوں۔"

اس کے بعد رئیس بلدیہ جدہ الشیخ سلیمان نے قاصد کے ذریعے صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے شوریٰ کا مطالبہ دہرا دیا۔ شریف نے اسے خاموش کر دیا اس کے بعد ایک اور رکن مسٹر نصیف نے پہلی بات کی تو اب بھی شریف اپنی شرط پر قائم رہا۔

حکومت کا ایک سیکرٹری شیخ محمد طاہر دباغ بھی شاہ سے ہمکلام ہوا مگر مایوسی کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ بالآخر زبردستی شریف حسین کو امراء نے دستبردار کر کے اہل حجاز نے اس کے بیٹے علی کو نیا خلیفہ نامزد کر دیا[4]۔ ادھر 17 ربیع الاول 1342ھ مطابق 16 اکتوبر 1924ء کو وہابی سعودی فوجیں بغیر کسی خونریزی کے مکہ میں داخل ہو گئیں[5]۔

۱۔ صقر الجزیرہ ص 713، ج 2۔ ۲۔ صقر الجزیرہ ص 713، ج 2۔ ۳۔ صقر الجزیرہ ص 718۔
۴۔ صقر الجزیرہ ص 718۔ ۵۔ صقر الجزیرہ ص 729، ج 2

سعودی فوج مکہ میں احرام کی حالت میں داخل ہوئی نہایت حرم واحتیاط اور شکر گزاری کی صورت میں خالد بن لوی اور ابن بجاد لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔ سب سے پہلے فوج نے طواف اور پھر سعی کی، عمرہ سے فراغت کے بعد دونوں قائد قصر حکومت میں داخل ہوئے۔ اور سلطان ابن سعود کے لیے تمام ارکان دولت سے بیعت لی۔ تمام لشکریوں کو سختی کے ساتھ ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ کسی پر امن شہری پر ہاتھ نہ اٹھائیں۔ ہر صورت میں مخالفین سے لڑائی میں پرہیز کریں۔ صقر الجزیرہ کے مؤرخ نے مکہ پر قبضہ اور شریف کی معزولی میں سلطان ابن سعود کو بری الذمہ قرار دیا ہے۔

احمد عبدالغفور عطار کا کہنا ہے کہ طائف اور ھدیٰ کے معرکے کے بعد سلطان کو مکہ پر چڑھائی کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی اور نہ ہی اس کے کسی پروگرام میں اس موقع پر مکہ پر قبضہ شامل تھا۔

مکہ میں داخلہ کے بعد جدہ کے سرکاری وفد نے صلح کا پیغام بھیجا تو خالد بن لوی نے کہا علی کی ایک ولایت سے دستبرداری کے بغیر صلح ناممکن ہے۔ بالآخر حریف نے مذکورہ شرط مان لی اور سلطان ابن سعود کی حکومت میں مکہ بھی شامل ہو گیا۔

مکہ پر حکومت اور سلطان ابن سعود:

تاہم جونہی فتح مکہ کی خبر ریاض پہنچی سلطان نے علماء اور اصحاب رائے کو جمع کر کے پوری صورت حال سامنے رکھی۔ کافی غور وخوض کے بعد فیصلہ ہوا کہ قتال اور جنگ سے یکسر اجتناب کیا جائے اور انتہائی عاجزی اور انکساری کے سامنے سلطان ابن سعود مکہ میں داخل ہوں۔

سلطان نے مکہ روانگی کا ارادہ کیا تو یمن کے امام یحییٰ کے نام لکھا میں مکہ جا رہا ہوں، میرا ارادہ تسلط اور چڑھائی کا ہرگز نہیں بلکہ مسلمانوں کے باہمی بعد کی خلیج پاٹنے کے لیے بے تاب ہوں میں چاہتا ہوں کہ نہایت امن وسکون کے ساتھ مکہ پر احکام شریعت کا نفاذ عمل میں لاؤں۔ اسی خاطر میں نے حجاز کے تمام علماء اور رؤساء کو مکہ میں جمع کر کے ایک مؤتمر انعقاد کا اعلان کر دیا ہے تا کہ باہمی مشاورت سے مکہ کو اغیار کے سیاسی اور جنگی حربوں

سے باز رکھا جائے۔

(صقر الجزیرہ ص758،ج2)

بانی کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے اسکندریہ (مصر) کے ایک جریدے البلاغ نے لکھا:

''سلطان نجد کا مکہ پہنچنا اس بات کی علامت ہے کہ اب یہاں احکام شریعت کا دور چلے گا۔ ابن سعود کے اقدامات سے عالم اسلام کی وہ توقعات ضرور پوری ہو کر رہیں گی۔ اسلامی مرکزیت کے ناطے جن کا اصل تقاضا ہے۔'' (صقر الجزیرہ ص759،ج2)

سلطان ابن سعود کا مکہ میں داخلہ:

سلطان نے دخول مکہ کا عزم کر کے درعیہ، عینیہ اور ریاض کے بڑے بڑے علماء اصحاب رائے اور ادباء شعراء خاندان کے باا ثر افراد کو بھی ہمراہ چلنے کا حکم دیا۔ سعودی مؤرخین نے قافلہ کے شرکاء میں درج ذیل قابل ذکر افراد کی صراحت کی ہے۔

1- امیر محمد بن عبدالرحمٰن برادر سلطان عبدالعزیز (زعیم فتح ریاض) ولادت 12ھ بمطابق 1881ء، وفات 1362ھ مطابق 1943ء۔
2- امیر عبداللہ بن عبدالرحمٰن برادر سلطان عبدالعزیز (شریک معارک نجد وحجاز)
3- امیر محمد بن عبدالعزیز (قائد جیش مدینہ المنورہ)
4- امیر خالد بن عبدالعزیز (سلطان کے صاحبزادے اور سعودی عرب کے موجودہ فرمانروا۔
5- ناصر بن سعود بن ابراہیم بن عبداللہ بن فرحان سعود (وفات 1938ء)
6- مساعد بن سویلم
7- مشاری بن سعود بن جلوی بن ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود (وفات 1926ء)
8- الشیخ عبداللہ بن آل شیخ (قاضی جیش امام عبدالعزیز اور امام الصلوٰۃ وقاضی المملکۃ وفات مکہ 1378ھ مطابق 1958ء

9- الشیخ عبدالرحمٰن بن عبید اللطیف آل شیخ وفات 1328ھ۔

10- محمد بن عبدالعزیز بن عبداللطیف آل شیخ (یہ اپنے تقویٰ کی وجہ سے صحابی کے لقب سے مشہور تھے۔)

11- الشیخ عبداللہ العجیری۔

12- الشیخ حمد الخطیب بن محمد ابوعوف (یہ مکہ کے قاضی مقرر ہوئے اور وہیں 1344ھ مطابق 1925ء میں وفات پائی۔

13- الشاعر عبدالرحمٰن النفیسہ (المعروف الخطیب)

14- الشاعر حسین النفیسہ

15- عبدالرحمٰن بن مشاری بن سویلم

16- فہد الرشید۔ من آل رشید۔

17- سلطان الرشید من آل رشید۔

18- رشید الرشید۔ من آل رشید۔

19- ابراہیم السبہان من آل السبہان (سابق امر حائل)

20- محمد بن عبدالکریم السبہان

21- فہد العبداللہ السبہان

22- ڈاکٹر عبداللہ الدملوجی

23- یوسف یاسین (وفات 1380ھ مطابق 1960ء)

24- السید حمزہ غوث مدنی (موصوف بعد میں ایران میں سعودی سفیر مقرر ہوئے)

25- ڈاکٹر محمود حمدی حمودہ۔

26- محمد النحاس (شام کی وزارت خزانہ سے منسلک ہوئے)

27- بشیر الامین

28- جمال الغزی

29- عبداللہ بن سعد السد میری

-30 عبد العزیز بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن (مکہ میں ابن سعود کے داخلہ کے بعد موصوف طائف کے امیر مقرر ہوئے پھر مدینہ منورہ میں حکومت کے اعلیٰ عہدوں سے منسلک رہے اور آپ نے 1365ھ مطابق 1945ء میں قاہرہ میں وفات پائی۔)

-31 حافظ وہبہ 1387ھ مطابق 1967ء

-32 محمد بن حوبان

-33 عمر بن ربیعان

-34 عبداللہ بن زاحم (متبحر عالم، قاضی مدینہ، مدبر اور اعلیٰ کردار کی حائل شخصیت)

-35 الرغیبی (فوج کے ایک دستہ کے امیر)

-36 محمد بن معدل (امیر علم ہجرہ البلاغ)

-37 سعید الذکری (امیر علم ہجرہ مکہ)

-38 زبن بن جدیع (قبیلہ دلیمیہ کے امیر لشکر)

-39 ترکی الظیط (امیر لواء ھجرہ نفسی)

-40 ھندی الذوبی (امیر لواء ھجرہ الشکیہ)

-41 عجب بن حفیظ (امیر لواء شریفہ)

-42 الشیخ عبداللہ السلیمان سربراہ دفتر حکومت ابن سعود (انہیں بعد میں وزیر مالیات بنایا گیا۔)

جمادی الاول 1343ھ مطابق 1924ء کو عصر کے وقت قافلہ مقام سیل پر پہنچا جہاں سے تمام افواج نے احرام باندھ لیے مغرب کی نماز کے بعد وہابی سپاہ نے کوچ کیا تین گھنٹے کے بعد مکہ اور طائف کے درمیان الذیمہ کے پاس پہنچ گئے اور پڑاؤ ڈالا گیا۔ صقر کی روایت کے مطابق تمام قافلہ نے پوری رات عبادت اور تسبیح وتہلیل میں گزاری۔

قافلے کے ہر قبیلے کے پاس ایک پرچم تھا جس پر کلمہ طیبہ لَا اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ لکھا ہوا تھا۔ جمعرات کے روز عشاء کے وقت قافلہ مکہ کے قریب جبل حرار پہنچ گیا اس وقت کا منظر

نہایت رقت انگیز تھا ہر شخص کی زبان پر ایک جملہ تھا لبیک اللّٰھُمَّ لبیک لاَ شَرِیکَ لَکَ لبیک

یہاں سے تمام لوگ سواریوں سے اتر کر پیدل چلنے لگے، تمام اہل مکہ نے سلطان کا پر جوش استقبال کیا۔

احمد عبدالغفور کا کہنا ہے کہ ہر شخص دعا اور شکر کے علاوہ کوئی بات زبان پر نہ لاتا تھا، انتہائی خشوع، خضوع، عاجزی، فروتنی اور سپاس گزاری کا پیکر بن کر سلطان خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے طواف کیا پھر مقام ابراہیم پر نماز پڑھی فوراً بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کا فریضہ سرانجام دیا۔

عمرہ کے تمام مناسک کی ادائیگی کے بعد آل بانا جہ میں قیام کے لیے تشریف لے گئے تمام افواج نے احرام اتار دیئے جوق در جوق پورا شہر اظہار عقیدت، محبت اور ملاقات کے لیے امڈ آیا۔

خالد بن لوی کے دستے کی کارکردگی، انتظامات اور پرامن مکہ میں داخلہ سے متعلق سلطان نے اطمینان کا اظہار فرمایا وہابیوں کے خلاف چونکہ شریفی حکومت نے یہ پروپیگنڈا کیا ہوا تھا کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ پر درود نہیں بھیجتے اور نہ ہی انہیں آپ کی ذات سے عقیدت ہے آپ جب کہ ہزاروں افراد نے سلطان کو اسلام دوستی اور ہر بات پر آنحضرت ﷺ کا نام لے کر درود پڑھتے دیکھا تو وہ دنگ رہ گئے۔

ابن سعود کے حلقہ میں جو شخص آتا یا ایک لمحہ اس کی مجلس میں بیٹھتا اس کے اعلیٰ اخلاق شفقت و محبت اور دینی شعائر سے اس کے گہرے تعلق کی یاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے قلب و جگر میں سما جاتی۔

سلطان عبدالعزیز ابن سعود کا یادگار جلسہ:

دوسرے روز یعنی 8 جمادی الاول 1343ھ مطابق 1944ء کو سلطان نے مرکزی حکومت (حمیدیہ) مکہ میں عوام کے ایک عظیم اجتماع سے خطاب کیا۔ آپ کے تاریخی کلمات ملاحظہ ہوں۔

"دنیا کی ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے اس میں انسانی زندگی کا کوئی کام ایسا نہیں

جس کے متعلق اپنی کتاب میں انسانوں کو رہنمائی نہ بخشی ہو ہم پر لازم ہے کہ اپنے دین پر عمل کرنے کے لیے رسول اللہ کی فرمانبرداری کریں کیوں کہ آپ کی محبت خدا کے احکام کی بنیاد ہے.........تم اس بات سے بخوبی واقف ہو کہ انسانیت کی رہبری اور اقوام کی ترقی کے لیے آنحضرت ﷺ کی تعلیمات ہمارا سب سے بڑا اثاثہ ہیں۔ دنیا کا سب سے بہترین خطہ وہ ہے جہاں اسلامی شریعت کا نفاذ ہو۔ اور افضل ترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے حکم کو مانا اور اس پر عمل کیا۔

دنیا میں قبیلہ قریش کے علاوہ کونسا قبیلہ حسب ونسب میں ممتاز ہوسکتا ہے مگر جب اس کے سرکردہ افراد نے بھی آنحضرت ﷺ کی اطاعت سے گریز کیا تو آپ نے ان کے ساتھ بھی لڑائی کی۔ اور ادھر حبشہ کے ایک کانے غلام بلال رضی اللہ عنہ اور فارس کے مظلوم سلمان فارسی کی مثال یاد رکھیں کہ انہوں نے دین کو اپنایا تو ابولہب جو رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا اس سے کہیں اعلیٰ مرتبہ اور فضیلت کے مستحق بن گئے۔

معلوم ہوا کہ شرافت محض نسب میں نہیں بلکہ اسلام میں ہے۔ اسی طرح مکہ کے لوگوں کو بھی اسلام پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ یہاں جو شخص نیکی کرے گا اسے شہر کی عظمت کے باعث اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔ اور نافرمانوں کے لیے سزا بھی اتنی ہی زیادہ ہے۔ تمام انبیاء نے اپنے عہد کے ضلالت اور ظلم وتعدی کی ہمیشہ مخالفت کی۔

ان الفضول تعاقدو و تعاهدو

الا یقر ببطن مکر ظالم

کیا ہمیں یہ لائق ہے کہ اس شہر میں رہتے ہوئے شرک کریں بدعات جاری کریں ظلم کریں۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمیں پوری دنیا کے لیے نمونہ بننا ہوگا۔

عقائد کی نسبت کلام کرتے ہوئے ابن سعود نے کہا:

"تمام انبیاء کا یہی پیغام تھا کہ معبود اور مسجد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ نفع نقصان کا مالک بھی وہی ایک خدا ہے ان کی تعلیمات صرف ایک جملہ لاَ اِلٰہ اِلاَّ پر منحصر ہے کیونکہ یہی کلمہ نیکی کی بنیاد ہے اس کلمہ میں تردد واقع ہو تو اعمال

کی عمارت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔"

آپ نے واشگاف کہا:

"خدا کی قسم، خدا کی قسم، خدا کی قسم اور اس گھر کے مالک کی قسم شریف حسین پر یہ لازم تھا کہ وہ یہاں شرعی حدود نافذ کرتا۔ احکام دین کو فوقیت عطا کرتا مگر اس نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ اگر قرآنی اقدار قائم کرتا کبھی ہماری تلواروں کا رخ ادھر نہ ہوتا۔ ہم انشاء اللہ، اللہ کے حکم کی بجا آوری کریں گے۔ اور آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کو حرز جان بنائیں گے۔ میں کہتا ہوں تمہاری تمام ذمہ داری بطور حکومت مجھ پر ہے۔ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔"

ابن سعود نے غلط پروپیگنڈے کی تردید کرتے ہوئے کہا:

"ہم اس چیز کے مخالف ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے خلاف ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہم محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور کی بھی اتباع نہیں کرتے، اگر یہ لوگ دین کے خلاف کسی بات پر چلنے کی تلقین کریں تو ہم کبھی اسے تسلیم نہ کریں گے۔"

فقہی عقائد کے بارے میں آپ نے وضاحت کی:

"ہم سمجھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ قرآن وسنت کے عظیم شارح تھے ہماری حکومت ان کے فقہی احکامات کی اتباع کرتی ہے۔ ہماری تقلید کی وجہ ان کی دین سے محبت اور قرآن وحدیث سے شغف ہے۔ ہمارے بارے میں بعض لوگوں نے غلط الزامات لگائے کہ ہم آنحضرت ﷺ پر درود نہیں پڑھتے۔ کیا نماز دین کا رکن نہیں ہے اور اس میں درود نہیں، ہم روزانہ کئی مرتبہ نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ قیامت کے روز شفاعت کرائیں گے۔

ہم اس بات سے پناہ مانگتے ہیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ سعودی عرب کی وہابی

حکومت آنحضرت ﷺ کی شفاعت کی منکر ہے۔ ہمارا عقیدہ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ اللہ کی اجازت کے ساتھ ہی شفاعت ہوگی۔

اور دعائے جنازہ میں کہتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلہ فَرَطاً لا بویہ

"اے اللہ اس بچے کو اپنے والدین کے لیے باعث نجات بنا۔"

جلالۃ الملک اور جالس علی العرش ایسے الفاظ میرے شایان شان نہیں، آپ پر لازم ہے۔ مجھے اپنا بھائی اور خادم کہہ کر پکاریں۔ اس لیے جلالۃ صرف خدائے ذوالجلال کے لیے خاص ہے۔ اور عرش بھی آسمانوں اور زمینوں کے رب ہی کے لیے مخصوص ہے۔ (فیصل مرحوم)

فتح حجاز کے بعد امن وامان کی صورت حال:

☆ ابن سعود کا دستور حکومت

☆ شعائر اسلام کا تحفظ

☆ محکمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قیام

☆ نظم ونسق، تعلیم، جدید اصلاحات

ابن سعود نے 1925ء میں مکہ اور مدینہ (حجاز) کی امارت سنبھالی قریباً دس سال کے اندر اندر اس نے حجاز میں ایسی اصلاحات رائج کیں کہ معاشرے کی کایا پلٹ گئی حدود شرعیہ کے نفاذ نے مملکت کو امن کا گہوارہ بنادیا اس سلسلے میں "سلطان ابن سعود" کے مؤلف کی اس تجزیاتی رپورٹ پر اکتفا کیا جارہا ہے جسے 1936ء میں ابن سعود کے عہد حکومت میں سعودی ذرائع ابلاغ کے مہیا کردہ کوائف کی روشنی میں مرتب کیا گیا جس سے سعودی تہذیب کے ساتھ ساتھ ایک نوزائیدہ اسلامی مملکت کی ابتدائی کارگزاری ایک مشاہدے کی صورت میں سامنے آجاتی ہے۔

اس وقت حجاز میں امن وامان کا دور دورہ تھا یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ مخالفین بھی اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے وہی معلم جو دغا اور فریب سے حاجیوں کو لوٹ لیتے تھے

اب حاجیوں کے مال کو اپنے لیے حرام سمجھتے ہیں اور وہی قبائل جن کا محبوب پیشہ حاجیوں کا قتل اور غارت گری تھا اب بقدر استطاعت خود ان کی حفاظت کرتے ہیں اگر کسی حاجی کی کوئی کھوئی ہوئی چیز بیابان میں بھی پاتے ہیں۔ تو محکمہ امانات کو پہنچا کر رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ اب تک سلطان ابن سعود کے عہد میں کسی حاجی کے ہاں چوری ہونا تو درکنار کوئی چیز کبھی کھوئی بھی نہیں اور نہ ہی کھو کر ضائع ہوئی۔ بڑی بڑی زبردست حکومتیں اتنے تھوڑے عرصہ میں ایسا عدیم النظیر امن قائم نہیں کرسکیں لیکن سلطان ابن سعود نے یہ سب کچھ اس قلیل مدت میں کر دکھایا ہے۔ تربیت یافتہ عملہ، اتنے بڑے علاقہ میں جیل خانہ تک نہ تھا۔ ناظرین کو شاید معلوم ہوگا نجدی حکومت سے پہلے حجاز کی شاہراہیں حقیقت میں پہاڑوں کے درمیان معمولی پگڈنڈیاں تھیں جن میں لوٹ مار اور قتل و غارت نہایت آسان کام تھا۔ اور حکومت کے لیے اس کی روک تھام اور ایسے راستوں کی حفاظت محال تھی۔ لیکن سلطان نے اپنی شخصیت اور حسن تدبیر سے انہیں مخدوش راستوں کو قلیل مدت میں ایسا محفوظ و مامون کر دیا ہے کہ اکیلا شخص بھی جہاں چاہے بہ اطمینان و فراغ خاطر جاسکتا ہے۔

جب حرمین الشریفین اور جدہ سلطان کے زیرنگیں ہوگئے تو اس نے 8 جمادی الثانی 1926ء عیسوی کو حجاز کے بڑے بڑے شیوخ اور رؤساء سے اتباع شریعت اور قیام امن کے لیے بیعت لی۔

اکثر تو سلطان کی شخصیت اور سطوت سے ہی متاثر ہوگئے لیکن قبیلہ عسفان نے بیعت کرنے کے باوجود ایک قبیلہ کو لوٹ لیا۔ ان کی گوشمالی اور تادیب کے لیے ایک جماعت کو مقرر کر دیا گیا۔ اور حکم ہوا کہ وہ آتشیں اسلحہ سے کام نہ لے۔ بلکہ صرف لاٹھی استعمال کرے چنانچہ قبیلے کے تمام جوان مردوں کو حراست میں کرلیا گیا۔ ایسی سزائیں دی گئیں کہ تمام قبائل کو عبرت ہوگئی اس کے بعد حجاز کے سارے ملک میں ڈاکہ کی ایک واردات بھی نہیں ہوئی۔ اور یہ ملک بھی نجد کی طرح امن وامان کے لیے مشہور ہوگیا۔

1928ء میں ایک حاجی کی تھیلی گم ہوگئی جس میں پندرہ ہزار روپیہ نقد تھا۔ یہ واقعہ جدہ اور مکہ کی راہ میں پیش آیا لیکن وہ شخص ابھی مکہ بھی نہ پہنچا تھا کہ یہ تھیلی صحیح وسالم اسے

مل گئی۔ اب تک اس قسم کے بہت سے واقعات پیش آ چکے ہوں باخبر ناظرین کو یہ جتانے کی ضرورت نہیں کہ قیام امن نوع انسانی کی ترقی کے لیے کس قدر ضروری ہے۔ علوم وفنون کی ترویج، اصلاح وتمدن کی ترقی اور تہذیب وتمدن کی ترقی اور تہذیب وشائستگی کی فراوانی مختصراً مکارم انسانی کی کوئی نوع ایسی نہیں جس کے حصول کے لیے امن وامان کی اشد ضرورت نہ ہو۔ ایسے عدیم النظیر اسی کا چرچا پچھلے ہزار سال میں کبھی نہیں ہوا تھا جو سلطنت حجاز میں ہوا ہے۔ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ مستقبل قریب میں انسانی زندگی کی جملہ ترقیات حاصل ہو جائیں گی۔

جس دن سے سلطان نے حجاز میں قدم رکھا اپنی بہترین توجہات وہاں کے اداروں اور شوؤن کی تحسین وتنظیم کے لیے مبذول کیں۔ سلطان نے جس قدر ادارے اوائل میں ظاہر کیے تھے اپنے عمل سے صحیح ثابت کر دیے۔ سلطان نے شروع سے ہی سمجھ لیا تھا کہ حجاز میں منظم حکومت موجود نہیں ہے۔ اس لیے وہاں کے قدیم ڈھانچے کی اصلاح و تربیت میں وقت ضائع کرنا تحصیل حاصل ہے لیکن حکومت کی تشکیل کے لیے دقت یہ تھی کہ نہ تو ضروری وسائل موجود تھے اور نہ ہی کارکن وکاروان اشخاص۔ لیکن پھر بھی جہاں تک ممکن ہو سکا۔ سلطان نے بہترین اشخاص کو منتخب کر کے ایک قابل قدر نظام میں منسلک کر دیا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے ایک مجلس قائم کی گئی جس کا نام مجلس التفتیشی رکھا۔ اصلاحات التفتیشی کا نفاذ اس مجلس کا نصب العین تھا۔ حکم ہوا کہ جس شعبہ میں اصلاح کی گنجائش پائیں سلطان کو مطلع کرتے رہیں اور ان کی آراء کے مطابق عمل درآمد ہو چنانچہ پانچ بڑی مدیں جن کی اصلاح خاص طور پر منظور تھی حسب ذیل ہیں۔

1- اصلاح المعارف یعنی تعلیم۔

2- اصلاح القضاء، یعنی قانون شریعت وعدالت وانصاف۔

3- اصلاح صحت عامہ۔

4- اصلاح الامور عامہ، مثلاً حرم کے صحن کی توسیع، چاہ زمزم کا جدید طریقوں پر اخراج نہر زبیدہ کی اصلاح اور نئی سڑکیں تعمیر کرنا۔

5- تار، ڈاک، ٹیلی فون، وائرلیس وغیرہ کا قیام وترویج۔

(1) تعلیم:

مکہ، مدینہ اور جدہ میں چند سرکاری مدارس تو پہلے سے موجود تھے۔ ان کے علاوہ بعض غیر سرکاری مدارس بھی تھے جن میں تعلیم وتدریس خانگی طور پر ہوتی تھی لیکن نہ تو ان کا طریقہ تعلیم یکساں تھا اور نہ ہی وہ کسی سلسلہ نظام میں منسلک تھے لیکن جونہی کہ شریفی حکومت کا خاتمہ ہوا اور سلطان کا تسلط ہوا نہ صرف یہ کہ سابقہ مدرسوں کو قائم رہنے دیا گیا بلکہ تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سے جدید مدارس کھول دیئے گئے۔ ان مدارس کے اساتذہ کو حسب لیاقت سلطان کی طرف سے وظیفہ ملتا۔ سلطان نے ایک کمیٹی (لجنہ تفتیشی) مدارس کے معائنہ کے لیے اور نگہداشت کے لیے قائم کی۔ ایک شامی عالم متبحر کو اس کا صدر بنایا۔ یہ کمیٹی مدارس کے متعلق جملہ معائنہ وتفتیش، تعلیم وتدریس و مالی امداد وغیرہ کی ذمہ دار ہے، اس کمیٹی نے قرار دیا کہ تعلیم عام متمدن ملکوں کی طرح سے تین قسم کی ہو۔ ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ جملہ مدارس کا طریق تعلیم اور نصاب تعلیم ایک ہو۔ اس کمیٹی نے ترجمہ وتالیف کے شعبہ کو بھی سنبھالا۔ مناسب کتابوں کا ترجمہ کروایا اور نصاب میں ایسی کتابیں داخل کیں جن کی اس ملک میں واقعی ضرورت تھی اور جن کا معیار اہالیان حجاز کی عقل ومزاج کے مطابق تھا۔ اور جو ان کے اخلاق ومدنیت کے لیے واقعی مفید تھی۔ پرانے رطب ویابس کو ترک کر دیا گیا۔ جس موضوع پر عمدہ ترجمے دستیاب نہیں ہوئے۔ نئی کتابیں تالیف کروائی گئیں۔ اس مجلس نے یہ بھی قرار دیا کہ قدیم علم ہیئت وغیرہ جو علوم اب متروک ہیں۔ درس سے خارج کر دیئے جائیں۔ دیگر ممالک کی وہ کتابیں جن کی باقاعدہ تحقیق کے طور پر تعلیم کا لائحہ عمل حسب ذیل ہے:

1- یہ کہ تعلیم کی غرض وغایت ایک ہو۔ نصاب بھی ایک ہو۔

2- یہ کہ تعلیم کا طریقہ نظام جملہ مدارس میں یکساں ہو۔

3- یہ کہ بتدریج ترقی ہوتے ہوتے ابتدائی تعلیم کو جبری کر دیا جائے۔

4- یہ کہ غریب طالب علموں کو مفت تعلیم دی جائے اور ان سے کوئی فیس وغیرہ وصول

نہ کی جائے اور نہ ہی دیگر اخراجات صرف کرنا پڑیں۔

5- مسجد الحرام میں جس قدر مدارس ہیں ان کو ایک سلسلہ میں منسلک کر دیا جائے۔

6- اساتذہ کی تعلیم ولیاقت کی وقتاً فوقتاً تجدید ہوتی ہے۔

7- مہذب ممالک کی طرح تمام درس گاہوں کا معائنہ باقاعدہ ہوتا رہے تاکہ تعلیمی جدوجہد کا حال بخوبی معلوم رہے۔

یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ سلطان دار السلطنت ریاض میں ایک اعلیٰ درس گاہ کا افتتاح کیا ہے جس میں جید علماء کی جماعت حدیث و دیگر علوم دینیہ کی تعلیم دیتی ہے ساتھ ساتھ مروجہ دنیاوی علوم وفنون کی تعلیم بھی ہوتی ہے غرض یہ ہے کہ اس درس گاہ کے فارغ التحصیل جہاں علوم دینیہ واسلامیہ میں تبحر ہوں وہاں مروجہ فنون میں بھی درک رکھیں۔ اور وقتی ضروریات اور ہنگامی مشاغل سے غافل نہ ہوں۔

اس درس گاہ میں عوام کے استفادہ کے لیے رات کو حدیث کا درس ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ایک مطبع بھی قائم کیا گیا ہے۔ جس میں نادر ونایاب کتابیں طبع ہوتی ہیں چنانچہ اس مطبع سے متعلم ومعلم دونوں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس عظیم الشان درس گاہ کے کثیر مصارف اساتذہ کی تنخواہیں اور طلبہ کا لباس وطعام وغیرہ سلطان کی جیب خاص سے ہوتے ہیں۔ اس درس گاہ کے کثیر مصارف اساتذہ کی تنخواہیں اور طلبہ کا لباس وطعام وغیرہ سلطان کی جیب خاص سے ہوتے ہیں۔ اس درس گاہ کے طالب علم تعداد میں ہندوستان کے کسی خالص دینی مدرسہ کے طلباء سے کم نہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ ہوتے ہوتے یہ درس گاہ ایشیاء میں سب سے بڑی اسلامی دینی درس گاہ بن جائے۔

ان تمام مساعی کے علاوہ سلطان نے بعض طلباء کو جدید علوم وفنون کی تحصیل کے لیے یورپ بھیجا ہے۔ یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ شروع ہی میں ایک حجازی طبیب کو جراحی کا علم سیکھنے کے لیے پیرس اور چار طالب علموں کو بیت المقدس میں تار برقی اور ٹیلی فون وغیرہ کا کام سیکھنے کے لیے بھیجا تھا اس وقت بھی ایک کثیر تعداد مصر و دمشق میں زیر تعلیم ہے، یہاں سے فارغ ہونے پر یہ طلباء سرکاری اخراجات پر یورپ بھیجے جاتے ہیں تاکہ مختلف علوم و

فنون میں مہارت حاصل کر کے اپنے ملک وقوم کے لیے مفید ثابت ہوں اور حکومت حجاز کو متمدن اور منظم کرنے میں مدد دیں۔

(2) محکمہ عدالت وشریعت:

تعلیمات کا بیان تفصیل سے ہو چکا۔ پیشتر ازیں محکمہ عدالت کی حالت بھی چنداں اچھی نہ تھی اس محکمہ کا عمومی اعتماد اس قدر کم ہو چکا تھا کہ متمدن ممالک کے باشندے اس محکمہ کے انصاف کو انصاف نہ کہہ سکتے تھے۔ یہ محکمہ حرف غلط کی طرح تھا کہ موجود تو تھا لیکن عملی فائدہ کچھ بھی نہ تھا۔ بعض مقدمات دائر کرنے کی بجائے اپنے دعوؤں کو ترک کر دینا بہتر سمجھتے تھے انصاف وعدل کے حال کو بہتر بنانے کے لیے مجلس التفتیشی نے تین محکمہ جات کے قیام کا حکم دیا۔

1- محکمہ خفیہ:

اس عدالت کا اختیار سماعت تیس گنا یا اس کے برابر مالیت تک ہے۔ اگر کوئی حکم خلاف قانون شریعت ہو تو اس کی اپیل ہو سکتی ہے۔

2- محکمہ شرعیہ عالیہ:

تمام وہ مقدمات جو محکمہ عدالت خفیہ کے اختیار سماعت سے باہر ہوں اس عدالت میں سماعت ہوتے ہیں۔ اس عدالت کا فیصلہ قاضیوں کی کثرت رائے پر مبنی ہوتا ہے۔

3- عدالت بدویہ:

پہلے دونوں محکمہ جات مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں ہیں۔ عدالت خفیہ میں ایک ہی قاضی ہوتا ہے۔ لیکن محکمہ شرعیہ عالیہ میں تین متبحر عالم قاضی ہوتے ہیں۔ کیونکہ تیسرے محکمہ کا تعلق صحرائی لوگوں سے ہے اس لیے کوئی خاص مقام عدالت مقرر نہیں ہو سکتا۔ قاضیوں کو صحرا میں دورہ کرنا پڑتا ہے اور ضرورت کے مطابق مختلف مقامات پر مقدمات کے فیصلے ہوتے ہیں اس محکمہ جات کی نگرانی اور پڑتال کے لیے ایک مجلس مقرر ہے۔ جس کا ایک

صدر اور تین ارکان ہوتے ہیں اس مجلس کے امور مندرجہ ذیل ہیں:

1- حدود شرعی نگہداشت

2- کسی ایک فریق کے اپیل کرنے پر مقدمہ کی سماعت۔

3- اوقاف کا انتظام اور محافظت کمسن بچوں، یتیموں کے حقوق کی حفاظت۔

4- شریعت کے بارے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

5- ان تمام معاملات میں جن کا براہ راست تعلق محکمہ شریعت سے نہیں فتویٰ جاری کرنا۔

6- جہاں محکمہ شرعیہ کے قاضیوں میں اختلاف رائے ہو اور مقدمہ کا فیصلہ نہ ہوا ہو وہاں مجلس کی رائے قائم کرنا اور اس کے متعلق مقدمہ میں احکام جاری کرنا۔

جملہ احکامات کا اجراء و نفاذ فیصلے کے پانچ دن بعد ہوتا ہے صدر کے حکم سے بیس (20) دن تک اپیل دائر ہو سکتی ہے۔ قانون کی رو سے کوئی قاضی عدالت کے اوقات میں نجی ملاقاتیں نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی مقدمات کے فیصلہ کرنے میں تساہل و غفلت سے کام لے سکتا ہے قاضی کا فرض ہے کہ ہر مقدمہ کے متعلق اپنی محکم رائے کا اظہار کرے گمراہ کن اور غلط تاویلوں میں نہ پڑے اس قسم کے انتظامات کی وجہ سے پبلک کو عدالت ہائے سرکاری میں از سر نو اعتماد پیدا ہو گیا ہے اب مقدمات کا فیصلہ بہ اطمینان ہوتا ہے اور کسی خاص شکایت کی گنجائش نہیں ہے۔

ہر مقدمے اور ہر معاملے میں شرع محمدی ﷺ کا نفاذ و اطلاق ہوتا ہے کیونکہ شرع محمدیہ ﷺ ایک مکمل اور ترقی یافتہ قانون ہے اس لیے نت نئے قوانین کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مغربی انداز کی عدالتوں کی طرح کوئی کورٹ فیس نہیں لیا جاتا۔ نہ ہی انصاف عدالت کی کوئی اجرت وصول کی جاتی ہے، فیصلہ مقدمات میں غیر معمولی التواء نہیں کیا جاتا۔ مقدمات کا جلد از جلد فیصلہ ہوتا ہے۔ پیچیدہ اور مشکل ضابطے بھی مقرر نہیں ہیں۔ کیونکہ حجاز میں اہل سنت والجماعت کے چار فرقے، حنفی شافعی، مالکی اور حنبلی موجود ہیں۔ اور ان فرقوں کے فقہا کا بعض شرعی معاملات میں آپس میں اختلاف ہے اس لیے بسا اوقات قاضی کو سخت

دقت واقع ہوتی ہے۔ ایسے قاضیوں کا جو چاروں مذہبوں کے فقہ سے کماحقہ واقف ہوں معقول تعداد میں دستیاب ہونا محال ہے، اس لیے سلطان نے اس تکلیف اور ضرورت کے پیش نظر ایک مجلہ الاحکام الشرعیہ تیار کروایا ہے چاروں مذہبوں کے بڑے بڑے متبحر علماء نے اس کو مرتب کیا ہے اور مختلف معاملات میں اپنی فقہ کے مطابق احکام درج کیے ہیں۔ اس طرح پر ایک ایسی کتاب تیار ہوگئی ہے جس کو ایک نظر دیکھ لینے سے کسی مسئلہ کے متعلق چاروں مذہبوں کے مفصل احکام معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور قاضی کو مذکورہ بالا دقت پیش نہیں آتی۔

ہر چند کہ سلطان کا اپنا مذہب حنبلی ہے اور وہ خود اپنے مذہب کی سختی سے پابندی کرتا ہے لیکن رعیت کے معاملے میں فراخ دلی اور رواداری سے کام لیتا ہے کسی شخص کے حقوق پر مذہب کی وجہ سے اثر نہیں پڑتا فیصلہ مقدمات میں بھی فریقین کے مذہب کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

(3) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

کیونکہ سلطان خود صحیح مذہبی خیالات کا شخص ہے اس لیے اس نے اپنے نظام حکومت اور جملہ اصلاحات کا انحصار امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر رکھا ہے۔ حجاز تمام اسلامی دنیا کا مرکز ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان سال میں ایک دفعہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں جمع ہوتے ہیں اس لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حجاز میں اجراء پذیر ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عنقریب تمام دنیائے اسلامی میں خوشگوار نتائج پیدا ہوں گے اس غرض کے لیے سلطان نے خاص مکہ مکرمہ میں ایک صدر پولیس قائم کی ہے جس کی شاخیں مدینہ منورہ، جدہ، طائف، ینبوع وغیرہ قصبات میں موجود ہیں صدر مجلس کے دس اعضاء ہیں۔ شاخوں کے ارکان حسب ضرورت و مصلحت مقرر کیے جاتے ہیں ہر رکن کا آداب واخلاق حسنہ سے مزین ہونا ضروری ہے ہر مجلس کے ماتحت ایک مسلمہ جماعت ہے جو مجلس کے احکام کو نافذ کرتی ہے اور انحراف نہیں ہونے دیتی ہر حجازی کے لیے واجب ہے کہ اس مجلس کے احکام کی متابعت کرے۔

مندرجہ امور کی نگرانی اس مجلس کا فرض ہے۔

1- بازار کے دوکانداروں کا فرض ہے کہ جس وقت اذان سنیں فوراً مسجد میں جا کر نماز ادا کریں۔ نماز میں تاخیر شرعی مواخذہ کا باعث ہے۔ اس طرح کسی مذہب کو برا کہنے والا یا تحقیر کرنے والا تعزیر کا مستحق ہے۔

2- اللہ کے سوا کسی اور نام کی قسم کھانے والا سزا کا مستوجب ہے۔

3- لہو ولعب کے لیے کہیں کوئی اجتماع نہیں ہو سکتا۔

4- شراب کا پینا خواہ کسی قسم کی ہو ممنوع ہے۔

5- ڈاڑھی منڈوانا یا خلاف شریعت کتروانا یا رنگ کرنا منع ہے۔

6- تمباکو پینا منع ہے۔ جو شخص حقہ یا سگریٹ پیے اس کو زبانی تنبیہ ہوتی ہے اگر پھر بھی باز نہ آئے تو سزا دی جاتی ہے۔

7- میت پر ماتم کرنا اور پیٹنا ناجائز ہے۔

8- موت کے بعد سوئم وغیرہ کی مجالس منعقد نہیں ہو سکتیں۔

9- عورتیں اور مرد ایک ہی مجلس میں جمع نہیں ہو سکتے۔

10- فال، رمل، نجوم اور اس قسم کی تمام خرافات جائز نہیں ہیں۔

11- مرد سونے اور چاندی کی انگشتری یا کوئی زیور نہیں پہن سکتے، نہ ہی خالص ریشم کا لباس زیب تن کر سکتے ہیں لیکن جس قسم کے مشروع ریشم کا استعمال شریعت میں حلال ہے وہ جائز ہے اور کوئی روک ٹوک نہیں۔

12- نہانے اور وضو کرنے کے مقامات پر کوئی شخص اپنی شرمگاہ کو ننگا نہیں کر سکتا تا کہ کسی کی نگاہ نہ پڑے اور بے حیائی اور بے شرمی کا ارتکاب نہ ہو۔

13- سود خواہ کسی صورت میں ہو بالکل ممنوع ہے۔

14- عورتیں بن سنور کر کھلے منہ گھر سے باہر نہیں جا سکتیں اور نہ ہی ایسے مقامات میں جا سکتی ہیں جہاں مرد جمع ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی اشد ضرورت کے بغیر رات کو باہر نکل سکتی ہیں اگر مجبوری میں کہیں جانا پڑے تو محرم کا ساتھ ہونا نہایت ضروری

CS CamScanner

ہے۔

-15 کسی معلم یا مطوف کے لیے جائز نہیں کہ وہ حاجیوں کو ایسی دعائیں یاد کرائے جو سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق نہ ہوں۔ اور بدعت کی راہ سے گھڑلی گئی ہوں۔

-16 عورتیں حضور ﷺ کے روضہ منورہ کے علاوہ کسی مقبرے کی زیارت نہیں کر سکتیں۔

-17 مرد بھی غیر شرعی امور کے لیے جمع نہیں ہو سکتے۔ چاہیں تو جائز ضروریات کے لیے تکیوں یا گھروں میں مجمع کر لیں۔

میر محلہ دار اپنے محلے میں ان امور کے منع کرنے پر مامور ہیں اگر مجلس میں یہ شکایت پہنچے کہ کوئی میر محلہ دار خود شریک جرم ہے یا ارتکاب جرم پر چشم پوشی کرتا ہے تو وہ بھی سزا کا مستوجب قرار پاتا ہے۔ بالعموم اخلاقی قوت سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن بعض صورتوں میں جبر سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ اصلاح کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں۔

(4) رفاہ حجاز:

حجاز کی حکومت سعودیہ نے حفظان صحت کے انتظامات بھی کیے ہیں۔ پیشتر ازیں اس ملک میں عوام کے معالجے کی صورت نہ تھی۔ اب حکومت نے متعدد شامی اور مصری ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ جدہ میں ایک عظیم طبی مرکز جدید ترین اسلوب پر قائم کیا گیا ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی ہسپتال قائم ہو گئے ہیں۔ طائف، ینبوع وغیرہ قصبات میں شاخیں کھل رہی ہیں۔ حج کے موقعہ پر طبی امداد کے خاص انتظامات کیے جاتے ہیں۔ مریضوں کو ادویات مفت ملتی ہیں۔

حجاز کے چند نوجوانوں پیرس اور یورپ کے دیگر مقامات پر اعلیٰ طبی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بھیجے گئے ہیں۔ حجاز کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ وہاں کے نوجوان یورپ کی تعلیم کے لیے گئے ہیں۔

علاج مویشیاں:

مویشیوں کے علاج کے لیے جدہ میں ایک بڑا ہسپتال کھولا گیا ہے جس کا افسر اعلیٰ

ایک ولندیزی ہے، اس شخص نے سات برس کی خدمت کا معاہدہ کیا ہے۔ اس ہسپتال میں جدید ترین ادویات مہیا کی جاتی ہے۔ ولندیزی ڈاکٹر کے ساتھ چند حجازی طبیب بھی کام کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کام سیکھنے کے بعد یہ حجازی اس قابل ہو جائیں کہ حجاز کے مختلف ہسپتالوں میں اپنا کام کر سکیں۔

جدید سڑکیں:

حجاز میں عمدہ سڑکیں نہ تھیں۔ حکومت نے چاہا کہ بڑے بڑے شہروں کے مابین پتھروں کی سڑکیں تعمیر کردے۔ جدہ اور مکہ کی درمیانی سڑک ایک عرصہ سے قابل مرمت تھی اس راستے میں جابجا دور دور تک ریت پھیل گئی تھی اور حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ حکومت نے اس سڑک کی مرمت کروادی ہے پوری سڑک پر پتھر کوٹا گیا ہے۔ حاجی اب بہت آرام پاتے ہیں۔ مکہ اور طائف کے مابین بھی ایک سڑک بنادی گئی ہے۔ جس پر موٹر چلتے ہیں۔ طائف ایک نہایت خوش فضا مقام ہے۔ آب و ہوا بہت عمدہ ہے۔ ہر قسم کی سبزیاں، ترکاریاں اور میوے پیدا ہوتے ہیں راستہ کے فقدان کی وجہ سے مکہ اور طائف کا سفر پہلے کئی دن میں ختم ہوتا تھا اب نئی سڑک بن جانے سے موٹر تین دن میں پہنچ جاتی ہے۔ اس طرح سے اس نفیس قصبے کی آبادی و ترقی کا سامان ہو گیا ہے۔ (یہ سب 1936ء کے حالات ہیں) (بحوالہ ابن سعود)

سلطان ابن سعود کی خواہش ہے کہ اس شہر کو حجاز کا گرمائی صدر مقام بنا دے چنانچہ موسم گرما میں اب مکہ مکرمہ کے اکثر اکابر و عمائد طائف چلے جاتے ہیں۔ اس طرح پر حکومت نے مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے ینبوع تک بھی نئی سڑکیں بنادی گئی ہیں۔

اصلاحات حرم:

سلطان ابن سعود نے حرم میں بھی اصلاحات کی ہیں۔ حرم کے انتظامات کے لیے ادارہ "الحرم" کے نام سے ایک مجلس قائم کر دی گئی ہے یہ مجلس وہاں کے انتظامات کی ذمہ دار ہے۔ حرم کعبہ میں دو قسم کی اصلاحات ہوتی ہیں۔ تعمیری اور انتظامی۔

تعمیری اصلاحات کے سلسلے میں تین امور اہم ہیں:

1- حرم کا موجودہ رقبہ ضروریات حاضرہ کے لیے کافی نہیں ہے۔حجاج بیت اللہ کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور جگہ کم۔اس وقت کو رفع کرنے کے لیے حکومت نے اطراف حرم کے بعض مکان خرید لیے ہیں تا کہ صحن حرم کی توسیع عمل میں لائی جا سکے۔

2- حرم کے گرد متعدد مکان کئی کئی منزل اونچے بنے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے بیت اللہ کی رونق و عظمت پوری طرح سے ظاہر نہیں ہوتی۔حکومت نے فیصلہ کرلیا ہے کہ بتدریج اطراف کے یہ مکانات خرید کر منہدم کر دیئے جائیں۔چنانچہ اس سلسلہ میں بعض مکانات گر چکے ہیں بقیہ اپنے وقت پر گر جائیں گے۔

3- مسجد الحرام کے صحن پر چھت نہ تھی۔صرف اطراف کے دالان تھے لیکن وہ بھی دھوپ کی مداخلت سے محفوظ نہیں تھے۔دھوپ اور گرمی کی وجہ سے حاجیوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی اکثر لوگ بیمار ہو جایا کرتے تھے۔اب سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ چاروں طرف دالانوں کے سامنے پتلے پتلے آہنی ستون کھڑے کیے جائیں اور ان پر $8\frac{1}{2}$ میٹر لمبا شامیانہ نصب کر دیا جائے یہ شامیانہ دن کو تان دیا جائے گا اور رات کو اٹھا دیا جائے گا تا کہ ہوا بند نہ ہو اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کم از کم پچیس ہزار آدمی بیک وقت سایہ میں بیٹھ سکیں گے۔

حرم کے صحن میں سنگریزوں کا فرش تھا جس کی وجہ سے گرمی بھی زیادہ رہتی تھی اور پوری طرح صفائی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔سلطان نے فیصلہ کرلیا ہے کہ سنگریزے اٹھا کر تمام فرش پر سیمنٹ بچھا دیا جائے۔سیمنٹ بچھانے کی مشین یورپ سے آچکی ہے۔

حرم میں متعدد انتظامی اصلاحات بھی ہوئی ہیں ان میں صرف بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1- اب تک کعبہ کے اندر داخل ہونے کے لیے حاجیوں کو روپیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ سلطان نے اس کو ناجائز قرار دے دیا ہے۔کوشش کی جا رہی ہے کہ تمام حاجی ایک پیسہ بھی ادا کیے بغیر حرم میں داخل ہوں۔

-2 معلموں کو حکومت سے اجازت لینی پڑتی ہے معلموں کا لباس اور علامات مقرر ہیں۔ مقررہ اجرت سے زیادہ لینے والے کو سزا دی جاتی ہے۔

-3 خواجہ سراؤں کی تعداد جو حرم کعبہ کی خدمت پر مامور ہیں بہت زیادہ تھی اب کم کردی گئی ہے۔

-4 حرم میں بہت سے امام مقرر تھے بعض کی ضرورت نہ تھی صرف دس (10) امام حرم میں نماز کے لیے کافی ہیں۔ باقی موقوف کردیے گئے ہیں۔

-5 حرم کعبہ کے امام اور خدام حاجیوں سے وظائف وہدیہ قبول کرلیا کرتے تھے اب اس وصولی کو ناجائز قرار دے دیا گیا ہے۔ سب مقررہ سرکاری تنخواہ پر کام کریں گے۔

-6 فراشوں کی تنخواہ کم تھی اس لیے وہ توجہ سے کام نہیں کیا کرتے تھے، ان کی تنخواہوں میں اضافہ کردیا گیا ہے۔ کوشش ہورہی ہے کہ صفائی کا انتظام بہتر سے بہتر ہوسکے۔

-7 مقبروں کی تعداد بہت زیادہ تھی مناسب تخفیف کردی گئی ہے۔

-8 حرم میں کل اٹھائیس دروازے ہیں۔ چار دروازے گرد کے مکانات والوں کے ہیں ان کو حکومت نے ہدایت کی ہے کہ اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں۔ تاکہ یہ دروازے عام گزرگاہ نہ بن جائیں۔ باقی دروازوں پر بھی حکومت نے خود دربان مقرر کردیے ہیں۔ تاکہ انتظام قائم رکھیں۔ غرض یہ ہے کہ بیت اللہ خدا کی عبادت کے لیے مخصوص ہے شارع عام نہ بن جائے۔

-9 مسجد الحرام میں سونا قطعی ممنوع کردیا گیا ہے۔ شرعاً وہ پردیسی جو کوئی جائے پناہ نہ رکھتے ہوں مسجد میں آرام کرسکتے ہیں لیکن حج کے دنوں میں مختلف ممالک سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ آتے ہیں۔ ہر آنے والا یہی عذر پیش کرسکتا ہے۔ اس لیے عام ممانعت کردی گئی ہے صرف اعتکاف کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

-10 حکومت نے حرم کی نگرانی کے لیے چند مراقب مقرر کردیے ہیں تاکہ انتظامات

قائم رکھیں اور فوری امور سرانجام دیں۔

پانی:

حجاز کا سب سے اہم مسئلہ پانی کی قلت ہے۔ حکومت نے تجویز کیا ہے کہ مختلف مقامات پر جدید وضع کے کنوئیں کھودے جائیں گے، لیکن کیوں کہ صرف کنوئیں ملک کی ضرورت کے لیے کافی نہیں ہوسکتے اس لیے برسات اور پہاڑی سیلاب کا پانی محفوظ کرنے کے لیے بڑے بڑے تالاب بھی بنائے جائیں گے اس اسکیم پر عمل درآمد شروع ہو چکا ہے۔ وادی نعمان، شہدا وغیرہ میں متعدد کنوئیں تیار ہو چکے ہیں۔

نہر زبیدہ:

چونکہ نہر زبیدہ مکہ معظمہ میں میٹھے پانی کا تنہا منبع ہے لہٰذا اس کی حفاظت اور ترقی کے لیے سلطان ابن سعود نے خاص توجہ دی ہے۔ یہ نہر مسقف تھی لیکن بھر جا بجا سے کھل گئی تھی، اس کو بالکل بند کرنا مشکل ہے کیونکہ ہزاروں آدمی وہاں سے پانی پیتے ہیں لیکن لوگ اس میں میلے کپڑے بھی دھوتے اور نہاتے تھے۔ ان کی نگرانی ناممکن ہے لہٰذا حکومت نے طے کرلیا ہے کہ عرفات میں ایک بہت بڑا تالاب بنایا جائے نہر کا پانی جدید ترین صحتی اصول پر صاف کرلیا جائے اور یہ پانی صاف ہونے کے بعد آگے بڑھے اس تدبیر کا لازمی فائدہ یہ ہوگا کہ اہالیان مکہ اور حاجیوں کی صحت پر بہت خوشگوار اثر پڑے گا۔

زمزم:

چاہ زمزم کی صورت یہ تھی کہ اس پر سایہ کا کوئی انتظام نہیں پانی ڈول سے نکالا جاتا تھا۔ اس طرح پانی غلیظ رہتا، اور بہت کم مقدار میں دستیاب ہوتا تھا حکومت نے یہ تجویز کی ہے کہ پانی ڈالنے کی جدید ترین مشین نصب کی جائے۔ حرم کے چاروں طرف نل پھیلائے جائیں اور ان میں پانی جاری کردیا جائے، اگر یہ تجویز پایہ تکمیل کو پہنچ گئی، تو اس کا لازمی فائدہ یہ ہوگا، کہ حاجی بغیر کسی زحمت کے جس وقت چاہیں گے زمزم کا پانی پی سکیں گے۔

سایہ کا انتظام:

حجاز کی نئی حکومت نے یہ تجویز بھی کی ہے کہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ اور جدہ کے مابین حاجیوں کے واسطے بڑے بڑے دیوان تعمیر کیے جائیں گے تا کہ وہ ان کے نیچے دھوپ سے پناہ حاصل کر سکیں۔ کئی آدمی ہر سال موسم حج کے دنوں میں دھوپ کی تپش سے ہلاک ہو جاتے ہیں، اگر یہ انتظام ہو گیا تو دھوپ اور گرمی کی مصیبت سے بڑی حد تک نجات مل جائے گی۔

یہ تھیں وہ اصلاحات جو ابن سعود کے ابتدائی دور میں عمل میں آئی جس کا تذکرہ اس دور کے ایک ہندوستانی مؤرخ کے قلم سے آپ نے ملاحظہ کیا۔

نظر غائر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حجاز کی وہ سرزمین جہاں صدیوں سے اصلاح وتہذیب کا نام سنا ہی نہیں گیا تھا حجازیوں کے مزاج بگڑے ہوئے تھے طبیعتیں اتنی سرکش تھیں کہ ادنیٰ سی بات پر مشتعل ہو جاتے تھے۔ ایک مدت سے جہاں قانون اور امن عامہ مفقود تھا ہر طرف فساد و اختلال کے مہیب اثرات تھے تعلیم و تربیت کا فقدان تھا مگر سلطان نے دیکھتے ہی دیکھتے نجد سے قابل لوگ منگوانے کی بجائے حجازیوں ہی کو زیور علم سے آراستہ کر کے انہیں مملکت کے نظم ونسق کا ضامن بنا دیا، اصلاحات کا ایسا طریق کار وضع کیا کہ بے لگام بدوؤں کا نظام حیات یکسر بدل گیا۔ القصہ عرب قوم کو اسلامی تہذیب کے اس خلعت مرصع سے نوازا گیا جس کی زیبائش کے لیے آل سعود ایک عرصہ سے تاریخ ساز جدو جہد میں مصروف ہے۔

CamScanner

شاہ فیصل کے دینی مقتدا اور سعودی عرب کے عقائد و افکار میں سب سے زیادہ اثر انداز بارہویں صدی ہجری کے امام داعی اور مصلح

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب تمیمی رحمۃ اللہ علیہ

☆ سوانح و افکار

☆ دعوتِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بُنیادی نکات

☆ سعودی دستور اور نصاب تعلیم میں شیخ کی تعلیمات کی اہمیت

بارہویں صدی ہجری کے آغاز کے وقت خطہ عرب توہمات و بدعات اور رسوم و رواج کے اندھیروں میں غلطاں تھا، اسلام کے اس قلعہ اور مہبط وحی میں انسان ہی تقدیس و عظمت کا محور بنا ہوا تھا، اسلام کی وہ مرکزی اور کلیدی شخصیات جو اس کی خاک کے ذروں میں پنہاں تھیں حاجت روا کے طور پر مانی جاتی تھیں۔

جہالت کا غوغا اس قدر چھایا ہوا تھا کہ لوگوں نے کتاب و سُنت کی ابدی روشنی کو چھوڑ کر اکابر و اسلاف کے مزاروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا، غیر اللہ کی منتیں مانگی جانے لگیں تھیں، کعبہ کے عین مقابل قبروں پر حاجت مندوں کا سماں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو شرمانے لگا۔

فاران کی وہ چوٹیاں جہاں سے آفتابِ عالم تاب صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴۰۰ سال قبل بتوں کا تقدس توڑنے اور غیر اللہ سے حاجت طلبی کرنے سے بغاوت کا اعلان کیا تھا آج سکتے میں پڑی تھیں۔

کئی اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے عظام کی قبروں پر جُہلاء حاضر ہو کر مشکل کشائی کی درخواستیں کرتے الحاد و زندیقیت کے اندھیرے اور فسق و فجور کی تاریکیاں عرب کی سرزمین پر اس طرح چھا گئی تھیں جس طرح بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سارا ملک شرک

وکفر کے بادلوں سے تیرہ و تار تھا۔

تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ بنوامیہ کی حکومت کے خاتمے کے ساتھ ہی حجاز و عرب کی اہمیت ختم ہو چکی تھی، دمشق کے شاطروں نے حرمین کو پیرزادوں کی خانقاہ بنادیا تھا۔ پھر ابو مسلم خراسانی کی تلوار نے عربوں کی سیاسی قسمت کا فیصلہ کر دیا، ۱۳۲ھ میں جو عباسی سلطنت اس کے بل بوتے پر قائم ہوئی تھی رفتہ رفتہ عجمی شہنشاہیت میں تبدیل ہوگئی۔ معتصم کے دور (۲۱۸ھ) میں تُرکوں نے زور پکڑا اور بیسیوں سلطنتیں بنیں اور بگڑیں، پر غریب خلافت کا ان تگ و تاز میں کوئی حصہ نہ تھا۔ مسلمانوں کے عُروج کی صدیوں میں بغداد اور قرطبہ کی علمی درس گاہیں قائم ہوئیں۔

ازہر (مصر) زیتون (تیونس) اور قرومین (فارس) کی مسجدوں سے علم و عرفان کے چشمے جاری ہوئے تُرکوں نے قسطنطنیہ فتح کیا، سُلیمان اعظم (۹۲۰ھ/۱۵۲۰ء) نے وائنا کی دیوار ہلا دی، مغلوں نے ہندوستان کو زیر و زبر کیا، لیکن عرب کا شُتر بان اپنے صحرا میں آرام کی نیند سوتا رہا، اس کی نسلوں نے اسلام کی حقیقت رُوحِ توحید سے بیگانگی ظاہر کی اور ایک وقت آیا کہ ان کی جبینیں کعبہ سے ہٹ کر قبروں پر جھک گئیں۔

ترکوں نے حجاز پر صدیوں حکمرانی کی، لاکھوں کروڑوں کے چڑھاوے دیئے، مصر کے خراج کا بیشتر حصہ حرمین کی خدمت کے لیے وقت رہا، مجاروں اور متولیوں کے لیے بیش قرار وظیفے مقرر ہوئے پر عرب کی وادی غیر ذرع میں کہیں علم کا چشمہ جاری نہ ہوا، توحید کی تعلیم دینے کے لیے کوئی مکتب نہ کھُلا، زیارت گاہوں کے اس مرکز میں شرک کی بُرائی پر تیشہ زنی کرنے والا کوئی نہ اُٹھا۔

عقیدہ و محبت سے معمور قلوب لاعلمی کے باعث ہر ڈھیری پر سر رکھ دیتے کوئی روکنے اور ٹوکنے والا کہیں نظر نہ آتا تھا اور کسی کے چمن خیال میں یہ غُنچہ کبھی نہ کھِل سکا کہ قبر اور غیر اللہ پرستی کی جس عمارت کو ڈھانے کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول آئے، انہیں کے نام پر ان کا پیغام قدموں تلے روندا جا رہا ہے۔ مولانا مسعود عالم رحمۃ اللہ علیہ ندوی ان حالات کا تجزیہ کرتے ہیں۔

CamScanner

ترقی حکومتی سطح پر دفتروں کی زبان ترکی رہی.........اللہ اکبر.........خلیفۃ المسلمین کی حکومت اور مہبط وحی میں غیر قرآنی زبان کا چلن! عبرت کا مقام ہے.........

اس ذلیل دُنیا اور بادشاہی نے کیا کیا نہیں کرایا، ہاں سرکاری زبان ترکی رہی افسر ترکی رہے، رہے عرب، تو مزاروں کی مجاوری اور گداگری یا پھر ایام جاہلیت کے میلوں کے موقعوں پر لوٹ کھسوٹ ان کا کام رہ گیا تھا[1]"

بالآخر دُنیا تاریکی میں مبتلا ہوگئی، مُسلمان کتاب وسنت کا دامن چھوڑ بیٹھے ایک اللہ کی جگہ سینکڑوں معبود بنا لیے گئے، مصر میں بدوی اور رفاعی، عراق و ہند میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مکہ وطائف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ، یمن میں ابنِ علوان سے مُرادیں مانگی جانے لگیں اور مسلمان شجر وحجر کے آگے جھکنے لگے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس انحطاط اور زوال کا سبب کیا تھا، عہد رفتہ کے آئینے میں جھانکنے والا یقیناً یہی کہے گا کہ مُسلمان اسلاف کی تعلیمات کو بالائے طاق رکھ چکے تھے، قرآن کا پیغام تو فضاؤں میں گونج رہا تھا، لیکن اس یک طرف کان نہیں لگائے جا رہے تھے، سُنت کی روشنی تو بدستور جگمگا رہی تھی، لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ اس سے کسب ضو نہیں کیا جا رہا تھا، فضائے ملکوت میں ایک سکتہ طاری تھا، احوال ووقائع کی وُسعتوں میں ایک جمود اور تعطل کا سماں تھا اس نازک موقعہ پر دین اسلام کے ایک ایسے مُونس اور غم گسار کی ضرورت تھی جو شرک وبدعت کی تاریکیوں میں توحید وسُنت کا نغمہ سرائے اور بدی کی طاقتوں سے اس طرح ہمکلام ہو کہ وہ جان جوکھوں میں ڈال کر بھی کامیابی کی تڑپ رکھتا ہو، وہ ایسے فولادی عزم کا حامل ہو کہ کوئی طاقت سامنے نہ ٹھہر سکے، وہ خود قرآن وسنت کے زیور سے اس طرح آراستہ ہو کر کارزار میں اُترے کہ مصائب وعواقب کی سختیاں، مُخالفتوں، عداوتوں کے تھپیڑے، تہمتوں اور غلط پروپیگنڈوں کی شخصیات اس کے آہنی ثبات کو لرزہ اندام نہ کر سکیں، وہ قرآن کی تعلیم اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس قدر شغف رکھتا ہو، کہ اس کا اوڑھنا بچھونا بس فقط یہی دو چیزیں ہوں، وہ اپنے پیغام کی اشاعت کے لیے دیوانہ وار صدائیں لگاتا پھرے،

[1] (از کتاب محمد بن رحمۃ اللہ علیہ عبدالوہاب ص ۲۲ مولانا مسعود عالم رحمۃ اللہ علیہ ندوی)

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی وہ تکالیف اس کے مدنظر ہوں، جس میں صرف پیغام توحید کے ابلاغ کے جرم میں شرک کے دیوتاؤں نے جاں گسل اذیتیں دے دے کر کوئی انبیاء کو شہید اور بے شمار کو زخمی اور جلاوطن کر دیا تھا۔

وہ ہر قسم کی تاویل سے ماوراء ہو کر صرف قرآن وسنت کا دیپ جلائے، چنانچہ رحمتِ حق جوش میں آئی اور خالقِ کائنات سے آنحضرت ﷺ کے ملک عرب کی یہ حالت دیکھی نہ گئی، کہ اس کے کعبے کو چھوڑ کر لوگ قبروں پر حاجتیں پیش کرنے لگیں،

خاک عرب کے وہ ذرے جو جہل وشرک اور کفر وطغیان کے باعث ماند پڑ گئے تھے، پھر چمک اُٹھے اور نجد کے چمنستان سے توحید کے کلمہ حق کی ایسی خوشبو پھیلی جس نے تمام عالم کو زعفران زار بنا کر رکھ دیا۔

اس شخصیت کو شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب (رحمۃ اللہ ونور مضجعہ) کے نام سے دوام نصیب ہوا جنہوں نے اپنی مسلسل اور انتھک کوششوں سے توحید کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا، جہاں تک اس مجاھد حق سرشت کی آواز پہنچ سکتی تھی اس نے حق وصداقت کا پیغام پہنچایا اور زبان وقلم کے ذریعے آخری دم تک اپنے مشن پر ثابت قدم رہے۔

شیخ الاسلام ؒ کی ولادت

امام محمد بن عبدالوہاب عینیہ کے ایک علمی گھرانے سے ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔

نسب نامہ:

محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن راشد بن برید بن شرف بن عمر حضاد بن ریس بن ذاخر بن علوی بن وہیب [1]

---

[1] یہ سلسلہ بالآخر عرب کے مشہور قبیلہ تمیم بن مر بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن عدنان تک پہنچتا ہے اس نسب نامہ کی ایک برگزیدہ شخصیت الیاس کے واسطے سے شیخ الاسلام کا نسب آنحضرت ﷺ کے خاندان سے جاملتا ہے (از کتاب سلیمان بن علی ص ۱۰۳)

والدِ گرامی:

آپ کے والد عبدالوہاب بن سلیمان ایک بُلند پایہ عالم اور فقیہہ تھے، موصوف ایک عرصہ تک حریملاء اور عینیہ میں عہدۂ قضا پر فائز رہے۔

خاندان:

شیخ کے بھائی سُلیمان بن عبدالوہاب اور ان کے فرزند عبدالعزیز بن سلیمان بھی ممتاز علمی حیثیت کے مالک تھے، مصری غارت گری کے وقت وہ حریملاء میں موجود تھے، انہیں محبوس کر کے طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیا گیا، ان کا کتب خانہ نذرِ آتش کر کے مال واسباب بھی لوٹ لیا گیا[1]

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے جدامجد سلیمان بن علی بہت بڑے عالم تھے ان کی کتاب "السحب الوابلہ" ایک علمی شاہکار ہے عرب مورخوں کے مطابق احکام ومناسک میں حنابلہ اسی کتاب پر اعتماد کرتے ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا ابراہیم بن سلیمان بھی ممتاز عالم تھے، ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابراہیم متوفی ۱۲۰۶ھ بھی فیقیہہ وادیب تھے۔

تربیت اور نشو ونما:

محمد بن عبدالوہاب آغازِ طفولیت ہی سے ذہانت اور قوتِ حافظہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، آپ نے دس برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا، اپنے نامور والد سے فقہ حنبلی کی کتابیں پڑھیں اس اثناء میں آپ کے والدِ موصوف کے کتب خانہ میں کثرت سے حدیث وتفسیر کی کتابوں کے مُطالعہ کا موقع مِلا۔

بسا اوقات شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بھی اپنے ہونہار فرزند کی ذکاوت وفطانت سے حیرت میں پڑ جاتے تھے، ان کی بیان ہے۔ "محمد کی تعلیم وتدریس کے دوران میں خُود بھی اپنے ہونہار بچے کی ذہانت اور وسعت معلومات سے مستفید ہوا"

شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرزند کی استعداد اور قابلیت سے اس قدر متاثر تھے کہ نو

۱؎ محمد بن عبدالوہاب ایک بدنام مُصلح ص ۱۰۲

CS CamScanner

عمری کے دوران ہی انہیں امامت کے لیے آگے بڑھا دیتے، کم سنی ہی کی عمر میں شادی ہوئی، اور فریضۂ حج سے مُشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ میں دو ماہ قیام کے بعد عینیہ واپس ہوئے اور اپنے والد سے تحصیل علم میں مصروف ہو گئے[1] تحصول تعلیم کے دوران یادداشتیں اور علمی نکات نقل کرنے میں اتنی محویت ہوتی کہ ایک ایک نشست میں بیس بیس صفحے لکھ دیتے[2]۔

علم کی راہ میں:

مولانا مسعود عالم ندوی رقمطراز ہیں

"ابن عبدالوہاب رحمہ اللہ قدرت کی طرف سے غیر معمولی حساس دل لیکر آئے تھے، اپنے اردگرد اور نجد کے شہروں اور بستیوں کی حالت دیکھ دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوتے، عام لوگوں کا تو ذکر ہی کیا خود اہل علم کی حالت ناگفتہ بہ تھی، محمد نے اپنے والد عبدالوہاب سے جو نجد کے علماء میں ممتاز تھے، جو کچھ حاصل کر سکتے ہیں اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن ہونے والے مصلح اور مجدد کی پیاس، دو چلو پانی سے کس طرح بجھ سکتی تھی، حج سے مُشرف ہو چکے تھے، حجاز کی مرکزیت دل میں گھر کر چکی تھی، طلب علم کا خیال آتے ہی حجاز کا ارادہ کیا، پُرجوش نوجوان کی عمر بیس برس کی ہوگی کہ لیلائے علم کے شوق میں اس نے دشت نوردی کی ٹھانی اور حجاز کا رُخ کیا[1] برس، یہ تقریباً ۱۱۳۵ء کا واقعہ ہے۔

دوبارہ حج بیت اللہ اور مسجد نبوی ﷺ کی زیارت سے مُشرف ہو کر علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تحصیل علم میں منہمک ہو گئے۔ خاص طور پر نجد کے مقام پر مجمعہ کے مشہور عالم عبداللہ ابن ابراہیم بن سیف (جو جوارِ رسول پر جا کر بس گئے تھے) کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ شیخ عبداللہ بن ابراہیم (مدنی[3]) کی جلالت ذی قدر اور اخلاص کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے جو خود شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی منقول ہے۔

---

۱ بدنام مصلح شیخ امام محمد بن عبدالوہاب، یہ تقریباً ۱۱۳۵ء کا واقعہ ہے۔ ۲ ابراہیم بن سلیمان بن علی ص ۸۹

۳ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف اپنے وقت کے مشہور فقیہ تھے، انہوں نے شام جا کر مشہور حنبلی عالم شیخ ابو المواہب سے استفادہ کیا (از عنوان المجد ص ۷۵) ان کے لڑکے ابراہیم بن ابراہیم (متوفی ۱۱۷۵ء) ممتاز عالم تھے۔ ان کی کتاب العذب الفائض اور شرح فقہ الفرائض مشہور ہیں۔

شیخ کہتے ہیں

میں ایک دن ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انھوں (عبداللہ بن ابراہیم) نے فرمایا۔

"تمہیں وہ ہتھیار دکھاؤں، جو میں نے اہلِ مجمعہ کے لیے تیار کر رکھا ہے، میں نے کہا "ضرور تو مجھے وہ ایک کمرے میں لے گئے جہاں کتابوں کا انبار تھا، اور بولے ہم نے ان لوگوں کے لیے یہی ہتھیار فراہم کیے ہیں[1]

شیخ عبداللہ بن ابراہیم کے توسط سے شیخ محمد حیات سندھی سے شیخ الاسلام کا تعارف ہوا اس وقت مدینۃ الرسول میں حدیث وسنتِ رسول کے مسلم استاد تھے، ابن عبدالوہاب ان کے مخصوص شاگردوں میں شامل ہو گئے۔

ایک طویل عرصہ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہے، اسی سلسلہ میں شام کے نامور عالم شیخ علی واغستانی (متوی ۱۱۱۹ھ) سے بھی آپ کی شاگردی کا ذکر کیا جاتا ہے، اسی طرح مدینہ منورہ کے مشہور محدث محمد بن سلیمان کردی مدنی (متوفی ۱۱۹۴ھ) سے بھی استفادہ کا ذکر بعض تاریخوں میں ملتا ہے۔ لیکن ہندوستان کے مشہور سیرت نگار محقق مورخ سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے آخر الذکر دونوں بزرگوں سے شیخ کے شرف تلمذ کا انکار کیا ہے[2]

ہندوستان کے ایک جریدے "معارف" نومبر ۱۹۲۴ء کی اشاعت میں مستند حوالوں سے لکھا گیا ہے کہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۴ھ) اور شیخ الاسلام دونوں کا منبع فیض مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اُستاد کے ایک ہونے کے بارے میں بھی ایک قول ملتا ہے، رحلۃ الحجازیہ کے مُطابق دونوں بزرگوں نے مکہ مکرمہ شیخ طاہر مدنی سے حدیث پڑھی[3]

مدینہ منورہ سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ کا قصد کیا، وہاں شیخ محمد مجموعی سے حدیث ولغت کا درس لیا اور ان کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہے[4]

---

1. عنوان المجد ج ۱ ص ۲۵ — 2. از سلاطین نجد کا مذہب
3. رحلہ — 4. ایک بدنام مصلح

بصرہ کے بعد آپ نے تحصیل علم کے لیے شام کا بھی ارادہ کیا مگر زادِراہ کی کمی کے باعث کامیاب نہ لوٹے اور احساء ہو کر حریملا (نجد) لوٹ آئے۔ جہاں ان کے والد ۱۱۳۹ھ/۱۷۲۶ء میں عینیہ سے منتقل ہو چکے تھے۔

مذہبی لحاظ سے خطۂ عرب کی حالت

غیر مسلم بھی عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات سے اس دور کے مُسلمانوں کا موازنہ کرتے تو انہیں تعجب و افسوس ہوتا۔ امریکی اہل قلم (New world of Islam) اسٹاڈرڈ (Astadard) رقمطراز ہے۔

"مذہب بھی دیگر اُمور کی طرح پستی میں تھا۔ تصوف کے طفلانہ توہمات کی کثرت نے خالص اسلامی تصور کو ڈھک لیا تھا، مسجدیں ویران پڑی تھیں، جاہل عوام ان سے بھاگتے تھے اور تعویذ گنڈے اور مالا میں پھنس کر گندے فقیروں اور دیوانے درویشوں پر اعتقاد رکھتے اور بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے، جنکی پرستش بارگاہِ ایزدی کے شفیع اور ولی کے طور پر کی جاتی تھی، کیونکہ ان جاہلوں کا خیال تھا کہ خدا کی برتری کے باعث وہ اس کی اطاعت بلا واسطہ ادا نہیں کر سکتے قرآنِ کریم کی تعلیم نہ صرف پسِ پشت ڈال دی گئی تھی، بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ مقامات مقدسہ.......... بداعمالیوں کا مرکز بن گئے تھے، اور حج جس کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض میں داخل کیا تھا بدعات کی وجہ سے حقیر سمجھ لیا گیا تھا فی الجملہ اسلام کی جان نکل چکی تھی.......... اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر دُنیا میں آتے تو وہ اپنے پیروؤں کے ارتداد اور بُت پرستی پر بیزاری کا اظہار فرماتے"

ایک دُوسرا مغربی مُبصر لکھتا ہے کہ:..........

"اٹھارہویں صدی عیسوی میں مُسلمانوں کا جوش سرد تھا، نام نہاد خلیفہ کی ساکھ گر چکی تھی اور مقبوضات کے جنوب میں اطاعت تسلیم بھی نہیں کی جاتی تھی، یمن ایک صدی قبل یہ جُوا اپنی گردن سے اُتار چکا تھا، مکہ کے اشراف عیسائیوں کی نسبت اپنے سردار کی مُخالف

میں زیادہ سرگرمی دکھانے کو تیار تھے، یہ یک جہتی جو آج دکھائی دیتی ہے اسوقت اس کا احساس بہت کم تھا اور روحانی مرکز مکہ مادی عیش و آرام کا شکار ہو چکا تھا، اور تقویٰ وزُہد کے علاوہ وہاں ہر چیز کے لیے رواداری موجود تھی حالانکہ ہندوستان میں عیسائیوں کی فتح نگاہوں کے سامنے تھی، اور یورپ میں بھی غیر مسلم طاقتیں تُرکوں کا پانسہ پلٹ رہی تھیں، لیکن عرب میں ان واقعات کا بہت کم احساس تھا اور یہ عام غیظ وغضب جس کا مُظاہرہ آج فرانس، برطانیہ اور روس کے خلاف کیا جارہا ہے، اس وقت یہ بالکل مفقود تھا جہاں غصہ نہیں وہاں وہاں جوش نہیں، چہ جائیکہ تبلیغی کوششیں ہوں (خُلاصہ یہ کہ) اس اسلام کا رُخ تنزل کی طرف تھا۔ اور یہ تجدد جس کی لہر انیسویں صدی عیسوی میں افریقہ اور چین تک پہنچ کر رہی، اس وقت اس کی پیش بینی نہیں کی جاسکتی تھی[1]

نجد کی حالت:

"بارھویں صدی ہجری کے آغاز میں اسلام دُنیا اور مقاماتِ مقدسہ کا جو حال تھا اس کا ہلکا سا اندازہ اُوپر کے بیانات سے ہوگا، لیکن جزیرۃ العرب کے قلب (نجد) کی حالت اور بھی خراب تھی کم سے کم جو کہا جاسکتا تھا وہ یہ کہ اہلِ نجد اخلاقی انحطاط میں حد سے گزر چکے تھے اور ان کی سوسائٹی میں بھلائی بُرائی کا کوئی معیار نہیں قائم رہا تھا، مشرکانہ عقیدے صدیوں کے تسلسل سے اس طرح دِلوں میں گھر کر چکے تھے کہ ایک بڑا طبقہ اپنی انہی خرافات کو دین صحیح کا نمونہ جانتا تھا اور غلط یا صحیح وہ اپنے آباء اجداد کی روش سے ہٹنے کے لیے تیار نہ تھے"۔

جبیلہ (وادی خلیفہ) میں زید بن خطاب کی قبر پر پرستش ہوتی تھی درعیہ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام سے منسوب قبریں اور قُبے عوام کے جاہلانہ عقائد کے مرکز بنے ہوئے تھے وادی غُبیرہ میں مزار رضی اللہ عنہ بن ازور کا قُبہ بدعتوں کی نمائش گاہ بن رہا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بلیدۃ الفداء میں ایک پُرانے درخت کے ساتھ جو سلوک اس وقت کی عورتیں کرتی تھیں

---

[1] ۱۹۰۴ء میں یہ کتاب تالیف ہوئی

Hogarthi penetration of Arabia

اُن کے بیان سے زبانِ قلم قاصر ہے۔ خُلاصہ یہ کہ مایوس عورتیں اولاد کی تمنا میں اس درخت سے ہمکنار ہوتیں نیز درعیہ کے پاس ایک غار تھا جہاں حد درجہ شرمناک بُرائیاں ہوتی تھیں[1] یہ سب کچھ دین اور مذہب کے نام پر ہوتا تھا اور دو چار اشخاص حدیث وفقہ سے بہرور تھے وہ اپنے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہمت نہیں پاتے تھے، آخر علماء سے الگ تو تھے نہیں، سیاسی حالت اور خراب تھی خانہ جنگی اور بدحالی عام تھی، شمالی نجد (جبلِ شمر) قبیلہ طے اور حسا میں بنو خالد کا زور تھا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عینیہ کی امارت حسا کے بنو خالد کا اقتدار مانتی تھی، درعیہ میں قبیلہ غنیرہ کے قدم جم رہے تھے، درعیہ سے قریب منفوحہ میں دکو اس کی الگ امارت قائم ہوگئی تھی اور نجد کا چھوٹا سا علاقہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔[2]

---

[1] نجد کی بدعات کا ذکر تمام تاریخوں میں آتا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (الف) روضۃ الافکار والافہام شیخ حسین بن غنام (ف ۱۲۲۵ھ) ص ۱۶۔۷ (ب) عنوان المجد فی تاریخ نجد ص ۶ تالیف عثمان بن بشیر النجدی) ف ۱۲۸۸ھ یہ دو کتابیں تاریخ نجد پر اُم اور اصل کا حکم رکھتی ہے (ج) الہدیۃ السنیۃ والتحفۃ الوہابیہ النجدیتہ، مُرتبہ سلیمان ابنِ سحمان (ص ۹۔۴۷) نیز تبرتیہ الشیخین الامامین مؤلفہ سلیمان بن سحمان (ص ۱۶۳۔ص ۱۶۱) (د) Arabia (دی ماڈرن ورلڈ سیریز) ص ۵۔۴۷، قلبی اور ابنِ سحمان کا ماخذ بھی ابنِ غنام ہی کی کتاب ہے) [2] قلبی ص ۷۔۶: عرب کے مختلف حصوں اور خاص کر نجد کا جغرافیہ ذرا مشکل سے سمجھ آتا ہے ہمارے ہاں صُوبہ اور ضلع اور مُرتب تقسیم ان کے ہاں نہیں ہے، اور نہ موجودہ دور سے پہلے ملک میں کوئی قابلِ ذکر سیاسی وحدت تھی، مختصر طور پر یُوں سمجھئے کہ نجد کے تین بڑے حصے ہیں۔۱۔ شمال مشرقی حصہ جس کا نام القصیم ہے اس کے مشہور مقامات غنیرہ اور بُریدہ ہیں۔۲۔ جنوبی حصہ جو العارض کہلاتا ہے اس کا مشہور شہر ریاض ہے جو آج کل سعودی حکومت ۳: جنوبی حصہ جو العارض کہلاتا ہے اس کا مشہور شہر ریاض ہے جو آج کل سعودی حکومت کا پایہ تخت ہے، عارض کو جبل یمامہ بھی کہتے ہیں، اصل میں یہ ایک پہاڑی کا نام ہے اور اس کے گرد و نواح کی زمین وادی حنفیہ اور یمامہ کہلاتی ہے۔ شیخ الاسلام a کی جائے پیدائش حیفیہ اور دعوت کا مرکز درعیہ دونوں اسی وادی میں واقع ہیں جو نجد کے قلب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام لفظ (Arabia) ج ۱ ص ۱۳۷۱ اور (ABJA) ج ۲ ص ۶۔۸۹۳

دعوت و تبلیغ

محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف مائل تھے، ابھی عینیہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ بدعات ان کی آنکھوں میں کھٹکنے لگیں، اور جہاں کوئی عمل اصولِ دین خلاف پاتے فوراً نہی عن المنکر کے فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرتے۔

حدیث کی تعلیم نے شیخ کی نظر کو گہرا کر دیا تھا فراغت کے بعد انہیں دنیا ایک چادر میں لپٹی ہوئی نظر آئی شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سب پہلے اسی زمانہ میں استغاثہ (فریادرسی) کے خلاف آواز بلند کی، مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس جاہلوں کی حرکتیں دیکھ کر ان سے قبط نہ ہو سکا وہ حُجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے اور سامنے بدعات کا بازار گرم تھا اتنے میں ان کے اُستاد شیخ محمد حیات سندھی آ گئے، شیخ نے پُوچھا ان لوگوں کے بارے میں کیا رائے ہے، اُستاد نے جواب دیا۔ اِنَّ هٰـؤلاءِ مُتَبَّرٌ مَّاهُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (ترجمہ) یہ تمام لوگ گمراہی اور لغو کاموں میں مبتلا ہیں۔[1]

بصرہ جا کر یہ جذبہ اور تیز ہو گیا، نہی عن المنکر بلا خوف کرتے جس کی پاداش میں انہیں طرح طرح کی تکلیفیں جھیلنا پڑیں۔ حریملا میں سکونت کے بعد آپ نے بدعات کے استیصال اور توحید و اخلاق کو عام کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا، دعوت کی بنیاد توحید کی پاکیزگی پر رکھی اور عبادت کسی قسم کی ہو، صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص کرنے پر زور دیا، کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا بول بالا ان کا شعار تھا، صدیوں کے بگڑے ہوئے اخلاق کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں وہ بدوؤں سے چوری، رہزنی، مکاری، لوٹ مار، کی بُری عادتیں چھڑا کر ان میں راست بازی اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرنا چاہتے تھے۔

جاہلوں کے غلط عقائد کی اصلاح، معبودانِ باطل اور قبہ و قبر سے ہٹا کر معبودِ حقیقی کی درسگاہ میں کھڑا کرنا ان کا مقصد تھا، پھر ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہ تھی اسکے لیے ایمان خاص

---

1. عنوان المجد ص ۷

اور بھی عزیمت کی ضرورت تھی، اس راہ میں شیخ ؒ کو جن صبر آزما مصیبتوں سے گزرنا پڑا اور جس خندہ پیشانی کے ساتھ انہوں نے اس راہ کی تکالیف کا استقبال کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان اوصاف سے متصف تھے[1]

آپ نے غیر اللہ کے آگے سرخم کرنے، قبروں، ولیوں سے مدد مانگنے، نیکوکار بندوں کو معبود ثانی بنانے سے روکنے کی کوشش کی، قبر کی زیارت میں مسنون طریقہ کے خلاف جو بدعتیں رائج ہو گئیں تھیں ان کے مٹانے کے لیے عملی اقدامات کیے۔

بس پھر کیا تھا مخالفت کا سیلاب امڈ آیا، اعزہ واقربا درپے آزاد ہو گئے، خود باپ کو بھی یہ ادا پسند نہ آئی، شیخ نے باپ کی عزت اور اُستاد کے وقار کو پورا لحاظ کیا صبر و عزیمت کا کوہ وقار اپنی جگہ سے نہ ٹل سکا، تمام رکاوٹوں کے باوجود انہوں نے اپنی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، الغرض قصبات حریملا، عینیہ، درعیہ، ریاض وغیرہ میں شہرت پھیل گئی اور تعلیمات کی خوب اشاعت ہونے لگی[2]

تبلیغ کا سلسلہ جاری تھا لیکن والد کی سرد[3] مہری کے باعث رفتار سست تھی ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۵ء میں والد کا انتقال ہوا تو پھر دعوت میں سرگرمی پیدا ہو گئی، علی الاعلان اتباع سنت اور ترک بدعات کا وعظ کہنے لگے، حریملا کے کچھ لوگ متاثر ہوئے اور تحریک کے پُرجوش معاون بن گئے، شیخ کی مشہور تالیف "کتاب التوحید اسی دوران مکمل ہوئی[4]

نجد کے بارے میں آنحضرت e کے فرمان کا حقیقی مفہوم:

ایک اور ستم ظریفی ملاحظہ ہو

شیخ الاسلام کو بدنام کرنے کے لیے ناقدین نے آنحضرت ﷺ کا ارشاد:

"سرزمین نجد سے ضلالت کی ہوائیں اٹھیں گی"

کی آڑ میں امام الدعوۃ محمد ؒ بن عبدالوہاب کو ہدف تنقید بنایا مخالفوں کا الزام تھا

---

[1] بدنام مصلح از مسعود عالم ندوی   [2] ایضاً

[3] محمد حامد فقی نے شیخ کے والد کو غیر جانبدار بتایا ہے

کہ امام موصوف ہی اس پیش گوئی کے مصداق ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت e کا مذکورہ قول بلاشبہ احادیث کی کئی معتبر کتابوں میں موجود ہے مگر اس موقع پر محدثین نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ نجد پوری دنیا میں کسی خاص شہر کا نام نہیں بلکہ دو وسیع علاقوں پر نجد کا اطلاق ہوتا ہے اول نجد عراق، دوم نجد حجاز'' اس حدیث سے جملہ محدثین نے نجد عراق مراد لیا ہے جہاں تاریخ کا عظیم سانحہ واقعہ کربلا پیش آیا اور اسلامی تاریخ کے دو فتنے قرمطی اور باطنی یہاں سے پیدا ہوئے۔

ادھر امام الدعوۃ نجد حجاز کے علاقے عینیہ میں پیدا ہوئے.......... اگر اس حدیث سے نجد حجاز ہی مراد لیا جائے تب بھی کسی صورت میں اسے قرن آخر میں پیدا ہونے والے اس شیخ پر اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ عہد نبوی کے آخر میں مسیلمہ کذاب ''مدعی نبوت'' اس خطے کے ایک شہر یمامہ میں پیدا ہوا۔

آنحضرت ﷺ کے دور میں ۶۷ کی شہادت کا سب سے المناک واقعہ بھی یہیں پیش آیا جس پر ایک ماہ آپ ﷺ آنسو بہاتے رہے۔

شیخ الاسلام کے افکار و تعلیمات

عظیم دعوت، عظیم پیغام، قرآنی تشریحات اور احادیث کے استدلال کی روشنی میں تاویلات سے مبرا فلسفیانہ موشگافیوں سے دور سچی اور خالص توحید کی تعلیم:

ہمارے دیار میں بعض نافہم لوگوں نے اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ، نذر و نیاز کی آماجگاہ اور پھولوں کی چادروں کا محور، جانوروں کے ذبح کرنے کا مرکز اور قسم قسم کی جاہلانہ رسومات کا اڈہ بنا رکھا ہے تعجب ہوتا ہے کہ اسلام کی وہ برگزیدہ ہستیاں جن کی زندگیاں توحید و سنت کی اشاعت میں گزر گئیں اور جن کی کوششوں کا اولین نقطہ شرک و بدعت کو جڑوں سے اکھاڑنا تھا خود انہی کے مقبروں پر میلوں کے نام پر فحاشی، کتوں کی لڑائی، کبڈی کے کھیل، بے حجاب عورتوں کے ہجوم اور غیر شرعی حرکات کا سماں بندھا رہتا ہے۔ آج کا وہ مسلمان جو ضروریات دین کے نام کی کسی بھی چیز سے بیگانہ ہے اور اسے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے متعلقات تو کیا صرف اس بنیادی اقرار کا تلفظ تک درست یاد نہیں وہ اولیاء کا نام لے کر ایسی ایسی غیر اسلامی رسومات کو بجا لاتا ہے۔ جس کا حوصلہ کسی منکر خدا اور رسول ﷺ کو بھی نہیں ہو سکتا۔

بلاشبہ نیک لوگوں کا نام لے کر شرک اور نیکی کے گمان سے بدعت جنم لیتی ہے اسلام کے وارث علماء جس طرح اسلام اور اس کے ارکان نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی نسبت لوگوں میں تحریک پیدا کرتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ انہیں شرک و بدعت کی جڑوں کو کاٹنے کے لیے توحید و سنت کے بنیادی اعتقادات کو عام فہم انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے، علماء جانتے ہیں کہ شرک اور بدعت وہ زہریلے امراض ہیں جو سرطان کی طرح انسانی اعتقاد کے جسم میں پیوست ہو کر یقین و اذعان کی ساری قوت کو زائل کر دیتے ہیں۔ انسان اگر غائر نظر سے اپنے ماحول کا مطالعہ کرے تو اسے شرک کے بیسیوں جراثیم نظر

آئیں گے دہلی میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، لاہور میں حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، پاک پتن میں بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جھنگ میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، ملتان میں خواجہ بہاؤ الدین زکریا ایسے برگزیدہ لوگ ایک عرصہ تک ہند کے شرق وغرب پر توحید وسنت کے آفتاب بن کر چمکتے رہے مگر آج ان کے مزارات پر ان کی تعلیمات کے بالکل برعکس شرک و بدعت کا بازار گرم ہے۔ بڑے بڑے میلوں اور عرسوں کا تماشہ غارت گری کا طوفان بپا کر رہا ہے۔ رسول اللہ کی تعلیمات سے انحراف کر کے بعض پیشہ ور صوفیاء نے فوت ہو جانے والے کئی نیک لوگوں کی قبروں پر بڑے بڑے جتے تعمیر کر کے سنت رسول ﷺ کا منہ چڑایا ہے۔ ضرورت ہے کہ اصلاح عمل کے لیے ارباب حل وعقد کمربستہ ہوں اور اولیاء کی تعلیمات سے نئی نسلوں کو آگاہ کیا جائے۔ کفر وشرک کی اس آندھی کو روکنے کے لیے امیر المجاہدین سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید اور امام الدعوۃ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن رحمۃ اللہ علیہ عبدالوہاب تمیمی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار وعلوم کو مختلف زبانوں میں شائع کر کے دنیا کی تمام جہالت زدہ مسلمان قوموں میں پھیلایا جائے۔ اور اولیاء اللہ کی اس حیثیت کو اجاگر کیا جائے۔ جس کا تعین رسول اللہ کی شریعت نے کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انبیاء علیہ السلام کی دعوت کے حقیقی مقاصد اور اولیاء کی تعلیمات کا اصل محمود عامۃ الناس پر روشن کیا جائے۔

اس سلسلے میں خدائے لم یزل کی خاص عنایت اور آنحضرت ﷺ کی سنت کی مرکزیت کے باعث آج کا سعودی عرب شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات کی روشنی میں مزارات پر ہونے والے ٹھمری ٹھپوں کے شور سے قطعی محفوظ ہے۔ یہاں کا نصاب تعلیم شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی دعوت سے مزین ہے۔ جس کی بنیاد خالص توحید وسنت کے سوا کچھ نہیں، بچے سے لے کر جوان اور بوڑھے تک ہر شخص پختہ اعتقادات کا حامل ہے ذیل میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے افکار ونظریات کو انہی کی کتابوں سے نقل کیا جاتا ہے تاکہ برصغیر کے بعض نام نہاد عاشقان رسول کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کے مقابلے میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت ستھرے اور پاکیزہ خیالات عامۃ الناس کے سامنے آسکیں۔ امام الدعوۃ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب

"کتاب التوحید" سے ان کی عظیم الشان دعوت اور آپ کے نصب العین کے چند جواہر پارے ملاحظہ ہوں۔

توحید:

وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ.

ترجمہ: "اور البتہ ہم نے ہر قوم کے لیے ایک رسول بھیجا تا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے پرہیز کرو۔"

طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے۔[1]

علامہ ابن قیم کے مطابق طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان حد سے تجاوز نہ کر جائے خواہ عبادت میں یا تابعداری میں یا اطاعت میں۔

وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا. (النساء)

ترجمہ: "اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔"

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ.

ترجمہ: "کون ہے جو مجبور کی دعا سنتا ہے اور برائیوں کو دور کرتا ہے۔ اور اس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔"

قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمۡ عَلَیۡکُمۡ اَلَّا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا. (الی)

ترجمہ: "کہہ دو اے پیغمبر کہ میں تمہیں حرام کاموں سے روکنے کا پیغام سناتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ"

وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا.

ترجمہ: "شریک نہ ٹھہراؤ...... اور میرا ہی راستہ سیدھا ہے۔"

فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی.

---

1. کتاب التوحید ص ۱۷۴

ترجمہ: ”پس جس شخص نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط ستون کو تھام لیا۔“

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ.

ترجمہ: ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم[1] کے ساتھ نہ ملایا یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔“

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا.

(سورہ انعام)

ترجمہ: ”کہہ دو تمہیں کون خشکی اور پانی میں نجات دیتا ہے اور تم خفیہ اور ظاہر کس کو پکارتے ہو۔“

عَنْ ابی سَعِيْد الخُدری رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ مُوسىٰ يَا رَبّ عِلِّمْنِی شَيْئًا اذكرک و ادعوک قَالَ قُلْ يَا مُوْسىٰ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه قَالَ يَا رب كُلُّ عبادک يقولون هذا قَالَ يَا مُوْسىٰ لَوْ اَنَّ السَّمٰواتِ السَّبع وَعامر هن غيری والارضين السّبع.[2] الخ

ترجمہ: ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ نے کہا اے رب مجھے ایسے الفاظ سکھا دے جس کے ساتھ تجھے یاد کروں اور تجھ سے مانگوں خدا نے فرمایا یہ کلمات کہہ کر ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے اللہ یہ کلمات تو ہر آدمی کہتا ہے۔ اللہ نے فرمایا اگر پورے آسمان و زمین اور دنیا کی ہر چیز میرے سوا مل جائے تو اس کلمہ کے مقام کو نہیں پا سکتے۔“

عَنْ انس رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يقول قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ يَا اِبْنَ آدم

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے (بخاری شریف، کتاب التوحید)

[2] کتاب التوحید ص 233۔

لو اتیتنی بقراب الارض ثم لقیتنی لا تشرک با اللہ شیئا لا تیتک بقرابھا مغفرۃ۔

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم اگر تو میرے پاس روئے زمین کے برابر خطائیں لے کر آئے مگر تیرے اعمال شرک کی برائی سے پاک ہوں تو میں تیری مغفرت کو مقدر کر دوں گا۔“

وَلا تدع مع اللہِ اِلھا آخر لا اِلہ اِلاّ ھُوَ۔ (القصص)

ترجمہ: ”اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو اس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔“

فلا تدع مع اللہِ اِلھا آخر فتکون مِنُ المعذّبِین۔

ترجمہ: ”اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو ورنہ تم عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔“

اِمّا ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ با اللہِ اِنّہ ھُوَ السّمیعُ العَلِیم۔

ترجمہ: ”اے پیغمبر اگر شیطان کسی برائی میں مبتلا کرنا چاہے فوراً خدا سے پناہ مانگو کیونکہ وہی سننے اور جاننے والا ہے۔“

☆ لا اِلہَ اِلاّ اللّٰہ سے مراد شرک چھوڑنا ہے نہ کہ زبان سے لا اِلہَ اِلاّ اللّٰہ کہنا اور بس۔

☆ تمام انبیاءؑ ہر کام بالخصوص لا اِلہَ اِلاّ اللّٰہ کی فضیلت بھی خدا سے سیکھتے تھے[1]

☆ لا اِلٰـہَ اِلاّ اللّٰہُ تمام اعمال پر بھاری ہے مگر بہت سے بدقسمت لا اِلہَ اِلاّ اللّٰہ کہنے والوں کی ترازو ہلکی ہو گی۔[2]

شیخ الاسلام ؒ کے مطابق درج ذیل تمام باتیں شرک ہیں[3]

(الف) حضور ﷺ یا دوسرے نبی، ولی یا کسی بھی انسان کی قبر پر سجدہ کرنا۔

(ب) حضور ﷺ یا کسی برگزیدہ بندے کی قبر کا طواف کرنا۔

(ج) آپ ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ عطا یا منع پر قادر ہیں۔

---

[1] کتاب التوحید صفحہ 252۔ [2] ایضاً [3] کتاب التوحید

ر) آپ ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ مشکلات دور کرسکتے ہیں یا اسی حالت میں نفع پہنچاسکتے ہیں یا اللہ کے حکم کے سوا کوئی بھی تصرف کرسکتے ہیں۔

س) آپ ﷺ جس کی چاہیں سفارش کراسکتے ہیں۔

ص) آپ جس کو چاہیں جنت میں داخل کراسکتے ہیں۔

احناف کی مشہور کتاب "فتاویٰ البزازیہ" کا قول نقل کرتے ہوئے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے:

"جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بزرگان دین اور مشائخ کی روحیں حاضر ہیں اور ہمارے بارے میں علم رکھتی ہیں وہ کافر ہوجاتا ہے۔[1]

ع) غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔ (لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذبح لغیر اللّٰہ) الحدیث مسند احمد۔

ف) زندگی، موت، قربانی اور نماز خدا کے سوا غیر کے لیے قرار دینا۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ، الخ (القرآن)

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں یہ سب امور حرام اور باطل ہیں:

کسی بزرگ یا ولی کی قبر پر آکر یہ کہنا: "اے صاحب قبر اگر میرا گمشدہ بھائی مل جائے یا میرا کام اچھا ہوجائے یا میرا فلاں کام ہوجائے تو میں اتنا سونا یا اتنی چاندی تیری نذر کروں گا یا اتنا کھانا یا دودھ نذر کروں گا یا اتنا تیل تیرے قبر پر جلاؤں گا۔

☆ سگریٹ[2] پینا، غیر اللہ کی قسم کھانا اور ہر قسم کی نشہ آور اشیاء کا استعمال۔

رسالت:

کلمہ طیبہ کے دوسرے حصے محمد رسول اللہ کا حقیقی مفہوم:

☆ حضور ﷺ پر ایمان لایا جائے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے اور تمام انبیاء کے سردار رسول ﷺ اور آخری نبی ہیں۔

☆ خدا کے بعد آنحضرت ﷺ کا مقام دنیا کی ہر مخلوق سے بلند تر ہیں اس میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

---

[1] فتح المجید شرح کتاب التوحید صفحہ ۵۵۰ [2] وہابی تحریک کے پیروکار کے نزدیک سگریٹ زہریلے مادے کی وجہ سے نہ صرف مضر صحت بلکہ حرام ہے۔

☆ آپ ﷺ کے پیغام کی تصدیق اور احکامات کی تعمیل کی جائے۔مَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (القرآن)

☆ آپ ﷺ جس کام سے منع فرمائیں اس سے رکنا فرض عین ہے۔وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (القرآن)

☆ آپ ﷺ کے امر و نواہی کی ایسی عظمت ہر کلمہ گو کے قلب پر ثبت ہونی چاہیے کہ وہ اس کے مقابلے میں کسی دوسرے کے قول و عمل کو قبول نہ کرے۔وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا الخ۔(القرآن)

آخرت:

☆ جنت اور دوزخ حق ہیں ان کا انکار ضروریات دین کا انکار ہے۔

سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ الخ.

(القرآن)

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ الخ. (القرآن)

انبیاء اور اولیاء سے توسل کے متعلق شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا موقف:

وسیلہ پکڑنے کے متعلق شروع سے اسلام کے شارحین میں اختلاف چلا آرہا ہے۔جمہور اہل سنت کے نزدیک انبیاء و اولیاء کے وسیلہ اور طفیل کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے بعض آئمہ نے اس سے اختلاف کر کے وسیلے کی حدود مقرر کی ہیں اس میں امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ پیغمبر یا ولی کی زندگی میں اس سے بارش یا کسی اور چیز کے لیے وسیلہ پکڑنا جائز ہے لیکن اس کی وفات کے بعد اس کا جواز نہیں، شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے اور وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم قحط سالی کا شکار ہوتے تو ہم پیغمبر ﷺ کا وسیلہ پکڑتے تو اللہ تعالیٰ فوراً بارش برسا دیتے، اب ان ﷺ کی وفات کے بعد ہم رسول اللہ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔شیخ رحمہ اللہ کے بقول فوت شدہ لوگوں کا

وسیلہ پکڑنا درست نہیں اگر انبیاء ہی کیوں نہ ہوں۔"

مسئلہ شفاعت:

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا صحیح ہے "کشف الشبہات" میں آپ نے واضح کیا ہے۔ "میں رسول اللہ کی شفاعت کا منکر نہیں ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شافع و مشفع مانتا ہوں۔" تاہم اس موقعہ پر انہوں نے لکھا کہ خدا کے حکم کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شفاعت نہیں کر سکیں گے۔ شیخ نے قرآنی استدلال سے وضاحت کی۔

قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا.

ترجمہ: "کہہ دو کہ تم شفاعتیں اللہ کے لیے ہیں۔" (القرآن)

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ.

ترجمہ: "اللہ کی اجازت کے بغیر کون شفاعت کر سکتا ہے۔" (القرآن)

وَ لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی.

ترجمہ: "جس پر اللہ راضی ہوگا وہی شفارش کرائے گا۔" (القرآن)

امام رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح بھی شفاعت کے منکر نہیں بلکہ ان کے نزدیک اللہ کا حکم پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روز محشر شفاعت کریں گے۔ کتاب التوحید کے "باب الشفاعۃ" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت صرف ایماندار طبقے کے لیے ہوگی۔[1]

عمومی تعلیمات:

حضور نے فرمایا، دو باتیں لوگوں میں کفر ہیں:

1- کسی کے حسب ونسب پر طعن کرنا۔

2- میت پر بین کرنا۔[2]

---

1 فتح المجید صفحہ 203۔ 2 کتاب التوحید۔

حضور نے فرمایا: ''جو شخص کپڑے لتے، اور روپے پیسے کا بندہ ہے وہ بد بخت ہے اگر اسے دے دیا جائے تو خوش ہوتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض، یہ بد بخت ہوا اگر یہ ٹھوکر کھا جائے یا اسے کانٹا لگے تو نہ نکالا جائے۔ (الحدیث، کتاب التوحید)

عقیدہ اسلام پر پختگی اور توحید و سنت کو حرز جان بنانا کلمہ طیبہ کی اصل روح ہے اقرار کلمہ کے بعد نماز سب سے اہم فریضہ ہے یہ کسی صورت بھی معاف نہ ہوگا۔ غیبت، چغلی، ہمسائے سے لڑائی، ماں باپ کی نافرمانی اسلامی شریعت کے بڑے بڑے گناہ ہیں، یہ ریا کاری، شرک اصغر ہے اس سے اجتناب انتہائی ضروری ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا فقہی مسلک

شیخ الاسلام ہر مسئلے میں قرآن و حدیث کو بنیادی اہمیت دیتے تھے فقہ میں موصوف امام احمد رحمہ اللہ بن حنبل کے مقلد تھے ایک جید عالم اور گہرے تدبر کے حامل مجتہد النظر شیخ کا مسائل فقہ میں امام احمد رحمہ اللہ (متوفی 246ھ) کی تقلید کرنا ان کی عظمت کو دو چند کر دیتا ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی تعلیمات میں قرآن و حدیث کو اساسی مقام حاصل ہے تاہم انہوں نے امام بن حنبل رحمہ اللہ کو مسائل دین میں اپنا امام کہا اور اس طرح تفرد اور تفسیر بالرائے کا وہ داغ جو بعض مفکروں کی شفاف زندگی پر لگا ہوا ہے شیخ اس سے قطعی محفوظ رہے۔

حیرت کی بات ہے کہ آج کل بعض لوگ اپنے تئیں عقل کل کا دعویٰ رکھتے اور قرآن و حدیث کی نسبت اسلاف و آئمہ کی توضیحات پر اپنی رائے کو فوقیت دیتے ہیں، صحیح یا غلط، سے تو یکسر بحث نہیں انہیں یک گونہ خوشی محسوس ہوتی ہے کہ فلاں مسئلہ میں وہ سلف کی کسی رائے کے قائل نہیں اور خود جس طرح بن پڑا احادیث و قرآن کا مفہوم متعین کر کے ہر شخص مجتہدین بیٹھا، تعجب ہے کہ قرآن و حدیث اور عصری علوم سے یکسر نا آشنا ہونے والا آخر کس طرح اپنی رائے کو ان محدثین اور آئمہ عظام کی آراء پر فوقیت دیتا ہے جن کی

ے فتح المجید ص 129۔

زندگیاں قرآن کے فہم اور حدیث کی جستجو میں کھپ گئیں، شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ایک تبحر اور نادرہ روزگار عالم تھے آپ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل کی فقہی جزئیات کو بھی تسلیم کرتے ہیں مگر آپ کو قرآن وحدیث کے ساتھ اس درجہ عشق تھا کہ ایک موقع پر آپ نے صاف صاف فرمادیا:

"وَ اَمَّا مَذْهَبُنَا فَمَذْهَبُ الامام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حَنبل امام اَهلِ السُّنته فِي الفروع وَلَا نَدَّعِيُ الاجتهاد وَاِذَا بانت لنا سُنَّةٌ صحيحةٌ عن رَسُوْلِ اللّٰهِ عَمِلْنَا بِهَا وَلَا لَقَدُ عَلَيْهَا قَوْلَ اَحَدٍ مَّنْ كان.[1]"

ترجمہ: "ہمارا مذہب فروع اور احکام میں اہل سنت احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل کا مذہب ہے اور ہم اجتہاد کا دعویٰ نہیں رکھتے اور جب ہمیں رسول اللہ کی کوئی سنت (اس کے خلاف) مل جاتی ہے تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور اس پر کسی کا قول مقدم نہیں رکھتے۔"

بسا اوقات آپ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن رحمۃ اللہ علیہ قیم کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسلک کی توضیح کے لیے ان کی کتاب کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:

وَنَحْنُ ايضا فِي الفرُوع عَلٰى مَذْهب الامام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حَنبل وَلَا ننكر علىٰ مَنْ قَلَّدَ اَحد الْاَرْبَعه دُوْن الغير لعدم ضبط مذاهبُ الغير. الخ

ترجمہ: "ہم بھی فروع میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں اور آئمہ اربعہ کے دوسرے مقلدین پر نکیر نہیں کرتے البتہ ان کے علاوہ دوسروں کی تقلید روا نہیں رکھتے اس لیے کہ اوروں کے مذاہب صحیح طور پر مدون نہیں۔[2]"

"صفات باری کا مسئلہ ہمیشہ علماء میں مختلف فیہ رہا، ایک جماعت تشبہ تمثیل کے خوف سے صفات الٰہی کا انکار کر بیٹھی دوسری جماعت قائل ہوئی تو تشبہ اور تکیف کی حد تک آگئی یہ بھی حد سے تجاوز ہے۔"

1۔ کتاب التوحید۔ 2۔ ہدیۃ السنیہ ص 99۔

شیخ الاسلام کے پیروؤں کا کہنا ہے۔ "صفات کے بارے میں ہمارا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مطابق ہے ہم صفات الٰہی پر ایمان رکھنے میں زیادہ کریدنے کی کوشش نہیں کرتے، اور ان کے معانی اور حقائق پر اعتماد رکھتے ہیں لیکن کسی تکیف اور تمثیل، تعطیل، تبدیل اور کسی تاویل کی پرچھائیں بھی پڑنے نہیں دیتے[1]۔

شیخ الاسلام کی دعوت سے چند اقتباسات:

شرک:

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَ لَا یَنْفَعُهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ. (یونس 18)

ترجمہ: "اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو ان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔"

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى. (الزمر 3)

ترجمہ: "اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور بہت سے دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں۔"

فرقہ بندی:

دین و دنیا میں اہل جاہلیت کی راہیں الگ الگ تھیں اور وہ اسی کو درست اور صحیح سمجھتے تھے۔ رب کریم ان کے افتراق کو یوں آشکار کرتا ہے کہ:

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ. (المومنون 53)

---

[1] ہدیۃ السنیہ ص99۔

ترجمہ: ''جو چیز جس فرقے کے پاس ہے وہ اسی سے خوش ہو رہا ہے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ دین میں اتحاد و اتفاق کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ. (الشوریٰ 13)

ترجمہ: ''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا گیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ.

(الاعراف)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) راستے نکالے اور کئی کئی فرقے بن گئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں۔''

رب کریم ان مشرکین کی مشابہت سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ. (آل عمران 105)

ترجمہ: ''ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام واضح کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف) اختلاف کرنے لگے۔''

دین میں فرقہ بندی کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا. (آل عمران 103)

ترجمہ: ''اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔''

بغاوت:

مشرکین، حاکم وقت کی مخالفت اور عدم اطاعت کو اپنے لیے بہت بڑی خوبی اور اطاعت وفرمانبرداری کو ذلت و رسوائی سمجھتے تھے، لیکن رحمت للعالمین ﷺ نے ان کی مخالفت کی۔

حکم دیا کہ اگر حاکم وقت ظلم کرے تو اسے نصیحت کی جائے۔ اطاعت وفرمانبرداری کرتے۔

صحیحین کی روایت کے مطابق مندرجہ بالا تینوں امور کو رسول اکرم ﷺ نے ایک ہی حدیث میں جمع کر دیا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إنَّ اللهَ يرضىٰ لَكُمْ ثلاثا.

ترجمہ: ”خدا تمہارے لیے تین چیزیں پسند کرتا ہے۔“

ان لا تعبدوا إلَّا اللهَ ولَا تشركوا به شيئا.

ترجمہ: ”خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔“

وان تعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا.

ترجمہ: ”اور سب مل کر خدا کی (ہدایت پر) رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور متفرق نہ ہو۔“

وان تناصحوا من ولاه الله امركم.

ترجمہ: ”اور حاکم وقت کو نصیحت کرتے رہو۔“

غرباء ومساکین سے بے التفاتی:

مشرکین کی یہ بھی ایک عادت بد تھی کہ وہ کسی چیز کے غلط ہونے کے لیے یہ کہتے کہ اس کو تسلیم کرنے والے کمزور اور غریب لوگ ہیں۔

قرآن کریم نے ان کی اس عادت بد سے یوں پردہ اٹھایا ہے:

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ. (الشعر1ء11)

CamScanner

ترجمہ: ”وہ بولے کہ کیا ہم تم کو مان لیں اور تمہارے پیرو تو رذیل لوگ ہوئے ہیں۔“

اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا. (الانعام 53)

ترجمہ: ”کیا یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم میں سے فضل کیا ہے۔“

اللہ کریم اس عادت بد کی تردید فرماتا ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ.

ترجمہ: ”بھلا خدا شکر کرنے والوں سے واقف نہیں؟“

علماء سو کی قیادت:

اہل جاہلیت اور مشرکین فاسق وفاجر مشائخ اور علماء کو اپنا رہبر و راہنما سمجھا کرتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یوں راہنمائی فرمائی کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (التوبہ 34)

ترجمہ: ”مومنو! بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور راہ خدا سے روکتے ہیں۔“

مشرکین کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا کہ:

لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ. (المائدہ 77)

ترجمہ: ”کہو کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود) پہلے گمراہ ہوئے اور اکثر لوگوں کو گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔“

غلو:

اہل جاہلیت کا اپنے علماء اور صالحین امت کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ اور ان کی

شان میں غلو کرنا ان کا عام شیوہ تھا۔ رب کریم نے مبالغہ آرائی سے یوں روکا:

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ،

(النساء 171)

ترجمہ: ”اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔“

ہٹ دھرمی:

مشرکین جاہلیت کے خوئے بد ایک یہ بھی تھی کہ وہ احکام الٰہیہ کو یہ کہہ کر مسترد کر دیتے کہ یہ تو ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ جیسے:

وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ. (البقرۃ 88)

ترجمہ: ”اور کہتے کہ ہمارے دل پردے میں ہیں۔“

يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ. (ھود 91)

ترجمہ: ”اے شعیبؑ! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیا اور فرمایا کہ ان کی یہ ہٹ دھرمی ان کے کفر اور ان کے دلوں پر مہر لگ جانے کی وجہ سے تھی۔

☆ کتب سماوی کے بدلے کتب جادو پر عمل کرنا بھی مشرکین کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو یوں ذکر فرمایا ہے کہ:

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ.

(البقرہ 102-101)

ترجمہ: ”جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایک جماعت نے خدا کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔ اور ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمانؑ کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔“

☆ مشرکین کی عبادت سیٹی اور تالی بجانے پر موقوف تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبیح حرکت

کو یوں بیان فرماتا ہے:

وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً (الانفال 35)

ترجمہ: ''اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔''

☆ مشرکین کو دنیاوی عیش و عشرت نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور مال و متاع کی اس فراوانی سے وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم پر راضی ہے۔ رب کریم ان کے اس گمان باطل کو یوں بیان فرماتا ہے:

وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ. (سبا 35)

ترجمہ: ''اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔''

☆ کمزور اور مساکین لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی اس لیے مشرکین نے تکبر اور خود غرضی کی وجہ سے قبول حق سے انکار کیا۔ چنانچہ مسکین مسلمانوں کی توقیر کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ:

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ.

(الانعام 52)

ترجمہ: ''اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔''

☆ مشرکین کے نزدیک احکام الٰہیہ کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ ان کو تسلیم کرنے والے کمزور افراد تھے۔ مشرکین کا یہ غلط استدلال قرآن کریم نے خود نقل کیا ہے کہ:

لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ. (الاحقاف 11)

ترجمہ: ''اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے پہلے نہ دوڑ

پڑتے۔"

غلط لٹریچر کی اشاعت:

مشرکین عالم کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا کہ وہ غلط اور بے ہودہ کتب لکھتے اور نہایت ڈھٹائی سے یہ کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔

رب کریم ان کی اس بے ہودگی کو یوں واضح فرماتا ہے کہ:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ. (البقرہ 179)

ترجمہ: "پس ان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے (آئی) ہے۔"

☆ مشرکین عرب ان ہی مسائل کو صحیح سمجھتے جو ان کے گروہ کے مذعومہ عقائد کے مطابق ہوتے تھے، جیسے ان کا یہ کہنا کہ:

نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ. (البقرہ 91)

ترجمہ: "ہم تو (صرف) اس کتاب پر ایمان لاویں گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور جتنی اس کے علاوہ ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں۔"

☆ مشرکین عالم کی ایک خصلت رذیلہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے ہی گروہ کے اصحاب عقل و دانش کی صحیح باتوں کو سمجھنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اسی خصلت سے متنبہ فرماتا ہے کہ:

فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. (البقرہ 91)

ترجمہ: "اگر تم صاحب ایمان ہوتے تو خدا کے پیغمبروں کو پہلے ہی کیوں قتل کیا کرتے۔"

☆ مشرکین کے ہاں برہنگی کو بہترین عبادت سمجھا جاتا تھا جیسے:

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا. (الاعراف 28)

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتایا ہے۔''

تعصب مذہبی:

مذہبی تعصب سے کام لینا بھی مشرکین کا عام دستور تھا جیسے:

وَ لَا تُؤْمِنُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ. (آل عمران 73)

ترجمہ: ''اور اپنے دین کے پیرو کے سوا کسی اور کے قائل نہ ہونا۔''

☆ اسلام کی اتباع کو شرک قرار دینا بھی مشرکین کی عام رسم تھی جیسے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ. (آل عمران 179)

ترجمہ: ''کسی آدمی کے شایان نہیں کہ خدا تو اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔''

☆ مشرکین عرب کی قیادت یا تو علمائے سو کے ہاتھ میں تھی اور یا جاہل صوفیاء کے قبضہ میں قرآن مجید اس کی یوں وضاحت کرتا ہے۔

وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ. (البقرہ 75)

ترجمہ: ''ان میں سے کچھ لوگ کلام اللہ کو سنتے، پھر اس کے سمجھ لینے کے بعد اس کو جان بوجھ کر بدل دیتے رہے ہیں۔''

مشرکین کے عام نظریات:

☆ آثار انبیاء علیہ السلام کو عبادت گاہ بنانا اہل جاہلیت کا عام شیوہ تھا۔

☆ قبروں پر چراغاں کرنا بھی مشرکین کی بدعملی تھی۔

☆ قبروں پر میلہ لگانا اور عرس کرانا بھی اہل جاہلیت کا دستور تھا۔

☆ قبروں کے پاس جانور ذبح کرنا بھی مشرکین کی اہم عبادت تھی۔

☆ بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا بھی اہل جاہلیت کی خو تھی۔ جیسے دار الندوۃ اور اس کے منتظمین۔ حکیم بن حزام، جو دار الندوۃ کے منتظمین میں سے تھے ان کو ایک دفعہ کہا گیا:

بعث مکرمة قریش.

ترجمہ: ”لوگوں نے قریش کے معزز و شریف شخص کو بھیجا ہے۔“

حکیم بن حزام نے جواباً کہا کہ:

ذھبَ المکارم التقوی.

ترجمہ: ”شرافتیں ختم ہو گئیں صرف تقویٰ ہوتی ہے۔“

علاوہ ازیں:

☆ خاندانی شرافت پر فخر کرنا۔

☆ نسب اور رشتہ میں عیب لگانا۔

☆ ستاروں کی مختلف منزلوں سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا۔

☆ نوحہ اور بین کرنا۔

☆ اپنے نسب پر فخر کرنا مشرکین کی بہت بڑی فضیلت تھی چنانچہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کی تردید کی گئی ہے۔

☆ صحیح بات پر فخر کرنا بھی مشرکین اپنی بہت بڑی فضیلت خیال کرتے تھے لیکن اسلام نے فخر کو ممنوع قرار دے دیا۔

☆ مشرکین کا سب سے اہم اور ضروری کام اپنے فرقہ کے فرد سے تعصب اور اس کی ہر حالت میں مدد کرنا تھا، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ رب کریم نے اس کی سخت مذمت کی ہے۔

☆ کسی کے نسب میں عیب نکالنا بھی جاہلیت کا ترکہ ہے جیسے ایک دفعہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہا تھا کہ:

یا ابن سوداء ترجمہ: ”اے کالی ماں کے بیٹے؟“

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غصے میں آ گئے اور فرمایا:

اعیرتہ بامہ انک امرءٌ فیک جاھلیۃ. (متفق علیہ)

ترجمہ: ”تونے اس کو اس کی ماں کے بارے میں عار دلائی ہے۔ ابھی تمہارے اندر جاہلیت کی بو موجود ہے۔[1]“

☆ بیت اللہ شریف کی تولیت پر فخر کرنا مشرکین کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ بایں الفاظ ان کی مذمت کرتا ہے۔

مُسْتَکْبِرِیْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ. (المومنون 67)

ترجمہ: ”وہ سرکشی کرتے، کہانیوں میں مشغول ہوتے اور بے ہودہ بکواس کرتے تھے۔“

☆ انبیائے کرام علیہ السلام کی اولاد ہونے پر فخر کرنا، اس زعم باطل پر رب کریم ان کو یوں متنبہ فرماتا ہے:

تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ. (البقرہ 134)

ترجمہ: ”کہ یہ جماعت گزر چکی، ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔“

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ بعض احکام پر ایمان اور بعض سے انکار۔

☆ انبیاء کرام علیہ السلام کے درمیان تفریق کرنا۔

☆ بغیر علم کے انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت کرنا۔

☆ سلف امت کی اطاعت کا دعویٰ لیکن اعمال و کردار میں ان کی مخالفت کرنا۔

☆ جو لوگ انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لے آتے انہیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنا۔

☆ کفر اور کافروں سے محبت کرنا۔

آج ہر مسلمان کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ اس نے اپنی زبان اور قلم کو کس طرح بے لگام چھوڑ رکھا ہے۔

[1] حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے صرف یہ کہا تھا کہ ”اے کالی ماں کے بیٹے!“

- ☆ پرندوں کو اڑا کر فال لینا۔
- ☆ زمین پر خطوط وغیرہ کھینچ کر فال لینا۔
- ☆ فال بد لینا۔
- ☆ کاہن بننا یا کاہن کے پاس جانا۔
- ☆ کسی بھی طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانا۔
- ☆ لونڈی اور غلام کے نکاح کو برا سمجھنا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

دعوت شیخ کی عالمگیر اشاعت

انبیاء علیہم السلام کی سنت کے عین مطابق شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے وطن نالوف سے نکلنا پڑا عیینہ میں دعوت و تبلیغ کا ابتدائی دور تھا کہ یہاں کے ابن معمر نے زبردستی شیخ کو ایک سپاہی فرید الظفیری کی ہمراہی میں عیینہ کی حدود سے نکال دیا شیخ نے یہاں سے نکل کر کر درعیہ کا رخ کیا عصر کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے، پہلے وہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سویلم العزینی کے گھر اترے اور پھر اپنے شاگرد احمد بن سویلم کے ہاں منتقل ہوگئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کا شہرہ چار سو پھیل چکا تھا، آپ کی دعوت توحید پر بعض حضرات سیخ پا ضرور تھے تاہم بہت سے شفاف قلوب میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام اثر کیے بغیر نہ رہ سکا، جونہی آپ درعیہ پہنچے، خبر پاتے ہی امیر محمد بن سود اپنے بھائیوں مشاری اور ثنیان کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور سب نے شیخ کے ساتھ مل کر امداد اور فرمانبرداری کا یقین دلایا[1]۔

معاونت اور فرمانبرداری کا یہ لمحہ کس قدر عظمتوں کا حامل تھا اور دونوں جانب کس قدر خلوص کا بحر بیکراں ٹھاٹھیں مار رہا تھا کہ یہی ساعت ہمایوں تاریخ نجد و حجاز (سعودی عرب) کے اوراق کو روشن کرنے کی نوید بن کر دنیا کے افق پر ظاہر ہوئی۔ بالآخر درعیہ کا یہ حکمران اپنی توحید پرستی، اتباع سنت اور شیخ کے شاگردوں اور معتقدین کی فوج ظفر موج کے ساتھ حجاز عرب کے تمام خطوں پر چھا گیا۔

حکومت میں امام الدعوۃ رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت:

اصلاحی کوششوں کے ساتھ ہی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ امیر بن محمد سعود کے خصوصی مشیر اور جج مقرر ہوئے آپ عوام کے تنازعات کے فیصلے فرماتے، سیاسی معاملات اور معاہدات کی نگرانی بھی آپ کے سپرد تھی اس لیے کہ ان میں حل وعقد کی صلاحیتوں بدرجہ اتم موجود تھیں، تعلیم و تربیت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ وعظ و ارشاد میں پوری اور قوت کے ساتھ منہمک

---

[1] روضۃ الافکار۔ [1] بدنام مصلح ص 94-91۔

رہتے، ان کی تبلیغی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ دین اسلام کی بنیاد پر ایک اسلامی سٹیٹ معرض وجود میں آچکی تھی اور اس کی تاسیس میں ان کا ہی زیادہ دخل تھا۔ حقیقت یہ کہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ دینی، اجتماعی اور سیاسی اصلاحات کے نفاذ کا عزم لے کر اٹھے، وہ جانتے تھے کہ دینی مصلح ملکی سیاسیات سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے .... وہ جہاں قوموں کی بداعمالیوں پر سرزنش کرتے وہاں ان کے عقائد کو درست کرنے کے لیے پیہم سعی وعمل میں مصروف رہتے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ جہاں اسلامی نظام کی برکات پر نظر رکھتے تھے وہاں غیر اسلامی حکومت کے نقصانات پر بھی ان کی توجہ تھی، شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ کے عہد نبوت اور خلفائے راشدین کے عہد خلافت کو بنیاد بنا کر ریاست کو اسلامی خطہ بنانا چاہتے تھے۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور امیر محمد بن سعود میں وفاق:

شیخ کے ساتھ قریبی تعلق اور تعلیمات پر گہری نظر سے امیر اور شیخ کے نظریات کے درمیان مکمل یکسانیت پیدا ہوگئی، ریاست کے معاشرتی اور سیاسی، اصلاحی امور میں شیخ مفید مشوروں سے نوازتے، امراء حکام اور علماء کی طرف سے شیخ کی ہدایات کی روشنی میں خطوط ارسال کیے جاتے۔

محمد بن سعود خوب جانتے تھے کہ شیخ کی داعیانہ مساعی کا نتیجہ میں واحد اسلامی حکومت معرض وجود میں آچکی ہے۔ قوت کے لحاظ سے حکومت اس قابل ہو چکی تھی کہ مخالفین کے ساتھ ہنوز پنجہ آزمائی کے لیے میدان میں اتر سکے۔ آل سعود نے دعوت الی اللہ کی تحریک میں شمولیت کرنے کے بعد اس کے پرچار کے لیے بھرپور جدوجہد کی انہوں نے فریضہ جہاد، میدان تبلیغ اور اصلاحی کارگزاری کے تمام مواقع پر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ چلنا شروع کر دیا۔ شیخ کی وسیع اصلاحی کاوشوں کے نتیجے میں فوجی قوت میں بھی اضافہ ہوا۔

دھام جیسے بدطینت انسان کی فرعونیت پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ صلح کا ہاتھ دراز کرنے پر مجبور ہو گیا تاہم وہ عہد شکنی سے باز نہ آیا تو اس زور سے اس پر حملہ کیا گیا کہ وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا پڑوسی ریاستوں میں ایک وقت یک لخت شیخ کی تعلیمات کے خلاف آگ بھڑک اٹھی، دیومالا اور توہمات کی چھاؤں میں پلنے والے آل سعود کے حکومت پر ٹوٹ

پڑے، امیر ابن سعود نے موقعہ پر دشمن کا منہ توڑ جواب دیا، رفتہ رفتہ دعوت دین کی آواز احساء میں پہنچی، قرآن کی سچی تعلیمات نے سینکڑوں قلوب پر اثر جمانا شروع کیا، عسیر، ترمہ، خرم اور قطیف نے امام الدعوۃ کا پیغام قبول کرلیا، یہ علاقے توحید کے نغمات سے گونجنے لگے، شام اور عراق میں بھی تحریک کے معاونین کی ایک معتد بہ جماعت نظر آنے لگی، اس میں کچھ شک نہیں کہ تحریک دن بدن ترقی کے مراحل طے کر رہی تھی لیکن اس کے حاسدین علماء امراء نے بہتان تراشی اور الزام بازی کی مہم تیز کردی، تحریک کو بدنام کرنے کے لیے غلط قسم کا پروپیگنڈہ شروع کردیا۔ اغراض کو پورا کرنے کی بے سود کوششیں اکارت گئیں یہاں تک کہ وہابی حکومت مضبوط ہوگئی۔ جزیرۃ العرب کا یہ خطہ جسے مملکت درعیہ کا نام دیا گیا تھا توحید وسنت کی دعوت اور علم وفضل کی روشنی کا مرکز بن گیا۔

جزیرۃ العرب کے اطراف اور اکناف عالم سے طالب علم کثرت کے ساتھ تحصیل علم کے لیے درعیہ آنے لگے، طلباء جب ہزاروں سے متجاوز ہوگئے تو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے تمام سرگرمیوں کو موقوف کرکے، اپنی تمام توجہات کو ان کی تعلیم کی طرف موڑ دیا[1]۔ ہزاروں علماء کو آپ نے زیور تعلیمات سے مزین کرکے، مختلف علاقوں میں دعوت الی اللہ کے مقدس فریضہ کی انجام ہی کے لیے مقرر کردیا۔ دوسری طرف نظام حکومت اگرچہ محمد بن سعود کے ہاتھ میں تھا تاہم شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے مشورہ کے بغیر اس میں ردوبدل نہیں کیا جاسکتا تھا۔

گردش زمانہ کی سینکڑوں نیرنگیوں اور اقوام عرب کی بیسیوں بوقلمونیوں کے باوجود آج نہ صرف درعیہ یا ریاض کی حکمرانی شیخ رحمہ اللہ کے افکار تازہ سے مہکنے والے دستور حکومت اور آل شیخ اور آل سعود کے باہمی اتحاد وارتباط کی روشنی میں عرب کے قریباً دس لاکھ مربع میل صحرا پر محیط ہے بلکہ انہی محمد بن سعود کے وارثوں کو حرمین شریفین کی خدمت کا بھی شرف حاصل ہے ادھر وہی پیشوا (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ) آج عرب کے ماتھے کا جھومر اور گمراہی کی تاریک راہوں میں تعلیم وتربیت کا ستارہ ہے۔ ان کی کتابیں سعودی عرب کے نصاب تعلیم کی زینت ہیں اسی وجہ سے عرب کا چھوٹے سے چھوٹا بچہ عقائد توحید و

---

[1] روضۃ الافکار۔

سنت میں اس قدر وثوق اور اعتماد سے معمور نظر آتا ہے کہ بسا اوقات ان کے ایقان واذعان کی اس حالت پر نہ صرف یہ کہ حیرت ہونے لگتی ہے بلکہ ہمارے یہاں کے بعض عالم بھی علمی اعتراف کے باوجود یقین کی ایسی دولت سے محروم نظر آتے ہیں۔

علمی کوتاہیوں سے قطع نظر اسلام کی اساس توحید کی نسبت آج کے عرب کا اٹل عقیدہ قرآن وسنت کی اس تعبیر کے عین مطابق ہے۔ جس کو 12 ویں صدی کے مصلح شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے قابل قدر شاگردوں نے پون صدی تک زبان وقلم کے ذریعے دنیا میں پھیلایا۔ توحید کے متعلق غیر لچکدار نظریات ہی کے باعث بعض نام نہاد اور روح اسلام سے بیگانہ مصلحوں نے شیخ کو گستاخ رسول اور اولیاء اللہ کا قطعی باغی قرار دے کر بزعم خویش دین کی بڑی خدمت کی ہے۔

فہم وعقل کی کجروی کا کوئی علاج نہیں، تاریخ کے ساتھ یہ مذاق اب ختم ہونا چاہیے جس کا سلسلہ اساطین امت کی بعض تحریروں کو اپنی کم مائیگی اور ان اصحاب سے متعلق مکمل معلومات نہ ہونے کے باعث ہمارے بعض خود ساختہ مفکروں اور مجددوں نے نصف صدی پیشتر شروع کیا تھا۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے فروغ کی چند مثالیں:

درعیہ میں شیخ کے قیام کے موقع پر امیر محمد بن سعود کی بیوی نے جس کا دل شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے سب سے پہلے آشنا ہوا تھا، میں نے امیر سے عرض کی:

"اللہ نے یہ نعمت تمہارے ہاں بھیج دی ہے، اٹھو اور اس کی مدد کرو کہ تمہاری دنیا و آخرت دونوں سنور جائے۔ امیر محمد بن سعود (جو پہلے بھی شیخ کے علم وفضل کا شہرہ سن چکا تھا) اپنی بیوی موضیٰ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا۔ شیخ نے پہلی ملاقات میں ہی حسن اخلاق سے پذیرائی کی، اور اپنی دعوت کے اہم حصوں کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا مفہوم، امر بالمعروف، نھی عن المنکر پر مختصر تقریر کی، اور اسلام کی طرف ان کی توجہ دلائی۔ امیر متاثر ہوا، اور بے ساختہ بول اٹھا۔" یہ تو بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول کا دین ہے، میں آپ کی اطاعت اور مخالفین سے جہاد کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن میری دو شرطیں ہیں۔

1- اگر ہم نے آپ کی اطاعت کی اور مدد کی، اور اللہ نے ہمیں فتح دی تو آپ ہمارا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔

2- اہل درعیہ سے فصل کی آمد کے وقت کچھ حصہ مقرر کر لیتا ہوں آپ مجھے اس سے نہ روکیں۔ شیخ نے جواب دیا۔ "یہ بسر و چشم منظور ہے ہاتھ لاؤ۔"

الدم با الدم و الهدم بالهدم

میرا خون تمہارا خون، میری تباہی تمہاری تباہی

رہی دوسری شرط تو انشاء اللہ تمہیں غنیموں اور فتوحات سے اتنا کچھ مل جائے گا، کہ اخراج کا خیال بھی دل میں نہ آئے گا۔[1]

امیر نے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عہد کیا اور کتاب و سنت کے طریقوں پر چلنے کی آمادگی ظاہر کی۔ بس پھر کیا تھا، سعودی عرب کی تاریخ کے سنہرے دور کا آغاز ہوا امیر کا بیعت کرنا تھا کہ جوق در جوق لوگ استفادہ اور ایمان و اعمال کی اصلاح کے لیے آنے لگے، عینیہ کے پرانے فیض یافتہ اور ہم نشین، جن کے دلوں میں شیخ کی دعوت گھر کر چکی تھی، درعیہ آ گئے، ان لوگوں میں خود عثمان بن معمر رئیس عینیہ کے بعض عزیز بھی تھے۔

☆ امیر محمد بن سعود کے تین بھائیوں مشاری، ثنیان اور فرحان نے بھی شیخ کی دعوت کو دور دراز پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، روضہ افکار (ص 9) اور عنوان المجد (ص 20) کے مطابق مشاری اور ان کے لڑکے حسن اور ثنیان کے کارناموں سے سعودی عرب کی تاریخ روشن ہے اہل علم میں احمد بن سویلم اور یحییٰ بن قاسم زیادہ ممتاز تھے۔

☆ وجاہت واثر کے اعتبار سے عبداللہ بن وغشہ، سلیمان ابوشبیقیری، احمد بن حسین کا نام آج تک زبان زد عام ہے قلبی (ص 13) کے مطابق یہ وہابیت کے پہلے بہادر ارکان تھے۔ شیخ الاسلام کی جماعت کا یہ پہلا گروہ اور ان کی اولاد آج تک

---

[1] عنوان المجد، آج کا سعودی عرب شیخ الاسلام ﷫ کی اس پیش گوئی کا مصداق ہے جہاں زکوٰۃ کے شرعی فرض کے علاوہ کسی قسم کا کوئی ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا۔

سعودی عرب کے بادشاہ کے دربار میں بڑے اعزاز کی مستحق سمجھی جاتی ہے۔

☆ امیر محمد بن سعود کے جانشین عبد العزیز بن سعود 1179ھ (1765ء) میں اپنے والد کی وفات کے بعد منصب امارت پر متمکن ہوئے، یہ شیخ کی اجازت اور مشورے کے بغیر کوئی تصرف روا نہ رکھتے تھے، خمس اور زکوٰۃ کی رقمیں شیخ کے ہاتھ میں دی جاتیں، اور شیخ ان کو مستحقین میں تقسیم فرماتے۔

☆ اصلاح کی ضرورت صرف نجد کے لیے خاص نہ تھی، بلکہ پورا عالم اسلام غلط عقائد اور برے اعمال کے انحطاط میں گرا ہوا تھا، ابتدائی اصلاح کے طور پر شیخ کی دعوت نے عیینہ، حریملا، درعیہ اور ریاض میں اپنا اثر دکھایا، ان تمام علاقوں میں آل سعود کا قبضہ ہوا اور یہاں کی تمام آبادیوں میں شیخ کا پیغام پہنچا۔

☆ اپنے علاقوں میں کامیابی کے بعد شیخ نے اپنی دعوت کا حلقہ وسیع کیا اور ان شہروں کے علماء امراء، قضاۃ کے پاس تبلیغی خطوط بھیجے۔

زیادہ لوگوں نے شیخ کی دعوت کا مذاق اڑایا کسی نے انہیں جاہل کہا، کسی نے جادو گر اور کسی نے ایسی تہمتیں لگائیں جن سے وہ پاک تھے[1]۔

☆ شیخ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں سب سے زیادہ ممتاز صنعاء (یمن) کے عالم امیر محمد بن اسماعیل تھے[2] جنہوں نے شیخ کی دعوت پر ایک وجد آفرین قصیدہ لکھا اس کا ایک مطلع یہ ہے۔

سلامی علی نجد و من حل با النجد
وَاِن کَانَ تسلیمی علی البعد لا تجدی[3]

شیخ کو امیر یمن کی تائید سے بڑی تقویت حاصل ہوئی بعض رسالوں میں موصوف نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ شیخ کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب ابتداء میں آپ کی دعوت کے خلاف تھے، انہوں نے شیخ کی تردید میں رسالے بھی لکھے، لیکن آخر میں اپنے بھائی کے پاس تائب ہو کر آئے[4]۔ (1190ھ)

1۔ محمد بن عبد الوہاب بدنام مصلح ص 46۔ 2۔ عنوان المجد ص 53۔
3۔ ابن غنام ص 56۔ 4۔ ابن غنام ص 8۔

☆ شیخ کی دعوت کا آغاز 1157ھ کے بعد ہوا اور شہرت و مقبولیت 1165ھ کے بعد شروع ہوئی آپ نے اس دعوت کے ابتدائی دور میں ترکی حکمران شریف مسعود بن سعید (1116ء تا 1733ء) (جو حرمین شریفین کے والی تھے) کے نام ایک خط لکھا، شیخ نے واضح کیا کہ حرمین کے تقدس کا خیال رکھا جائے، اور یہاں کے مقدس مقامات پر ہونے والی بدعات وخرافات کا خاتمہ کیا جائے شیخ کے خط سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے سختی سے زیارت گاہوں پر شرک کے بازار کو ختم کرنے کے لیے اتمام حجت کیا۔

☆ شیخ اور امیر عبدالعزیز محمد بن مسعود کے حکم پر 1185ھ (1771ء) میں احمد بن سعید نے عبدالعزیز بن الحصین کو ایک خط اور علماء کے ایک وفد کے ہمراہ والئی مکہ کی طرف روانہ کیا، جس نے تینوں مسئلوں (ھدم قبات، بزرگوں سے مرادیں مانگنا اور تکفیر) کے بارے گفتگو کی، والئی مکہ وفد کی گفتگو اور شیخ کی دعوت سے مطمئن ہوئے[1]

☆ شیخ کو اپنے شاگرد شیخ عبدالعزیز بن الحصین پر بڑا اعتماد تھا، انہیں اپنی زندگی میں دوبارہ رئیس وفد بنا کر مکہ روانہ کیا۔ (شاگرد موصوف امیر عبدالعزیز، سعود بن عبدالعزیز اور عبداللہ بن مسعود کے ادوار حکومت میں منصب قضا پر فائز رہے۔)

☆ ترکی کی طرف سے والئی مکہ شریف سرور کے انتقال 1252ھ متوفی 1822ء کے بعد عبدالمعین بن مساعد اور پھر غالب بن مساعد مقرر رہے شیخ کی دعوت دینے والے وفد کی گفتگو سے غالب انتہائی متاثر ہوا مگر فقیہان حرم نے اسے سوجھایا کہ تم نے شیخ الاسلام کی دعوت قبول کر کے ابن سعود کی اطاعت قبول کر لی، تو شریفی امارت پر آل سعود کا قبضہ ہو جائے گا۔

آہ کہ، اس وقت اگر مخالفین کے پروپیگنڈہ سے والئی مکہ متاثر نہ ہوتا تو آج سعودی عرب کی تاریخ کا رنگ کچھ اور ہوتا اور اس طرح ڈیڑھ سو سال کی کروٹوں کے بعد

1 روضۃ الافکار ص 91 بحوالہ ابن بشر۔

حرمین میں قائم ہونے والی حکومت اسی دور سے تقدیس وعظمت کی تاریخ رقم کرتی اور آج کا سعودی عرب 50 سال کی تعمیر وترقی کی بجائے دو سو سال تک کے شاہکار تاریخ کے قرطاس پر رقم کرتا۔ اور اس عہد کا مسلمان عجم کے پیچ وخم اور سائنس کی اکتشافات کا چیلنج قبول کر کے ترقیات کی نئی راہوں سے جدید تمدن کو خیرہ کر سکتا۔

اسلامی دعوت کے تین علمبردار:

☆ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

☆ امام اسماعیل رحمہ اللہ دہلوی

☆ امام محمد رحمہ اللہ بن عبدالوہاب

تین شخصیات، مشترک خصوصیات:

تاریخ کے چہرے پر اسلام کی بے شمار ہستیوں کا نام روشن ہے ہر شخصیت نے اپنے اپنے عہد میں کفر وشرک کی شدت اور نئے سے نئے ہتھکنڈوں کا بغور مطالعہ کر کے بعینہ اس کی زبان میں باطل سے مقابلہ کیا، ملاحظہ ہو کہ امام احمد رحمہ اللہ بن حنبل استقلال کا پہاڑ بن کر اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ استقامت کے ساتھ ذکاوت کی بے پایاں دولت سے سرفراز ہو کر ظہور پذیر ہوئے رازی رحمہ اللہ فلسفہ کا لباس پہن کر آیا اور غزالی رحمہ اللہ تعمق نظری اور منطقیانہ موشگافیوں کا پیرہن اوڑھ باطل سے ہمکلام ہوا۔ مگر بعض برگزیدہ لوگ نہ صرف ایک خصوصیت بلکہ کئی کمالات کے خلعت سے مرصع ہو کر افق عالم پر ظاہر ہوئے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ قلم کی قوت لے کر زبان کی روانی اور گویائی کے محاسن کے ساتھ ساتھ اولوالعزم شمشیر زن بن کر تاتاریوں کے خلاف کارزار میں اترا عرب کے صحرا میں امام محمد رحمہ اللہ بن عبدالوہاب کی تاریخ دیکھئے کہ یہ زبان وقلم کے نادرہ کمالات کے ساتھ ساتھ ایک سپہ سالار اور جرأت آزما مجاہد بن کر نمودار ہوا، ملاحظہ ہو ہند کی پیشانی پر ایسی ہی دو شخصیات (سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید) کا نام روشن ہے جو زبان وقلم کے زیور سے آراستہ ہو کر سکھوں سے ہمکلام ہونے کے لیے بے سروسامانی کے عالم میں بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر کئی گنا زیادہ اسلام کے

CamScanner

بڑے دشمن سے معرکہ آراء ہوئے۔ بالآخر وہ بدر وحنین کے غازیوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے خون کے سمندر میں نہا گئے، فریضہ جہاد کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی اور پل بھر میں ان کی لاشوں کے ٹکڑے پہاڑوں پر بکھر گئے۔

شیخ الاسلام کی تالیفات

اگرچہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار تالیفات کا شرف نہیں پایا تاہم آپ کی جو تصنیفات منظر عام پر آئی ہیں وہ اپنے اپنے موضوع پر منفرد اور امتیازی حیثیت کی حامل ہیں آپ کا طرز بیان انتہائی سادہ ٹھوس اور معنویت کا آئینہ دار ہے، ان کی ہر سطر تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہے شاید یہ ابلاغ توحید کی اسی تڑپ کا اثر ہو جس نے انہیں زندگی بھر بے قرار کیے رکھا۔ آخر ان میں کوئی چیز تو تھی جس نے آن کی آن میں وادی ''نجد'' کی کایا پلٹ دی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں تصوف کی اصطلاح ناپید ہے، وہ ٹھیٹھ محدثانہ طرز بکلام کرتے ہیں جو بات کہی وہ دوٹوک سیدھے سادھے الفاظ میں، سچائی اور حقانیت کے پیکر کو ظاہری جمال وآرائش اور متکلمانہ موشگافیوں سے کیا غرض، صداقت اپنے اندر خود ایک نامعلوم کشش رکھتی ہے۔

امام الدعوۃ رحمۃ اللہ علیہ یونانی گورکھ دھندوں اور اشتراقیت کے اثرات سے یکسر عاری نظر آتے ہیں موصوف کا طریقہ بالکل قرآنی ہے آپ کا طرز استدلال ہمیشہ قرآن وحدیث رہا۔

ان کی بعض تحریریں صوفیائے سوء کی بدعت نوازیوں کے خلاف عیاں ہیں۔

کتاب التوحید:

جس طرح حجۃ اللہ البالغۃ امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی شاہکار تصنیف ہے بالکل اسی طرح کتاب التوحید شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال کاوش اور نادرہ تحریر کا شہ پارہ ہے اس کتاب کو شیخ کی دعوت کی اساس قرار دیا گیا ہے اس کا اصل نام۔ **کتاب التوید الَّذِی ھو حق اللّٰہ عَلَی العبید** '' ہے اس میں امام نے توحید، اس کے حدود، شرک اور اس کی خرابیاں اور اس میں مبتلا ہونے والے تمام راستوں کی نشاندہی کی

ہے، کتاب کے ہر باب میں قرآن وحدیث کی واضح شہادتیں جمع کردی ہیں۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی، بار بار ہزاروں کی تعداد میں طبع ہوئی، مختلف زبانوں میں اس کے ترجے ہوئے۔

علماء نجد نے اس پر کئی شرحیں لکھی ہیں جن میں "الدر النضیر" (مؤلفہ احمد بن حسن النجدی مطبوعہ دہلی 1311ھ) فتح اللہ الحمید المجید (مؤلفہ حامد بن حسن مطبوعہ امرتسر 1897) اور فتح المجید (مؤلفہ سلیمان بن عبداللہ بن شیخ الاسلام رحمہ اللہ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں، آخر الذکر شرح نہایت وقعت کی حامل ہے۔ یہ کتاب مطبع انصاری دہلی 1311ھ، مطبع سلفیہ مصر، مطبع شیخ عبدالرحمٰن قصبی بحرین اور مطبع انصار السنۃ المحمدیہ مصر سے کئی بار شائع ہوئی۔

کشف الشبہات من التوحید:

یہ مجموعہ کتاب التوحید کا تکملہ ہے عام طور پر لوگوں کو توحید خالص کے متعلق جو شکوک پیدا ہوتے ہیں ان کا ازالہ کیا گیا ہے۔ ولی، غوث اور قطب کے مقام کا تعین اور توسل اور استغاثہ کے حدود میں جو اضطراب ہوسکتا ہے بالکل قرآنی انداز میں ان سب شبہات کا قلع قمع کیا گیا ہے، چھوٹا سا یہ رسالہ معلومات اور فوائد کا گنجینہ ہے، بار بار اس کے ہزاروں نسخے شائع ہو چکے ہیں۔

الاصول الثلاثہ وادلتہا:

اس میں معرفت رب، معرفت دین اسلام اور معرفت نبی ان تینوں موضوعات کی دل نشین انداز میں توضیع کی گئی ہے۔

شروط الثلاثہ وارکانہا:

اس مختصر سے کتابچے میں نماز کی شرطوں، اسلام، عقل، تمیز، رفع حدث، ازالہ نجاست، ستر ورت دخول وقت، استقبال قبلہ اور نیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ آخر میں نماز کے دیگر ارکان اور واجبات کا بھی ذکر ہے۔

اربع قواعد:

-1 کفار عرب اللہ کو رازق اور خالق مانتے تھے مگر وہ دائرہ اسلام سے خارج رہے۔
-2 کفار عرب بھی اولیاء من دون اللہ کو قربت اور شفاعت کے لیے پکارتے تھے مگر انہیں مسلمان نہ کیا گیا۔
-3 رسول اکرم ﷺ نے ملائکہ، انبیاء، صالحین، اشجار، احجار، شمس اور قمر کی پرستش کرنے والوں کے ساتھ یکساں جہاد کیا۔
-4 پہلے زمانے اور عہد حاضر کے مشرکین کی تعریف اور دونوں میں تفاوت، مذکورہ بالا کتاب میں ان چاروں اصولوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب مطبع المنار قاہرہ اور مکہ مکرمہ کے ایک مطبع سے شائع ہوئی ہے۔

اصول الایمان:

ایمان کے مختلف ابواب کی تشریح (مطبوعہ دہلی و قاہرہ)

فضل الاسلام:

اسلام کی شرائط کی توضیح اور بدعت و شرک کی برائیوں پر شاندار مجموعہ۔

کتاب الکبائر:

گناہ کبیرہ کے تمام اقسام الگ الگ ابواب کی صورت میں خالص قرآن و حدیث کی زبان میں۔ (از مجموعہ الحدیث النجدیہ ص 310)

نصیحۃ المسلمین:

اسلامی تعلیم کے تمام شعبوں پر الگ الگ ابواب میں احادیث کا مجموعہ۔

ستۃ مواضع من السیرۃ:

1- نزول وحی کی ابتداء۔ 2- تعلیم توحید اور کفار۔ 3- خرائین العلیٰ کا واقعہ۔ 4- ابوطالب کا خاتمہ۔ 5- ہجرت کے منافع۔ 6- رسول اللہ ﷺ کی وفات۔

سیرت رسول (ﷺ) کے درج بالا چھ مقامات کا ذکر۔

تفسیر الفاتحہ:

سورۃ فاتحہ کی نہایت مختصر تفسیر (از مجموعۃ الکتاب المفید ص 19)

مسائل الجاہلیۃ:

131 ایسے مسائل جن میں حضور ﷺ نے جاہلیت کے عقائد کی مخالفت کی ہے (علامہ محمود الوسی نے اس کی شرح بھی لکھی) (الزہراص 52)

تفسیر الشہادۃ:

کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی تفسیر۔

تفسیر علیٰ بعض سورہ القرآن:

قرآن کی مختلف آیات اور صورتوں کی تفسیر۔

کتاب السیرۃ:

سیرت ابن ہشام کا خلاصہ۔

الھدی النبویہ:

مختصر زاد المعاد فی ھدی خیر العباد زاد المعاد (علامہ ابن قیم) کا خلاصہ۔

نوٹ: تازہ ترین معلومات کے مطابق شیخ موصوف نے چھوٹی بڑی 50 سے زائد تالیفات چھوڑی ہیں۔

دنیائے عالم میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کے خلاف اٹھنے والی چند تحریکیں:

انبیاء کی تاریخ شاہد ہے کہ توحید کے ہر علمبردار کو عواقب و مصائب اور ابتلا و

مشکلات کے انگاروں پر لوٹنا پڑا۔ جس طرح کوئی جگ یا قرن اصلاحی دعوت سے خالی نہیں بعینہ اسی طرح نیلگوں آسماں کی آنکھ نے کوئی داعی ایسا نہیں دیکھا جسے قتل سے لے کر اپنے ہی وطن سے اخراج کا ظلم نہیں اٹھانا پڑا۔ ناظرین، آنحضرت ﷺ کی 13 سالہ مکی زندگی کا مطالعہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ شعب ابی طالب میں 3 سالہ نظر بندی مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں سب وشتم کے آوازے، بائیکاٹ اور فحش کلامی کا طوار، طعنہ زنی اور غلاظت کے ڈھیروں کا استعمال، صحابہ رضی اللہ عنہم پر طرب انگیز مظالم، سب اسی الم انگیز داستان کا ایک حصہ ہیں جو دنیا کے بڑے ھادی ﷺ کی تبلیغی زندگی سے وابستہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طائف کی تبلیغی زندگی سے متعلق علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

"آپ ﷺ ایک ماہ تک مسلسل تبلیغ فرماتے رہے مگر کسی ایک شخص کو بھی قبول حق کی توفیق نصیب نہ ہوئی، بلکہ ظالموں نے شہر کے غنڈوں اور بدمعاشوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا، جو آپ ﷺ کو گالیاں دیتے اور پتھر مارتے، اور جو رسول (ﷺ) آگ میں گرنے والوں کو بچانے آیا تھا آج اسے ہی کمر کے بل گرایا جا رہا تھا، آپ ﷺ کے گھٹنے چور ہو گئے، پنڈلیاں گھاؤ ہو گئیں، اس قدر خون بہا کہ جوتیاں خون سے تر ہو گئیں، جب آپ ﷺ زخموں سے چور ہو کر بیٹھ جاتے، تو ظالم آپ ﷺ کے بازو پکڑ کر کھڑا کر دیتے، اور پھر پتھراؤ شروع کر دیتے، غرض طائف میں آپ ﷺ کا ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔"

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ وہاں سے چلے تو بدمعاشوں کا ایک گروہ گالیاں دیتا اور پتھر برساتا ہوا پیچھے ہو گیا اور انہوں نے تین میل تک شہر سے باہر آپ ﷺ کا تعاقب کیا، آخر آپ ﷺ نے شہر سے باہر ایک باغ میں پناہ لی [1]۔

سیرت طیبہ میں اسی جگہ پر مرقوم ہے:

"نوعمر رفیق نے بے ہوشی کی حالت میں جس طرح بن پڑا، آپ ﷺ کو اٹھایا، پانی کے ایک تالاب کے کنارے لایا، اور اپنی چادر سے جسم اطہر کو دھونے لگا، جوتیاں اتارنی

---

[1] سیرۃ النبی ﷺ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ۔

چاہیں لیکن نعلین مبارک میں خون اس قدر جم گیا تھا کہ ان کو اتارنا مشکل ہو گیا تھا۔"

اعلان حق اور ابلاغ توحید کے جرم میں جلیل القدر صحابیہ خاتون سمیہ رضی اللہ عنہا کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ بیر معوذ پر 67 صحابہ رضی اللہ عنہم کو دھوکے سے تہ تیغ کیا گیا، زید رضی اللہ عنہ بن دثنہ مکہ سے باہر تنعیم کے ایک درخت کے نیچے تختہ دار پر لٹکائے گئے عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد دین ہی کے مشن پر کاربند رہنے والے ہزاروں علماء وصلحاء اور فقہاء پر طرح طرح کی مشقتیں ڈالی گئیں امام مالک رحمہ اللہ کو ایک دینی مسئلہ پر حق گوئی کے جرم میں منہ کالا کر کے مدینہ منورہ کی گلیوں میں پھرایا گیا، امام نسائی رحمہ اللہ کو مسجد کے صحن میں شہید کیا گیا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ چار سال تک زنداں میں پڑے رہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خلق قرآن کے مسئلہ پر حق گوئی کی پاداش میں کوڑے لگائے گئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کو خارجی کہا گیا، امام بخاری رحمہ اللہ کو طعنے دے کر گھر سے نکال دیا گیا، ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا جنازہ دمشق کی جیل سے اٹھا، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ دین اکبری سے نبرد آزما ہونے کو نکلا تو اسے تنہائیوں کے غار میں دھکیل دیا گیا ہندوستان کی تحریک آزادی میں چودہ ہزار علماء گولیوں کا نشانہ بنے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ دہلوی کے انگوٹھے کاٹ دیئے گئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد جاری کیا تو ان پر طرح طرح کی سختیاں کی گئیں۔ القدمہ ہر عہد اسلام کے فرزندوں کی تاریخ سے روشن ہے، اقالیم نجد وحجاز کے گوہر تابدار شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اسی قافلہ حق کے ایک مسافر تھے جن کی تعلیمات افکار، اور دعوت سے اسلام کی تاریخ چمکتی رہے گی۔

سب سے بڑا ظلم جو شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی دعوت کے ساتھ ہوا وہ یہ تھا کہ اصلاح و تجدید کی اس عظیم الشان دعوت کو وہابیت کا نام دے کر پوری دنیا میں بدنام کرنے کی منظم سازش کی گئی، لغوی طور پر وہابی کے لفظ میں نہ صرف یہ کہ کوئی قباحت نہیں بلکہ اس کے معنے میں ایک طرح کا حسن نمایاں ہے، تاہم اسے گستاخ رسول ﷺ اور اولیاء کی توہین کے مرتکب کی علامت کے طور پر عالم اسلام کے مختلف علاقوں میں مشہور کیا گیا۔ جہالت کا کرشمہ ملاحظہ ہو کہ اگر شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے ساتھ ہی اختلاف کا اظہار مقصود ہوتا تو ان کے

ماننے والوں کو محمدی ﷺ کہنا چاہیے تھا کیونکہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ محمد اور عبدالوہاب تو ان کے والد کا نام تھا، مگر اس کا کیا کیا جائے کہ شاطر طبائع ''محمدی'' کے لفظ سے وہ مقاصد حاصل نہ کر سکتے تھے جو وہابی کے لفظ سے انہوں نے حاصل کر لیے۔ ''شرق اوسط'' کے دوست ممکن ہے یہ بات سمجھنے میں توقف کریں مگر ایشیاء بالخصوص پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں اس اصطلاح سے اہل توحید کی اسلامی تحریکات کو جس قدر نقصان پہنچا بڑے سے بڑا اسلام کا مخالف گروہ بھی نہیں پہنچا سکتا تھا یہاں کے لوگوں کی 80 فیصد آبادی دین سے قطعاً ناواقف اور اسلامی شریعت سے یکسر ناآشنا ہے، ان ممالک میں جس شخص نے بھی توحید کا پیغام پہچانے کے لیے شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھائی اسے وہابی کہہ کر بدنام کیا گیا، نتیجہ عامۃ الناس ان مصلحوں کے خلاف برسرپیکار ہوگئی، سید احمد شہید رحمۃ اللہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ کی خالص اصلاحی تحریک اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند، شیخ الہند محمود الحسن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ، علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ مفتی کفایت اللہ دہلوی، سید حسین رحمۃ اللہ احمد مدنی وغیرہ کی عالمگیر سیاسی، اخلاقی، علمی، اصلاحی اور تاریخ ساز جدوجہد کو ناکام کرنے کے لیے جو سب سے بڑا الزام اہل شرک و بدعت کی طرف سے لگایا گیا وہ یہی ''وہابی'' کا لفظ تھا۔

قبروں اور مزاروں پر گردنیں جھکانے والے اس گروہ کی طرف سے مذکورہ اصطلاح کو اس طرح بدنام کیا گیا کہ بعض جدید تعلیم یافتہ حلقے بھی خالص موحد ہونے کے باوجود خود کو اس نام سے دور رکھنے لگے۔

وھابی کا موجد:

اس سلسلے میں سب سے پہلے مغربی مبصر ''Bark Hort'' برک ہارٹ اور براجس ''Braijes'' نے وہابی کا لفظ استعمال کیا، اور باریک بین ہونے کے باوجود انہوں نے عبدالوہاب (والد شیخ الاسلام رحمۃ اللہ) کو ئی جماعت کہہ کر تاریخ کے اوراق پر ایک ناقابل فراموش غلطی ثبت کر دی۔ ہندوستانی مجاہدین کے تاریخ نگار ڈاکٹر ہنٹر نے بھی اپنی کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' میں ایک صدی پیشتر ''وہابی'' کا لفظ استعمال کیا۔ اس

طرح مغربی مؤرخین کی وضع کردہ اس اصطلاح کے ساتھ دنیائے اسلام کی ہر اصلاحی تحریک کا ڈانڈا اجوڑ کر اسے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ ملاحظہ ہو کہ مراکش کی سنوسی تحریک فقہی جزئیات میں "وہابی" تحریک سے بالکل الگ چیز ہے اسے بھی شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی دعوت کا شاخسانہ قرار دیا گیا۔

☆ سب سے پہلے سلیمان محمد تمیم (متوفی 1181ھ) نے شیخ کی زندگی میں غلط باتیں آپ کی طرف منسوب کرنا شروع کردی تھیں۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے دوسرے معاصروں نے بھی ابن تمیم کا ہاتھ بٹایا مگر ان کتابوں میں گالیوں کے سوا کچھ نہیں، ان میں احمد بن علی بصری (متوفی 1150ھ، 1775ء) محمد بن عبد الرحمٰن بن عفالق احسائی (متوفی 1170ھ، 1795ء) عبداللہ بن عیسیٰ موسیں متوفی 1175ھ اور ابن فروز کا نام زیادہ آتا ہے[1]۔

☆ اگلی صدی میں عفیف الدین عبداللہ بن داؤد زبیری (1225ھ، 1810ء) احمد عبداللہ الحداد باعلوی کے نام آتے ہیں[2]۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ پر الزامات میں کسی نے موصوف کو مدعی نبوت تو کسی نے گستاخ رسول ﷺ قرار دیا[3]۔ کسی نے کہا محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ علیحدہ مذہب کے بانی تھے، مسٹر راؤ نشا کی یادداشت کے مطابق شیخ رحمہ اللہ قرآن وحدیث کے منکر تھے۔ زمانہ کی ابوالعجبی دیکھئے کہ جس کا اوڑھنا بچھونا سنت رسول تھی اس پر انکار حدیث کا الزام رکھا جاتا ہے اس بہتان تراشی کا سہرا مصباح الدین کے مصنف احمد عبداللہ الحداد باعلوی کے سر ہے۔ اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ اس بے سروپا بہتان کو ہند کے ایک مشہور اہل قلم عبداللہ یوسف نے دہرایا ہے۔

بلاشبہ اختلافات کی یہ تمام بنیادیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے مسلک کی صحیح صحیح اطلاع نہ ملنے یا ان کے مندرجات سے مکمل آگاہی نہ ہونے کے باعث تھیں.......... لیکن عداوت و

[1] روضۃ الافکار ص158۔ [2] از بدنام مصلح۔

[3] احمد زینی دحلان الدرر السنیہ ص16۔

شقاوت کا جو طرہ ہندو پاک کے فرقہ .... کے بانی نے قائم کیا ہے اس کی مثال نہیں، وہابیت کے لفظ سے سب سے زیادہ فائدہ اس فرقے کے بانی نے اٹھایا انہوں نے اپنے قلم اور زبان سے اس لفظ کے ذریعے اسلامی وحدت کو اس طرح پارہ پارہ کیا کہ شاید ہی اس لفظ کے موجد انگریز بھی اس کا تصور نہ کر سکتے تھے۔ مولانا موصوف نے انگریزوں اور سکھوں کے خلاف زبان، قلم اور تلوار سے اٹھنے والی ہر جماعت کو وہابی نجدی کہہ کر اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔

مولانا موصوف کی تعلیمات کا نظر غائر سے مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ساری عمر عشق رسول ﷺ کا دعویٰ کر کے شرک و بدعت کی بنیادوں کو ایسے گھناؤنے طریقوں سے مستحکم کرتے رہے کہ مسلمان ہند کی ایک بڑی آبادی قبروں پر سر جھکانے، آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب ثابت کرنے، غیر شرعی طریقوں سے مردوں کے ثواب پہنچانے اور اولیاء کا نام لے کر طرح طرح کی بدعات ایجاد کرنے اور چندہ بٹورنے کو اسلامی تعلیمات کا حصہ سمجھنے لگی، اسی گروہ کے لوگوں نے آئمہ حرمین کے پیچھے نماز کی اقتدا کرنا جائز قرار دیا۔ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں مسجد نبوی ﷺ اور خانہ کعبہ کے آئمہ کو نجدی وہابی قرار دے کر مسلمان عالم کو ان سے برگشتہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اسی فرقہ کے بہت سے لوگوں کو راقم نے حرمین میں علیحدہ نماز پڑھتے دیکھا۔

اس فرقہ کے لوگ خود کو حنفی سنی قرار دیتے ہیں مگر جب ان کے عقائد کا جائزہ لیا جاتا ہے تو انہیں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے کوئی نسبت نظر نہیں آتی، ہندوستان کے علماء امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی کفایت اللہ دہلوی نے جب قبوں کے انہدام سے متعلق سعودی عرب کے فرمانروا اور بانی سلطان ابن سعود کی پالیسی کو قرآن وسنت کے ہم آہنگ قرار دیا تو یہاں اسی طبقہ کی طرف سے مذکورہ علماء پر دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ جاری کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا فرقہ اہل بدعت کی مبتدعات کے باعث اہل عرب کے علماء کا ایک گروہ ہندو پاکستان کے تمام حنفیوں کو مشرک گردانے لگا جب کہ حقیقت کے

CamScanner

ساتھ دور کا بھی اس سے کوئی واسطہ نہیں، آج بھی انہیں لوگوں نے برصغیر میں اولیاء کے مزارات پر شرک و بدعت کا بازار گرم کر رکھا ہے جہالت کا برا ہو کہ وہ اساطین امت جو پوری زندگی دنیا کو توحید و سنت کی دعوت دیتے رہے یہ لوگ خود انہی اولیاء کی قبروں پر جا کر سجدہ کرتے، چڑھاوے چڑھاتے اور ان سے نذر نیاز مانگتے ہیں۔

وہابیت کی اصطلاح کے متعلق لطیفہ مشہور ہے کہ ہند کے ایک علاقے میں مسجد کے ایک امام (رام داس) ہندو دکاندار کے مقروض ہو گئے، بنیا نے رقم کا تقاضا کیا تو مولوی صاحب نے اعلان کر دیا کہ رام داس وہابی ہو گیا ہے لہٰذا اس کی دکان سے سودا نہ لیا جائے، جہالت زدہ عوام نے جھٹ سے بنیا کا بائیکاٹ کر دیا۔ رام داس اپنے کاروبار کے اس تعطل کو برداشت نہ کر سکا اور مولوی صاحب کی منت سماجت کرنے لگا کہ میں آئندہ کبھی رقم کا تقاضا نہ کروں گا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے جمعہ کے روز مسجد میں اعلان کر دیا کہ رام داس وہابیت سے توبہ کر کے دوبارہ ہندو ہو گیا ہے اعلان کے فوراً بعد بنیا کا کاروبار دوبارہ چمک اٹھا۔

مخالفت کا یہ وہ طوفان تھا جس سے شیخ کی خالص دینی تحریک کو دو چار ہونا پڑا، لیکن آپ کے افکار اور تعلیمات اہل نظر میں اب اس قدر عام ہو چکی ہیں کہ الزام لگانے والوں کو کچھ نہیں سوجھتا۔

جواہر پارے

مسلمانوں کی کامیابی کس طرح ممکن ہے:

مسلمانوں پر اس وقت جو کٹھن مشکلات کا دور آیا ہے' اس سے قبل اس کی مثال نہیں۔ ماضی میں مسلمان فریضہ جہاد کے شیدائی اور دشمنان دین پر برق بن کر گرتے تھے مگر آج سستی اور کاہلی نے ہم سے یہ فریضہ چھین لیا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی کوتاہیوں کا علاج کریں۔ سستی ترک کریں۔ دین اسلام کے معاملات میں غور وفکر کریں۔ کفار کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جائیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شعار بنائیں۔

اسلامی شریعت کا فہم:

ہم پر اسلامی شریعت کو سمجھنے کی سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے' اسلام کو اس کی اصلی حقیقت کے ساتھ سمجھ لیں تو دنیا کی تمام اقوام سے بے نیاز ہو جائیں۔ یہ ایک بہت بڑا فرض ہے جسے ہم نے بھلا دیا ہے۔

دورہ ایران کے موقع پر شاہ ایران کی تقریر کے جواب میں خطاب

15 دسمبر 1965ء

قوت والی شر کے لئے قوت والا اسلام ضروری ہے:

اس وقت دنیا کے تمام شہ ور بڑی قوت اور ڈھٹائی کے ساتھ سرگرم عمل ہیں ایسے وقت ایک قوت والے مذہب (اسلام) ہی کو اپنا ہتھیار بنانا چاہئے۔

مکہ کی ایک اسلامی کانفرنس میں 14 ذی الحجہ 1384ھ کو خطاب 1966ء میں اردن کے شاہ حسین کی تقریر۔ کے جواب میں آپ نے فرمایا

اس وقت عالم اسلام کے اتحاد کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے

اللہ کے دین کی نصرت اور باہمی اتحاد اس وقت سب سے اہم فرائض میں شامل ہے۔

سوڈان کی ایک دعوت میں خطاب

اسلام کے لئے خطرناک طاقتیں:

ہم اس بات سے قطعاً ناواقف نہیں ہیں کہ اس وقت دنیا میں امریکی اور برطانوی استعماریت اور کمیونزم کی تمام طاقتیں اسلام کے خلاف ہر ممکن طریقے سے برسرپیکار ہیں۔ اول الذکر قوت اسلام کے زریں اصولوں کو مسخ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ صیہونی قوت عالم اسلام کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے بڑی بڑی سازشوں کے جال پھیلا رہی ہے۔ اس نے تمام عرب اور اسلامی ممالک میں اپنے جاسوسوں کے ذریعے حیرت انگیز طور پر مسلمانوں کو لڑانے کا کام جاری کیا ہوا ہے۔ کمیونزم کے علمبردار ہمارے نوجوانوں میں الحاد و بدذہنیت کا زہر گھول رہے ہیں۔ انہوں نے ہماری نئی نسل کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے ہر ممکن ہتھکنڈہ استعمال کر رکھا ہے۔ وہ انسانیت کے اصولوں سے واقف ہے نہ محبت و اخوت کا کوئی جذبہ اس نظریہ میں نظر آتا ہے۔ ہم یقیناً کسی بھی ایسی قوت کے طاغوتی نظریات سے ناواقف نہیں ہم کو مل کر ہر باطل طاقت کا مقابلہ کرنا ہے۔

23 مارچ 1966ء وفود حجاج سے خطاب:

اسلام دین محبت ہے' اسلام قوت والا دین ہے' اسلام ہی عظمت والا دین ہے۔ اسلام ہی سلامتی اور آشتی والا دین ہے۔ اسلام کے سوا کوئی فضیلت والا اور اسلام کے وا ہمہ گیری والا کوئی مذہب نہیں۔ آپ کو چاہئے کہ قرآن اور شریعت محمدیہ ﷺ کو ہر قدم پر مشعل راہ بنائیں۔

اپریل 1966ء پاکستان میں خطاب:

ہم سلامتی' اخوت اور افہام و تفہیم کے قائل ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس پر اپنے مذہب' عقیدے اور اسلاف کی تعلیمات کو قربان کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارا اور آپ کا تعاون ثقافتی اور اقتصادی بنیادوں پر مزید مستحکم ہوگا۔ ہماری تمام اصلاحات کا مقصد امت کی بھلائی ہے' ہم کسی موقع پر اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی مخالفت کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔

ہسپانیہ مئی 1966ء صفر 1386ھ میں خطاب

داخلی اصلاح کا طریقہ:

آپ نے ہماری مملکت کی جن اصلاحات اور ترقیات کا ذکر کیا ہے' دراصل یہ چیزیں ہمارے فرائض میں شامل ہیں۔ میں وثوق سے یہ کہتا ہوں کہ جب کوئی شخص نہایت ذمہ داری اور زندہ احساس کے ساتھ کسی شہر کی ترقی کا خواہاں ہوتا ہے تو یقیناً وہ خوشحال زندگی مہیا کر سکتا ہے۔ ہاں مگر محنت سے اپنی مملکت کے لئے ہاتھ کھینچ لینا اور دوسرے محکموں کے کاموں میں مداخلت یا دوسروں کو تکلیف پہنچانا ترقیات میں رکاوٹ ہے۔

امریکہ کے دورہ کے موقع پر امریکی وزیر خارجہ کی تقریر کے جواب میں خطاب

قرآن میں انسان کی زندگی کی بنیاد:

انسانی زندگی پانی کے بغیر ناممکن ہے اور قرآن کریم کے مطابق اللہ کا ارشاد ہے جعلنا من الما کل شی ء حتی. اسی طرح قرآن نے انسانی زندگی کے کئی لوازمات کا ذکر کر کے نہ صرف روحانیت بلکہ مادیت اور دینوی ضروریات سے متعلق بھی دنیائے عالم کی رہنمائی کی ہے۔

CS CamScanner

شاہ فیصل نے صدر جانسن کی تقریر کے جواب میں عرب میں پانی کی کامیابی اور اللہ کی رحمت کا ذکر کیا

مملکت سعودیہ کا حقیقی مقصد:

فیصل نے واضح اعلان کیا کہ سعودی عرب کا حقیقی مقصد ان قوموں کو آزادی دلاتا ہے جو زمانے کی گردش سے استعماری طاقتوں کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہیں۔ ہر قوم کا بنیادی حق مکمل آزادی ہے' اس لئے سعودی مملکت صومالی حکومت کی اور تمام آزادی کی خواہاں اقوام کی پرزور حمایت کرے گی۔

ربیع الثانی 1386ھ 1966ء اگست جمہوریہ صومالیہ کے دورہ کے دوران تقریر کا اقتباس

تمام مسلمان ایک قوم ہیں:

اس وقت کا سب سے اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ ہم اسلام کے تحفظ امن عالم اور انسانی فلاح کے لئے دنیا کے تمام مسلمان ایک ہو جائیں۔ اللہ کی امداد صرف ترکی اور عربی کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام امت مسلمہ اس کی رحمت کے نیچے ہے۔

جمادی الاول 1386ھ ستمبر 1966ء ترکی کے دورہ کے دوران دعوت اسلامی اتحاد کی موتمر میں صدر ترکی کی تقریر کے جواب میں خطاب

مسلمانوں کی ایک آواز میں ان کی بھلائی ہے

ہمیں اس کے سوا کوئی لالچ اور غرض نہیں کہ تمام اہل عرب اور مسلمان ایک نعرہ بلند کریں اور اسی میں ان کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

CS CamScanner

جمادی الاول 1386ھ ستمبر 1966ء میں مغرب کے دورہ میں خطاب

تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم تلے جمع کرنا صرف میرا ہی فرض نہیں بلکہ یہ تمام مسلمانوں مرد اور عورتوں کا اولین فرض ہے۔ یہ دعوت تمام عالم اسلام کے نام ہے کہ وہ تنہا تنہا' جماعت در جماعت ہر طرح سے اسلامی دعوت کی امانت لے کر اٹھیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر.

اور چاہئے تم سے دعوت دینے والی ایک جماعت مقرر ہے

ستمبر 1966ء جمادی الاول 1386ھ میں ایک خطاب

اسلامی اتحاد کے لئے عرب کی ذمہ داری:

قرآن کریم کے متقاضی اور رسول اللہ ﷺ کی زبان کی روشنی میں اسلام کا پیغام پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے ہم تمام عربوں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے' یہی دین کی دعوت پہلے رسولوں اور حضور ﷺ اور اسلام کی دعوت ہے اور وہ تمام اہل عرب تھے۔

حبیب یورقیبہ کے خطاب کے جواب میں

دنیا کے تمام اچھے اصول اسلام سے ماخوذ ہیں:

ہمیں اغیار کے عقائد و افکار اور بیرونی قوانین سے استفادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ خود اغیار ہماری شریعت کے ریزہ چین میں وہ ہمارے نظم و ضبط سے استفادہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کہ درنا یلی اقوام نے مصر میں داخلہ کے وقت علماء اسلام کو اسلام کے عقائد و ضوابط کی رہنمائی کے لئے منتخب کیا' ان ہی علماء کے بنائے ہوئے اسلامی دستور کو انہوں نے مملکت کا نظام قرار دیا۔ اسی طرح ہمیشہ سے کئی دیگر قوانین کے لئے اسلام

بطور رہبر رہنمائی کرتا رہا۔ دنیا کے تمام اچھے اور باوقعت قوانین اسلام سے ماخوذ ہیں۔ بس ہمیں بھی چاہئے کہ اسلام ہی کو اپنی مملکت کے نظام کی بنیاد بنائیں۔ اس لئے کہ ہم اصل میں اسلام ہی کے لئے زندہ ہیں۔

مجلس آئمہ مکہ مکرمہ کی ایک ضیافت میں سید صادق رئیس مجلس الآئمہ کی تقریر کے جواب میں خطاب

سعودی قوم ہر وقت جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار ہے:

عنقریب ایک دن آئے گا جب آواز آئے گی جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ' تم اے میرے ہم وطنو فلسطین کی طرف تمہیں چلنا ہے کیونکہ فلسطینی مظلوم ہیں' زخمی ہیں۔ یہودیوں نے امریکہ کی حمایت سے اور دوسری بڑی طاقتوں کی حمایت سے ان کے حقوق غصب کر رکھے ہیں۔ دائیں اور بائیں بازو میں کوئی فرق نہیں۔

23 رجب 1386ھ مدینہ منورہ کی ایک تقریب میں خطاب

سعودی حکومت (جس کو اللہ نے بڑا اعزاز عطاء کیا ہے) کے مطابق اخوت اور اتحاد کی آواز صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا حکم ہے۔

نائیجیریا کے سربراہ کے ہمراہ پاکستان میں دورہ کے موقع پر شاہ نے فرمایا

تمام عرب کا مقصد ایک' ان کا مستقبل ایک اور جس وقت اپنے وجود کے منوانے اور دشمن کے عزائم ناکام بنانے کا ارادہ کریں تو ہم پر پہلے یہ لازم ہے کہ باہمی اختلافات کا فوری تصفیہ کرلیں۔

شیخ اسماعیل ازہر صدر مجلس کے جواب میں آپ نے فرمایا

جو شخص دین محمدی ﷺ کو مان لے گویا وہ تمام ادیان پر ایمان لے آیا جیسا کہ ارشاد ہے امن الرسول بما انزل الیہ۔

شوال 1392ھ 1982ء یوگنڈا میں خطاب

یہ بات واضح ہے کہ مسلمان کبھی کسی سے برائی اور ظلم نہ کرے گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر ہر دشمن ناحق چڑھائی کر دے۔

مسلمانوں کے اتحاد کا ثبوت

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ ہمارا عقیدہ اسلام ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ ہم متحد ہو جائیں اور اسلام کے تقاضا کے لئے بھاگ دوڑ کرتے رہیں۔

جمہوریہ سینیگال کے جواب میں ارشاد

دل کا درد:

اس وقت عالم اسلام بہت زیادہ مصائب اور مشکلات سے دوچار ہے' تمام سازشیں یہودیوں کی ہو رہی ہیں۔ اس وقت ہند میں چین' جنوب مشرقی میں آسی (من وجہ پوری)' انہوں نے اشتراکیت (سوشلزم) کو اپنی مملکت کی بنیاد بنایا ہے۔ جیسا کہ معروف ہے کہ کمیونزم اصل میں یہودیت کا چربہ ہے اور اس سے تمام فتنے پھوٹتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ اور برطانیہ افریقہ کی بعض ریاستوں میں پرتگال کی طرف سے سازشیں کر رہے ہیں۔ لڑائی اور فساد کے فن میں یہودیت کو خاص ملکہ ہے۔ ہر طرف اسی قوم کی سازشوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ چنانچہ سوویت' سوشلزم اور اس طرح مغربی تہذیب آج کل اسلامی تعلیمات کے ختم کرنے اور اسلامی عقائد و اخلاق کو مسخر کرنے میں مصروف ہے۔

مختار داداصدر ماریطانیہ کے جواب میں خطاب

اسلامی شریعت ہر زمانے کے لئے رہبر ہے:

ہمارا عقیدہ اسلام دنیا کی ہر اچھی چیز کو شامل ہے' اسلام دشمن اسلام کو بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کے پراپیگنڈے گھڑتے رہتے ہیں۔

ہمیں دشمن کی سازشوں سے خبردار رہنا چاہئے

عالم اسلام کی دو مقتدر شخصیات

ناصر اور فیصل

تاریخ کے تجزیاتی آئینے میں:

مصر کے جمال عبدالناصر نے 1966-67ء میں نہر سویز کے مسئلے پر امریکی استعماریت کے خلاف ایسا موقف اختیار کیا کہ بیشتر اسلامی حلقوں نے انہیں اسلام کا عظیم مبلغ اور شریعت اسلامیہ کا علمبردار قرار دیا۔ اسرائیل کی بے پناہ جنگی امداد کے باعث ظاہر ہے کہ امریکہ مصر اور عرب کی سرزمین پر ایک ناسور کی پرورش کر رہا تھا۔ ناصر نے اس موقع پر تاریخ ساز کردار ادا کیا مگر اس کا ساتھ ہی انہوں نے اپنی مملکت کی تہذیب و ثقافت کو مغربی تمدن اور نئی نسل کے ذہنوں کو الحاد اور اشتراکیت کے اتھاہ غار میں دھکیل دیا۔ نتیجتاً اسلامی افکار اور قرآنی تعلیم کا وہ امتیاز جس کے نام سے اہل عرب کو پوری دنیا پر فضیلت حاصل تھی۔ رفتہ رفتہ رخصت ہوگئی۔ آج کا مصر یقیناً افراط و تفریط' ضلالت و غوایت' نفس پرستی اور حضور ﷺ کی تعلیمات سے اس قدر دور ہوتا جا رہا ہے کہ اگر اسلام کے نام پر کسی اصلاحی انقلاب کی بنیاد نہ ڈالی گئی تو آنے والی مصری نسل کے قلوب سے اسلام کا نام مٹ جائے گا۔

ترکی کے مصطفیٰ کمال استقلال اور اپنی قوم کے لئے ان کی تاریخی خدمات کا کسے انکار ہے مگر کون شخص ہے جو اسے اسلام کا عظیم مبلغ اور دینی اقدار کا ترجمان ثابت کر سکے۔

چودھویں صدی میں یقیناً ایسی بہت سی شخصیات نے بعض حیرت انگیز کمالات کے باعث بڑا نام پایا مگر ایسے کمالات کے باوجود اسلام کا وہ رشتہ اور تعلق حضور ﷺ کے آفاقی پیغام سے لگاؤ جس قدر سعودی عرب کے عظیم فرزند شاہ فیصل کی مقدس زندگی کے حوالے سے ہمیں نظر آتا ہے' کسی دوسرے انسان کی تاریخ میں اس کی پرچھائیں بھی نظر نہیں آتیں۔

مصر کے جمال ناصر نے قوت واستقلال میں قابل قدر داد وصولی کی اور امریکہ ایسی اسرائیل نواز حکومت کے گھٹنے ٹیک دیئے۔ 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں ناصر کی مخالفت بلاشبہ یہودنوازی کے مترادف تھی مگر ناصر کے ایسے کمالات کے باوجود اسے فیصل کے ہم پلہ کسی طرح بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ تاریخ کا آئینہ اس بات پر شاہد ہے کہ ناصر نے عرب نیشنلزم کا جو نعرہ بلند کیا تھا وہ مسلمانان عالم کے عظیم اتحاد اور اسلام کے آفاقی پیغام کی روح کے بالکل برعکس تھا جبکہ فیصل نے اتحاد اسلامی کا نعرہ ان الفاظ سے بلند کیا۔

ہم سب سے پہلے مسلمان اور اس کے بعد عرب ہیں' اسلام ہی وہ دین ہے جس نے عربوں کو رفعت وسربلندی اور اعزاز وتکریم سے نوازا۔

ہاں مگر جب دنیائے عالم پر اسلامی طاقت کا لوہا ثابت کرنے کے لئے مادی قوت کی ضرورت پڑی تو فیصل نے تیل کو ایسا ہتھیار بنایا کہ سامراج کی تمام طاقتیں لرز گئیں اور چند ہی دنوں میں مغرب کی ساری سیاست تہہ خاک ہوگئی۔ ان کو عالم اسلام کو کسی صورت بھی فراموش نہ کرنے کا ایسا سبق سکھایا گیا جس کا تصور اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔

شاہ فیصل کی شہادت اور اس کا پس منظر

شاہ شہید کی داخلی اور خارجی پالیسیاں سرخ و سفید سامراج کے لئے بڑی تکلیف دہ بن گئی تھیں۔ ایک طرف انہوں نے تیل کا ہتھیار استعمال کر کے امریکہ اور مغربی ملکوں کی ساری تہذیبی اور صنعتی زندگی کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا تھا' دوسری طرف وہ عرب کو سوویت روس کے حلقہ اثر سے نکالنے کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ مصر کو وہ نکال چکے تھے۔ شام بھی بڑی حد تک نکلتا جا رہا تھا اور اب وہ اپنی توجہ عراق پر مرکوز کرنے لگے تھے۔ تیسری طرف وہ پورے عالم اسلام کو اسلامی رشتے کی بنیادوں پر متحد کرنے اور اسے تیسری بڑی طاقت بنانے میں مصروف تھے۔ یہ تینوں باتیں دنیا کی کسی غیر مسلم طاقت کو قطعاً برداشت نہ تھیں اور اس وقت یہودی دانت پیس کر رہ گئے جب ٹائم لندن نے فیصل کو 1974ء کی شخصیت قرار دیتے ہوئے دنیائے عالم کا عظیم مسلم حکمران قرار دیا۔

مارچ کے پہلے ہفتے میں شاہ کی شہادت سے اٹھارہ دن پہلے لندن کے روزنامہ ٹیلی گراف نے تیل' قرآن اور فیصل کے زیر عنوان لکھا۔ ناصر نے شاہ فیصل کو گدی سے اتارنے یا قتل کر دینے کے بہت جتن کئے۔ صدر سادات کے زمانے میں حالات یکسر بدل گئے لیکن فیصل پر خطرہ کبھی ایک حلقے سے اور کبھی دوسرے حلقے سے منڈلاتا رہے گا۔ شاہ فیصل کی گدی انگاروں سے تپتی رہے گی۔ 1

امریکہ کے صدر فورڈ نے شہادت سے ایک روز پہلے کہا تھا کہ مشرق وسطیٰ میں کوئی زبردست تبدیلی آنے والی ہے۔

شاہ کی شہادت سے قبل امریکہ کے وزیر خارجہ ڈاکٹر کسنگر کے دورہ مشرق وسطیٰ کی غیر متوقع اور مکمل ناکامی کے بعد خصوصاً ریاض میں شاہ اور ڈاکٹر کسنگر کی بے نتیجہ گفتگو کی خبروں کی اشاعت پر یورپ اور امریکہ کے اخبارات و ذرائع ابلاغ نے بڑے واشگاف الفاظ میں کہنا شروع کر دیا تھا۔ سعودی عرب کے فرمانروا کو بتدریج مرکزی مقام حاصل

ہو چکا ہے اور دنیا میں ایندھن کا بحران ختم کرنے کی واحد امید بھی شاہ فیصل سے وابستہ ہے کیونکہ تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک میں ان کا اثر و نفوذ اتنا بڑھ چکا ہے کہ اس بارے میں کسی فیصلہ کا انحصار اب انہی پر ہے۔

شاہ فیصل کی شہادت سے صرف دو ہفتے قبل امریکی سی آئی اے کے سربراہ نے جو دنیا بھر میں جاسوسی اور خفیہ معلومات کے حصول اور انقلابات برپا کرنے کے منصوبوں میں سرگرم رہتا ہے' مسلمہ نیوز ایجنسیوں کے ذریعے دنیا بھر کے اخبارات میں یہ یقین دہانی کرائی کہ آئندہ امریکی سی آئی اے کسی ملکی سربراہ کو قتل نہیں کرائے گی۔ اس طرح ایک طرف چلی کے صدر مسٹر آندرے کے قتل کا اعتراف کیا اور دوسری طرف دنیا کے سربراہان مملکت کو اس خوش فہمی میں مبتلا کیا گیا کہ وہ ذاتی حفاظتی تدابیر کی زیادہ ضرورت محسوس نہ کریں۔

شاہ فیصل کی عمر 69 برس تھی لیکن وصال کی نسبت بڑھاپے کی تھکن ان کے اعصاب پر زیادہ سوار تھی۔ حکومت کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے وہ مسلسل محنت کرتے' وہ معدے کے مریض تھے۔ معالج انہیں آرام کا مشورہ دیتے مگر وہ اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام کرتے رہتے۔ ان کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ بیت المقدس آزاد ہو اور وہ مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کریں۔ اس آرزو کی تکمیل کے لئے وہ دن رات محنت کر رہے تھے لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ان کا 26 سالہ نوجوان حقیقی بھتیجا فیصل بن مساعد جو امریکی یونیورسٹی میں سالہا سال تک تعلیم حاصل کر چکا تھا' دس بجے محل میں داخل ہوا اور دنیائے اسلام کے غمخوار' اسلام کے سچے علمبردار' درویش اور ساجدہ حکمران کے سینے میں گولیاں برسا کر عالم اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یتیم کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. فیصل حوران خلد کے پاس پہنچ گئے۔ ریڈیو ریاض کے اناؤنسر نے اشک بار لہجے میں شاہ کی شہادت کی خبر سنائی پھر یہ خبر آناً فاناً پوری دنیا میں پھیل گئی۔ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ ہر دل خون تھا جگر پارہ پارہ تھا۔ رنج و الم کا مہیب سایہ ہر مسلمان پر امڈ آیا تھا۔ عربوں کے مقدر کا ستارہ' عالم اسلام کا

غمگسار آج اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوا۔ اہل اسلام کی کشتی مصائب کے بھنور میں پھنس گئی۔ بادبان پھٹ گیا' ناخدا ناپید ہوا۔

ما کان قیس ہلکہ ہلک واحد

ولکنہ بنیان قوم تهد ما

قیس کی موت ایک فرد کی موت نہیں' وہ تو قوم کی دیوار تھا جو منہدم ہو گئی۔

شاہ کے جنازے میں لاکھوں سعودیوں کے علاوہ 33 ملکوں کے سربراہ اور نمائندے شریک ہوئے۔ یہاں بھی قبرستان تک تین میل کا فاصلہ دو گھنٹوں میں طے ہوا۔ پہلی نماز جنازہ مینارہ الریاض میں پڑھی گئی۔ عالم اسلام کے بڑے بڑے علماء اور مفتی غمگسار لہجے میں ایک دوسرے سے تعزیت کر رہے تھے' بڑی بڑی شخصیات دم بخود تھیں۔ بالآخر سسکیوں اور دبی آہوں' آہ و فغاں میں میت کو لحد میں اتارا گیا۔

یا غائبا فی الثری یبلی محاسنہ

اللہ یولیک غفرانا و احسانا

اے وہ شخص کہ خاک میں گم ہو گیا اور لوگ اس کی خوبیاں بیان کر رہے ہیں' اللہ تجھے مغفرت اور احسان سے نوازے۔

جب شاہ نے اپنے عہد کا آغاز کیا تو سعودی عرب قرضوں کی گرفت میں تھا اور دنیا میں مسلمانوں کی آواز نہ ہونے کے برابر تھی لیکن جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو سعودی عرب تیل کی پیداوار کی بدولت ایسی قوت بن گیا تھا جس کو نظر انداز کرنا ممکن نہ تھا۔ انہوں منتشر اور پسماندہ مسلمانوں کو متحد کرنے اور انہیں ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں جو کردار ادا کیا' وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

انہوں نے ساری زندگی اسلامی اقدار کے فروغ' مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور اپنی قوم کو تہذیب و تمدن کے طور عظیم بنانے میں صرف کی۔ حقیقت یہ ہے کہ چودھویں صدی میں دنیائے عالم میں کوئی ایسی شخصیت پیدا نہ ہوئی جس نے تاریخ اسلام پر اسلامی طاقت'

اسلامی اتحاد اغیار پر اسلام کا لوہا ثابت کرنے میں اس قدر گہرے نقوش چھوڑے ہوں۔

جدہ ریڈیو نے 25 مارچ 1975ء کی صبح کو فیصل کی شہادت کی المناک خبر نشر کی، چالیس سال پہلے دنیا جس کے نام تک سے آشنا نہ تھی، آج پوری دنیا کے ریڈیو اور ذرائع ابلاغ اس کی شہادت کی خبر نشر کر رہے تھے۔ نیویارک، لندن کے ریڈیو بار بار فیصل کے کارنامے سنا رہے تھے۔

اعلیٰ کونسل کے فیصلے کے مطابق اسی روز دفن کا پروگرام طے ہوا مگر دنیا کے دور دراز کے خطوں سے آنے والے مہمانوں کے باعث 26 مارچ کو تدفین کا فیصلہ ہوا، سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق 2 سفید چادروں میں عظیم انسان کو کفن دیا گیا۔

اسی روز بعد نماز ظہر ریاض کی بڑی جامع مسجد میں نماز جنازہ ہوئی، اس میں مراکش کے ولی عہد محمد علی رضا (برادر شاہ ایران)، شاہ حسین، یاسر عرفات، حواری بومدین الجزائر، انور سادات مصر، تیونس سے حبیب بورقیبہ، شام کے حافظ الاسد، پاکستان کے ذوالفقار علی بھٹو، عمان و مسقط کے سلطان قابوس، متحدہ عرب امارات کے تمام حکمران، لیبیا، ماریطانیہ، ایران اور 33 ممالک کے روسا اور وفود شریک ہوئے۔ الفیصل العظیم کے مطابق شاہ کے جنازہ میں 60 ہزار آدمی شریک ہوئے۔ (یہ تعداد سعودی عرب میں جنازوں کی حاضری کے اعتبار سے تاریخی نوعیت کی حامل ہے۔

فیصل کے خطابات

6 ذی الحجہ 1387ھ بمطابق 1968ء بروز بدھ شام کے وقت جمعہ کے موقع اسلام سے آئے ہوئے زعماء، رؤسا اور علماء سے مکہ مکرمہ میں خطاب۔

میں تمام دنیا کے مسلمانوں سے کہوں گا کہ وہ اسلامی شریعت اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو جائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان بھائیو! جس اللہ نے ہمیں اس مبارک شہر کی خدمت کا شرف عطاء کیا ہے' اس سے دعا ہے کہ وہ تمام دنیا کے لوگوں کا حج قبول فرمائے۔ ہم آج یہاں اس لئے جمع ہیں کہ شریعت محمدیہ ﷺ کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اللہ کے حضور آہ وزاری کریں۔ اس سے دنیا کے مختلف قسم کے عذابوں سے بچنے اور صراط مستقیم پر چلنے کی دعا کریں اور عہد کریں کہ دنیا کے ہر کام میں ہم اللہ ہی کی طرف رجوع کریں گے۔ بلاشبہ ان ایام کی برکات وعنایات کے شمار کرنے کی کوئی حاجت نہیں' تاہم میں عرض کروں گا کہ ہر شخص طلب رحمت' طلب مغفرت کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔

عظمت وعزیمت کا حامل یہ دین جس کی وجہ سے آج دنیا میں ہمیں عزت عطاء ہوئی ہے' ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ دنیائے عالم کی مشکلات وموانعات اور حادثات وواقعات کے باوجود ہم ہر قدم پر اسلام ہی پر گامزن رہیں۔ اسلام کے دشمن چاروں طرف موجود ہیں۔ ان کا منشاء ہے کہ مسلمان مملکتوں کو باہم لڑائیں' انہیں دین پر چلنے سے ہر ممکن طریقے پے روکیں' خواہ تہذیب وتمدن اور تربیت وتعلیم کا انقلاب برپا کر کے اہل اسلام کے سرمایہ افتخار کو ختم کر دیا جائے یا اسلامی تعلیمات میں کیڑے نکال کر نئی نسل کے ذہنوں کو پراگندہ کیا جائے۔

لیکن اے میرے دوستو! ہمیں اپنی صفوں کو انتشار سے محفوظ کرنا اور ہر معاملے میں اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

گرامی قدر! آپ کو معلوم ہے کہ اسلام اخوت و محبت اور قرابت و مساوات کا علمبردار دین ہے۔ یہ دین ایسے تدین و صلاح کا علمبردار ہے جس کے ذریعے دنیا کی ہر سوسائٹی اور ہر معاشرہ کو فلاح و کامرانی کا حسن عطاء کرتا ہے۔ اس دین پر چھوٹے بڑے امیر غریب اور کالے گورے کا کوئی امتیاز نہیں' اس میں صاحب عزت صرف وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم

اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا متقی ہے۔

ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کو رائج کرنا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ پر درود اور سلام نازل ہو جن کی شریعت عالمگیر ہدایت اور اقوام و عمل کے ہر تقاضے پر پوری اترتی ہے۔ ہمارا عقیدہ' قول و عمل' عزم و ارادہ ہر طرح اللہ کے احکامات اور محمدی ﷺ ہدایات کا پابند ہے۔

میرے بھائیو! ہمارا آج کا دشمن پہلے دشمنوں کی طرح نہیں' آج کا حریف سائنسی و ایٹمی ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ شاطر قلم اور چرب زبان ہے۔ پراپیگنڈا کے نئے نئے طریقے اور بدنامیوں کے نئے نئے ہتھکنڈے ایجاد کئے گئے ہیں' دنیا کے مشہور ذرائع ابلاغ اپنی تمام تر مادی قوتوں کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ ہمیں ہر ممکن متحد ہو کر اپنے تمام حریفوں پر اسلامی عظمت کا سکہ ثبت کرنا ہے۔ میں واضح طور پر بتانا چاہوں گا کہ اسلام ہی دنیا کا سب سے سچا دین ہے۔ آزادی و مساوات' محبت و مودت کا پیکر ہے۔

آنے والے سالوں میں اسلام ایک عظیم بن کر دنیا کے افق پر ظاہر ہوگا۔ آپ دشمنوں کے غلط پراپیگنڈوں سے مرعوب نہ ہوں' انتہائی اعتماد اور وثوق کے ساتھ اسلامی

افکار کو پھیلاتے رہیں۔ تفرقہ بازی، نسلی تعصبات، امیر و غریب کا فرق ہماری ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہو سکتا ہے۔ اسلام کی تبلیغ میں حکمت عملی کا مظاہرہ کریں۔

ارشاد باری ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ ولمعوضۃ الحسنۃ جادلھم بالتی ھی احسن۔

دانائی اور حکمت عملی سے اللہ کے دین کی تبلیغ کرو، رائے وغیرہ کا اختلاف احسن طریقے سے حل کیا کرو کہ یہ اچھی چیز ہے۔

ہم کسی حال میں بھی ذلت کی زندگی نہیں گزار سکتے۔ ہمیں مکمل آزادی اور حقوق انسانی کے ساتھ انتہائی عظیم قوم بن کر دنیا میں زندہ رہنا ہے۔ ہمیں کسی کی فکری اور ثقافتی غلامی کی بجائے اسلام کی تہذیب و تمدن ہی کو اپنانا چاہئے۔ ہمیں اپنے دشمن کو پہچاننا ہوگا۔ خواہ کوئی ہمارے دین کا دشمن ہو یا ہمارے علاقوں پر جارحانہ تسلط کا مرتکب ہو۔ ہم میں آج بھی اتنی قوت موجود ہے کہ اپنے ہر دشمن کا بڑی کامیابی سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

بیت المقدس کا یہودیوں کے قبضہ میں رہنا تمام اہل اسلام کی توہین ہے، یہ جگہ جسے معراج رسول ﷺ کی ابتدائی منزل، قبلہ اول اور مقام حرم ہونے کا شرف حاصل ہے، کسی صلاح الدین ایوبی کی منتظر ہے۔ ہمیں کسی صورت اپنے اس دشمن کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔

ارشاد باری ہے۔

فمن اعتدیٰ علیھم فاعتدو علیہ۔

جس نے مسلمانوں پر تجاوز کیا، اس پر چڑھائی ہوگی۔

میرے بھائیو! آج جگر پارہ پارہ ہو گئے، قلوب زخمی اور جسم کے تمام اعضاء شل ہو چکے ہیں۔ یہ حالت اس وقت تک رہے گی جب تک بیت المقدس دشمنان اسلام کے قبضہ سے آزاد نہیں ہو جاتا۔

ہمارے دشمن نے ہم پر کاری ضرب لگائی' ظلم و تعدی کی تمام حدود پھلانگ کر اسرائیل آگے پہنچ گیا ہے' کس قدر حیرت کی بات ہے۔ بیس سال پہلے جب یہودیوں نے اہل عرب پر ظلم و تعدی کا آغاز کیا تو دنیا کی بین الاقوامی طاقتیں اور انسانی حقوق کے علمبردار تمام ادارے مہر بلب ہو گئے۔

ہم اس معاملہ میں آج کسی قسم کی صلح بندی اور رعایت کے قائل نہیں' میں حقوق انسانی کے علمبرداروں سے پوچھوں گا کہ یہ انصاف کی کون سی قسم ہے کہ اپنے وطن میں بسنے والوں سے کہا جائے اپنے ملک سے نکل جاؤ۔

آج عرب تنہا نہیں' آج کے تمام مسلمان اسلام کے رشتے میں بندھے ہیں جہاں بھی کوئی مسلمان آباد ہے' وہ عرب کے ساتھ ہیں۔

میں دنیا کی تمام اسرائیل کی حامی طاقتوں کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں' بیت المقدس کے معاملے میں اپنے موقف پر نظر ثانی کریں۔

آخر میں دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے زعماء سے گزارش کروں گا کہ دنیا کے تمام خطوں کے مسلمان باہمی محبت' اخوت اور اتحاد کا مظاہرہ کریں۔ اس مبارک شہر اور نیک ساعت میں عہد کریں کہ اسلام کے پرچم تلے جمع ہو کر ہم اسلام کے لئے آخری دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے۔

اللہ تمام حاضرین کا حج قبول فرمائے۔

ریاض میں مزدوروں کے ایک مرکز کی تعمیر کے موقع پر خطاب

بعد السلام

قومیں ظاہری نمود و نمائش' اخبار و نشر اور زبان و قلم سے نہیں بلکہ عمل سے بنتی ہیں۔

مزدور کی اہمیت کو دنیا کی کوئی قوم فراموش نہیں کر سکتی۔ عمل کی اہمیت سے متعلق ارشاد باری ہے۔

و قل اعملو فیسری اللہ عملکم و رسولہ

اور کہہ دو کہ کام کرو اللہ اور رسول ﷺ تمہارے کام کو بلند کرے گا۔

الغرض عمل و محنت ہر ترقی کی بنیاد ہے۔ ہمارا مقصود اس وقت نفع بخش' نتیجہ خیز اور کارآمد محنت ہے۔

ہمیں بڑے کام سے پہلے چھوٹا کام کرنا چاہئے اور رفتہ رفتہ تعمیر کے تمام مدارج طے کر کے ترقی کے بام عروج پر پہنچنا چاہئے۔

ہمیں آج نئی بنیادوں' نئی تعمیرات اور نئے منصوبوں کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ اس کے لئے اخلاص اور دیانت لازمی ہے۔

جب ہم زندگی کے ایام و شہور پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بسنے والا ہر شخص مزدور ہے' اس خاطر صرف اسی مرکز قدرت میں کام والے ہی کو مزدور کہا جائے گا۔

اگر میں حقائق سے تجاوز نہیں کر رہا تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں کہوں مملکت کی بنیاد ہی مزدور ہیں' ہم تو ان کی شاخیں ہیں کیونکہ مملکت کی ترقی کا تمام راز انہی کی جدوجہد اس کا مستقبل انہیں کے خون پسینے سے وابستہ ہوتا ہے۔

مملکت سعودی عربیہ کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے لوگ مزدور ہیں' خواہ دفاتر کے رئیس اور صوبوں کے وزراء ہوں۔ اس اعتبار سے صرف یہی مرکز مزدوروں کے لئے کافی نہیں بلکہ مملکت کا ہر دفتر مزدور کا مرکز ہے۔

میں ہر ممکن آپ پر زور دوں گا کہ آپ اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں۔ انتہائی اطمینان اور اعتماد کے ساتھ مملکت کی ترقی کے لئے شانہ بشانہ قدم اٹھائیں۔ اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ اتارنے کے لئے جب ہر مزدور کمربستہ ہو جائے گا تو یقیناً یہ ملک ایک مثالی مملکت قرار پائے گا۔ ہر شخص اخلاص اور دیانت کے ساتھ اپنے کام میں مگن رہے جس مزدور اور دفاتر کا عملہ مملکت کی ترقی کی بنیاد ہے۔ اس طرح یہ بات واضح ہے کہ یہ لوگ غلطیاں کرنے لگیں۔ اپنے کاموں میں کوتاہیوں کی عادت ڈال لیں تو یقیناً پورا ملک

کوتاہیوں اور غلطیوں کی آماجگاہ بن جائے گا۔ میں آپ تمام ایک کی محنت اور اخلاص پر خوش آمدید کہتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ آپ محنت اور لگن کے ساتھ اسلام اور ملک کی خدمت کرتے رہیں گے۔

والسلام علیکم

اس وقت سب سے اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ ہم اسلام کے تحفظ' امن عالم اور انسانی فلاح کے لئے دنیا کے تمام مسلمان ایک ہو جائیں' اللہ کی امداد صرف ترکی اور عربی کے لئے نہیں بلکہ تمام امت مسلمہ اس کی رحمت کے نیچے ہے۔

بیعت خلافت کے موقع پر اہم خطاب

27-6-84ھ بمطابق 3'16 1964ء کو تخت حکومت پر متمکن ہونے کے بعد

خطاب

ہم ایسے ماحول سے گزر رہے ہیں جو ہم سے بے مثال جدوجہد کا متقاضی ہے' ہمیں دین اسلام کو بنیادی حیثیت دینا ہوگی' جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس مملکت کو مقام وشرف عطاء کیا۔

میرے بھائی!

اللہ تعالیٰ نے آج میرے کندھوں پر مملکت سعودی عرب کا بوجھ ڈالا' ہماری خواہش ہے کہ مملکت کے امور محنت اور جانفشانی سے سرانجام دیں۔ آل سعود کے لئے اس منصب عظیم کی سرفرازی مملکت کے نامور علماء مشائخ اور آئمہ حرمین کی مشاورت وفتاویٰ کے بعد عمل میں آئی۔

مملکت کے خاص خاص زعماء اور اسلامی تعلیمات کے امین آئمہ کی بیعت کے بعد میرے لئے اس عہدہ کی قبولیت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا' حقیقت یہ ہے کہ ہم نہ اس منصب کے حریص ہیں بلکہ ہم ذمہ داریوں کے بوجھ سے بھاگنے والے ہیں۔ جب امور مملکت کی مجبوری اور اجراء حدود کی ضرورت کا شدید تقاضا پیش آیا تو مجھے اس خارداروادی

میں قدم رکھنا پڑا۔ ہمیں مملکت کے خارجی امور کو کسی کی تقلید کی بجائے اسلامی تشخص کی بنیاد پر استوار کرنا ہے۔ ہم اپنے نامور والد شاہ عبدالعزیز کی دور اندیشی اور گہرے تدبر کے پیش نظر ان کے بنائے ہوئے رہنما اصولوں پر خارجہ پالیسی وضع کریں گے۔

ہماری خارجہ پالیسی اقوام مسلم کے اتحاد رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات' مسلمان اور عرب دوست ممالک سے تعاون' بیت المقدس اور تمام مقبوضہ علاقوں کی واپسی کی بنیادوں پر استوار ہوگی۔ اس سلسلے میں اسلامی کانفرنس اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی حمایت کرتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب کرے گا۔

اب جس وقت حرمین کی خدمت کی یہ ذمہ داری مجھ پر آن پڑی تو اللہ کی امداد اور توفیق کا طلبگار ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ سعودی مملکت کی تعمیر و ترقی میں آپ میرے ساتھ تعاون فرمائیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ بڑھ چڑھ کر وطن عزیز کی سالمیت اور استحکام کے لئے ہر قسم کی قربانی دیں گے۔ مملکت کے امور کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد سب سے پہلے کہوں گا کہ ہر شخص تقویٰ اختیار کرے اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو زندگی کی اساس بنائے کہ یہی اہل عرب کا سرمایہ افتخار ہے۔

اس موقع پر خاص طور پر اعلیٰ اور دوسرے درجے کے تمام حکام' ارکان دولت' ہر شعبے کے ذمہ داروں اور اقتصادی یا معاشرتی شعبوں میں کام کرنے والوں کو محنت اور لگن کے ساتھ کام کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ میں اسلامی شعائر کی پابندی اور مملکت کی اساسی بنیادوں پر محنت کرنے پر زور دوں گا کیونکہ اسلامی خدمت ہی کی وجہ سے ہمارا ملک ایک خاص احترام اور وقعت کا آئینہ دار ہے۔

10‘15 1964ء/6‘9 1384ھ

CS CamScanner

جامع ملک عبدالعزیز جدہ کے اساتذہ اور طلباء کی طرف سے ایک اعزازی تقریب سے خطاب

بعد التحیہ والسلام!

آپ کی عظیم الشان تقریب میں میری شرکت قابل صد افتخار ہے' میں یہاں کے ارباب حل وعقد کا مشکور ہوں جنہوں نے اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی۔

علم انسانی زندگی کی بنیاد ہے۔ارشاد باری ہے۔

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون

علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم نافع اور علم مضر۔ہمیں چاہئے کہ علم نافع کو فروغ بخش کر ہدایت کے صراط مستقیم کو پالیں۔ یہ علم یقیناً قرآن وسنت کا علم ہے۔اسی علم کے باعث ہمارے اسلاف نے ایک جہاں کی قیادت کا فخر حاصل کیا۔ یہی علم رسول اکرم ﷺ اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہ کا علم ہے۔

انسان کی اعلیٰ تربیت صرف حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات میں مضمر ہے۔قرآن کی کثیر آیات حضور ﷺ کی متعدد احادیث اور علماء و آئمہ کے بے شمار اقوال شاہد ہیں کہ قرآن وسنت کے علوم انسان کی روحانی غذا اور ظاہری نشوونما میں سب سے زیادہ موثر ہیں۔

مجھے علمی ماحول کے اس مرکز میں آ کر اتنی مسرت ہوئی کہ الفاظ میں اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں کے طلباء اور اساتذہ قابل رشک ہیں جن کا اوڑھنا بچھونا علم وفضل کی نشرواشاعت اور تعلیم وتربیت کی نمود ہے۔آپ یقین کریں کہ علم وفضل کا یہ مرکز ہمیں اللہ کی خوشنودی' کردار کی بلندی' قوم وطون کی تعمیر اور اسلاف کے کارناموں پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔

ریاض کے معزز شہریوں کی ایک دعوت میں شاہ فیصل کا جوابی خطاب

بعد التحیہ!

تم میرے بھائی اور میں تمہارا خادم ہوں' تمہاری خدمت مجھ پر ضروری ہے اور

تمام بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان انصاف میری ذمہ داری میں شامل ہے۔

میں انسانوں کے ساتھ حسن سلوک عدل و مساوات اور رعایا پروری کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا حاضر ہوں۔

مجھے امید ہے کہ مملکت کی اس ذمہ داریوں میں آپ کا تعاون میرے شامل حال رہے گا' حکومت کے مختلف شعبوں اور منصوبوں میں آپ تعاون کریں گے۔

حکومت پر لازم ہے کہ مملکت کے ہر فرد کو زندگی کی ضروریات مہیا کرے' آپ کو چاہئے کہ اخلاص اور دیانت' حسن معاملت اور اعلیٰ اخلاص کا مظاہرہ کرتے رہیں۔

میرے بھائیو! آپ میرے مرتبہ کے مطابق جلالتہ الملک اور جالس علی العرش ایسے الفاظ میرے شایان شان نہیں' آپ پر لازم ہے کہ مجھے اپنا بھائی اور خادم کہہ کر پکاریں۔ اس لئے کہ جلالہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور عرش بھی آسمانوں اور زمینوں کے رب ہی کے لئے مخصوص ہے۔

یہ تمام صفات ہی عربی زبان اور لغات میں کسی انسان کے لئے کہنا قطعاً زیبا نہیں' مجھے اس وقت سخت کوفت محسوس ہوتی ہے جب کوئی ان دو الفاظ میں سے کسی سے بھی مجھے پکارے کیونکہ میں ایک انسان' بشر ہوں اور انسان ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی جلالت شان اور برتری کے سامنے ہیچ ہے۔ بلاشبہ تمہارا میرے متعلق حد سے بڑھی ہوئی تعریف محض ایک گمان ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اللہ مجھے انسانیت اور وطن کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے۔ میں آخر میں وطن عزیز کے روشن مستقبل اور استحکام و سلامتی کے لئے دعا گو ہوں۔

فرمانروائی کے بعد مکہ کے معززین سے خطاب

میں کوشش کروں گا کہ تمہاری بیان کردہ صفات کا حامل بن جاؤں' میں تو اپنے آپ کا ضامن نہیں۔ میں ایک گناہگار' خطا کار اور غافل شخص ہوں۔ معصومیت صرف رسول اللہ ﷺ اور انبیاء کے لئے خاص ہے۔

یہ بات باعث افتخار ہے کہ اللہ نے آپ کو قرآن اور اپنے رسول ﷺ کی کتاب کے باعث عزت عطاء ہوئی۔ میرے ساتھیو! میں تم ہی میں سے ہوں جو شخص قرآن کی اتباع کرے اس کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام کرے گا' وہ گویا کہ ہدایت کا تاجدار ہے۔ آپ شخص یقیناً دنیا و آخرت میں قابل فخر ہیں۔

میرے بھائیو! اسلام نے بعض احادیث کی روشنی میں زیب و زینت اور زیبائش و آرائش سے سختی سے منع کیا ہے۔

میں امید کروں گا کہ آپ بڑی بڑی تقریبات سے جن میں بے انداز اسراف کیا گیا ہو' اجتناب کریں گے۔ ایسی تقریبات محبت و اخوت کی آئینہ دار ثابت نہیں بلکہ اس سے کئی قسم کے شکوک جنم لیتے ہیں۔

اسلامی محبت اور قرآنی اخوت قطعاً ظاہری نمود و نمائش کی متقاضی نہیں' نہ ہی ایسے بڑی بڑی اعزازی دعوتوں اور فانوسوں کی چمک دمک کی احتیاج ہے۔

ہاں مگر انسان اللہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور اپنے ذمہ اسلام کی ذمہ داریوں کو پورے کرنے کا پابند ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ خیر خلف لجر سلف کے جملے پر پورے اتریں گے۔

میرے دوستو! آج تم پر متعدد ذمہ داریوں کا بوجھ سوار ہے' آپ کو حرم کعبہ کا مکین ہونے کی وجہ سے ایک مثالی مسلمان کا کردار پیش کرنا چاہیے۔ آپ کی اتباع شریعت اور بلندی اخلاق کا مظاہرہ بہت زیادہ ضروری ہے۔ آپ اللہ کی دی ہوئی قوت سے فائدہ اٹھائیں۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ ہمیں کنتم خیر امت اخرجت للناس کے مطابق امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی توفیق عطاء فرمائے۔

میرے بھائیو! اگر زندہ رہنا ہے تو اسلام' وطن اور قوم پر زندہ رہو۔

فیصل احساء کی طرف ایک دورے کے موقع پر گئے' فقید المثال

استقبال ہوا' اس موقع پر موصوف کا مختصر خطاب

تمہاری حکومت کسی موقع پر تمہیں فراموش نہیں کر سکتی' احساء کے علاقے کو سعودی عرب میں نہایت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

حکومت احساء کے علاقے کو بہت زیادہ سہولتیں فراہم کر رہی ہے' اس شہر کے اطراف و جوانب میں تعمیر و ترقی کے کئی راستے کھولنے پر غور کیا جا رہا ہے۔

ہم اللہ کے فضل سے سکول' کالج' ہسپتال' زراعت اور سڑکوں کے معاملہ میں خاص خاص اصلاحات کر رہے ہیں۔ اس شہر کے لئے دو سو ملیون ریال کی رقم مخصوص کی گئی ہے۔ تمہاری حکومت تمہارے کسی کام سے غافل نہیں' حکومت احساء میں ایک بہت بڑا کارخانہ لگانے پر غور کر رہی ہے تا کہ کئی اشیاء میں غیر ملکوں کی احتیاج سے نجات حاصل کی جائے۔

ہمارے اللہ کا بھی یہی حکم ہے کہ مسلمان اپنی عزت و آبرو کا پاس رکھیں اور ہر کام ایسی محنت اور جانفشانی سے کریں کہ اس میں اطمینان قلب ہو جائے۔

میرے بھائیو! ہم صنعتی ترقی کے فروغ کے لئے مملکت میں کئی ٹیکنیکل کالج قائم کر رہے ہیں۔ ملکی تعمیر و ترقی کے لئے ہر سعودی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر محکمہ اور سوسائٹی میں مثالی کردار ادا کرے۔ ہم بڑی بڑی فیکٹریاں' کارخانے' فقط اللہ کی توفیق سے قائم کر رہے ہیں اور اس میں خاطر خواہ پیش رفت ہوئی ہے لیکن میرے ہم وطنو! صرف یہی کام ہماری منزل نہیں ہیں۔ فنی تعلیم کو فروغ دینا ہوگا۔ بڑے بڑے ماہرین کے ذریعے نئی نسل کو دنیائے عالم کی سائنسی اور جدید مشینری سے واقف کرانا ہوگا۔

ہمیں چاہئے کہ زبان سے بات کم کریں اور عمل زیادہ کریں۔

ہماری ترقی کا راز اللہ کی نصرت' قوم کی محنت اور باتوں کی کمی اور کام میں زیادتی میں ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک وقت ہم لاچار اور مجبور تھے' ہمارے پاس سٹاف کی تنخواہ کا انتظام نہ تھا' ہمارے پاس فوج کی ایسی تنظیم نہ تھی' ہم کئی معاملات میں پریشان تھے مگر آج

CS CamScanner

حرمین کے تقدس اور خدمت کے باعث اللہ نے رحمتوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

مواصلات میں ہم اتنے خودکفیل ہیں کہ اللہ کے فضل سے ایک دن میں پورے ملک کی سیاحت کرسکتے ہیں مگر کبھی کئی کئی ماہ میں بھی یہ کام نہ ہوسکتا تھا۔ میں آخر میں اللہ کی خاص رحمت اور فضل کی امید کرتا ہوں۔

8'138410ھ / 2'9 1965ء

احساء سے دمام جاتے ایک عظیم ہجوم سے خطاب

بعد التحیہ!

میں آج سے دو سال قبل بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا' اس وقت ہم کئی کارخانوں کے منصوبے آپ کے سامنے پیش کررہے تھے لیکن آج اللہ کے فضل سے ان منصوبوں پر عملدرآمد آپ کے سامنے ہے اور صرف ان دو سالوں کی مدت میں کتنے کارخانے اور فیکٹریاں پٹرول صاف کرنے اور پٹرول کے کیمیاوی اجزاء کی تحلیل سے متعلق کام کررہی ہیں اور انشاءاللہ زیر تکمیل تمام منصوبے بہت جلد پایہ تکمیل تک پہنچ جائیں گے۔

ایک بڑا کارخانہ انشاءاللہ اس سال کے آخر تک یا آئندہ سال کے شروع میں کام شروع کردے گا۔

بعض مقامات پر اگر کچھ کمی واقع ہوگئی تو وزیر پٹرول اس بارے میں یقیناً اچھا اقدام کریں گے کیونکہ ان معاملات میں انہیں ہم سے زیادہ علم ہے۔

ہم نے پچھلے سال خام لوہے کے ایک کارخانے کا کام شروع کیا تھا' انشاءاللہ بہت جلد یہ کارخانہ کام شروع کردے گا۔ اس سے مملکت کی بہت سی ضروریات پر کنٹرول ہوسکے گا۔

ہم خام لوہے اور پٹرول کی کئی دوسری اقسام کے ضمن میں کئی مزید کارخانوں کا سروے کررہے ہیں۔

ریاض کے قریب زجاج کا دریافت ہوا ہے' بعض کمپنیوں کو اس کے کام کا ٹھیکہ

دے دیا گیا ہے۔ یہ چیز ہمارے درآمدی اور برآمدی امور میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوگی۔

بعض کیمیاوی مواد سے متعلق ایک کمپنی کو بیس سال کا ٹھیکہ دیا گیا ہے اس مدت میں کیمیاوی مواد سے متعلق ملک کی تمام داخلی اور خارجی ضروریات میں مملکت خودکفیل ہوسکے گی۔ یقین کریں کہ ہمارے ملک کی تعمیر وترقی میں ایک عظیم انقلاب ہوگا۔

ہمیں ان کی آمدنیوں سے صرف خزانہ ہی بھرنا مقصود نہیں بلکہ کمپنی سے معاہدے کی رو سے ملک کی جملہ ضروریات کو پورا کرنا ہمارا مقصد حقیقی ہے۔

اسی طرح ہم نے تیل سے بعض کئی ترقیاتی منصوبوں کا جائزہ لیا ہے اس معاملے میں ایک معاہدے پر دستخط ہوگئے ہیں جس کی رپورٹ عنقریب مجلس وزراء (کمیشن) میں پیش کی جائے گی۔ سعودی علاقوں کو سرسبز بنانے کے لئے ایک اطالوی کمیشن کو کاشت کا ٹھیکہ دیا گیا ہے۔

کئی ٹیکنیکل اداروں سے انشاء اللہ ماہر کاریگر انجینئر پیدا ہورہے ہیں جو سعودی عرب کی افرادی قوت کو مستحکم کریں گے۔

مجھے یہ بات کہہ کر خوشی ہوتی ہے کہ ہم کو تین سو مقامات کی کھدائی کے بعد سعودی سرزمین سے بیس سے زائد اقسام کی معدنیات کا انکشاف ہوا ہے۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جو دنیا میں نایاب اور ان کی تمام ممالک میں مانگ ہے۔ ان میں بعض چیزیں برآمد کی جائیں گی ہم نے اس وقت بڑے بڑے ماہرین بٹھائے ہوئے ہیں ہر جگہ اور ہر مقام پر غیر ملکی اور ملکی کمپنیوں کو ٹھیکے دے کر رپورٹ طلب کی گئی ہے۔

ہم نے زرعی ترقی کے لئے زرعی ترقیاتی بینک کھول دیا ہے وہ تمام مزارعین اور کسانوں کو جملہ ضروریات اور جدید زرعی آلات حسب خواہش مہیا کرتا رہے گا تاکہ ہمارا وطن سرسبز وشاداب گلوں کی طرح مہک پڑے۔

ہم اپنے اعلیٰ ترقیاتی منصوبوں اور کئی بے مثال مہموں میں غلطی اور سستی کر سکتے

ہیں' آپ کے مشاورت اور تعاون کی از حد ضرورت ہے۔ یہ تمام معدنیات' خزانے آپ کے ہیں۔ آپ کی ہمت اور محنت جانفشانی کے منتظر ہیں۔ آپ اس امر میں سستی سے کام نہ لیں۔ جتنی محنت کرو گے' اتنا ہی پھل پاؤ گے۔

میں بار بار ایک ہی بات کو دہرانا نہیں چاہتا۔ میں عرض کروں گا کہ پہلے جس منصوبے کا ذکر ہوا تھا بحمد للہ صبح اس کا افتتاح ہو رہا ہے۔ اسی طرح کئی منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچ گئے ہیں۔ پٹرول کی کیمیاوی فنی تعلیم' پائپ لائنوں کے فنون کے ماہرین امریکہ کی کئی جامعات سے فارغ ہیں۔ ان سے استفادہ کر کے ہم خود اب ایسی تربیت اور فنون گاہیں تعمیر کر رہے ہیں' اس تعلیمی فنی مرکز سے جس کا افتتاح ہو رہا ہے' ہم اپنے بچوں کو فنون میں خود کفیل کر سکیں گے۔ تمام شہروں سے یہاں طلباء آ کر فنی تعلیم حاصل کریں گے۔

یہ سب کچھ تعمیر و ترقی' فنی عروج کی ابتداء' کمپنی محاکم کا آغاز نہ کوئی قوم پر احسان ہے بلکہ اللہ کا فضل خاص ہے۔

جس جس طرح ممکن ہوتا ہے آپ کی حکومت ملکی ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہے گی۔ رفتہ رفتہ ہم تمام معاملات میں خود کفیل ہو جائیں گے پھر ہم تعلیم و تربیت' جدید آلات کی انجینئرنگ' ہوابازی وغیرہ کسی میں کسی کے محتاج نہ رہیں گے۔

ہماری ترقی کا راز' اقتصادی' معاشی زرعی اصلاحات اور سب سے بڑھ کر اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع میں ہے۔ میں اللہ سے رحمت اور اعانت کا طلب گار ہوں۔

10'8 1384ھ / 2'9 1964ء

ظہران پٹرولیم کالج کے افتتاح پر تقریر

بعد التحیہ!

یہ ایسا منصوبہ ہے' جس میں معدنیات' پٹرول اور تمام بنیادی اشیاء کے متعلق دنیا کے ماہرین عرب نوجوانوں کو تعلیم دیں گے۔

اس عظیم منصوبے کے افتتاح پر مجھے حد درجہ مسرت ہے۔ یہ منفرد مرکز ہماری اقتصادی، علمی اور فنی ترقی میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوگا۔ اس سے ہماری افرادی قوت کو سہارا ملے گا۔ یہاں سے بڑے بڑے ماہرین فارغ ہو کر اپنے ملک کی ترقیاتی مہموں میں امین بنیں گے۔

یہ یونیورسٹی تمام عرب ممالک کی ترقی کے لئے ایک عظیم پیش رفت ہے۔ اس منصوبے کے آغاز سے پہلے ہم یورپ کی طرف مبہوت ہو کر دیکھتے تھے کہ ان کے ماہرین آ کر معدنیات کے تمام اصول سمجھائیں گے لیکن اللہ نے اب یہ معاملہ انتہائی سہل کر دیا ہے۔ بحمد اللہ دو سال سے کم عرصے میں یہ کام شروع ہو رہا ہے، تمام جدید مشین اور ہر قسم کے آلات نصب کر دیئے گئے ہیں۔ اب ہمارے نوجوانوں کو انتہائی محنت، لگن اور جانفشانی سے اس فنی اور مادی تعلیم سے مکمل استفادہ کر کے قوم و وطن کی خدمت کے لئے خود کو تیار کرنا چاہئے۔

میں یہاں کے اساتذہ اور طلباء کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ سعودی حکومت کی خدمت کے لئے حتی الوسع محنت اور کوشش کرتے رہیں گے۔ ہر معاملہ میں اللہ کی نصرت ہمارے کام آئے گی کیونکہ یہ سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہو رہا ہے۔

مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہے کہ یہاں الجزائری اور سعودی طلباء اکٹھے بیٹھے ہیں اور عرب دنیا کو ہماری امیدوں کے مطابق کھڑا کرنے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔

مجھے خوشی ہے کہ چند برس پہلے یہ ادارہ ایک خواب تھا اور آج میرے رائے میں یہ عظیم کارنامہ ہے۔ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن سے اس اعلیٰ اور شاندار منصوبے کا پاس گزار ہوں۔

1965‘8‘3ء / 1384‘11‘6ھ

مدینہ منورہ میں ایک خطاب

بعد التحیہ!

مجھے اس مبارک اور مقدس شہر میں آپ کے درمیان آ کر دوگونہ خوشی محسوس ہو رہی ہے۔

آپ کی محبت دراصل اسلام کی محبت اور اخلاص کی آئینہ دار ہے اور یہی اخلاص و محبت حضور ﷺ کی دعوت کی بنیاد ہیں۔ (آپ پر سلامتی ہو)

محبت و مودت اور اخوت و بھائی چارگی سے متعلق قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ کا ایک کثیر خزانہ موجود ہے۔

اس شہر کے مجھ پر بہت حقوق ہیں۔ حضور ﷺ کی سنت کی اشاعت' قرآن کی تعلیم کی نشر و اشاعت اور آپ کی خدمت میرا فرض ہے۔

میرے بھائیو! تمہارے لئے سب سے بڑی فضیلت رسول اللہ ﷺ کا پڑوس ہے۔ یہ فضیلت دنیا کی کسی قوم کو حاصل نہیں اور اس پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے۔

آج ساری دنیا اسی شہر کی عظمت کو سلام کرنے کشاں کشاں چلی آتی ہے۔ بس ہم فقط اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ مجھے اس شہر کے لوگوں کی صحیح خدمت کا موقع عطاء کرتا رہے۔

میرے دوستو! اس وقت اہل مدینہ' اہل مکہ غرض مملکت کے تمام افراد اور دنیا کے تمام مسلمان ایک ہی اسلام کی ایک رسی سے منسلک ہیں۔ وہ اسلامی رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے' تم باہمی محبت اور تمہیں اس وقت کوئی اعتراض' وسوسہ' نقصان نہیں پہنچا سکتے جب تک تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عبادت و اطاعت کرتے رہو۔

آج مسلمانوں کا ہر شخص' ہر جماعت' ہر گروہ چاہتا ہے کہ اس کی دنیا اور اس کا دین اچھا ہو جائے۔ میرے دوستو! یہ سب چیزیں صرف قرآن اور سنت رسول ﷺ ہی سے میسر آ سکتی ہیں۔ مسلمان کا مستقبل تب روشن ہو سکتا ہے جب وہ صحیح معنوں میں مسلمان ہو۔

آپ کو چاہئے کہ اپنے وطن کی تعمیر وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اسلام کے ساتھ وابستگی کو بنیادی حیثیت دیں۔ اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں اور اس عظیم شہر میں رہنے کے باعث ایک مثالی مسلمان بن کر زندگی گزاریں۔

مدینہ یونیورسٹی کے طلباء سے ایک خطاب

قرآن وسنت کا علم اور فہم اسلحہ سے لیس ہو جاؤ' تمہارا راستہ بلاشبہ لمبا ہے مگر ایمان مشکلات کی تمام رکاوٹوں کو دور کر دیتا ہے۔

ایں اس ساعت ہمایوں میں انتہائی انبساط محسوس کر رہا ہوں' میں رئیس الجامعہ شیخ عبدالعزیز بن باز اور تمام ارکان جامعہ کا مشکور ہوں۔

میں امید کرتا ہوں کہ جامعہ کا فیض ملکوں ملکوں پھیلے گا اور اثرات اور معارف دنیا کے کونے کونے تک پہنچ کر رہیں گے۔ جامعہ کی حالیہ کارگزاری انتہائی قابل تحسین ہے۔

میں طلباء پر زور دوں گا کہ آنے والے وقت کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں۔ اور الحاد و دہریت سے برسرپیکار ہونے کے لئے قرآن وسنت میں غور وفکر کرتے رہیں۔

علم وفضل کے ہتھیار سے لیس ہو کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائیں۔

اسلام کا یہ دین اس وقت دنیا کی سب سے بڑی قوت ہے' کسی دوسرے مذہب میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اس زرین اور روشن اصولوں کا سامنا کر سکے۔ آپ انتہائی لگن' محنت' جرأت، غور وفکر' تدبر وفراست سے اللہ کے اس دین کا علم حاصل کرتے ہیں۔

آپ ہی اسلام کے مستقبل کے وارث ہیں' آپ کو اپنی ذمہ داریاں ہر قدم پر یاد رکھنا ہوں گی۔ میں خاص طور پر کہوں گا کہ قرآن وسنت پر عمل پیرا ہو کر ہم مسلمان ترقی کر سکتے ہیں۔

میرے بھائیو! آنے والا وقت انتہائی خطرناک ہے' کفر واستبداد کے کھلے ہوئے دہانے سامنے ہیں الحاد ومغربیت کا طوفان امڈ رہا ہے۔ لادینی نظریات قدم بقدم ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو دین کے اسلحہ سے لیس کر کے دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائیں گے اور احکام الٰہی اور فرامین رسول ﷺ کے عین مطابق تبلیغ اسلام کے ساتھ کفار و مشرکین اور ملحدین کا مقابلہ کریں گے۔

یہی وہ راستہ ہے جس کی طرف 1400 سال پہلے حضور ﷺ نے پوری دنیا کو بلایا۔ آج کا کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو فراموش کر کے عزت اور شرف نہیں پا سکتا۔

میں اپنی گفتگو طویل نہیں کرنا چاہتا۔ تاہم میں عرض کروں گا کہ آپ دور دراز علاقوں سے اسلام کا علم حاصل کرنے آئے ہیں۔ آپ نے اسلام کا سفیر بن کر یہاں سے جانا ہے۔ آپ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ مدینۃ الرسول مرکز اسلام سے تحصیل علم کے بعد دنیا میں جائیں گے۔ آپ کے افکار و عادات' سوچ و بچار' چال چلن' گفتگو' معاملات میں ہر طرح اسلامی رنگ غالب ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اگر آپ اللہ کے دین کا ساتھ دیں گے تو ہر قدم آپ کے لئے نصرت ہوگی۔

اگر آپ اللہ کے دین کو پس پشت ڈال دیں گے تو ہلاکت اور گمراہی آپ کے ساتھ ہوگی۔ آپ اسلامی دعوت اور پیغام کے امین ہیں اور اس وقت سب سے بڑی اسلام آپ کے پاس ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ یہاں سے جا کر اسلام کی نصرت کریں گے۔ آپ جس ملک' ریاست اور قوم کے پاس جائیں' ہر موقع پر اسلامی شریعت کی تبلیغ کریں۔ یہی آپ کے یہاں آنے کا اولین مقصود ہے۔ اس امر میں میں آپ کا خادم ہر موقع پر خدمت کے لئے تیار ہوں۔

فیصل کے تاریخی اقوال

☆......تم نے اپنے نوجوانوں کو عقیدہ توحید سے بیگانہ کر دیا ہے اور وہ اب اس طرح خالی الذہن ہو گئے ہیں کہ استقامت کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں جو دل توحید کی روشنی سے خالی ہے وہ کئی ہزار گمراہیوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

(اساتذہ کے ساتھ ایک موقع پر گفتگو)

☆ تیل عربوں کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔

☆ اے مسلمانو! میں تم میں سے ہوں' آپ کا بھائی اور آپ ہی کا ایک خادم۔ اے میرے مسلمان بھائیو! میرے خواب حقیقت بن گئے ہیں جو ہماری فلاح کے ضامن ہیں۔

☆ ہمیں باہر سے کسی نظام کو درآمد کرنے کی ضرورت ہے نہ اغیار کی تقلید کی۔ ہمارا ماضی بڑا تابناک ہے اور ہماری تاریخ بڑی درخشاں ہے۔ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہو کر ایک عالم پر غالب آئے ہیں۔

☆ جب ہم تاریخ اسلامی کے دور اول کی طرف لوٹیں گے اور دعوت اسلامی پر کاربند ہوں گے تو یہ بات قطعاً بعید نہیں کہ ہم اپنے اسلاف کے آثار کو پالیں اور پورے عالم میں اقدار اسلامی کو پھیلا دیں۔

(فیصل کا سفرنامہ افریقہ)

☆ ہم نے اس مقدس شہر میں اللہ کی توفیق سے عہد کیا ہے کہ ہم شریعت کے خادم داعی الی اللہ اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ دین کی نصرت اور شریعت کی پابندی کے امور میں تعاون کریں گے۔

ہاں مگر دنیا بھر میں حق و انصاف کی نشر و اشاعت کریں گے۔

(مکہ کی ایک کانفرنس میں خطاب)

☆ اقوام متحدہ میں تمام حکومتوں کے نمائندوں نے استعمار تفرقہ، نسل پرستی اور ظلم استبداد کے خلاف آواز اٹھائی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ارض فلسطین میں عرب ان سب برائیوں سے دوچار ہیں جن کی دنیا میں کوئی مثال موجود نہیں۔ استعمار نے دنیا کے مختلف گوشوں سے لوگوں کو اکٹھا کر کے سرزمین عرب میں ایک حکومت بنا کر وہاں کے اصل باشندوں کو دیس نکالا دے دیا ہے تاکہ وہ اپنی اغراض کو پورا کر سکیں۔ پس ہم عالمی ضمیر کو جھنجھوڑتے ہیں کہ وہ دنیا بھر میں سلامتی اور عدل و انصاف کے لئے کوشش کرے اور اس ظلم کو دور کرنے کے لئے مدد کرے اور مسئلہ فلسطین کو اس طرح حل کرے جس طرح فلسطینیوں کو ان کے حقوق واپس مل جائیں۔

(بیت المقدس پر یہودیوں کے ناجائز تسلط کے موقع پر فیصل کا تاریخی بیان)

☆ زمانہ خواہ کس قدر کروٹیں لے سعودی عرب کا موقف یہ ہے کہ وہ نہ اسرائیل سے صلح کرے گا نہ گفتگو، اگر تمام عرب متفق ہو کر اسرائیل سے مصالحت یا گفتگو کرنے کا فیصلہ کر لیں تو ہم اس اجماع کی مخالفت کریں گے۔

(صدر ڈیگال سے ایک مذاکرے کے دوران گفتگو)

☆ سعودی حکومت کو عالم اسلام میں ایک عظیم مقام حاصل ہے کیونکہ وہ عربی تہذیب کا منبع، وحی رسالت کا مہبط، اسلامی میراث کا امین اور ان مقدس مقامات کا محافظ ہے جس کی طرف 40 کروڑ مسلمان روزانہ منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

(قاہرہ کی مذکور کانفرنس)

☆ مشرقی یروشلم اور دوسرے مقبوضہ علاقہ جات عربوں کو واپس کر دیئے جائیں اور اس معاملہ پر کسی سودے بازی یا سمجھوتے کا امکان نہیں ہے۔

(وفات سے تین ماہ قبل لندن ٹائم کو انٹرویو)

☆ فیصل طبعاً کم گو تھے، آپ اکثر خاموش رہتے۔ اس بارے میں ایک استفسار پر

موصوف نے ایک تاریخی جملہ کہا کہ قدرت نے انسان کو دو کان اور ایک زبان عطاء فرمائی ہے' جس کا منشاء یہ ہے کہ اسے زیادہ سننا اور کم بولنا چاہئے۔

☆...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی حکومت کا اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں کہ آپ کے ملک کو مستحکم اور زیادہ سے زیادہ ترقی یافتہ بنایا جائے تا کہ مقدس قوم کو دنیا کی دیگر اقوام میں اس کے شایان شان مقام مل سکے۔

(ایک نشری تقریر میں قوم کے نام پیغام)

☆...... ہمارا فرض ہے کہ اسلام پر چلنے کی کوشش کریں اور اپنے کو پستی سے نکالنے کی جدوجہد کریں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم دوسروں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے بنیادی عقائد اور اسلامی احکام سے منہ موڑ لیں۔

☆...... میرے لئے یہ شرف کافی ہے کہ میرے بھائی اور جامعہ کے نائب نے مجھے خوش آمدید کہا پھر انہوں نے مجھے امیر المومنین کے خطاب سے نوازا اور میرے لئے فرمایا کہ میں فلاں فلاح صفات کا حامل ہوں۔ آپ میری گزارش قبول فرمائیں کہ میں اپنی تاریخ کے امرا المسلمین اور امیر المومنین کا ہم پلہ نہیں ہوں' میرے لئے یہ کافی ہے کہ میں خادم المسلمین اور خادم المومنین بن کر رہوں۔ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ مجھے اس کی توفیق فرمائے گا۔

(مدینہ یونیورسٹی میں ایک تاریخی خطاب)

☆...... میرے لئے یہ ضروری ہے کہ تمہارے معاملہ میں اللہ سے ڈرتا رہوں اور میری یہ ذمہ داری ہے کہ اخلاص سے تمہاری خدمت بجالاؤں۔ میرا یہ فریضہ ہے کہ میں ادنیٰ اور اعلیٰ کے مابین عدل کروں۔ حق کے معاملہ میں میری نظر میں رشتہ دار اور غیر رشتہ دار کا کوئی فرق نہیں اور اللہ سے دست بدعا ہوں کہ وہ مجھے میرے اہل وعیال' خاندان اور بھائیوں سب سے عدل کی توفیق عطاء فرمائے۔

ہم نے مسلمان ہوتے ہوئے بعض امور میں کوتاہی کی ہے' ہم نے اپنی شریعت

اور اپنے دین کی تعلیمات کو نہیں سمجھا۔ پس ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنے قوانین کو پڑھیں، سمجھیں اور اس میں گہری نظر پیدا کریں اور ہم دور حاضر کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کو اس طرح بروئے کار لائیں کہ ہمارے عقیدہ اور قوانین کے محاسن دنیا پر روشن ہو جائیں۔

(فیصل بقلم مطبوعہ وزارت اطلاعات سعودی)

☆...... آپ کے سامنے ایک مشکل ترین راہ اور ایک طول وطویل راستہ اور ایک پر صعب گھاٹی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ علم وعرفان، اطمینان قلب، صبر وثبات اور حکمت کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دعوت الی اللہ کا کام کریں گے کیونکہ اللہ سبحانہ نے فرمایا۔

اپنے رب کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعے بلاؤ اور ان سے بہترین طریقہ پر مجادلہ کرو۔

اس لئے آپ کفار، مشرکین اور ملحدین سے ایسے طریقہ سے خطاب کریں کہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور آپ حکمت ودانائی اور صبر سے ان پر غالب آ جائیں۔ یہی دعوت الی اللہ کی راہ ہے اور یہی وہ طریق کار ہے جس سے آپ دوسرے لوگوں کو روشنی اور ان کی نگاہوں کو جلا دے سکتے ہیں۔

علماء اور طلباء کے اجتماع سے خطاب

☆...... جب تک قدس یہودیوں کے قبضہ میں ہے، مجھ سے آپ آرام کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

(سوئٹزرلینڈ میں علاج کے موقع پر ڈاکٹر کے ایک ماہ کی مصروفیت ترک کر دینے کے مشورہ پر فیصل کا جواب)

☆...... ہم اپنی حکومت کی بنیادیں مذہبی اصولوں پر قائم کریں گے۔

(1964ء میں فرمانروا بننے کے بعد ایک بیان)

ملنے کے پتے

مکتبہ الشہباز مارشل ڈویلپرز ساہیوال
0300=0313-8534562

ادارہ اشاعت المعارف فیصل آباد
0322-6344296

مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور
0321-4284784

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
042-37228272

مکتبہ شہید اسلام لال مسجد اسلام آباد
0321-5180613

مکتبہ دار الایمان الہ آباد ویسٹرج راولپنڈی
0321-2032856

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی
021-4992176

دار الاشاعت اردو بازار کراچی
021-32213768

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
042-37353255

دعائیہ تقریظ

استاذ الاساتذہ

شیخ الحدیث حضرت اقدس حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم

(مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند انڈیا)

نحمدہ و نصلی علی رسوله الکریم

امابعد

شاہ فیصل ایک روشن ستارہ کے چند صفحات دیکھے ماشاءاللہ مؤلف نے انتہائی محنت وکاوش کے ساتھ شاہ فیصل کے علمی کارناموں کو اس کتاب میں عشاق کے مشام جان بھی مہکا دیے ہیں۔ اور حافظ محمد شہباز عالم فاروقی نے اس کتاب میں تاب ناک اضافہ کر کے کتاب کو چار چاند لگا دیے ہیں دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالی بندگان خدا کو اس مجموعہ سے ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال فرمائے

(آمین)

یارب العالمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

والسلام

یاد داشت/تاثرات

شہباز علی
ذخیرہ
ملوٹ اسلام آباد

CamScanner

تاثرات

فضیلۃ الشیخ محمد بن عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ

(مفتی اعظم سعودی عرب)

شاہ فیصل کے اعلیٰ کردار اور بے مثال اطوار کی تابندہ مثالیں ہمیشہ یاد رہیں گی، میں نے انھیں قریب سے دیکھا، وہ خدا ترس، نیک دل، رعایا پرور، اسلامی وحدت کے بہت بڑے نقیب تھے؟

فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ بن حمید رحمۃ اللہ علیہ

(چیف جسٹس سپریم کورٹ سعودی عرب)

ملک عبدالعزیز نے جس اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی اسے اسلامی جذبہ اور محمد اقدار سے منور کرنے کے لیے فیصل نے انتھک جدوجہد کی ان کی وفات سے عالم اسلام یتیم ہو گیا ان کے کارنامے نئی نسل کے لیے مشعل راہ ہیں۔

یاسر عرفات

سربراہ تنظیم آزادی فلسطین

ہم یتیم ہو گئے چاروں طرف اندھیرا چھا گیا، اسلام کو نہ ٹوٹنے والی تلوار موت کے ہاتھوں سے بے بس ہو گئی بیت المقدس کی آزادی کے لیے دنیا بھر میں سب سے زیادہ کوشاں رہنے والا فیصل پوری دنیا کو غم جدائی دے گیا۔

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

(ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام پاکستان)

شاہ فیصل نے سیاست کی مذہب ناآشنائی و بیگانگی کے اس دور میں نہ صرف مذہب کی اذان ایوان سیاست میں دی بلکہ اسے مسلم سیاست کا امام بنا دیا۔ شاہ فیصل سچے ایمان اور مضبوط عقیدے کا توشہ لے کر جدھر گئے فتح و نصرت ان کے قدم چومتی رہی!

اخبارات و رسائل

اے فیصل ہمارے آنسو یقیناً خشک ہو جائے گے لیکن ہمارے دل ہمیشہ تیری یاد میں گریہ کناں رہیں گے آپ نے زندگی کو ایمان کے زیور سے آراستہ کیے جو آپ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

راوش ویلفیئر فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) 0300-8534562 ادارہ اشاعت المعارف فیصل آباد 0413-3421796

CS CamScanner

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری

الحیدری میڈیا سیل

CamScanner